بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکیم الامۃ

حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

1943 - 1863

بحیثیت مفسرِ قرآن

مقالہ پی ایچ ڈی [۱۴۰۸ — ۱۴۱۳ھ
۱۹۸۷ — ۱۹۹۲ء]

toobaa-elibrary.blogspot.com

نگرانِ تحقیق

محترم ڈاکٹر پروفیسر امان اللہ خان صاحب

علوم اسلامیہ فیکلٹی

پنجاب یونیورسٹی، لاہور

مقالہ نگار

سید محمد عبد القادر آزاد

خطیب بادشاہی مسجد، لاہور

فاضل وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور

۲۹۶۱۹۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

toobaa-elibrary.blogspot.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

للّٰه الحمد والشكر على ما اسبغ علينا من نعم وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا

نحمدہٗ على نعمة العقل والتفكير والتدبر و فضّلنا على جميع الكائنات

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ

رَبِّ أَوْزِعْنِيْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَأَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ إِنِّيْ تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ، يَارَبِّ

وفقنا لما تحب و ترضى

اللّٰهم أخرجنا من ظلمات الوهم إلى نور اليقين

واكرمنا بنور الفهم و المعرفة و الطريق المستقيم

وافتح علينا أبواب خزائن علمك يا أرحم الرّاحمين

يا ربّ العالمين ، آمين

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ ... كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ

حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ ... صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ

toobaa-elibrary.blogspot.com

فہرست مضامین

صفحہ نمبر

toobaa-elibrary.blogspot.com

✓

صفحہ نمبر

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحہ نمبر

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحہ نمبر

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و سپاس

سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ و تبارک اسمک و تعالٰی جدک
وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ

شکر ہے اس خالق کل ، شہنشاہ حقیقی ، علیم و خبیر رب العٰلمین کا جس نے ابن آدم کو انبیاء و رُسُل علیہم الصلوٰۃ والسلام پر وحی کے ذریعے دنیا و آخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں کے حصول کا طریقہ مرحمت فرمایا اور ان تمام صحائف و کتب ربانی کا مجموعہ خاتم الانبیاء و رسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم پر قرآن معجز کی شکل میں نازل فرما کر علماء امت محمدیہ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی سب سے آخری کتاب کے مفسر ہونے کا شرف بخشا ۔ ذلک الشکر و لک الحمد ۔

کما ینبغی لجلال وجھک و عظیم سلطانک یا رب العٰلمین ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(خ)

انتساب :

اللّٰھمَّ صلِّ علیٰ محمّدٍ و علیٰ آلِ محمد کما صلیتَ علیٰ ابراھیم و علیٰ آلِ ابراھیمَ انک حمیدٌ مجید ۔

اس رحمۃ للعالمین ، پیغمبر انسانیت ، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام جن کی محبت و اطاعت کا نام اسلام اور جن کے حکم سے سرتابی کو کفر کہا گیا ۔ جن کی ہر پسندیدہ چیز نیکی اور ہر ناپسندیدہ چیز گناہ کہلائی ۔ جس نے انسانیت کو خیر کی حقیقت سے آشنا کیا اور جس نے ہر برائی سے روکا ۔ جس نے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں انسانیت کو مواسات ، مساوات ، اخوت ، مروت و مودّت کی اپنے عمل سے تعبیر و تفسیر عطا فرمائی ۔ جس کی نظیر پیش کرنے سے اقوام و ادیانِ عالم کی تاریخ قاصر نظر آتی ہے ۔ جس کے طرزِ زندگی کو اپنا کر دنیا کا ہر انسان اپنے حقوق حاصل کر سکتا ہے ۔ اور دنیا کو جنت ارضی کا نمونہ بنا سکتا ہے جس کے اُسوۂ کو نہ اپنا کر آج بھی بے شمار اقوام جانوروں سے بدتر زندگی گزار رہی ہیں ۔ جس کا خلق و کرم اپنے پرائے سب پر جاری و ساری ہے جس کی محبت میں جینا بھی عبادت اور مرنا بھی عبادت ، کروڑوں درود و سلام اس محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے ہر مظلوم کو ظالم کے پنجہ سے آزاد کرانے کو عبادت قرار دیا ۔

صلی اللہ و سلم علی محمد بعدد کل ذرۃ و علی آلہ و اصحابہ و ازواجہ و بارک وسلم ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اظہار عقیدت و تشکر

اس مقالہ میں اگر کوئی کامیابی مجھے حاصل ہوئی تو یہ مولانا اشرف علی تھانوی (رح) کی عظیم اور ہمہ گیر شخصیت اور ان کی علمی تحقیقات و تصنیفات کے سر ہے

مقالہ کی تحریر و تحقیق کے دوران مجھے مشرف مقالہ محترم ڈاکٹر امان اللہ خان صاحب کی مکمل نگرانی و راہنمائی، شفقت اور توجہ حاصل رہی — جس نے مقالہ کو جدید اور احسن انداز عطا فرمایا اگر اس میں کوئی خوبی نظر آئے تو یہ ان کی ہی مرہون منت ہے اور اگر کوئی خامی ہے تو یہ میری کوتاہی، کم علمی اور کج فہمی کا مظہر ہو گی —

سید محمد عبدالقادر آزاد

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ و السلام علی اشرف المرسلین سیدنا محمد الذی خصہ اللہ بالمعجزۃ الکبری والآیۃ العظمی القرآن الکریم و علی آلہ و اصحابہ و التابعین لہم باحسان الی یوم الدین اما بعد

پیش لفظ :

========

رب ذوالجلال و الاکرام کا یہ انتہائی کرم ہوا کہ مجھے اس نے ایسا مشفق عالم اور للٰہیت و اخلاص کا پیکر محترم والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ عطا فرمایا۔ جنہوں نے مجھے دینی تعلیم کے لئے منتخب کیا اور دین اسلام کی تبلیغ کے لئے وقف فرمایا۔ اللہ تبارک و تعالی ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلی درجہ عطا فرمائے۔ ان کی طرف سے ملی دینی تربیت نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئی۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کا مزید فضل یہ ہوا کہ اس نے اپنی رحمت خاص سے مجھے ایسے مخلص اور باعمل اساتذہ و مشائخ عطا فرمائے۔ جن کی تعلیم و تربیت میرے لئے مینارۂ نور ثابت ہوئی اور میں حصول منزل کی طرف رواں دواں ہوا۔

جب فکر بالغ ہوئی اور علوم دینیہ کی نعمت سے خالق حقیقی نے نوازا اور رقبہ کے اعتبار سے دنیا کی دوسری بڑی مسجد کی خطابت اللہ تعالی کی طرف سے عطا ہوئی اور بادشاہی مسجد میں اپنے پیش رو خطیب حضرت مولانا غلام مرشد کا تحریک پاکستان میں بے مثال کردار دیکھا (تو ان علماء کے متعلق تجسس بڑھا جنہوں نے تشکیل

toobaa-elibrary.blogspot.com

پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا تھا ۔ اس ضمن میں ہر مدعی عالم کی زبان سے سنا کہ پاکستان میں نے بنایا ہے ۔ لیکن یہ مدعا پیدا ہوا کہ قائد اعظم کس عالم کی خدمات و تعاون کو تحریک پاکستان کے لئے عظیم سمجھتے ہیں ۔ بسیار تلاش کے بعد مشہور صحافی منشی عبدالرحمان صاحب ملتانی کی تصنیف " پاکستان اور علماء ربانی " سے قائد اعظم کا مندرجہ ایک فرمان ملا جس میں قائد اعظم نے حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی کی تحریک پاکستان میں عظمت و منزلت کا یوں اعتراف فرمایا ۔

میں یہ معلوم کر کے بہت خوش ہوا کہ آپ کو آل انڈیا مسلم لیگ کے مقصد اور پروگرام سے ہمیشہ ہمدردی ہے مجھ کو آپ کا خط ملا لیکن موجودہ متعدد مشاغل اور عدم حاضری دہلی کے سبب آپ کو اس سے قبل جواب نہ دے سکا ۔ چند نکات جو میرے سامنے پیش کیے گئے ہیں میں نے ان کو بغور تحریر کر لیا ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ان کے متعلق آپ سے ضروری مشورہ کرونگا ۔ جب وقت آئے گا ۔ آپ کی مہربانی)۔

(مذکورہ بالا خطوط سے نہ صرف حضرت تھانوی کی تنظیمی مساعی پر مزید روشنی پڑتی ہے بلکہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قائد اعظم کے دل میں حضرت تھانوی کی کتنی عزت و عظمت تھی ۔ حقیقت یہ ہے کہ قائد اعظم کی نظر میں حضرت تھانوی کے بعد کوئی عالم جچتا ہی نہ تھا جیسا کہ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی اپنی روئیداد میں لکھتے ہیں کہ :

toobaa-elibrary.blogspot.com

" حضرت کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے کہ بمبئی میں جمعیۃ علماء اسلام کی کانفرنس ہوئی جس میں مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ اور مولانا محمد طاہر مرحوم وغیرہ شریک ہوئے تو بمبئی کے چند تاجر جن کو حضرت سے تعلق تھا، ہم سے ملے اور بیان کیا کہ قائدِ اعظم کی مجلس میں ایک دفعہ یہ گفتگو آئی کہ کانگریس میں علماء زیادہ ہیں اور مسلم لیگ میں علماء کوئی نہیں جس کی وجہ سے مسلمانوں کو مسلم لیگ سے زیادہ دلچسپی نہیں ۔ یہ سن کر قائد اعظم نے جوش کے لہجہ میں فرمایا کہ تم کن کو علماء سمجھتے ہو ؟ انہوں نے مولانا حسین احمد مدنی ، مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا ابو الکلام آزاد کا نام لیا ۔ قائدِاعظم نے فرمایا کہ مولانا حسین احمد عالم ہیں مگر ان کی سیاست ایک ہی ہے کہ انگریزوں کے دشمن ہیں ۔ اس دشمنی میں وہ مسلمانوں کے مفاد کی بھی رعایت نہیں کرتے ۔ مولانا کفایت اللہ صاحب واقعی مفتی ہیں اور کچھ سیاست دان بھی لیکن ابو الکلام نہ عالم ہے نہ سیاستداں ۔ مسلم لیگ کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم ہے جس کا علم و تقدس و تقویٰ اگر ایک پلڑے میں رکھا جائے اور تمام علماء کا علم و تقدس و تقویٰ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو اس کا پلڑا بھاری ہوگا ۔ وہ مولانا اشرف علی تھانوی ؒ ہیں جو چھوٹے سے قصبہ میں رہتے ہیں مسلم لیگ کو ان کی حمایت کافی ہے اور کوئی موافقت کرے یا نہ کرے ہمیں پرواہ نہیں " ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(علامہ اقبالؒ بھی مولانا تھانوی کے علمی تبحر کے معترف ہیں ۔ اقبال نے خواجہ حسن نظامیؒ کے اپنے اوپر کیے گئے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ میں نے مولانا رومی کی مثنوی کو بیداری کے عالم میں پڑھا ہے اور بار بار پڑھا ہے ۔ آپ نے شاید اسے حالت سکر میں پڑھا ہے کہ آپ کو اس میں وحدۃ الوجود نظر آتا ہے ۔ مولانا اشرف علی تھانوی سے پوچھئے وہ اس کی تفسیر کس طرح کرتے ہیں میں اس بارے میں انہی کا مقلد ہوں ۔)

یہ وجوہات تھیں جن کی بنیاد پر میں نے مولانا محمد اشرف علی تھانوی بحیثیت مفسر قرآنؒ کا عنوان منتخب کیا ۔ کسی تحقیقی کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا مجھ جیسے ملکی و بین الاسلامی اور بین الاقوامی اشتغال میں الجھے ہوئے انسان کے لئے اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے ۔ رب السموات والارضین نے اپنے خصوصی احسان اور کرم کے ساتھ مجھے علم و تحقیق کے اس عظیم کام کو ان تمام مصروفیات کے اندر مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی ۔ فللہ الحمد ۔

جدید اسلوب تحریر اور زیر نظر مقالہ کی تکمیل میں راقم الحروف محترم ڈاکٹر امان اللہ خان صاحب ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کا مرہون منت ہے جنہوں نے قدم قدم پر میری راہنمائی فرمائی اور مشفقانہ ہدایات سے نوازا اور میری حوصلہ افزائی فرماتے رہے ۔

میں پنجاب یونیورسٹی ، بغداد یونیورسٹی ، آکسفورڈ یونیورسٹی ، انگلستان، برٹش میوزیم لائبریری لندن ، اسلامی مرکز مانچسٹر ، اسلامی مرکز گلاسگو ، جامعۃ الازھر

toobaa-elibrary.blogspot.com

مصر ، کویت ، ہاشمیہ یونیورسٹی اردن ، جامعہ أم القریٰ مکۃ مکرمہ ، جامعہ اسلامیہ

مدینہ منورہ ، جامعہ امام محمد ریاض ، مظاہر العلوم سہارن پور ، دارالعلوم دیوبند ،

جامعہ امینیہ دھلی ، کاسا بلانکا یونیورسٹی مراکش، رباط کی لائبریریوں ، جامعہ

قرادیین مراکش ، جامعہ کویت و وزارت اوقاف کویت ، علماء اکیڈمی لاہور ، بنگلہ دیش

ڈھاکہ ، چاٹگام ، سلہٹ کے دینی مراکز اور مدارس ، خیر المدارس ملتان ، مدرسہ

قاسم العلوم ملتان اور افغانستان کے جامعہ امام اعظم قلعہ جواد کابل ، جامعہ

اشرفیہ لاہور ، مجلس علماء پاکستان ، مجلس صیانۃ المسلمین لاہور کے ان تمام علماء و

مشائخ حضرات کا بھی تہہ دل سے ممنون ہوں کہ انہوں نے میرے علمی دورے

اپنے اپنے ممالک میں کامیاب کرانے اور کتب کی فراہمی میں میرے ساتھ مثالی تعاون

فرمایا ۔ مجھے اس مقالہ کی تحریر کے دوران ان اصحاب علم سے بھی اپنے

ملک میں قیام اور بیرونی دنیا کے اسفار کے دوران استفادہ کرنے کی توفیق ہوئی ۔

مکۃ مکرمہ میں مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبداللہ ابن باز جامعۃ امام محمد

الریاض کے مدیر ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن الترکی ، رابطہ عالم اسلام کے سیکرٹری جنرل

ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف ، بیت اللہ کے امام شیخ محمد عبداللہ ابن سبیل و ڈاکٹر

صالح بن حمید، مدینۃ منورۃ ، اسلامی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر عبداللہ عبد ،

مسجد نبوی شریف کے خطیب شیخ عبدالعزیز بن صالح و شیخ عبداللہ زاحم ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

جامعة الازہر کے امام الاکبر شیخ جاد الحق علی جاد الحق ، عالم عرب کے ممتاز عالم دین محمد الغزالی ، مصر کے مشہور مفسر علامہ متولی الشعراوی مسجد امام شافعی کے خطیب و امام علامہ صبحی محمد حسین ہندوستان کے عالم اسلام کے ممتاز عالم دین علامہ سید ابوالحسن علی ندوی ، مولانا قاری محمد طیب ، مولانا مرغوب الرحمان ، مہتمم دارالعلوم دیو بند ، مولانا مفتی مظفر حسین ، مفتی اعظم ظاہر العلوم سہارنپور ، حضرت مولانا محمد اشرف علی کے خلفاء و متوسلین میں مجھے شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی ، شارح علوم مولانا اشرف علی تھانوی ، علامہ ظفر احمد عثمانی ، بانی جامعہ اشرفیہ مولانا مفتی محمد حسن ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی ، استاذ مفتی محمد شفیع صاحب ، عارف باللہ حضرات مولانا فقیر محمد صاحب ، ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی ، حضرت مولانا سمیع اللہ خان صاحب جلال آباد ہندوستان ، مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ، مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی ، مولانا صاحبزادہ عبدالرحمان اشرفی ، مولانا عبدالشکور ترمذی اور صیانۃ المسلمین کے مولانا وکیل احمد شیروانی سے شرف ملاقات اور بعض حضرات سے استفادہ کا موقع بھی ملا ۔ ان تمام حضرات کا میں ممنون ہوں نیز مولانا عبدالشکور اوکاڑہ ، میاں محمد جمیل راجڑ اور مقالہ کے ٹائپسٹ حضرات کا بھی ممنون ہوں جن کے شب و روز کے تعاون سے یہ مقالہ پایۂ تکمیل کو پہنچا ۔

مولانا اشرف علی تھانوی کی شخصیت ہمہ جہت ہے وہ مفسر بھی ہیں ، اور بہترین مدرس بھی ، صوفی بھی ہیں اور فعال سیاسی کارکن بلکہ سیاسی مدبر بھی ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان میں سیاسی قیادت کی مکمل صلاحیتیں موجود تھیں ۔ اس لئے کسی ایک مقالہ میں ان کی تمام خدمات کا احاطہ کرنا اور پھر باقاعدہ جائزہ لینا کسی ایک فرد کا کام نہیں ہے ۔ تاہم مجھے جہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہی کی مرہون منت ہے ۔ مقالہ کی تحریر و تحقیق کے دوران مجھے میرے نگران تحقیق جناب ڈاکٹر امان اللہ خان صاحب کی مکمل راہنمائی حاصل رہی اس راہنمائی کے نتیجے میں ہی یہ مقالہ اپنی تکمیل کے مرحلہ تک پہنچا ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

مقدمہ

قرآنِ عزیز تمام آسمانی کتب کی ربّانی تعلیمات کا مجموعہ اور تمام زمانوں اور مکانوں میں بسنے والے انسانوں کے ہر قسم کے مصائب کا حل اپنے دامن میں رکھتا ہے یہ دنیا کا دستور ہے کہ ہر موجد اپنی ایجاد کو صحیح رکھنے کے لئے اور اسے بگاڑ سے بچانے کے لئے ایک راہنما کتاب (Guide Book) ترتیب دیتا ہے اور ہر خریدار کے ہاتھ میں ایجاد کے ساتھ راہنما کتاب بھی دے دیتا ہے - خریدار اس کتاب کی تعلیمات پر عمل کر کے اس ایجاد سے پورا فائدہ اٹھاتا ہے اور نقائص کے پیدا ہونے کی صورت میں گائیڈ بک سے رہنمائی حاصل کرتا ہے بعینہٖ انسان اللّٰہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جسے راہ راست پر رکھنے اور اس کی زندگی کو بگاڑ سے بچا کر صحیح سمت رواں دواں رکھنے کے لئے رب العالمین نے جو راہنما کتاب انسان کو عطا فرمائی وہ قرآن کریم ہے - قرآن عزیز میں اللّٰہ تبارک و تعالیٰ خود اس کتاب کا تعارف یوں کراتے ہیں -

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ ۝ [1] یعنی بے شک قرآن (تمام شعبہ ہائے زندگی میں) سب (کتابوں سے) بہتر سیدھی راہ دکھاتا ہے -

---

1- بنی اسرائیل : 9

toobaa-elibrary.blogspot.com

اگر ہم قرآن عزیز کا منشور (MANIFESTO) تلاش کرنا چاہیں تو ایک ہی کی

زبان سے قرآن مجید میں ہمیں یوں ملتا ہے -

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ -[2]

یعنی نہیں میرا ارادہ مگر (تمہارے تمام شعبہ ہائے حیات میں) اصلاح کا جتنی

مجھ میں طاقت ہے اور نہیں میری توفیق مگر اللہ پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میرا

جھکاؤ -

یعنی قرآنِ عزیز اور نبوت صرف انسانی زندگی کے بگاڑ کو مٹا کر اس میں ہر

طرح کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں -

" هُدًى لِّلنَّاسِ[3] " یعنی یہ قرآن مجید انسانوں کی (مکمل) راہنمائی کرتا ہے -

قرآنِ عزیز کی جامعیت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

۱- وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا -[4]

ترجمہ : ہم نے (قرآن مجید میں) ہر شے کی تفصیل (بیان) کر دی ہے -

۲- مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ -[5]

ترجمہ : ہم نے کتاب (قرآن) میں کوئی چیز نہیں چھوڑی -

۲- ہود : ۸۸

۳- البقرة : ۱۸۵

۴- بنی اسرائیل : ۱۲

۵- الانعام : ۳۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

٣- وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ [6]

ترجمہ : ہم نے تم پر ایسی کتاب (قرآن) اتاری ہے جس میں ہر شے کا بیان شافی ہے -

٤- وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ - [7]

ترجمہ : ہر خشک اور تر چیز کا بیان کتاب واضح میں موجود ہے -

٥- هَٰذَا كِتَابُنَا يَنطِقُ عَلَيْكُم بِالْحَقِّ - [8]

ہماری یہ کتاب (قرآن) صداقت کے ساتھ بول رہی ہے -

٦- قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ - [9]

یعنی اس میں (قرآن) کوئی بیہودگی نہیں -

٧- كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ - [10]

برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف اتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور جو عقل رکھتے ہیں اس کے مطالب سے نصیحت پکڑیں -

---

٦- النحل : ٨٩

٧- الانعام : ٥٩

٨- الجاثیہ : ٢٩

٩- الزمر : ٢٨

١٠- ص : ٢٩

toobaa-elibrary.blogspot.com

۸- يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا - [11]

تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے (قرآن) حجت آ چکی اور ہم تمہاری طرف جگمگاتا ہوا نور (قرآن) بھیج چکے -

۹- اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا - [12]

(قرآن) میں غور اور تدبر کیوں نہیں کرتے - کیا ان کے دلوں کو قفل لگ چکے ہیں -

مذکورہ آیات ربانی یہ باور کراتی ہیں کہ قرآن مجید تمام علوم اور انسانی مسائل کے حل کے لئے کافی وافی ہے یہ کتاب مقدس علم و حکمت کا وہ خزانہ ہے جس میں غور وتدبر کرنے والے کو ہر وہ چیز میسر آتی ہے جس کا وہ متلاشی ہے اور سید دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد اور امت مرحومہ کے سب سے بڑے ماہر علوم قرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں :

جمیع العلم فی القرآن لکن	تقاصر عنہ افہام الرجال
تمام علوم کا ذخیرہ قرآن پاک میں موجود ہے	مگر عام لوگوں کے ذہنوں کی اس حد تک رسائی نہیں -

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدت مدید رہنے والے صحابی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں - من اراد علم الاولین و الاخرین فلیتدبر فی القرآن -

---

۱۱- النساء : ۱۷۴

۱۲- محمد : ۲۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

یعنی جو شخص اولین اور آخرین علماء کے علم سے واقف ہونا چاہیے وہ قرآن میں تدبر کرے -

مفکر پاکستان شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے :

گر تو می خواهی مسلمان زیستن   نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

یعنی ایک مسلمان کی زندگی محض قرآن سے وابستہ ہے اس کے بغیر کوئی زندگی نہیں -

اگر اسے کامیابی کی ضرورت ہے تو اسے قرآن کی طرف رجوع کرنا ہوگا ورنہ راہ ہدایت

کی اساس و بنیاد سے بہرہ ور نہیں ہو سکے گا -

اسلوب و انداز اور اعجاز و تاثیر کے اعتبار سے قرآن منزہ کرنے سے انسان و

جن عاجز ہیں - اللہ رب العالمین نے اس حقیقت کا یوں اعلان فرمایا :

(۱) قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَن يَّاْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا - [۱۳]

ترجمہ : کہہ البتہ اگر اکٹھے ہوویں آدمی اور جن اوپر اس بات کے کہ لاویں

مانند اس قرآن کی نہ لا سکیں گے مانند اس کی اور اگرچہ ہوویں بعضے

ان کے واسطے بعضوں کے مددگار -

قرآن مجید کے معانی کے معلم اول تو سید الاولین والاخرین حضرت محمد رسول اللہ

۱۳- بنی اسرائیل : ۸۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک خود ہی ہے ۔ ارشاد ربانی ہے :

وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ ۔ [14] ترجمہ ۔ ہم نے آپ پر نصیحت کی کتاب نازل کی تاکہ جو تعلیم لوگوں کی طرف بھیجی گئی ہے آپ ان پر اچھی طرح واضح کر دیں ۔

یہاں "لِتُبَیِّنَ" میں لام غایت کا ہے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو قرآن مجید بذریعہ وحی نازل فرمایا ۔ اس کی غایت یہی ہے کہ آپ کو اس کو کھول کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کریں یعنی آپ ہی اس کے بہترین شارح ، مفسر اور اس کے معانی و مطالب کو بیان کرنے والے ہیں ۔ علامہ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں :

" والبیان منہ صلی اللہ علیہ و سلم علی ضربین بیان المجمل فی کتاب العزیز کالصلوۃ الخمس فی مواقیتھا و سجودھا و رکوعھا و سائر أحکامھا و کبیانہ للزکوۃ و وقتھا و ما الذی توخذ منہ [منہ] الاموال و بیانہ لمناسک الحج قال صلی اللہ علیہ و سلم اذا حج بالناس خذوعنی مناسککم لان القرآن انما و رد بجملۃ فرض الصلوۃ والزکوۃ والحج دون تفصیل والحدیث مفصل " ۔ [15]

۱۴۔ النحل : 43

۱۵۔ ابن عبدالبر ، اندلسی ، جامع بیان العلم و فضلہ ، قاہرہ ، ۱۹۷۰ء ، جلد دوم ، صفحہ ۱۹۰ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اولاً قرآن مجید خود ایک دوسری آیت کی وضاحت و تفسیر بیان کرتا ہے -

ثانیاً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تفسیر و تبیین فرماتے ہیں پھر صحابہ کرامؓ جن میں سے دس صحابہ کرامؓ کو امت کے سب سے زیادہ قرآن کی تفسیر و تشریح کا ماہر گردانا حضرت ابو بکر صدیق ، حضرت عمر فاروق ، حضرت عثمان غنی ، حضرت علی ، حضرت علی ، حضرت عبداللہ ابن مسعود ، حضرت ابن کعب ، حضرت زید بن ثابت ، حضرت ابو موسی الاشعری ، حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین[16] ، تابعین میں مجاهد ، عکرمہ ، عطا بن ابی رباح ، طاؤس اور سعید بن جبیر کے نام سر فہرست آتے ہیں -[17] تیسرے طبقہ میں تبع تابعین جنہیں ابن ابی شیبہ ، یزید بن ھارون ، عبدالرزاق ، آدم بن ابی ایاس ، اسحاق بن راھویہ ، ابن صادہ ، ابن جریج ، سدی بن قتیبہ ، ابو محمد جوینی ، امام الحرمین ، شیخ ابو القاسم عبدالکریم قشیری ، شیخ ابو الحسن احمد واحدی نمایاں مفسرین میں شامل ہیں -

اس طرح مفسرین کے دو طبقات کا ذکر مقالہ میں کیا گیا اس تذکرے کے بعد پاک و ہند کے مترجمین اور مفسرین کے تراجم و تفاسیر کا جدول بنا دیا گیا ہے جس میں نام کتاب ، نام مولف اور سنہ تالیف کا ذکر کر دیا گیا ہے - انہی مفسرین میں

16- ذھبی ، محمد حسین ، التفسیر والمفسرون ، دارالکتب الحدیثہ ، مصر ، ۱۳۹۶ھ جلد اول ، ص ، ۶۳

17- ابن تیمیہ امام ، مقدمۃ فی اصول التفسیر ، ص ، ۱۵ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی کا نمایاں مقام نظر آتا ہے جنہوں نے اسلاف مفسرین کی تمام خوبیوں کو یکجا کر کے بیان القرآن کے نام سے ایک تفسیری گلدستہ برصغیر کے مسلمانوں کو عطا فرمایا جو استفادے میں علماء،عوام اور جدید طبقے کے لئے یکساں مفید ہے -

اس مقالہ میں بیان القرآن اور مولانا اشرف علی کی دیگر تفسیری کاوشوں پر تحقیق کو مرکز و محور بنایا گیا ہے -

مقالہ کی تدوین میں الحمد للہ جہاں مولانا محمد اشرف علی تھانوی کی زندگی ، تاریخ ، ان کے افکار عالیہ، پاکستان کی تشکیل میں ان کا کردار ، ان کی علمی خدمات کا تذکرہ آ گیا ہے وہاں ان کی تفسیر کی اہمیت اور تفسیری میدان میں ان کی امتیازی حیثیت ، بیان القرآن کی فقہی ، بلاغی سلوک لغوی اور دیگر تحقیقات و خصوصیات کی مختصر جھلکیاں ، بیان القرآن میں متقدمین کی تفسیر سے استفادہ ، معاصرین کی تفاسیر و ترجمہ سے تقابل اور مولانا تھانویؒ کی شخصیت اور تفسیر بیان القرآن کے بارہ میں ان کے معاصر مفسرین کی آراء کا تذکرہ کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ مولانا محمد اشرف علی تھانوی اتنی ہمہ گیر شخصیت تھے کہ اگر وہ آئمہ اسلام کے زمانہ میں ہوتے تو وہ امام امۂ اسلامیہ کہلاتے - یقیناً ان کی تالیفی ، تحقیقی اور تبلیغی خدمات کے اعتبار سے امام غزالیؒ و رازیؒ اور دوسرے نامور آئمہ سے کم نہیں ہیں - باقی کیفیات کا علم تو صرف اللہ رب العالمین ہی جانتا ہے - مجھے اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا اعتراف

toobaa-elibrary.blogspot.com

احساس ہے ۔ میں یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتا کہ میں مولانا تھانوی کی بیان القرآن اور ان کی تصنیفات و تحقیقات سے اُمّۃِ اسلامیہ کو پوری طرح متعارف کرا سکا ہوں میری یہ رائے ہے کہ مولانا تھانوی اُمّتِ اسلامیہ کے وہ مظلوم سپوت ہیں کہ کئی ایک حاسدین نے حسد و بغض کی آگ میں جلتے ہوئے انہیں کافر اور مرتد قرار دے دیا ۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون ۔ دوسری جانب اس حکیم الامّت شیخ الاسلام امام المسلمین اور اپنے زمانے کے یکتائے روزگار اور عدیم النظیر مجدّدِ اسلام کے متبعین نے دنیا کو ان سے ان کے مقام کے شایان شان تعارف کروانے میں غفلتِ مجرمانہ برتی اور عامۃ المسلمین ان کی دینی خدمات سے فیض یاب نہیں ہو سکے ۔ ان زیادتیوں کی بناء پر راقم الحروف مولانا محمد اشرف علی تھانوی کو امۃ کی ایک مظلوم شخصیت قرار دیتا ہے ۔ میرا مقالہ لکھنے کا ایک بنیادی محرک یہ بھی ہے کہ مولانا کے افکار کا عالمانہ اور تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے تاکہ اہل علم ان کے افکار سے متعارف ہو سکیں ۔

آنے والے علماء انشاء اللہ مولانا تھانویؒ کے علوم و فنون سے دنیا کو آشنا کریں گے مولانا تھانوی نے "بہشتی زیور" عامۃ المسلمین کے استفادے کے لئے لکھی جو الحمد للہ اس وقت دنیا کے اکثر ممالک میں ان ملکوں کی زبانوں میں دینِ اسلام سکھلانے کی سب سے زیادہ جامع اور آسان کتاب کے طور پر متعارف ہوئی ۔ ایسے ہی بیان القرآن علماء کے لئے بے حد مفید ثابت ہوئی جس نے دنیا بھر کے متقدمین مفسرین کی تفسیری کاوشوں سے اپنی اس عدیم النظیر تفسیر کے ذریعے متعارف کرا دیا ۔ اور بعد والے مفسرین نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیان القرآن سے بے حد استفادہ کیا جس کے وہ خود معترف ھیں ان حضرات کے اعترافات
مقالہ کے آخیر میں تحریر کر دیئے گئے ھیں -

toobaa-elibrary.blogspot.com

پہلا — باب

==========
=====

مولانا اشرف علی تھانوی کی زندگی اور علمی کارنامے

=======================================

الفصل الاوّل : ولادت و پرورش

الفصل الثانی : حصول علم

الفصل الثالث: اساتذہ و شیوخ

الفصل الرابع : تدریسی خدمات

الفصل الخامس : تلامذہ

الفصل السادس : سلوک و طریقت

الفصل السابع : تصانیف

========

toobaa-elibrary.blogspot.com

الفصل الاول

ولادت و پرورش

وطن مالوف :

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکمرانی سے قبل راجہ بھیم نے ضلع مظفر نگر میں ایک قصبہ اپنا نام سے بسایا جو " تھانہ بھیم کہلایا " پھر مسلمانوں کی آمد و سکونت پر اس کا نام " محمد پور " ہوا جس کا ثبوت اس وقت کے شاہی کاغذات سے ملتا ہے مگر یہ نام مقبول و مشہور نہ ہوا اور وہی پرانا نام معروف رہا البتہ تھانہ بھیم سے " تھانہ بھون " ہو گیا -

امپیریل گزٹ جلد ۲۳ ، ۱۹۰۸ء میں اس کی وجہ تسمیہ دوسری درج ہے اس میں لکھا ہے کہ یہاں کسی زمانہ میں " بھوانی مندر " موجود تھا جو بڑا مشہور تھا اور اسی کی نسبت سے اس کا نام تھانہ بھون پڑ گیا اور قرین قیاس یہ ہے کہ یہ بھوانی سے بھون ہوا بھیم سے بھون نہیں ہوا -[1]

جنگ آزادی سے بہت پہلے اس قصبہ کی آبادی اڑتالیس ہزار نفوس کی تھی پھر ۱۸۵۷ء کے قریب چھتیس ہزار کی رہ گئی اور اب تو صرف چھ یا سات ہزار کی ہے - محرّم ۱۲۷۳ھ میں یہاں جنگ آزادی کا اثر پہنچا تھا جس کا مولانا تھانوی نے

۱- عبدالرحمٰن خان، منشی ، سیرتِ اشرف ، لاہور ، جلد اوّل ، ۱۹۷۷ء ، ص ، ۵۱ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

مادہ تاریخ خوب نکلا یعنی " خرابی تھانہ ۱۲۷۴ " ۔[2]

تھانہ بھون کی تاریخی اہمیت :

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں یہ قصبہ مجاہدین کا مرکز رہا جبکہ وہاں کے باشندگان قاضی محبوب علی خان اور ان کے بھتیجے قاضی عنایت علی خان کی زیر قیادت جنگ آزادی میں کود پڑے اور انہوں نے بڑی بہادری سے تحصیل اور پھر شاملی پر قبضہ کر لیا اور جو ۱۱۳ افراد اس کی حفاظت کر رہے تھے ان کو موت کی نیند سلا دیا بعدازاں سکھوں اور گورکھوں نے مسلسل سات گھنٹے جنگ کرنے کے بعد ایک مجسٹریٹ کی زیر سرکردگی اس پر قبضہ کر لیا اور اس کے در و دیوار پیوندِ زمین کر دیئے ۔ تاریخ میں یہ تمام علاقہ مردم خیز درج ہے اس قصبہ اور اس کے ملحقہ قصبات میں تعلیمِ دین کے بڑے بڑے ادارے واقع ہیں ۔ جس کثرت سے اس علاقہ میں علماء و فضلاء اور مشائخ گزرے ہیں اس کی نظیر ہندوستان کے کسی دوسرے خِطّہ میں نہیں مل سکتی ۔ اس لئے ایک انگریز افسر بندوبست نے اپنی رپورٹ میں اس علاقہ کے باشندوں کی ذہنی قابلیت کو سراہتے ہوئے تھانہ بھون کے لوگوں کو " عاقلانِ تھانہ " کا لقب دیا ۔ جس کی تائید قنوج کے دیندار بزرگ اور مردم شناس رئیس شیخ معشوق علی کے ان الفاظ سے ہوتی ہے جو انہوں نے ایک مرتبہ حضرت تھانوی سے فرمائے :

" اِن اَطراف کے لوگ ہماری طرف کے لوگوں سے ہر بات میں بڑھے ہوئے ہیں

۲۔ عزیز الحسن ، خواجہ ، اشرف السوانح ، لاہور ۔ ۱۳۷۸ھ ، جلد اوّل ، صفحہ ۳۱ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

چنانچہ یہاں کا عالِم وہاں کے عالِم سے اچھا ، یہاں کا جاہل وہاں کے جاہل سے اچھا ، حتّٰی کہ یہاں کا کافر وہاں کے کافر سے اچھا ہے۔[۳]

حسب و نسب :

مولانا اشرف علی تھانوی ایک مقتدر و خوشحال خاندان کے چشم و چراغ تھے جس میں مادی ۔ ظاہری شوکت و شرافت کے ساتھ علمی و روحانی وجاہتیں بھی سمٹ آئی تھیں ۔ آپ کے جدِّ اعلٰی سلطان شہاب الدین علی فرخ شاہ والئی کابل تھے جنہوں نے سلطنت غزنویہ کے زوال پر جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر کئی بار ہند کے کافروں کو زیر کیا اور خود بامراد ہوئے ۔ لیکن قدرت نے ان کے مقدر میں مادی حکمرانی جاہ و جلال کے ساتھ دین کی سربلندیاں و سرفرازیاں لکھی ہوئی تھیں ۔ چنانچہ آخر عمر میں کابل کے کوھساروں کو گوشۂ عزلت بنا کر بہ بزرگانِ چشت کے سلسلہ میں منسلک ہو کر ایک عالم کو روحانی فیوضات و برکات سے بہرہ مند کرتے رہے اور آج تک یہ مقام درّہ شاہ فرخ کے نام سے مشہور ہے ۔[۴]

والد محترم :

مولانا تھانوی ددھیال کی طرف سے فاروقی اور ننھیال کی طرف سے عَلوی ہیں والد کا اسم مبارک " عبدالحق " تھا آپ قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے ایک

۳۔ عبدالرّحمان خان ، سیرت اشرف ، جلد اوّل ، صفحہ ۵۲

۴۔ غلام محمد ، مولانا ، حیات اشرف ، کراچی ، ۱۹۲۳ء ، صفحہ ۲۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

مقتدر رئیس اور صاحب نقد و جائیداد تھے فارسی مین بہت اعلٰی قابلیت رکھتے تھے اور بہت اچھے انشاء پرداز تھے - اور وہ باقاعدہ عربی خواندہ نہ تھے لیکن ان کے مخارج بہت صحیح تھے - اور گو حافظ نہ تھے لیکن ناظرہ ایسا رواں تھا کہ بعض اوقات حافظوں کو بھی لقمہ دے دیا کرتے تھے - میرٹھ کی ایک بڑی ریاست کے مختار عام تھے اور باجازت رئیس باغات اور تعمیرات کے ٹھیکے بھی لے لیا کرتے تھے - جن مین خدا تعالٰی نے اتنی برکت عطا فرمائی کہ ہزاروں روپے کی آمدنی ہوئی جس سے بہت سی نئی جائیداد بھی خرید لی اور خرچ و خیرات کے مواقع پر بہت حوصلگی کے ساتھ روپیہ بھی صرف فرماتے رہے ۔ ٥

مولانا تھانوی کے والد محترم ذھنی اعتبار سے بڑے ھی صاحب فراست تھے جس کا ثبوت یہ ھے کہ اپنے صاحبزادوں کی استعداد و صلاحیت کو بچپن ھی مین سمجھ گئے تھے اور اسی بناء پر فرزند اکبر مولانا تھانوی کو عربی و دینیات مین اور فرزند اصغر اکبر علی صاحب کو انگریزی اور علوم دنیوی مین لگا دیا تھا اور اس پر مرحوم کا پورا پورا اعتماد تھا ایک مرتبہ مرحوم کی بھاوج صاحبہ نے فرمایا " بھائی تم نے چھوٹے کو تو انگریزی پڑھائی ھے وہ تو خیر کما کھائے گا - بڑا عربی پڑھ رھا ھے وہ کہاں سےکھائے گا اور اس کا گذارہ کس طرح ھوگا (کیونکہ جائیداد تو ورثاء مین تقسیم ھو کر گزارے کے قابل نہ رھے گی - اس پر مرحوم کو جوش آیا اور فرمانے لگے - " بھابی صاحبہ تم کہتی ھو کہ یہ عربی پڑھ کر کھائے گا

٥- عزیز الحسن خواجہ ، اشرف السوانح ، جلد اوّل ، صفحہ ٢٥

۱۲۹۹۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہاں سے ؟ خدا کی قسم جس کو تم کمانے والا سمجھتی ہو اس جیسے اس کی جوتیوں سے لگے لگے پھریں گے اور یہ ان کی جانب رخ بھی نہیں کریں گا ۔۔۔ " کس بلا کی فراست ہے اور مزاج شناسی ! یہی وجہ ہے وہ اکبر علی صاحب سے کہیں زیادہ مولانا تھانوی پر روپیہ صرف کرتے تھے اور جب ایک مرتبہ بھاوج صاحبہ نے شکایت کی تو فرمایا بھابی مجھے اس پر رحم آتا ہے میں زندگی کے بعد وہ جائیداد سے کچھ نہیں لے گا ۔[۲]

والدہ محترمہ :

عقل کی دولت تو حضرت والا کو دادھیال سے ملی اور عشق کی دولت ننھیال سے پہنچی جو پیرزادوں کا ایک مشہور خاندان ہے جس کے مورث اعلیٰ حضرت شاہ شیخ عبدالرزاق صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کی ممتاز بزرگی اسی سے ظاہر ہے کہ حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مستند بزرگ نے اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں جن اکابر اولیاء اللہ کے حالات درج ہیں ، بہت تعریف کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا ہے ۔ نیز حضرت والا کی والدہ ماجدہ محترمہ بھی ایک باخدا اور صاحب نسبت بی بی تھیں جیسا کہ حضرت والا نے اپنے خاندان کے معمر بزرگوں سے سنا ہے وہ بہت ذکی ، فہیم اور صاحب بصیرت خاتون تھیں حضرت کا ننھیال کا سلسلۂ نسب کئی طریق سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے ۔[۷]

۲۔ عبدالرشید ارشد ، بیس بڑے مسلمان ، مکتبہ رشیدیہ ، لاہور ، صفحہ ۳۰۸ ۔

۷۔ عزیز الحسن خواجہ ، اشرف السوانح ، جلد اول ، صفحہ ۲۶ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ولادت :

حضرت کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو چہار شنبہ کے دن

بوقت صبح صادق واقع ہوئی [8]

پرورش ۔ طفولیت :

چونکہ حضرت والا کے چھوٹے بھائی صاحب جو حضرت والا کے تولد کے تقریباً چودہ ماہ بعد ہی پیدا ہو گئے تھے ۔ ماں کا دودھ دونوں بچوں کے لئے کافی نہ ہوتا تھا ۔ اس لئے حضرت والا کے لئے ایک آیا یعنی دودھ پلائی مقرر کی گئی تھی ۔ وہ ضلع میرٹھ کے کسی دیہات کی تھیں اور قوم کی قصائن تھیں ۔ چنانچہ حضرت والا مزاح میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے قصائن کا دودھ پیا ہوا ہے ۔ اس لئے بھی میرے مزاج میں حدت ہے مگر الحمد للہ ! شدت نہیں میرا دل اس قدر نرم ہے کہ مجھ سے کسی کو ذرا سی بھی تکلیف نہیں دیکھی جاتی اگر کسی کو ادنیٰ تکلیف میں بھی دیکھ لیتا ہوں تو بس دل پگھل جاتا ہے اور پانی پانی ہو جاتا ہے حضرت والا نے بہت چاہا کہ اپنی مرضعہ کی اولاد وغیرہ کا پتہ چلائیں تاکہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے لیکن کچھ پتہ نہ چل سکا اس خیال کا منشاء طبعی تعلق اور اتباع سنت دونوں تھیں ۔ [9]

۸۔ ایضاً ۔

۹۔ غلام محمد مولانا ، حیات اشرف ، صفحہ ۲۷ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

والد کی طرف سے ترجیحی سلوک کی وجہ :

والدہ کے انتقال کے بعد آپ اپنی نانی صاحبہ کے پاس رہنے لگے آپ کے والد کو والدہ سے بھی زیادہ آپ سے محبت تھی غایت محبت کی وجہ سے انہوں نے آپ کو بڑے ناز و نعم میں رکھا ۔ تیز طبع ہونے کے باوجود آپ سے بڑی نرمی کا برتاؤ کرتے تھے ۔ یہاں تک کہ اگر یہ شوخی بھی کرتے تو انہیں بہت کم مارتے ۔ ایک مرتبہ اس ترجیحی سلوک کی آپ کی نانی صاحبہ نے آپ کے والد سے شکایت کی تو انہوں نے فرمایا " بھابی صاحبہ اول تو یہ چھوٹا ہی بڑے کو شرارت سکھاتا ہے دوسرے بڑا اپنا سبق یاد کر لیتا ہے اس لئے مجھے اس سے زیادہ محبت ہے اور چھوٹا یاد نہیں کرتا چنانچہ آپ خود بھی فرماتے تھے کہ " میں بہت کم پٹتا تھا اور استادوں کے ہاتھ سے بہت کم پٹا ہوں ۔ قریب بالکل ہی نہ پٹنے کے کیونکہ سبق یاد کر لیتا تھا اور ادب کے ساتھ رہتا تھا "۱۰

تربیت و غیرت :

ماہ رمضان میں ختم قرآن کے موقع پر عام طور پر مساجد میں شیرینی وغیرہ تقسیم کی جاتی ہے محلہ کے لڑکے ایسے موقعہ پر زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں مگر آپ کے والد کو آپ کا سائل ہونا گوارا نہ تھا ۔ اس لئے وہ آپ کو مستغنی المزاج بنانے کے لئے ایسے موقع پر مسجدوں میں نہ جانے دیتے تھے ایسی قدغن سے

۱۰۔ عبدالرحمٰن خان ، سیرت اشرف ، جلد اوّل ۔ صفحہ ۲۳ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بچے پر ناگوار اثر پڑنا لازمی تھا ۔ اس کے ازالہ کے لئے انہوں نے ایک عجیب ترکیب نکالی جس کی تفصیل حضرت کے الفاظ میں یوں ھے کہ " تراویح میں ختم قرآن کی جو مٹھائی مسجدوں میں تقسیم ہوتی اس میں کبھی شریک نہ ہونے دیتے بلکہ اس روز خود بازار سے مٹھائی منگوا کر اس سے زیادہ کھلا دیتے اور کہتے کہ مسجدوں میں مٹھائی لینے کے لئے جانا بے غیرتی کی بات ھے ۔ اس خوبی کے ساتھ ہم لوگوں کو حرص سے بچاتے اور غیرت سکھاتے " ۔[11]

نفرت از آوارگی :

خود طبیعت کاحال یہ تھا کہ بازاری لڑکوں کے ساتھ کھیل کود اور میل جول سے کبھی مناسبت نہ ہوئی اور اس کا باعث وہ دینی مذاق تھا جو فطرتاً آپ کے اندر موجود تھا یہ نہیں کہ آپ کھیل کود جانتے ہی نہ تھے مگر ہاں آپ کا رنگ یہاں بھی نرالا تھا ۔ کھیلوں میں نماز باجماعت کی نقل اتارتے ۔ بازار کی طرف نکل جاتے اور راستے میں مسجد نظر پڑتی تو سیدھے اندر چلے جاتے اور منبر پر چڑھ کر پڑھ پڑھا کر لوٹ آتے ۔ گویا مستقبل کاخاکہ اس نہم شعوری دور ہی سے کھینچ رہے تھے ۔[12]

ذہانت و شوخی :

آپ کے مزاج میں شوخی بھی تھی اور اس نے ذہانت سے مل کر عجیب کیفیت

۱۱۔ ایضاً ۔

۱۲۔ حیات اشرف ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پیدا کر دی تھی ایک ہی واقعہ سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک نابینا حافظ قرآن تھے اور ان کو کلام مجید خوب یاد تھا ۔ اور اس پر ان کو ناز بھی تھا ۔ حکیم الامت کی دو سری تھی ابھی حافظ قرآن سے فارغ ہوئے تھے اور نابالغ ہونے کی وجہ سے نوافل میں قرآن سنایا کرتے تھے ایک دن حافظ جی سے فرمایا کہ آج آپ کو دھوکہ دوں گا اور یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ فلاں آیت میں دھوکہ ہوگا حافظ جی نے بربنائے ناز کہا جاؤ بھائی تم کیا مجھے دھوکہ دو گے بڑے بڑے حافظ نہ دے سکے ۔

غرض جب آپ سنانے کھڑے ہوئے اور آیت پر پہنچے " اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ "[۱۳] تو بہت ترتیل کے ساتھ پڑھا جیسا کہ رکوع کرنے کے قریب پڑھا کرتے ہیں اس کے بعد جب اس سے آگے جب " اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ ۔۔۔" پڑھنے لگے تو لفظ " اللہ " کو اس طرح کھینچ کر پڑھا کہ گویا اب رکوع کریں گے اور گویا اللہ اکبر کہنے والے ہیں بس حافظ جی اسی تصور سے فوراً رکوع میں چلے گئے ادھر آپ نے آگے قرأت شروع کر دی (یعلم ما تحمل الخ) حافظ جی لاچار پھر کھڑے ہو گئے اور آپ بے قابو ہو کر زور زور سے ہنس پڑے اور نماز توڑ کر الگ ہو گئے اور جب خوب ہنس چکے تو دوبارہ نیت باندھ لی ۔[۱۴]

نماز و تہجد کی عادت :

نماز کی عادت تو بچپن سے تھی مگر لڑکپن میں ابتدائے بارہ برس سے ہی

۱۳- الرّعد : ۷

۱۴- حیاتِ اشرف ، صفحہ ۲۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

تہجد پڑھنی شروع کر دی آپ کی بڑی نانی صاحبہ جن کو آپ سے بہت محبت تھی نصف شب کو نوافل و وظائف میں آپ کو مشغول دیکھ کر بہت خوش ہوتیں اور اس خیال سے کہ بچہ ہے کہیں ڈر نہ جائے ان کے تہجد کے وقت اٹھ بیٹھتیں ۔ آپ کو پیار محبت سے سمجھاتیں کہ بیٹا تم ابھی تہجد پڑھنے کے مکلّف نہیں ہو مگر آپ پر اثر نہ ہوتا آپ سُنی اَن سُنی کر کے تہجد و وظیفہ میں مشغول ہو جاتے اور جب تک آپ اس سے فارغ نہ ہو جاتے تو وہ پہرہ دیتی رہتیں ۔ دین کی اِس محبت کا اثر یہ ہوا کہ حق تعالیٰ نے بچپن ہی میں لوگوں کے دلوں میں آپ کے لئے محبت پیدا کر دی ...... چنانچہ آپ خود فرماتے تھے ۔

" اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے بچپن ہی میں جہاں کہیں رہا ۔ اعزہ و اقرباء اپنے اور بیگانے سب کا ہی محبوب رہا حالانکہ میں بچپن میں بہت شوخیاں کرتا تھا ۔ مگر آج کل کے لڑکوں کی سی گندی شرارتیں نہ ہوتی تھیں اس لئے سب کو بجائے ناگوار ہونے کے بھلی معلوم ہوتی تھیں ۔ دیوالی کے زمانے میں میرٹھ چھاوٗنی کے بازار میں سڑک پر دو رویہ چراغ جلائے جاتے تھے دونوں طرف ہم دونوں بھائی چلنا شروع کرتے اور رومال کو حرکت دے کر سب کو ایک طرف سے بجھاتے چلے جاتے مگر کوئی برا نہ مانتا ہندووٗں کو بھی ناگوار نہ ہوتا ۔ " گویا آپ بچپن ہی سے " سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا " کا مظہر تھے ۔[۱۵]

۱۵- سیرت اشرف ، جلد اول ، صفحہ ۲۵ ، ۲۶ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

لطافت و نزاکت طبع :

حکیم الامّت میں لطافت طبع اس درجہ کی تھی کہ بچپن کے تقریباً لاشعوری دور میں بھی کسی کا برہنہ پیٹ دیکھ لیتے تو فوراً قے ہو جاتی تھی اس لطافت طبع کے باعث بہت ستائے گئے اور ہم عمروں نے بہت دق کیا - یہ تو بچپن تھا بڑے ہو کر یہ حال تھا کہ جس کمرہ میں تیز خوشبو ہوتی سو نہ سکتے تھے کسی کا جھوٹا کھانا تقریباً ناممکن تھا چنانچہ باوجود انتہائی عقیدت و محبت کے عمر بھی کبھی اپنے بزرگوں کا جھوٹا نہیں کھایا مزاج میں اصول پسندی اس درجہ کی تھی کہ آپ کی بڑی اہلیہ محترمہ فرمایا کرتی تھیں " آپ تو کسی بادشاہ کے ہاں پیدا ہوتے " -[۱۲]

الفصل الثانی

حصول علم

حکیم الامت کی ابتدائی تعلیم میرٹھ میں ہوئی اور فارسی کی ابتدائی کتب وہیں پڑھیں - حافظ حسین علی مرحوم سے کلام پاک حفظ کیا اور پھر تھانہ بھون آ کر مولانا فتح محمد صاحب سے عربی کی ابتدائی اور فارسی کی متوسط کتابیں پڑھیں پھر ماموں واجد علی صاحب مرحوم سے جو ادب و فارسی کے استاد کامل تھے فارسی کی انتہائی

۱۲- اشرف السوانح ، جلد اوّل ، صفحہ ۲۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

کتابیں پڑھیں اس کے بعد دیوبند پہنچ کر بقیہ حساب کی تکمیل مولانا منفعت علی صاحب سے کی اور عربی و فارسی زبان پر پورا عبور حاصل کیا ۔[17]

آپ کو فارسی میں ید طُولٰی حاصل تھا آپ کی مہارت کا ثبوت " مثنوی زیر و بم " ہے جو آپ نے ۱۸ سال کی عمر میں تصنیف کی اس مثنوی سے پہلے جو اعتذار لکھا وہ حسب ذیل ہے ۔

" بعد الحمد والتحیۃ لحقیقتھا و الصلوۃ والسلام علیٰ اھلھا ، ھمی گوید گرفتار درد نالۂ نادان ہشدہ سالہ خاکپائے درویشان و گرد راہ عشق کیشان در زاویہ خمول افتادہ و گرد راہ زاویۂ گمنامی نہادہ ، الفقیر الی اللہ الغنی العاجز اشرف علی غفر الغفار ذنوبہ و ستر الستار عیوبہ کہ این دمدمہائے چند برانگیختم از سوز نہانی و این سوز ہا بیرون افگندم از درد بیانی ہر چہ درد لم ریختند ریختم و بیختند بیختم ، از قافیہ آگاہم نہ از ردیف اطلاعم ، نہ از روئے خبر نہ از وزن بنائے نہ عروض دانم نہ تقطیع خوانم ۔ نہ اعترافے بر من رود نہ سوالے بر من شود کہ مدعی ، ہم اعتراف قصور می کنم ، نہ مایہ دارم نہ بضاعتے ، نہ سودے نہ تجارتے ، از بے زر آید چہ سازد ، از بے پر آید چہ پروازد ، پر و بال شکستہ ام و از بند اعتراض و جواب رستہ ام ۔[18]

اعتراف ہیچمدانی اور بے مائیگی بھی ملاحظہ ہو اور مثنوی زیر و بم میں علم و عرفان کے بیش بہا موتی اور انہیں حسن سلیقہ سے پرونے کا انداز بھی دیکھئے ، فرماتے ہیں :

۱۷- حیاتِ اشرف ، صفحہ ۲۹ -

۱۸- اشرف علی تھانوی ، مولانا ، دیباچہ مثنوی زیر و بم ، دھلی ، ۱۳۲۲ھ ، صفحہ ۱ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

قصہ ارباب ظاہر ختم شد — قصہ ارباب باطن ماند خود

اہل ظاہر خطہ خود برداشتند — تو مکن بر قصہ ظاہر نظر را

ہست باطن گوہر و ظاہر صدف — گیہر گو ہر کن صدف را بر طرف

ظاہر ست انگور باطن ہمچو مل — ہست چون جز ظاہر و باطن چوگل

تا کجا باشی بدیجور ظہور — سوئے باطن ادہین اشراق وسور

چون شدی فارغ ز ظاہر داستان — آ بسوئے باطنش سازم بیان ۔ [19]

فنا فی اللہ کے مقام کی شرح و بسط ملاحظہ ہو فرماتے ہیں ۔

ہمچنین کوشش نماید در طریق — تا کہ در بحر فنا باشد طریق

خویشتن را چون فنا فی اللہ شد — پس شود واصل با آن ذات احد

یسمع بی یبصر بی می شود — یبطش بی یبصر بی می شود

قول او قول الہ ذوالجلال — فعل او فعل خدائے بے مثال ۔ [20]

شرک کیوں پیدا ہوتا ہے اس کی علت سنئے ۔

غیر را خالق تصور می کند — پس ز جہل خویش مشرک می شود ۔ [21]

عربی کی تعلیم وطن مالوف ہی میں ہوئی پھر آخر ذیقعد ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیو بند میں داخل ہوئے اور پانچ سال یہاں مشغول تعلیم رہ کر شروع ۱۳۰۱ھ میں فراغت حاصل کی اس وقت عمر شریف ۱۹ یا ۲۰/ برس کے لگ بھگ تھی [22]

۱۹- ایضاً - صفحہ ۵

۲۰- ایضاً - صفحہ ۵

۲۱- ایضاً - صفحہ ۸

۲۲- حیات اشرف ، صفحہ ۳۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

بحیثیت طالب علم :

زمانہ طالب علمی میں حضرت میل جول سے الگ تھلگ رہتے ۔ اگر کتابوں سے کچھ فرصت ملتی تو اپنے استاد خاص حضرت مولانا محمد یعقوب قدس سرہ ، صدر مدرس دارالعلوم دیو بند کی خدمت میں جا بیٹھتے۔ وہ بزرگ ہیں جو ہر فن میں ماہر ہونے کے ساتھ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کے خلیفہ رشید بھی تھے ان کی اس جامع شخصیت کی وجہ سے ان کا حلقہ درس " حلقہ توجہ " بھی ہوتا تھا اور ذہن و قلب کی تعلیم و تربیت ایک ساتھ ہوتی تھی ۔ افسوس کہ آج دینی درسگاہیں جامعیت فیض سے محروم ہیں حضرت والا کی ابتداء ہی کو دیکھ کر اہل بصیرت انتہا کا پتہ چلا چکے تھے ۔

چنانچہ جب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ طلباء کا امتحان لینے اور دستار بندی کے لئے تشریف لائے تو شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب نے اپنے اس ہونہار طالب علم کی ذہانت و ذکاوت کی بطور خاص مدح فرمائی حضرت گنگوہیؒ نے مشکل مشکل سوالات کئے اور ان کے جواب سن کر مسرور ہوئے ۔ [۲۳]

علوم عقلیہ سے خصوصی مناسبت :

آپ کے ذہن کو علوم عقلیہ سے خاص مناسبت تھی فطرت نے ذہانت و فطانت حاضر جوابی اور طلاقت لسانی کے جواہر سے بڑی طرح آراستہ کیا تھا ۔ منطق میں مہارت

۲۳- بیس بڑے مسلمان ۔ صفحہ ۲۲۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا اعتراف یوں فرماتے ھیں ۔"میں سچی بات کیوں نہ کہوں کیونکہ نہ میں متواضع ھوں نہ متکبر جو چیز اللہ نے عطا فرمائی ھے اس کا کیوں انکار کروں ۔ اللہ کی دین ھے میرا کوئی کمال نہیں ۔ الحمد للہ مجھے منطق میں مہارت حاصل ھے ۔ اور میں درحقیقت اس کو کوئی کمال بھی نہیں سمجھتا کیونکہ بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنے کی برکت سے یہ اچھی طرح ذھن نشین ھو گیا ھے ۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ

جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

چنانچہ جب کوئی دوسرے مذھب کا شخص اسلام کے خلاف مناظرہ کرنے کے لئے دیو بند آتا تو آپ خلوت سے نکل آتے اور مخالف کے ھر دعوی کو باطل ثابت کر دکھاتے مگر تعریف کی بات تو یہ ھے کہ آپ نے اپنی ساری منطقی صلاحیت حمایت دین میں صرف کی اور کبھی اس کو بقائے نفس کے لئے استعمال نہیں کیا۔[۲۲]

تواضع اور عاجزی :

۱۳۰۰ھ کا واقعہ ھے کہ مولانا تھانوی کو اطلاع ملی کہ عنقریب ایک بڑا جلسہ دستار بندی منعقد ہونے والا ھے اور دستار بندی مولانا رشید احمد گنگوھی کے ھاتھوں سرانجام پائے گی تو مولانا تھانوی اپنے ھم سبقوں کو جمع کر کے مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا ، بقول مولانا غلام محمد :

۲۲۔ حیات اشرف ۔ صفحہ ۳۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

" حضرت ہم نے سنا ہے کہ ہم لوگوں کی دستار بندی ہوگی اور سند فراغ دی جائے گی ۔ حالانکہ ہم اس کے ہرگز اہل نہیں ہیں یہ تجویز منسوخ فرما دیجئے ورنہ اس میں مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کو سند دی گئی ہے " ۔

آپ کے استاد محترم مولانا محمد یعقوب نے اس شاگرد کی جبین پر مستقبل کے تابناک سورج کو طلوع ہوتے دیکھ کر فرمایا :

" تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے یہاں چونکہ تمہارے اساتذہ موجود ہیں اس لئے ان کے سامنے تمہیں اپنی ہستی کچھ نہیں نظر آتی اور ایسا ہی ہونا چاہئے ۔ باہر جاؤ گے تب تمہیں اپنی قدر معلوم ہو گی جہاں جاؤ گے بس تم ہی تم ہوگے باقی سارا میدان صاف ہے ۔[۲۵]

زمانہ طالب علمی میں اس ہونہار طالب علم نے ہر وہ کام سیکھ لیا تھا ۔ جو اس نے کل کلاں کرنا تھا عقلیت سے مناسبت ، نقلیت سے شغف ، مناظرہ میں کامل دسترس تصوف سے آشنائی ، فتویٰ نویسی میں مہارت و حذاقت ذوق و شوق تبلیغ ، یکسوئی کی عادت ، فضولیات سے اجتناب ، تضیعِ اوقات سے پرہیز ، وقت کی قدر اور ذہانت و ذکاوت کو قوت آخذہ مہیا کر دی ۔ بقول منشی عبدالرحمان خان ۔

" الغرض حضرت تھانوی کا زمانہ طالب علمی حق تعالیٰ کی عنایات بے غایات کا حقیقی مظہر تھا ورنہ اتنی خوبیاں ایک شخص میں یکجا دیکھنے کا عموماً اتفاق نہیں ہوتا کہ

۲۵- ایضاً ۔ صفحہ ۳۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

وہ طالب علمی کے زمانہ میں ہی معلم بھی ہو ، مبلغ بھی ہو ، مفتی بھی ہو ،
محدث بھی ہو ، متقی بھی ہو ، معقول بھی ہو ، معتدل بھی ہو ، ماہر بھی ہو ،
اور پھر سب میں منفرد بھی ہو" ۔[۲۶]

الفصل الثالث

اساتذہ و شیوخ

مولانا محمد قاسم نانوتوی :

اس مقدس ہستی نے نانوتہ ضلع سہارنپور (یو پی) کی سرزمین کو اپنے وجود سے شرف بخشا آپ کی ولادت ۱۲۴۸ھ کو ہوئی ۔[۲۷]

اپنے دَور کے سب سے بڑے عالم اور درویش منش انسان تھے ۔ دارالعلوم کی بنیاد انہی کے دست مبارک سے پڑی بلکہ دیو بند کی سب سے قد آور شخصیت بھی تھے ۔

مولانا تھانوی ؒ نے اپنے صاحب کی تو کوئی خاص تعلیم ان سے حاصل نہ کی تھی البتہ ان کے درسِ جلالین میں از راہِ عقیدت و شوق گاھے گاھے شرکت کرتے تھے آپ کسے

۲۶- سیرتِ اشرف ، جلد اوّل ، صفحہ ۸۰

۲۷- انوار الحسن ، شیرکوٹی ، پروفیسر ، اَنوارِ قاسمی ، لاھور ، ۱۹۶۶ء ، جلد اول ، صفحہ ۱۳۰ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

داخلہ کے ایک سال بعد ہی مولانا رحلت فرما گئے تھے مگر مدرسہ کے ایک روشن ستارہ ثابت ہونے والے اس طالب علم کو مولانا نانوتوی نے طالب علمی کے ابتدائی زمانہ ہی میں پہچان لیا تھا ۔ کہ یہ کچھ قدرتی اور فطرتی خصوصیات کا مالک ہے اس لئے آپ پر ان کی خاص نظر شفقت رہی اور انہوں نے آپ کو صرف ایک سبق پڑھایا جس کے آپ تازیست مظہر رہے۔

ایک بار مولانا نانوتوی نے حضرت سے دریافت کیا کہ کونسی کتابیں پڑھتے ہو ؟ آپ پر مولانا کا اس قدر رعب و ادب غالب تھا کہ کتابوں کے نام بھول گئے ۔ انہوں نے ہیبت کا اثر دور کرنے کے لئے آپ سے دوسری باتیں شروع کر دیں ۔ جس سے آپ کی طبیعت کِھل گئی اور پھر فرمایا ۔ کہ دیکھو ایک تو پڑھنا ہوتا ہے اور ایک گننا ہوتا ہے محض پڑھنا کافی نہیں ۔ گننے کی بھی ضرورت ہے اس کو تمثیلاً اس طرح سمجھایا کہ ایک عالم تھے جنہوں نے ہدایہ حفظ کر لیا تھا ۔ ان سے ایک دوسرے عالم نے جو حافظ ہدایہ تو نہ تھے لیکن ہدایہ کو خوب سمجھ کر پڑھا تھا ایک مسئلہ کا ذکر کیا حافظِ ہدایہ نے پوچھا ۔ کہ یہ مسئلہ کونسی کتاب میں ہے انہوں نے کہا ہدایہ میں ، حافظ ہدایہ نے کہا نہیں ۔ ہدایہ تو مجھے حفظ یاد ہے اس میں تو کہیں نہیں ، اس پر غیر حافظ نے کہا کہ یہ مسئلہ ہدایہ ہی کا ہے ۔ اور کتاب منگوا کر اس کے اندر ایک عبارت نکال کر دکھائی ۔ جس میں مسئلہ بعینہٖ تو مذکورہ نہ تھا لیکن اس سے یہ مسئلہ قریب قریب مستنبط ہوتا تھا جس کی تقریر کے بعد حافظ ہدایہ کو ماننا پڑا کہ واقعی یہ مسئلہ ہدایہ کا ہے اور بہت افسوس کے ساتھ کہنے لگے کہ بس جی حقیقت میں ہدایہ تو تم نے پڑھا ہے ہم نے تو گویا پڑھا ہی نہیں ۔ محض حفظ کر لینے سے کیا ہوتا ہے یہ واقعہ نقل کر دینے کے بعد حضرت نانوتوی

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے فرمایا کہ ہس پڑھنے اور گننے میں فرق ہے حقیقت یہ ہے کہ مولانا تھانوی نے پڑھنے اور گننے کے فرق کو زندگی بھر برقرار رکھا بلکہ پڑھا بھی ہے اور گنا بھی ہے ۔[۲۸]

کیوں نہ ہو اچھے شاگرد اپنے اساتذہ کرام کے پند و موعظت پر عمل کرنا اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں اور اس کو اپنا سرمایہ حیات سمجھتے ہیں ۔ ان کی دنیاوی و اخروی ترقی اسی کے سبب ہوتی ہے ۔

مولانا فتح محمد تھانوی :

مولانا فتح محمد تھانوی بہت بڑے جید عالم ، کامل درویش ، سراپا دین ، بہت ہی بابرکت اور صاحب نسبت بزرگ تھے ۔ یہ پہلے حضرت نواب قطب الدین خان دھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے ۔ ان کے انتقال کے بعد تکمیلِ سلوک شیخ العرب و العجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے کی ۔ اور مشرف بہ خلافت ہوئے ۔ یہ حضرت تھانویؒ کے استاد اوّل تھے جن سے حضرت نے ابتدائی کتب فارسی و عربی پڑھی تھیں ۔ حضرت تھانویؒ اعترافاً فرمایا کرتے تھے کہ " جو اصل سرمایہ ہے یعنی دین کی محبت وہ مجھ کو مولانا ہی کے فیض صحبت سے حاصل ہوا کیونکہ مولانا دین کے عاشق تھے مولانا کی برکت سے دین کا یہاں تک شوق بڑھ گیا کہ میں نابالغی میں ہی تہجد پڑھنے لگا تھا ۔[۲۹]

۲۸۔ سیرتِ اشرف ، جلد اوّل ، صفحہ ۸۲ ، ۸۳

۲۹ ۔ ایضاً ۔ جلد اوّل ، صفحہ ۸۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

حافظ حسین علی صاحب :

یہ دہلی میں پیدا ہوئے اور سکونت میرٹھ میں رکھتے تھے ۔ مولانا تھانوی نے قرآن شریف زیادہ تر انہی سے حفظ کیا ۔

آخون جی صاحب :

یہ کھتولی ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے ۔ ان سے مولانا تھانوی نے شروع کے کچھ پارے حفظ کئے تھے ۔

واجد علی صاحب :

یہ مولانا تھانوی کے ماموں تھے ۔ فارسی ادبیات میں بہت قابل شمار ہوتے تھے ۔ مولانا تھانوی نے ان سے فارسی ادبیات کی انتہائی کتب پڑھیں ۔

مولانا منفعت علی صاحب دیو بندی :

مولانا نے ان سے پنج رقعہ ، قصائد عرفی اور سکندر نامہ پڑھیں ۔[۳۰]

مولانا محمد یعقوب نانوتوی :

نانوتہ میں پیدا ہوئے ۔ بتاریخ ۱۳ صفر ۱۲۴۹ھ بمطابق ۱۸۳۱ء اور ان کا تاریخی نام منظور احمد تھا ۔[۳۱]

۳۰۔ اشرف السوانح ، جلد اول ، صفحہ ۲۷

۳۱۔ یعقوب نانوتوی ، سوانح قاسمی ، دہلی ۱۹۱۵ء ، صفحہ ۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

دارالعلوم دیو بند کے صدر مدرّس اور بہت ہی مخلص اللہ والے تھے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مولانا تھانوی کے دل میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی محبت بڑھی ہوئی تھی یہاں تک کہ جن دنوں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے گنگوہ میں درسِ حدیث دینا شروع کیا تو بہت سے لڑکے وہاں چلے گئے اور انہوں نے مولانا تھانوی کو بھی ترغیب دی کہ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں یہاں سبق کے نافع بہت زیادہ ہوتے ہیں تو آپ نے فرمایا :

" گو میں سمجھتا ہوں کہ وہاں درسِ حدیث بہتر ہوگا لیکن مجھے تو اپنے استاد کو چھوڑنا بے وفائی معلوم ہوتی ہے جب تک مولانا خود یہ نہ فرما دیں کہ بس اب میرا ذخیرہ علمی ختم ہو گیا ہے ۔ اب مجھ سے تمہاری تعلیم نہیں ہو سکتی گو یہاں نافع بہت ہوتے ہیں مگر وہ جب پڑھاتے ہیں تو سیراب فرما دیتے ہیں ۔"[۳۲]

حضرت تھانوی نے حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی سے بڑے فیوض و برکات حاصل کئے اور زیادہ تر علوم انہی سے حاصل فرمائے اکثر فرمایا کرتے تھے ۔

" ان کا حلقۂ درس کیا ہوتا تھا حلقۂ توجہ ہوتا تھا یہ حال تھا کہ تفسیر کا سبق ہو رہا ہے ، آیات کا مطلب بیان فرما رہے ہیں اور آنکھوں سے زار و قطار آنسو جاری ہیں ۔"[۳۳]

۳۲- سیرت اشرف ، جلد اوّل ، صفحہ ۸۵

۳۳- ایضاً - جلد اوّل ، صفحہ ۸۶ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

اعزاز افتاء و امامت :

مولانا تھانوی نے اپنے استاد کی بے پناہ خدمت کی اور دل کھول کر کسبِ فیض کیا ۔ استادِ محترم کو بھی اس خدمت اور عقیدت کا احساس تھا اور دل میں اس شاگرد کے لئے محبت و شفقت کا دریا موجزن تھا ۔ ایک دن ظہر کی نماز کے لئے مولانا محمد یعقوب صاحب نے مولانا تھانوی کو امامت کرانے کا کہا تو انہوں نے جواب دیا حضرت میں نے ابھی سنتیں نہیں پڑھیں اس پر مولانا محمد یعقوب نے عجیب و غریب جواب دیا ، فرمایا ۔

"ہم تو فرض میں تمہاری اقتداء کریں گے سنتوں میں تھوڑا ہی اقتداء کریں گے" ۔[۳۴]

ایکبار مولانا تھانوی نے کسی مسئلہ کا جواب تفصیل سے لکھ کر حضرت مولانا محمد یعقوب کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا :

" معلوم ہوتا ہے تم کو بہت فرصت ہے ہم تو اس وقت دیکھیں گے جب خطوں کا ڈھیر تمہارے سامنے ہوگا اور پھر تم اتنے لمبے لمبے جواب لکھو گے" ۔[۳۵]

آئندہ ثابت ہو گیا کہ بصیرتِ یعقوبی نے جو کچھ سمجھا وہ حرف بحرف پورا ہوا ۔

۳۴۔ ایضاً ـ جلد اوّل ـ صفحہ ، ۸۶ـ

۳۵۔ حیات اشرف ، صفحہ ۳۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی :

مولانا محمود الحسن ۱۸۵۱ء کو مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کے گھر میں پیدا ہوئے اور دارالعلوم دیو بند کے پہلے طالب علم تھے ۔[۳۶]

مولانا تھانوی جب دارالعلوم دیو بند میں آئے تو مولانا ممدوح یہاں کے مدرسِ رابع تھے ۔ پھر ترقی کر کے مدرّسِ اوّل ہو گئے آپ مولانا محمد قاسم نانوتی کے شاگرد رشید اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفۂ خاص تھے ۔ مولانا تھانوی کو ان سے بہت محبت تھی اور انہوں نے مولانا محمود الحسن کے کمالات علمیہ و عملیہ پر ایک رسالہ " ذکرِ محمود " کے نام بھی تصنیف فرما کر شائع کیا ۔

" شیخ الہند کو بھی اپنے ہونہار شاگرد سے بڑا پیار اور ان سے بے حد شفقت و محبت تھی ایک دفعہ ایک یورپین عیسائی نے مناظرہ کے لئے اسٹیشن دیو بند کے قریب خیمے لگوائے مولانا تھانوی کو طالب علمی کے زمانہ میں مناظرے کا بہت شوق تھا ۔ فوراً عیسائی کے پاس مناظرے کے لئے پہنچے ۔ حضرت شیخ الہند کو جب پتہ چلا تو وہ اس خیال سے کہ آپ تو نو عمر ، نو آموز اور ناتجربہ کار ہیں کہیں مرعوب نہ ہو جائیں فوراً اپنے شاگردِ رشید کی امداد کے لئے وہاں پہنچے اور حضرت کو ہٹا کر ان کی جگہ خود مناظرہ شروع کر دیا آپ کی دو چار باتوں نے ہی اس مشنری کو خیمہ اکھاڑنے پر مجبور کر دیا ۔[۳۷]

۳۶۔ دارالعلوم دیو بند نمبر ، صفحہ ۲۵۲ ۔

۳۷۔ سیرتِ اشرف ، جلد اوّل ، صفحہ ۸۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا تھانوی کو ہمیشہ یہ افسوس رہا ہے کہ ان کی مکاتیب شیخ الہند سے بہت کم رہی ہے - تین والے نامے محفوظ ہیں جنہیں تتمہ جلد رابع فتاوٰی امدادیہ میں طبع کرایا گیا ہے -

استاد اور شاگرد کا اختلاف :

شیخ الہند کانگریس کے بہت بڑے حامی اور موید تھے مگر آپ کے شاگرد رشید " سراپا فضل و کمال " " معدن حسنات و خیرات " استاذ محترم سے اس سلسلہ میں سخت اختلاف رکھتے تھے یعنی مولانا کانگرس کے جتنے حامی تھے یہ اتنے ہی مخالف - چونکہ ان دونوں بزرگوں یعنی استاد اور شاگرد کے درمیان رائے کا اختلاف بالکل اجتہادی قسم کا تھا اور محض اخلاص و للہیت پر مبنی تھا جیسے آئمہ مجتہدین اور سلف صالحین میں شروع سے چلا آتا ہے اس لئے اس اختلاف کے باوجود استاد شاگرد کے ذاتی تعلقات میں قطعاً فرق نہ آیا جس پر ان کے نادان دوستوں اور نافہم مخلصوں میں بڑی کشاکش رہتی تھی - حضرت تھانوی کے عقیدت مندوں کو تو اس معاملہ میں لب کشائی کی ہمت نہ ہوتی تھی - مگر مولانا محمود الحسن صاحب کے مخلصین ان سے اکثر شکایت کرتے رہتے تھے اور مولانا حضرت کے حسنِ ظن کی تصدیق اور خدماتِ دینی کی تعریف فرما کر ان کوتاہ نظروں کو اعتراضات سے روکتے تھے ایک دفعہ تو ایک بانی پتی عالم سے یہاں تک کہہ دیا کہ " بھائی اپنی جماعت میں اختلاف تو اچھا نہیں معلوم ہوتا لاؤ پھر میں ہی

toobaa-elibrary.blogspot.com

کس قدر رائے کیون نہ بدل دون اور اس معاملہ مین ان کی موافقت کر لون کیونکہ میرے اوپر کوئی وحی تو نازل نہین ہوئی کہ میری رائے ٹھیک ہو ۔[۳۸]

یعنی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے پر حسن ظن یہ بزرگون کے اخلاق کا حصہ تھا ۔ اب کہان ایسے لوگ پیدا ہون گے ۔

مولانا سید احمد دہلوی :

یہ بھی آپ کے اساتذہ مین سے تھے انہون نے ریاضی کسی استاد سے نہین پڑھی تھی صرف اپنی خدا داد فہم و فراست سے بطور خود ہی مطالعہ کر کے اس فن کو حاصل کیا تھا اور ریاضیات مین بدرجہ کمال ماہر ہو گئے تھے یہان تک کہ مولانا محمد یعقوب ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ " خود اقلیدس بھی اگر ذہین ہوگا تو بس اتنا ہی ہوگا ان سے زیادہ نہ ہوگا ۔[۳۹]

مولانا محمود ، مولانا عبدالعلی اور
قاری محمد عبداللہ مہاجر مکی :

مولانا تھانوی نے قراءت کی مشق مشہور آفاق جناب قاری محمد عبداللہ مہاجر مکی صاحب سے بمقام مکہ معظمہ فرمائی تھی جو قراءِ عرب کے نزدیک بھی نہایت جید اور مسلّم ماہر

۳۸- ایضاً - ص ، ۸۸

۳۹- اشرف السوانح ، جلد اوّل ، صفحہ ۲۱ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

فن قاری تھے اس زمانہ میں قرأت کی مشق کرتے کرتے لہجہ میں اپنے یگانہ فن استاد سے اس قدر مشابہت پیدا ہو گئی تھی کہ جب قاری صاحب حضرت والا کو مدرسہ صولتیہ کی بالائی منزل پر قرأت کی مشق کراتے تو نیچے سے جو لوگ سنتے یہ تمیز نہ کر سکتے کہ اس وقت استاد پڑھ رہے ہیں یا شاگرد ۔ اس سے حضرت والا کی قوت آخذہ کا پتہ چلتا ہے ۔ حضرت والا میں اپنے اساتذہ کاملین سے درجہ اتم اخذ کمالات کر لینے کا ملکہ حاصل تھا ۔ قاری صاحب بہت ہی شفقت فرمانے لگے تھے ۔ اور حضرت والا سے بعض رسائل قرأت کے چند اسباق بھی اپنے مدرسہ کے طلبہ کو پڑھوائے تاکہ کتب فن سے مناسبت ہو جائے ۔[40]

آپ نے مولانا محمود اور مولانا عبدالعلی صاحب سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا ۔

مولانا تھانوی کو اعزاز دینی کی بشارت :

حضرت حاجی رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی دھلوی مہاجر مدنی کے خلیفہ تھے اور حضرت شاہ صاحب مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہم اللہ کے بزرگوں میں تھے ۔ جن دنوں حضرت تھانوی دارالعلوم دیو بند میں تعلیم حاصل کر رہے تھے ان دنوں میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے

۴۰۔ ایضاً ۔ صفحہ ۶۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

وہ گو عالم نہ تھے مگر بصیرت باطنی سے بہرہ ور اور اونچے درجہ کے منتظم تھے - ان

کی حضرت پر خاص نظر عنایت تھی - ایک دفعہ حضرت تھانوی انہیں ملنے گئے تو وہ

چارپائی پر کچھ اس انداز سے بیٹھے تھے کہ پائنتی کی طرف جگہ بالکل کم بچی ہوئی تھی -

آپ غایت ادب کی وجہ سے پائنتی کی طرف بیٹھنے لگے تو مولانا نے ھاتھ پکڑ کر سرھانے

کی طرف بٹھانا چاھا ، حضرت عُذر کرنے لگے تو فرمایا کہ اپنے بڑوں کا کہنا ماننا چاھیئے -

جہاں وہ بٹھائیں وھیں بیٹھنا ادب ھے - اس پر حضرت طوعاً و کرھاً سرھانے بیٹھ گئے -

چونکہ اس صاحبِ فراست بزرگ نے پہچان لیا تھا کہ یہ طالب علم تو بچپن میں ھی صالح

ھے اس لئے وہ آپ کو بسا اوقات سفر میں بھی ساتھ رکھتے تھے بلکہ اکثر آپ کو امام بنا

کر خود پیچھے نماز پڑھتے تھے -[21]

مولانا تھانوی کا غایت ادب :

خواجہ مجذوب کا کہنا ھے کہ حضرت تھانوی اپنے اساتذہ کا بے حد احترام کرتے

اور انہیں بھرپور عقیدت سے یاد کرتے -

" حضرت والا اکثر اپنے اساتذہ کرام کے علوم و احوال عالیہ اور تحقیقات

عجیبہ و غریبہ بیان فرماتے رہتے ھیں اور اِس لُطف کے ساتھ بیان فرماتے ھیں کہ سننے والوں

پر وجد کی سی کیفیت طاری ھو جاتی اور سلف صالحین کا نمونہ پیش نظر ھو جاتا ہے -

---

۲۱- سیرت اشرف ، جلد اوّل ، صفحہ ۹۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان کے فضائل بیان فرما کر اکثر یہ شعر پڑھ دیتے تھے ---؎

اولٰئک آبائی فجئنی بمثلھم

اذا جمعتنا یا جریر المجامع

اور ان فضائل کو سننے کے وقت بس ساتھ کے ساتھ یہ مشاہدہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ ان سب حضرات کی خصوصیات حضرت والا کی ذات کے اندر بعّن طور پر جمع ہیں - بمصداق ---؎

لیس علی اللہ بمستنکر

ان یجمع العالم فی واحد - ۳۲

الفصل الرابع

تدریسی خدمات

تکمیل کے بعد اب وقت آتا ہے کہ مولانا تھانوی نے دارالعلوم سے جو فیوض حاصل کئے تھے اور اساتذہ کرام کی خصوصی توجہات نے آپ میں جو علمی جامعیت پیدا کر دی تھی مدرسہ سے نکل کر اسی فیض اور اسی رنگ کو عام کیا جائے -

---

۳۲- اشرف السوانح ، جلد اوّل ، صفحہ ۲۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

مدرسہ فیض عام کانپور :

کانپور میں سب سے قدیمی مدرسہ فیضِ عام تھا اس کے صدر مدرس مولانا احسن رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اپنے زمانہ کے مشاہیر علماء میں سے تھے ماہر معقولات تھے اور طلباء میں بہت مقبول و مشہور تھے حق تعالیٰ کو چونکہ حضرت تھانوی ؒ کو اس مسند حسن پر بٹھانا منظور تھا ۔ اس لئے اس مقلّب القلوب نے مولانا احمد حسن کے دل میں کوئی ایسی بات ڈال دی کہ وہ ناراض ہو کر اس مدرسہ سے چل دیئے اور اپنا الگ دارالعلوم قائم کر لیا ۔ ان کی شہرت علم و فضل کی وجہ سے کسی کو اس مسند پر بیٹھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی اور حضرت تھانوی ؒ کو ان حالات کا کوئی علم نہ تھا چنانچہ جب وہاں سے ایک مدرس کی طلبی ہوئی تو آخیر صفر ۱۳۰۱ھ میں آپ با اجازت والد ماجد بارشاد اساتذہ کرام بلا تامل تشریف لے گئے ۔ اور درس دینا شروع کر دیا ۔۔۔۔۔۔

حضرت تھانوی صرف زیور علم سے ہی آراستہ نہ تھے بلکہ حُسنِ عمل کی وجہ سے بالکل نوجوان اور سبزہ آغاز ہونے کے باوجود آپ کی جملہ مدرسین اور شہر میں بڑی شہرت ہو گئی اور اتنے ہر دلعزیز ہو گئے کہ جن کی مسند پر کوئی بیٹھنے کی جراُت نہ کرتا تھا وہی آپ سے بڑی محبت اور وقعت سے پیش آنے لگے ۔[۴۳]

بقول مولانا غلام محمد :

" سبزہ کا آغاز ہے جمال ظاہری اور کمال باطنی سے آراستہ ہیں اشاعتِ دین

۴۳۔ سیرت اشرف ، جلد اوّل ، صفحہ ۹۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے جذبے سے معمور اور زیورِ علم سے آراستہ ھیں خود ذات میں بلا کی کشش ھے اور جب زبان فیض ترجمان کُھلتی ھے تو پھر اثر اور نفوذ کا کیا پوچھنا جس جگہ بیٹھ گئے عامی و عالم ، مسٹر و مُلاّ سب ھی گھر آئے اور اس نوجوان کے گویا گوں کمالات کے قائل ھو گئے ایسی مقبولیت و احترام کے ساتھ آپ چودہ برس تک کانپور میں درس و تدریس ، تصنیف و تالیف اور وعظ گوئی و فتویٰ نویسی کا کام کرتے رھے اور دیدہ ور استاد کی پیشین گوئی حرف بحرف صحیح نکلی کہ " جہاں جاؤ گے بس تم ھی ھو گے باقی سارا میدان صاف - [٣٢]

حضرت مولانا نے اپنے کچھ خوابوں کا تذکرہ کیا ھے جن سے اس طرف اشارہ ملتا ھے کہ یہاں تدریسی اُمور میں اللّٰہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی غیبی تائید حاصل تھی -

لیکن کچھ اسباب کی بناء پر مولانا کو یہ مدرسہ چھوڑنا پڑا - لیکن ان کے علمی و روحانی مقام کا اِدراک رکھنے والے حضرات اِنہیں واپس کانپور لے آئے اور " جامع العلوم " نامی مدرسہ میں تدریس کا آغاز کیا - چونکہ مولانا کی تربیت اس انداز سے ھوئی تھی کہ چندہ مانگنا یا تنخواہ لیکر دین پڑھانا آپ کی اُفتادِ طبع کے ھی خلاف تھا اس لئے فیصلہ کیا کہ دھلی جا کر تعلیم حاصل کروں چنانچہ اس مقصد کیلئے دھلی چلے گئے - یہاں جامع العلوم کے منتظمین آپ کو واپس لے آئے - اھل کانپور حاجی امداد اللّٰہ مہاجر مکی اور مولانا جمیل الدین خانی پوری کو مدرسہ میں آپ کی واپسی کی از حد خوشی ھوئی اور آپ کے اس فیصلے کو سراھا گیا -

---

٣٢- حیاتِ اشرف ، صفحہ ٣٨

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲) اصول تعلیم

===========

مولانا تھانوی کا طرز تعلیم و تعلّم بہت سیدھا سادہ تھا جس کی بناء پر آپ سے کسب فیض کرنے والے اصل مقاصد سے بہرہ مند رہے اور کبھی زائد از ضرورت مباحث میں نہیں الجھے ۔۔ مولانا تھانوی نے دوران تدریس جو اصول مقرر کئے یا اپنے پیش نظر رکھے وہ حسب ذیل ہیں :

۱- استاد جو بھی مضمون پڑھائے اس میں خود زیادہ مشقت اٹھائے اور اس کو آسان ترین صورت میں شاگردوں کے سامنے رکھے گو اس طریقہ سے استاد پر کافی بار پڑتا ہے ۔ مگر جذبۂ شفقت اس بوجھ کو ہلکا کر دیتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جس میں یہ جذبہ نہ ہو وہ مسند تدریس پر کیوں آئے ؟

۲- پیچیدہ مقام کو پہلے بہت ہی آسان پیرائے میں سمجھایا جائے اور جب بات ذہن نشین ہو جائے تو اس مسئلہ کو اصطلاحی تعارف کروایا جائے چنانچہ آپ کے شاگرد مولوی فضل حق صاحب " صدرا " کے مشہور مقام " شفاہ بالتکریر" پر پہنچے تو آپ نے پہلے مسئلہ کا نام لئے بغیر اس کی تشریح خوب ذہن نشین کرا دی اور بعد میں فرما دیا " یہ وہی مقام ہے جس کو " شفاہ بالتکریر" کہتے ہیں اس پر وہ دنگ رہ گئے کہ ہم تو اس مسئلہ میں گھبراتے تھے مگر یہ تو کچھ مشکل نہ نکلا ۔ واقعہ یہ ہے کہ راہرو کو اگر منزل کی دوری و دشواری

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا احساس پہلے ہی ہو جائے تو اس کی کمر ہمت بیٹھ جاتی ہے وگرنہ دوسری صورت میں کمزور سے کمزور تر آدمی میلوں سفر طے کر لیتا ہے۔[35]

یہ ایک نفسیاتی معاملہ ہے اور مولانا تھانوی نفسیات انسانی کے بہت بڑے ماہر تھے۔ مولانا موصوف کی تمام تعلیمی اصلاحی اور سیاسی اصلاحات زیادہ تر نفسیاتی امور کے ارد گرد گھومتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کا طرز اسی وقت سے لے کر آج تک بہت مقبول اور مشہور ہے۔

۳- طلبہ کے سامنے ضرورت سے زائد تقریر نہ کی جائے۔ اور محض اپنی قابلیت کے اظہار کے لئے اصل مطلب کو الجھایا نہ جائے۔ چنانچہ آپ اس امر کی خاص نگرانی کرتے تھے۔[36] در اصل آپ کا عمل "خَیرُ الکَلامِ مَا قَلَّ وَ دَلَّ" پر تھا اور یہ سب سے بہتر طریقۂ تعلیم و تدریس ہے۔

۴- ہفتہ واری تقاریر اور مباحثے نہ رکھے جائیں کیونکہ اس کے باعث طلبہ کی توجہ اسی ایک موضوع تقریر و بحث کی طرف لگی رہتی ہے اور اصل درس سے دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ ایسا نکتہ ہے کہ جس کی حقیقت کو آج بھی جانچا جا سکتا ہے۔ کالج اور جامعات کے وہ طلباء جو تقریر و مناظروں کے پختہ کار ہوتے ہیں وہ امتحانوں میں کیا درجہ پاتے ہیں؟ آپ فرماتے تھے کہ "جب نصاب کی تکمیل اچھی طرح ہو جائے تو پھر تقریر و مناظرہ سب کچھ آ

۳۵- حیات اشرف، صفحہ ۵۸

۳۶- ایضاً۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جاتا ہے ورنہ ہمیشہ کے لئے خامی رہ جاتی ہے ۔[۳۷] حضرت تھانوی کا یہ فرمان سو فیصد درست ہے کہ جو طالب علم زمانہ طالب علمی میں اپنے دل و دماغ میں لیڈری کے جراثیم کو نشو و نما دیتا ہے وہ کیا خاک پڑھے گا کیونکہ لیڈر پڑھا نہیں کرتے وہ قوم کو نیا رنگ اور نیا ڈھنگ عطا کرتے ہیں آج تمام مدارس و جامعات کی تباہی و بربادی اسی حکیمانہ نکتہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے ۔

۵- طالب علم میں استعداد علمی تین باتوں سے پیدا ہوتی ہے ۔

الف ۔ وہ آئندہ سبق کا مطالعہ کر کے معلومات اور مجہولات میں تمیز پیدا کرے ۔

ب ۔ جب استاد سمجھائے تو بلا سمجھے آگے نہ بڑھے ۔

ج ۔ جب سمجھ چکے تو ایک دفعہ کم از کم اسی مطلوب و مفہوم کو بیان کرے ۔

ایک اور بات فرمایا کرتے تھے کہ یہ درجہ استحباب میں ہے کہ جتنا پڑھ لیا ہے اسے روزانہ دھرا لیا جائے اس سے علمی استعداد بہت بڑھ جائے گی ۔[۳۸]

۳۷- ایضاً ۔ ص ، ۴۹ ۔

۳۸- ایضاً ۔ ص ، ۵۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا تھانوی کی مسلمہ قابلیت :

حضرت تھانوی فن درس و تدریس میں یدِ طُولیٰ رکھتے تھے اور یہ علوم ظاہریہ میں مہارت عامہ کا نتیجہ تھا کہ مسند ارشاد پر بیٹھنے کے بعد اکثر طلبہ بلکہ اساتذہ چھٹیوں میں تھانہ بھون پہنچ جاتے تھے ۔ کیونکہ حضرت وہاں بھی اکثر مضامین طلباء کے کام کے اور ایسے ایسے نکات و دقائق علمیہ بیان فرماتے تھے ۔ جن سے اساتذہ کی مشکلیں آسان ہو جاتی تھیں ۔ تعطیلات کے ایام میں طلبہ و اساتذہ کی تھانہ بھون جانے کی رغبت دیکھ کر بعض نافہم باتیں بھی بناتے تھے مثلاً مفتی محمد شفیع صاحب سے کسی نے پوچھا کہ آپ وہاں کیا لینے جاتے ہیں ؟ انہوں نے یہ بات مولانا تھانوی کو بتائی تو آپ نے فرمایا منافع باطنیہ تو خیر رہنے دیجئے یہ بتائیے کہ یہاں کے تعلق کے بعد کتابوں کو پڑھانے میں بھی آپ کو یہ نسبت پہلے کے کچھ اعانت ہوئی " ؟

اس کا جواب مفتی صاحب نے یہ دیا کہ :

" حضرت بہت اعانت ہوئی اور کھلا فرق محسوس ہوتا ہے "

اس پر حضرت فرمانے لگے کہ ایسے لوگوں کو بس اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ :

" میں بھی وہاں مطالعہ ہی کے لئے جایا کرتا ہوں " ۔[۲۹]

۲۹- سیرتِ اشرف ، جلد اول ، صفحہ ۱۰۱-۱۰۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

معقولات کی اہمیت :

علم دیوبند میں منقولات کے ساتھ معقولات کی اہمیت ہر ایک پر پوری طرح آشکارا ہے ۔ اس لئے حضرت تھانوی کے یہاں معقولات کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی آپ فرماتے تھے کہ :

" اگر منطق کی ایک کتاب بھی مجھ سے پڑھ لی جائے تو پھر کسی دوسری کتاب کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی اور منطق سے پوری مناسبت پیدا ہو جاتی ہے " ۔[50]

تھانہ بھون میں حضرت تھانوی کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ اپنے خاص تعلق داروں کو منطق کی کم از کم ایک کتاب ضرور پڑھاتے تھے ۔

مختصر نصاب برائے کم فرصت طلبہ :

مولانا عبدالباری ندوی لکھتے ہیں :

" علومِ دینیہ کے نصاب تعلیم و تدریس میں ایک اور بڑی اہم اصلاح و تجدید کی ضرورت یہ تھی کہ اس کے لئے کوئی ایسا مختصر راستہ تجویز کیا جائے جو بقدر ضرورت کافی بھی ہو اور اتنی مدت نہ صرف ہو کہ علوم معاش کی تحصیل کا عذر اس کی تحصیل سے لوگوں کو مانع ہو حضرت جامع المجددین علیہ الرحمۃ کی تجدیدی جامعیت نے اس ضرورت کا بھی پورا احساس فرمایا اور صرف کوئی نظری خاکہ نہیں پیش کیا بلکہ

۵۰- ایضاً ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

"تلخیصات عشر" کے نام سے مروجہ نصاب کا (دیگر ضروری اضافوں مثلاً اخلاق و فلسفہ جدیدہ وغیرہ کے ساتھ) ایسا عطر کھینچ دیا ہے کہ اس بحث کی گنجائش ہی نہیں رہی کہ کون سا علم و فن قدیم نصاب کا تقلیل مدت کی ضرورت سے سرے سے خارج کر دیا جائے اور لوگوں کو یہ وسوسہ و اعتراض باقی رہے کہ فلاں چیز کے بالکلیہ نکل جانے سے فلاں خاص خامی رہ جائے گی ۔

اس نصاب میں تمام چیزیں تجوید سے لے کر صرف و نحو ، معانی و بلاغت ، منطق و فلسفہ ، عقائد و کلام ، مناظرہ و ہیئت ، تفسیر و حدیث ، اصول فقہ ، اخلاق و تصوف سب ہی کا اتنا ضروری حصہ اور ایسا ملخص موجود ہے کہ ضروری نہیں مسائل سب کے سب آ گئے ہیں ..... یہ نصاب تین سال کی مدت میں پورا ہو جاتا ہے ۔[51]

تلخیصات عشر کی تمہید میں اس نصاب کے متعلق مولانا تھانوی فرماتے ہیں

" بلکہ نصاب تعلیم کی دینیات مقصودہ یعنی تفسیر و حدیث ، فقہ و کلام اور فرائض کی ضروری کتابوں کی تحصیل کو زوائد پر مقدم کر دیا گیا ہے اور چونکہ یہ علوم بعض فنون آلیہ صرف و نحو و معقول و اصول پر موقوف ہیں لہذا ان سے پہلے پہلے یہ رکھ دیئے گئے ہیں اس لئے یہ نصاب قدیم ہی کا ایک جزو ہے ۔

اس تجویز کے مقاصد کے ضمن میں مولانا فرماتے ہیں :

" اول جن لوگوں کو تحصیل معاش کی ضرورت یا کسی اور وجہ سے مہلت

۵۱- عبدالباری ندوی ، مولانا ، تجدیدِ تعلیم و تبلیغ ، لکھنو ، صفحہ ۸۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

کم ہے اور ساتھ ہی علوم دینیہ میں فاضلانہ استعداد حاصل کرنے کی رغبت و شوق ہے مگر متعارف درسیات کی تطویل دیکھ کر ہمت پست ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ ترک محض ہوتا ہے ان کی تنگی رفع ہو جائے گی ۔ دوسرے جو لوگ تحصیل علوم دینیہ کے لئے فارغ بھی ہیں ان کو بھی اتفاقات زمانہ سے کبھی ایسا ہو جاتا ہے اس کا وقت نہیں ملتا اور درمیان سے چھوڑنا پڑتا ہے ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس قدر وقت ملا تھا وہ علوم آلیہ میں صرف ہو گیا اور اصل مقصود سے محروم ہی رہے اس جدید نصاب یا طریق سے اس محرومی کا بھی تدارک ہو جاتا ہے " ۔۵۲

الفصل الخامس

==========

تلامذہ

=======

گزشتہ صفحات میں مذکور ہوا کہ مولانا تھانوی نے پورے چودہ برس کانپور میں گزارے اور وہاں قیام کے دوران حسن و خوبی کے ساتھ درس و تدریس کا فیض جاری کیا اس دوران دُور و نزدیک کے صد ہا طلبہ نے مولانا سے کسبِ فیض کیا اور فارغ التحصیل ہوئے ۔ تلامذہ کی کل تعداد تو معلوم نہیں ہو سکی تاہم جو تعداد مہیا ہو سکی ہے ان میں سے چند مشہور تلامذہ کا تذکرہ حسب ذیل ہے ۔

۵۲- ایضاً ۔ صفحہ ۸۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱) - مولانا محمد اسحاق بردوانی :

آپ بڑے جیّد عالم تھے اور حضرت والا نے ترکِ مدرسی جامع العلوم کانپور کے وقت انھی کو اپنا جانشین اور مدرّسِ اول بنایا تھا آپ ایک عرصہ تک حضرت والا ھی کے اندازِ خاص پر کام چلاتے رہے پھر مدرسۃ عالیہ میں مدرّسِ دینیات ھو کر تشریف لے گئے وھاں سے مدرسۃ عالیہ ڈھاکہ میں خدمات منتقل ھو گئیں اور کم و بیش پانچ سو روپے مشاھرہ پر پہنچ کر وھیں سے پنشن یاب ھوئے - اللّٰہ تعالیٰ نے بہت مضبوط قوتِ حافظہ عطا فرمائی تھی [۵۳]

(۲) - مولانا محمد رشید کانپوری :

بڑے ذھین و ذکی ، خوش فہم و خوش اخلاق اور متواضع عالِم تھے - مدرسۃ جامع العلوم کانپور میں مدرس ھوئے اور مولانا محمد اسحاق کے مدرّس اول ھونے کے زمانہ میں موصوف مدرس دوم رہے علمِ فقہ سے انہیں خاص مناسبت تھی بعدہ مولانا محمد اسحاق نے انھیں مدرسۃ عالیہ کلکتہ بلا لیا اور بڑا مشاھرہ دلوایا زیادہ عمر نہ پائی مرض فالج سے انتقال ھوا - [۵۴]

(۳) - مولانا احمد علی فتح پوری :

بڑی خوبیوں کے حامل بزرگ تھے جامع علومِ ظاھری و باطنی تھے حضرت والا کے

۵۳- اشرف السوانح ، جلد اوّل ، صفحہ ، ۹۳ -

۵۴- ایضاً - جلد اوّل ، صفحہ ۹۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

پہلے خلیفہ مجاز تھے فقہ سے بہت زیادہ مناسبت تھی یہاں تک کہ بعض سوالات فقہیہ دریافت کرنے پر حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز نے بھی تعریف فرمائی تھی کہ ان کو فقہ سے بہت ہی مناسبت ہے ان کی مہارت فقہیہ اس سے ظاہر ہے کہ بہشتی زیور کے اول پانچ حصے مولانا تھانوی کے حکم سے انہی کے تحریر کردہ ہیں جن سے ہزار ہا مسلمان مرد اور عورتیں فیض یاب ہوئے اور ہو رہے ہیں اور امید ہے تاقیامت مستفید ہوتے رہیں گے تھوڑی عمر میں وفات ہوئی ۔[55]

(۲) مولانا صادق الیقین کرسوی :

آپ بڑے عالم باعمل اور نہایت لطیف الطبع ذہین و ذکی تھے حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ مجاز تھے اور تقوٰی کا بہت زیادہ اہتمام تھا یہاں تک کہ ایک بار حضرت والا سے عرض کیا کہ مجھے اس کا اندیشہ ہے کہ اللہ تعالٰی کہیں اس پر مواخذہ نہ فرمائیں کہ تو اتنا زیادہ متقی کیوں تھا ؟

گو پیرزادے تھے لیکن بدعات و رسوم سے بہت دُور تھے یہاں تک کہ بعض دینی مسائل میں اپنے والد ماجد سے سخت اختلاف اور کشیدگی ہو گئی ۔ بعد میں حضرت والا نے اس کشیدگی کو رفع فرمایا اور حضرت گنگوہی بھی اس صلح سے مسرور ہوئے قلتِ طعام کی وجہ سے ضعیف ہوئے اور وفات پائی ۔[56]

۵۵- ایضاً ۔ جلد اول ، صفحہ ۹۳ ۔

۵۶- ایضاً ۔ جلد اول ، صفحہ ۹۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۵) مولانا فضل حق بارہ بنکی :

حضرت تھانوی کے تلامذہ میں سب سے پہلے فارغ التحصیل ہوئے نہایت قابل عالم تھے ۔ سالانہ امتحان میں مثناۃ التکریر کی ایسی اچھی تقریر لکھی کہ ممتحن اور حضرات مدرسہ نے بہت پسند کی ایک عرصہ قنوج میں مدرس رہ کر وفات پائی ۔[۵۷]

(۶) مولانا شاہ لطف الرسول بارہ بنکی :

شاہ صاحب نہایت ذہین و ذکی اور فہیم و عاقل اور ذی استعداد عالم اور قوی الحال ذاکر و مشاغل درویش تھے ۔ حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بذریعۂ خط و کتابت بیعت ہوئے تھے لیکن تعلیم حضرت تھانوی ہی کے سپرد کی گئی تھی ۔ حضرت والا ہی کے خلیفہ مجاز تھے اُن پر خشیت کا اُس قدر غلبہ تھا کہ حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ ایسے آثارِ خشیت میں نے کسی اور پر نہیں دیکھے وجد و حال میں ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ جاتے اور چیخنے لگتے اور شعبان ۱۳۲۲ھ میں تھانہ بھون میں انتقال کیا ۔ حضرت والا کے وقف کردہ قبرستان میں سب سے پہلے شاہ صاحب مرحوم ہی مدفون ہوئے ۔[۵۸]

(۷) مولانا حکیم محمد مصطفٰی بجنوری :

آپ کے والد ماجد بڑے عہدہ دار اور خطاب یافتہ کار گذار اور اس کے ساتھ

۵۷- ایضاً ۔ جلد اول ، صفحہ ۹۵ ۔

۵۸- ایضاً ۔ جلد اول ، صفحہ ۹۶ ، ۹۸ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ھی نہایت دیندار بھی تھے اپنے سب صاحبزادوں کو انگریزی کی بجائے عربی کی تعلیم دلوائی مولوی محمد مصطفٰی بڑے ذہین تھے اور حضرت کے مواعظ کو قلم بند کرنے کا سلسلہ سب سے پہلے انہوں نے شروع کیا اس کام میں بڑے ماہر تھے آپ نے مناجات مقبول کے عربی حصہ کا بہترین اردو ترجمہ کیا اور حضرت والا سے داد پائی ۔ حضرت والا کی کتاب " الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ " کی نفیس شرح تحریر کی فن طب کے بھی بڑے حاذق حکیم تھے میرٹھ میں مطب کرتے تھے اور عجیب و غریب مرکبات کے موجد تھے ۔[٥٩]

(٨) مولانا سید اسحاق علی کانپوری :

آپ نہایت قابل اور صاحب استعداد مدرسین میں سے ہیں ۔ اور الہ آباد یونیورسٹی میں بڑے مشاہرہ پر عربی کے پروفیسر تھے ۔ آپ نہایت سلیم الفطرت اور متواضع صاحب نسبت بزرگ اور حضرت والا کے خلیفہ مجاز تھے ۔ حج بیت اللہ جاتے وقت حضرت والا کو ایک ایسا عریضہ لکھا جس کے لفظ لفظ سے اشتیاق اور اس کے ساتھ ھی عبدیت و انکسار مترشح ہوتا تھا اور یہ شعر بھی نہایت خجلت و ندامت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا ۔

بطواف کعبہ رفتم سجدہ بحرم مہرهم ندا آمد
تو بروں در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

٥٩۔ ایضاً ۔

اور لکھا تھا کہ اس حالت میں حاضری بیت اللہ کی ہمت تو نہیں پڑتی لیکن فریضہ حج کی ادائیگی بھی لازمی ہے لہذا سرنگوں جا رہا ہوں۔

یہ مولانا تھانوی کے چند وہ تلامذہ تھے جو یگانہ روزگار بنے بقیہ تلامذہ کی فہرست اسماء یہ ہے۔

۱۔ جناب مولوی فضل حق صاحب ساکن بارہ،ضلع الہ آباد ، ۲۔ جناب مولوی محمد حسین صاحب ساکن امین آباد لکھنؤ ، ۳۔ جناب مولوی محمد اسحاق صاحب مقام کیتھن ضلع بردوان ، ۴۔ جناب مولوی مظہر الحق صاحب قصبہ رامو ضلع چاٹگام ، ۵۔ جناب مولوی سید صدیق الرحمان صاحب ساکن سالار ضلع مرشد آباد ، ۶۔ جناب مولوی سید عبدالمنان صاحب ساکن سالار ضلع مرشد آباد ، ۷۔ جناب مولوی عبدالرحیم صاحب مقام محراب پور ضلع مالدہ ، ۸۔ جناب مولوی ولی احمد صاحب ساکن رنگون ملک برما ، ۹۔ جناب مولوی عبدالحکیم صاحب چاٹگام ، ۱۰۔ جناب مولوی غلام سلطان صاحب هرامهس کالی ضلع چاٹگام ، ۱۱۔ جناب مولوی عبدالحق صاحب پتسرہ ضلع کمرلہ ، ۱۲۔ جناب مولوی صادق الیقین صاحب ساکن قصبہ کرسی ضلع بارہ بنکی ، ۱۳۔ جناب مولوی محمد حنیف صاحب صوبہ بہار ، ۱۴۔ جناب مولوی عزیز الرحمان صاحب ساکن رامو ضلع چاٹگام ، ۱۵۔ جناب مولوی عبدالحق صاحب ساکن ضلع چاٹگام ، ۱۶۔ جناب مولوی محمد ابراهیم صاحب ، ساکن اعظم گڑھ ، ۱۷۔ جناب مولوی تمیز الدین صاحب ساکن چاٹگام ، ۱۸۔ جناب مولوی محمد رشید صاحب ساکن محلہ پٹکاپور کانپور ، ۱۹۔ جناب مولوی احمد علی صاحب ساکن فتح پور ضلع بارہ بنکی ، ۲۰۔ جناب مولوی عظمت الہی صاحب قریشی تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۱- جناب مولوی حکیم سجاد حسین صاحب ساکن ہاپن ضلع ہردوئی ، ۲۲- جناب مولوی انوار علی صاحب ساکن چاٹگام ، ۲۳- جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب ساکن قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور ، ۲۴- جناب مولوی عبدالحکیم صاحب ساکن قصبہ موضع چاٹگام ، ۲۵- جناب مولوی محمد مقیم الدین صاحب ساکن ضلع ارکان ملک برما ، ۲۶- جناب مولوی سید اسحاق علی صاحب ساکن محلہ کرنیل گنج کانپور ، ۲۷- جناب مولوی محمد یونس صاحب قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ، ۲۸- جناب مولوی قاضی عبدالصمد صاحب ساکن قصبہ حاجمو ضلع کانپور ، ۲۹- جناب مولوی محمد الیاس صاحب ساکن محلہ قاضیان بجنور ، ۳۰- جناب مولوی حکیم محمد مصطفی صاحب محلہ قاضیان بجنور ، ۳۱- جناب مولوی سعید احمد صاحب مقیم باغیچہ شیخ الہی بخش امارہ ، ۳۲- جناب مولوی زاہد حسین خان صاحب ساکن ضلع گیا ، ۳۳- جناب مولوی قاضی عبدالحق صاحب ساکن قصبہ چرتھاول ضلع مظفر نگر ، ۳۴- جناب مولوی سید عبید اللہ صاحب ساکن باش کھالی ضلع چاٹگام ، ۳۵- جناب مولوی رحیم الدین صاحب ساکن ہتیا ضلع مدینہ بنگال ، ۳۶- جناب مولوی عبدالرحمان صاحب ساکن ضلع اعظم گڑھ ، ۳۷- جناب مولوی شیخ محمد اسماعیل صاحب ساکن ضلع ملیا ، ۳۸- جناب مولوی عبدالحمید صاحب ضلع ارکان برما ، ۳۹- جناب مولوی عبدالکریم صاحب ساکن چاٹگام ، ۴۰- جناب مولوی یار محمد صاحب ضلع چاٹگام ، ۴۱- جناب مولوی عبدالقادر صاحب ساکن ڈاکخانہ چوکریا ضلع چاٹگام ، ۴۲- جناب مولوی حضرت نصرت علی صاحب ساکن ڈاکخانہ چوکریا ضلع چاٹگام -

toobaa-elibrary.blogspot.com

الفصل السادس

سلوک و طریقت

صحبتِ با اولیاء :

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ابتدائے بچپن سے ہی بزرگوں کی صحبت و لقاء کا شوق تھا چنانچہ دارالعلوم دیو بند میں جب آپ کے ساتھی آپس میں خوش گپیوں میں مصروف ہوتے اس وقت آپ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ذکر و فکر میں محو ہوتے تھے ۔ بزرگوں کے واقعات سے عمل کی قوت تیز ہو جاتی ہے لقاء رب کا ذوق و شوق بڑھ جاتا ہے ۔ چنانچہ آپ نے اولیاء سلف کے واقعات پر مشتمل ایک کتاب طبع کروائی جس کا نام " نزھۃ البساتین " تجویز کیا ۔ اس میں بزرگوں کے ایک ہزار واقعات ترتیب دیئے گئے ہیں ۔

مولانا شاہ فضل الرّحمان گنج مراد آبادی :

کانپور میں مولانا تھانوی کی تقرری جب بطور مدرس عمل میں آئی اور اس کے تھوڑے عرصہ بعد "مدرسہ فیض عام" کے منتظمین سے تحریک چندہ پر اختلاف ہوا تو آپ نے استعفاء پیش کیا ۔ اور وطن مراجعت سے پہلے حضرت شاہ فضل الرحمان گنج مراد آبادی کی خدمت میں پہنچے ۔ مولانا فرماتے ہیں :

" مجھ کو دو مرتبہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمان گنج مراد آبادی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے ...... بعض وجوہ سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

دو مہینے کے بعد ملازمت چھوڑ دی اور تھانہ بھون واپسی کا ارادہ کیا گو بعد کو مدرسہ جامع العلوم کی بنیاد پڑ گئی اور مجھے رکنا پڑا اسی زمانہ میں جب کہ کانپور کو چھوڑنے کا قصد کر لیا تھا یہ خیال ہوا کہ حضرت مولانا کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرتا جاؤں کیونکہ معلوم نہیں پھر اس طرف آنے کی کبھی اتفاق ہو یا نہ ہو ۔[۶۰]

پہلی ملاقات میں خاصی حوصلہ افزائی ہوئی اور مولانا تھانوی نے چند وظائف حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کیلئے معلوم کئے پھر حضرت تھانوی کانپور لوٹ آئے ۔

دوسری مرتبہ مولانا تھانوی جب گئے تو حضرت گنج مراد آبادی نے بہت ہی شفقت کا معاملہ فرمایا وہ پہچان گئے تھے کہ یہ نوجوان کن صلاحیتوں کا مالک ہے اور آنے والے وقت میں اس سے دنیا کو فائدہ پہنچے گا ۔ ملاقات میں مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض وہ باتیں مولانا تھانوی سے کہیں جو وہ عام افراد سے نہیں کرتے تھے ، فرمانے لگے :

" کہنے کی بات تو نہیں لیکن تم سے کہتا ہوں کہ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ نے پیار کر لیا ۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ بھائی جنت کا مزہ برحق ، حوضِ کوثر کا مزہ برحق ، مگر نماز میں جو مزہ ہے کسی چیز میں نہیں ۔ ایک یہ فرمایا کہ بھائی ہم تو قبر میں بس نماز ہی پڑھیں گے حوروں سے صاف کہہ دیں گے کہ بی اگر قرآن سننا ہو تو سناؤ ورنہ اپنا راستہ لو ، اس دوران حضرت تھانوی

۶۰۔ اشرف علی تھانوی ، مولانا ، اَرواحِ ثلاثہ ، کراچی ، ۱۲۹۵ھ ، صفحہ ۳۰۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے " حصن حصین " کے کچھ اسباق بھی حضرت موصوف سے پڑھے ۔[61]

مولانا شاہ فضل الرحمان گنج مراد آبادی کے علاوہ مولانا تھانوی نے جن بزرگوں سے شرف ملاقات حاصل کی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں ۔

حضرت محمدی شاہ صاحب ولایتی ، حافظ سراج الیقین صاحب کرسی ، شاہ عبدالطیف صاحب ستھنی ، شاہ محمد شیر خان صاحب ، حافظ عبدالرحمان صاحب ، مراد آبادی ، شاہ ابو احمد صاحب مجددی بھوپالی ، بہادر علی شاہ صاحب دیو ہنسی حضرت پیر احمد صاحب پانی پتی ، حضرت خلیل پاشا مہاجر مکی ، صوفی شاہ سلیمان صاحب لاجپوری ، قاری عبدالرحمان صاحب ، مولانا محمد علی مونگیری ، مولانا نذیر حسین دہلوی اہلحدیث ، حافظ تفضل حسین صاحب پگھروی ، حافظ احمد حسین صاحب ، شاہ احسان الحق صاحب کانپوری ، عبدالوہاب صاحب بغدادی مکی ، شاہ ابو الحسن سہارنپوری ، شاہ عبدالرحیم ولایتی ، سائیں توکل شاہ صاحب ، مولانا خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری ، مولانا تاج محمود صاحب امروٹی ، حضرت پیر جھنڈا صاحب ، مولانا محمد عادل صاحب کان پوری ، مولانا عبدالحئی صاحب فرنگی محلی ، مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محلی ، مولانا عین القضاۃ صاحب لکھنوی ، مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی ، مولانا رشید احمد گنگوہی ، مولانا محمد قاسم نانوتوی ، مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی ، مولانا رفیع الدین صاحب اور مولانا شیخ الہند محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمہم اللہ تعالی علیہم اجمعین ۔[62]

۶۱۔ ایضاً ۔ صفحہ ۳۱۲ ، ۳۱۳ ۔

۶۲۔ اشرف السوانح ، جلد اول ، صفحہ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت گنگوھی سے بیعت کی درخواست :

دیو بند میں طالب علمی کے آخری دور میں مولانا تھانوی کے دل میں بیعت کا شدید داعیہ پیدا ھوا بقول شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ ، طالب علمی کے آخری دور میں دیو بند کے قیام میں ایک مرتبہ حضرت گنگوھی قدس سرہ کی دیو بند تشریف آوری پر بیعت کی درخواست کی تھی لیکن قطب عالم نے یہ کہہ کر کہ طالب علمی کے زمانہ میں شغل باطن مخل تحصیل علم ھوگا انکار فرما دیا تھا جس کو حضرت تھانوی نے دفع الوقتی پر محمول فرمایا جس کی تفصیل یاد یاران میں مذکور ھے لیکن اسی زمانہ میں ایک دوسرے طالب علم کو حضرت نے بیعت فرما لیا جس سے حضرت تھانوی کو بہت قلق ھوا اور جب حضرت قطب الارشاد گنگوھی قدس سرہ تیسرے حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے حجاز مقدس تشریف لے گئے تو حضرت تھانوی نے حضرت گنگوھی قدس سرہ کے ھاتھ ھی دستی خط حضرت شیخ المشائخ مہاجر مکی کی خدمت میں لکھا کہ میں نے مولانا سے درخواست بیعت کی تھی مولانا نے انکار کر دیا ۔ جناب سفارش فرما دیں ۔[۲۳]

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی از خود غائبانہ بیعت :

مولانا گنگوھی سے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ راز و نیاز کی باتیں کیں ۔ اوربجائے سفارش کرنے کے غائبانہ طور پر آپ کو از خود بیعت کر لیا ۔[۲۴]

۲۳۔ الحسن (جریدہ) اشاعت خاص ، مقالہ مولانا محمد زکریا ، لاھور ، ۱۹۸۷ء ، صفحہ ۱۹۵ ۔

۲۴۔ ایضاً ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیارِ حرم سے حاجی صاحب کا بلانا :

حضرت تھانوی فارغ التحصیل ہو کر آخر صفر ۱۳۰۱ھ میں کانپور تشریف لا چکے تھے گو ۱۲۹۹ھ میں آپ کی ظاہانہ بیعت ہو چکی تھی مگر مسند درس پر بیٹھنے سے قبل چونکہ کچھ مزید باطنی تربیت کی ضرورت تھی اس لئے حسب خواہش حاجی صاحب شوال ہی میں آپ کے والد ماجد آپ کو ساتھ لے کر حج کو روانہ ہو پڑے -

ادب بیت اللہ :

ادب و عظمت ارض پاک حرم محترم کا اس قدر غلبہ تھا کہ شروع شروع تو وہاں تھوکتے ہوئے بھی تامل ہوتا تھا اور جس وقت بیت اللہ شریف پر اول بار نظر پڑتی ہے اس وقت ایسی کیفیت شوقیہ انجذابیہ پیدا ہوئی کہ حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ ایسی کیفیت میرے اوپر کبھی طاری نہیں ہوئی -[۶۵]

تقاضاء مرشد :

حضرت والا کی حج پر آمد سے حضرت حاجی صاحب بہت مسرور ہوئے اور بعد فراغ حج و زیارت مدینہ منورہ از خود حضرت والا سے فرمایا کہ تم میرے پاس چھ ماہ رہ جاؤ ۔ حضرت والا نے اپنے والد ماجد سے اجازت چاہی لیکن ان کی شفقت پدری نے مفارقت گوارا نہ کی ۔ حضرت والا نے حاجی صاحب کی خدمت میں بصد افسوس عرض کیا

۶۵۔ اشرف السوانح ، صفحہ ۲۷۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ والد صاحب اجازت نہیں دیتے ہر بناء غایت اتباع شریعت فرمایا کہ والد کی اطاعت مقدم ہے اس وقت چلے جاؤ پھر دیکھا جائے گا ۔[٦٦]

دست حق پرست پر بیعت :

حضرت حاجی صاحب قبل ازیں مولانا تھانوی کو غائبانہ بیعت فرما چکے تھے ۔ مگر اب حاضری مکہ معظمہ پر دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل ہو گیا تھا نیز حضرت والا کے والد ماجد بھی اسی سفر حج میں حضرت حاجی صاحب سے مشرف بہ بیعت ہو گئے ۔[٦٧]

وطن واپسی :

حج و بیعت سے فراغت کے بعد باپ بیٹا دونوں وطن واپس روانہ ہو گئے ۱۳۰۲ھ میں واپس آنے کے بعد مولانا تھانوی درس و تدریس ، مواعظ و تبلیغ میں ہمہ تن مشغول ہو گئے اور علمی شغل کا یہ سلسلہ ۱۳۰۷ھ تک جاری رہا اور اس کے ساتھ ساتھ ذکر و شغل بھی فرماتے رہے ۔

٦٦- ایضاً ۔ صفحہ ٢٧٥-

٦٧- ایضاً ۔ صفحہ ٢٧٦

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت گنگوھی کی خدمت میں عریضہ :

شیخ تو سمندر پار تھے اور ادھر حالت ھو رھی تھی بے قابو - فوراً حضرت گنگوھی کی خدمت میں اپنا حال ظاہر کر دیا اور احتیاطاً عربی میں لکھا تاکہ کسی غیر کی نظر پڑ بھی جائے تو بھید کھل نہ جائے - آپ نے لکھا :

" فیا مولانا والله انی کنت فی ذالک الزمان غریقا فی بحارا الحیوٰۃ و الطلب و اتطلع الی من یخلصنی من ذا الوصب والنصب اذ نادی مناد من قریب من غیر ارادتی و قصدی ھات یدک بیدی انجیک من ھذا البحر اللجی و ان الشریق یتشبث بکل حشیش بکل حشیش لما ھو فیہ من التشویش و قد کنت من وراء البحار من جھی و معیشی و طبیبی و معھذا ما ترکت بحمد اللہ یوماً الحمل یقول الاکابر خذما صفا ودع ماکدر " - [۶۸]

حاجی صاحب سے ترک ملازمت کا مشورہ:

مولانا تھانوی نے ان حالات میں جب کہ انھیں تمام تعلقات سے وحشت ھو رھی تھی حضرت حاجی صاحب سے ترک ملازمت کا مشورہ لیا مگر جواب جو آیا وہ یہ تھا کہ !

" نامہ بہجت شمامہ آن عزیز با تمیز رسید از اسماع حال ذوق و شوق آثار ترقی فہمید ، مسرت بر مسرت افزود حق تعالی برکت زیادہ کند بہ خلق اللہ فیض دیدن رسانیدن راہ قرب وصول الی اللہ " - [۶۹]

۶۸- اشرف السوانح ، جلد اول ، صفحہ ۲۸۹ -

۶۹ - مکتوب نمبر ۲۲۳ ، محرم الحرام ، ۱۳۰۸ھ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

حج ثانی کے لئے روانگی :

مولانا تھانوی نے مُرشدِ حق کے اِرشاد کو سر آنکھوں پر رکھا اور ۱۳۱۰ھ تک ضبط و سکون کے ساتھ درس و تدریس میں مشغول رہے لیکن اس ذوق و شوق نے اِضطراب و التہاب کی صورت اختیار کر لی اور والد صاحب کی وفات کے بعد کوئی مانع نہ رہا لہٰذا آپ نے عجلت تمام سفر کی تیاری کی اور عازم مکہ ہوئے بقول خواجہ مجذوب، حافظ کی یہ غزل زبان حال سے پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے ۔۔۔

چو باز عزم سر کوئے یار خواہم کرد | نفس بہوئے خوشش مشکبار خواہد کرد
ہر آبروئے کہ اندوختم ز دانش و دین | نثار خاک رہ آن نگار خواہم کرد
بیاد چشم تو خود را خراب خواہم | ساخت بناء عہد قدیم استوار خواہم کرد
نفاق و ذوق نہ بخشد صفائے دل حافظ | طریق رندی و عشق اختیار خواہم کرد [۷۰]

حضرت حاجی صاحب تو یہی چاہتے تھے کہ چھ ماہ کے لئے یہ مرید رشید آ جائے اب اس خواہش کو پورا ہوتا دیکھ کر اس درجہ مسرور ہوئے گویا یعقوب کو یوسف گم گشتہ مل گیا ۔ عنایات و اَلطاف اس قدر بڑھے کہ اوروں کو حسد ہونے لگا اور بعض تو آپ کے در پے آزار بھی ہو گئے ۔[۷۱]

حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے :

۷۰۔ اشرف السوانح ، جلد اوّل ، صفحہ ۲۹۱ ۔

۷۱۔ حیات اشرف ، صفحہ ۶۷ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

" بس تم پورے پورے میرے طریق پر ہو " ۔[۴۲]

جب آپ نے مرید باکمال کی کوئی تحریر نظر سے گذرتی یا تقریر سننے میں آتی تو بے اختیار زبان شیخ

" جزا کم اللہ تم نے تو بس میرے سینہ کی شرح کر دی "

جب کوئی حضرت حاجی صاحب سے علم و عرفان کی کوئی بات دریافت کرتا تو آپ اپنے مرید مولانا اشرف علی کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے ان سے پوچھ لو یہ خوب سمجھ گئے ہیں " ۔[۴۳]

توحید کا بدرجہ اتم انکشاف :

اس مرتبہ کے قیامِ مکّہ معظمہ میں حکیم الامّت پر توحید کا انکشاف بدرجہ اتم ہوا ۔ جو شریعت و طریقت کی اساس اور درویشی و تصوّف کا حاصل ہے اور جس کا لازمی نتیجہ " عبدیت " ہے جو سلوک کا اعلیٰ ترین مقام ہے سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اسی مقام پر بدرجہ کمال فائز رہے ہیں ۔ اور ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تو اس مقام کا کمال ختم ہے اور یہی آپ کا طرۂ امتیاز ہے ۔

حاجی صاحب کی دو وصیتیں :

الغرض چھ ماہ کے قیام کے بعد حکیم الامت نے اپنے مرشد عالی مرتبت سے رخصت چاہی تو عارف باللہ حضرت حاجی صاحب نے دو وصیتیں کیں :

۴۲۔ الحسن (جریدہ) ، صفحہ ۱۹۷ ۔

۴۳۔ حیاتِ اشرف ، صفحہ ۶۷ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱- دیکھو میاں اشرف علی ہندوستان پہنچ کر تم کو ایک حالت پیش آئے گی عجلت نہ کرنا ۔

۲- کبھی کانپور کے متعلق سے دل برداشتہ ہو جاؤ تو پھر دوسری جگہ تعلق پیدا نہ کرنا توکل بخدا تھانہ بھون جا کر بیٹھ جانا۔[۷۴]

ان وصیتوں کو لے کر آپ ۱۳۱۱ھ کو وطن لوٹ آئے ۔

ایک واقعہ :

جب حکیم الامت مولانا تھانوی مرشدِ برحق حضرت حاجی صاحب سے رخصت کے لئے گئے تو حضرت حاجی صاحب مراقب ہوئے اور پھر فرمایا :

" حیرت ہے قاسم و رشید سے ان کا درجہ بڑھ گیا ہے حالانکہ ان دو حضرات کے کمالات علمی و روحانی کے حاجی صاحب بہت معترف اور ان کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ " اگر اللہ تعالی مجھ سے پوچھیں گے کہ کیا لائے ہو ؟ تو میں قاسم و رشید کو پیش کر دوں گا " ۔[۷۵]

کانپور میں ۱۳۱۵ھ تک قیام :

ہندوستان پہنچ کر پھر مدرسہ جامع العلوم کانپور کی خدمت میں مشغول ہو گئے لیکن کچھ ہی عرصہ گذارا تھا کہ پھر کیفیت " شوقیہ " نہایت جوش و خروش سے وارد ہوئی

۷۴- حیاتِ اشرف ، صفحہ ۷۱ ۔

۷۵- ایضاً ، صفحہ ۷۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

مگر اس دفعہ اس میں کلفت کےبجائے لذت اور ناگواری کے بدلے خوشگواری تھی شیخ کی خدمت میں حاضری سے قبل کی کیفیت شوقیہ سیر الی اللہ کا نتیجہ تھی اور موجودہ کیفیت سیر فی اللہ کے باعث تھی وہ حالت مشاہدہ سے پہلے کی تھی اور یہ اس کے بعد کی وہ اثر عشق تھا اور یہ اثر حسن ، مولانا تھانوی خود فرمایا کرتے تھے :

" جی چاہتا تھا کہ ساری دنیا کو ذاکر و شاغل اور ولی کامل بنا دوں "

چنانچہ اسی غلبہ حال کی وجہ سے شروع شروع حلقہ توجہ بھی منعقد فرماتے تھے تاکہ اپنا ایقان مریدوں میں جلد از جلد پیدا ہو جائے ۔ اس زمانہ میں اثر کا یہ عالم تھا کہ توجہ لینے والے تاب نہ لا سکتے تھے اور بے قابو ہو جاتے تھے اس کی وجہ سے مدرسہ ، مدرسہ نہ رہا تھا بلکہ خانقاہ بن گیا تھا ۔ سارے طلبہ و اساتذہ ذکر و شغل سے سرمست و سرشار تھے اس کی اطلاع جب حضرت حاجی صاحب کو ہوئی تو انہوں نے لکھا کہ :

" ماشاء اللہ آپ اور آپ کے متعلقین کے ذوق و شوق کی کیفیت سن کر طبیعت نہایت خوش ہوئی اللہ تعالیٰ باین ہمہ ذکر و شغلِ دائم میں مشغول رکھے ۔ دن بدن ترقی در ترقی عطا فرمائے ۔ مقصد اصلی تک پہنچائے ، آمین ثم آمین ۔"[۷۶]

غلبۂ توحید و عبدیت :

حلقہ توجہ اور حلقہ ذکر سے یہ اثر ہوا کہ مولانا تھانوی دنیا سے دُور اور

۷۶۔ ایضاً ۔ صفحہ ۷۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

خداوند قدوس سے نزدیک تر ہوتے گئے - اور آپ نے تمام غیر ضروری مشاغل ترک کر کے یکسوئی اختیار کر لی - یکسوئی اختیار کرنے کے بعد چونکہ آپ نے خطابت موقوف کر دی جس کے اہل کانپور بے حد دلدادہ و گرویدہ اور شروع قیام کانپور سے ہی لذت چشیدہ تھے اس لئے وعظ کے موقوف ہونے سے اہل کانپور سخت پریشان ہوئے جو تشنگان علوم و معارف اس چشمۂ فیض سے سیراب ہوتے رہتے تھے - انہوں نے مختلف اطراف سے حضرت پر خطابت کے لئے زور ڈالا - یہاں تک کہ خود بانی مدرسہ جامع العلوم عبدالرحمان خان مرحوم و مغفور اور مولانا شاہ سلیمان پھلواری نے بھی کہا لیکن نہ مانے - یہ کیفیت غلبۂ حال کی وجہ سے تھی اور سبحان اللہ اتنی احتیاط کی کہ کہیں زبان سے خلاف شریعت بات نہ نکل جائے اس لئے وعظ یکسر ترک کر دیا -[77]

حاجی صاحب کی خدمت میں خط :

اپنے مرشد سے فرقت سے مولانا تھانوی بڑے مضطرب رہتے اتفاقاً* کوئی صاحب مکہ جا رہے تھے مولانا تھانوی نے ان کے ذریعہ اپنے پورے احوال لکھ بھیجے اور کہا اس کا بھی اعتراف کیا --

چندان کہ گفتیم غم باطبیبان
درمان نہ کردند مسکین غریبان
با حال خود را با یار گفتیم
نتوان نہفتن در راز حجیبان

77- سیرت اشرف ، جلد اوّل ، صفحہ ۲۶۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

جب یہ عریضہ شیخ العرب و العجم حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں پہنچا تو آپ کا یہ عالم تھا کہ کبھی گھر میں تشریف لے جاتے اور کبھی باہر نکل جاتے اور بار بار فرماتے :

" جوان آدمی ہیں غلبہ ہو گیا ہے تحمل نہیں ہو سکا مگر میں تو اتنی دور ہوں کیا کرو " ۔

اس پر جو صاحب عریضہ لے کر گئے تھے انہوں نے کہا حضرت میں جلد ہی جانے والا ہوں بس یہ سن کر جواب ان کے حوالے کیا اور فرمایا کہ ان سے کہہ دینا کہ :

" جب تک تمہارا یہ خادم زندہ ہے کیوں کسی دوسرے کی طرف رجوع کرتے ہو " ۔[۷۸]

جواب عریضہ :

جونہی خط کا جواب لانے والے وطن واپس پہنچے حضرت تھانوی ان کی آمد کی خبر سنتے ہی گرمی کے موسم میں عین دوپہر کے وقت ان کے پاس پہنچ گئے ۔ خط کھولا تو اس میں یہ درج تھا :

" بعد دعوات زائد ذوق و شوق مع الجمعیت و انشراح و انبساط خاطر تواضع با خط آن عزیز رسید کیفیت حالات معلوم شد نوشتہ بودند کہ از تدبیر قدرے را فاقہ دست دادہ است این چنین ؟ افاقہ ظنی و مستعار است قیام پذیر نیست و نزد صاحب موصوف اجازت طلبیدہ بودند

۷۸۔ حیات اشرف ، صفحہ ۷۹ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

از طرف فقیر اجازت است اما اوراد و اشغال مختلف بحالت تلوین هم زبان است زیرا که اثر هر یک جداگانہ است هر گلے را رنگ و بوئے دیگر است ۔ بدانکہ باعث تفرقہ و تشوشات خاطر بچند وجہ فرمودہ اند ۔ الی قولہ این علاج در ضیاء القلوب از صفحہ ۵۲ تا صفحہ ۵۵ مرقوم است بعمل ارند انشاء اللہ تعالی طبیعت صلاح و فلاح پذیر خواهد شد خاطر جمع دارید ثم الی قولہ باقی حالات این جا زبانی مولوی عبدالرزاق صاحب معلوم خواهد شد " ۔[۷۹]

خط کا اثر :

مولانا فرماتے ھیں :

" قبل ظہر انہوں نے مجھے حضرت کا یہ پیغام سنایا تھا بس سنتے ھی ایسا معلوم ھوا جیسے دھکتے ھوئے تنور پر کسی نے بھری ھوئی مشک چھوڑ دی اور جلتے ھوئے سینے پر برف کا ٹکڑا رکھ دیا ھو ۔ عصر تک نصف سے بھی کم پریشانی رہ گئی ۔ اور مغرب تک بس مطلع بالکل صاف تھا "۔

سر بسر شوق و ھمہ درد ھماری تحریر
سر بسر مایہ تسکین ھے تمہارا مکتوب ۔[۸۰]

۷۹۔ مکتوبات امدادیہ ، نمبر ۲۳

۸۰۔ حیات اشرف ، صفحہ ۷۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

کانپور سے وحشت :

مولانا محمد اشرف علی تھانوی نے زندگی کے کم و بیشتر ۱۴ سال کانپور میں گزارے - لیکن ۱۳۱۳ھ کے اواخر میں مولانا کے دل میں کانپور سے وحشت پیدا ہو گئی اور انہوں نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ اب یہاں نہیں رہنا -

اس طرح حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ پیش گوئی پوری ہو گئی کہ " جب کانپور سے دل برداشتہ ہو تو تھانہ بھون جا بیٹھنا " -[۸۱]

ترک ملازمت :

۱۳۱۳ھ کے آخر میں یہ فیصلہ کر لیا کہ خانقاہ تھانہ بھون کو اپنا گوشہ عافیت بنایا جائے مگر کانپور کے فریفتہ و گرویدہ لوگوں سے بے مروتی بھی گوارا نہ تھی اس لئے خداداد صلاحیت سے اس گتھی کو یوں سلجھایا کہ اتفاقاً ان دنوں مدرسہ کی مالی حالت کچھ خراب تھی - اس بہانہ سے پہلے اپنی تنخواہ سے دست بردار ہوئے پھر اپنی جگہ مولوی اسحاق بردوانی کو مدرس اول بنایا اور اپنے لئے محض سرپرستی کی خدمت رکھ لی اس کے بعد اہل کانپور سے کچھ دن آرام لینے کا عذر کر کے آخر صفر ۱۳۱۵ھ میں خوش خوش کانپور سے چل نکلے اور تھانہ بھون آ کر اس کی اطلاع حاجی صاحب کی خدمتِ اقدس میں پہنچائی - جواب آیا کہ :

۸۱- سیرتِ اشرف ، جلد اوّل ، صفحہ ۲۲۸ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

" بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے آئے امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر

کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا آپ ہمارے مدرسہ کو از سر نو آباد کریں ہر

وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں ۔ اور خیال کرتا ہوں " ۔[82]

یہاں رہ کر مولانا تھانوی وقتاً فوقتاً مدرسہ کانپور کے حالات دریافت فرماتے رہے تاکہ اہل کانپور نہ سمجھنے لگیں کہ آپ نے ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کر لیا ہے مگر جب اطمینان ہو گیا کہ مدرسہ ٹھیک نہج پر چل پڑا ہے اور اب اپنے عزم کے اظہار سے اس میں خلل کا اندیشہ نہیں رہا تو مدرسہ والوں کو لکھ بھیجا ۔۔۔

از قیل و قال مدرسہ حالے دلم گرفت

یکچند نیز خدمت معشوق می کنم

اہل کانپور پر یہ خبر گراں گذری اور لوگوں نے بہت اِصرار کیا حتٰی کہ حاجی صاحب کی خدمت میں سفارش کے لئے لکھا گیا تو آپ نے فریقین کو یہ جواب بھیجا کہ :

" فقیر کے نزدیک مستقل قیام آپ کا تھانہ بھون میں ضروری ہے باقی تعطیل

وغیرہ کسی فرصت میں یا جس وقت طبیعت کچھ گھبرائے تو کانپور کا بھی

دورہ کریں اور ان لوگوں کی خبر گیری کریں اور طالب کے لئے تو تھانہ بھون

کانپور سے کچھ دور نہیں " ۔[83]

۸۲- مکتوباتِ امدادیہ نمبر ۳۲ ، ربیع الثانی ، ۱۳۱۵ھ ۔

۸۳- حیاتِ اشرف ، صفحہ ۸۱ ، ۸۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

مستقل قیام تھانہ بھون :

۱۳۱۵ھ سے مولانا تھانوی کا وہ دور شروع ہوتا ہے جو تاحیات قائم رہا ۔ یعنی مستقل قیامِ تھانہ بھون۔آپ اس معرفت گاہ میں پہنچ کر جس کی رونق مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی کی رحلت،حضرت حافظ ضامن کی شہادت اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی ہجرت کی وجہ سے ماند پڑ چکی تھی پھر باعثِ فروغِ رونق کانپور کا مدرسہ چھوڑا اور والد کی جائیداد مشتبہ سمجھ کر اس سے ایک حبہ بھی نہ لیا ایسی صورت حال میں حضرت مولانا تھانوی توکلاً علی اللہ تھانہ بھون میں بیٹھ گئے ۔ کوئی ذریعہ آمدنی نہ ہونے کی وجہ سے ابتدائی طور پر مقروض بھی ہوئے ۔ لیکن بعد میں اللہ تعالی نے خوشحالی نصیب فرمائی ۔[۸۴]

مولانا پر انقباض کی کیفیت طاری ہو گئی کچھ عزیز و اقارب کی وفات سے یہ کیفیت مزید شدید ہو گئی ۔ بظاہر جسمانی صحت بہت عمدہ تھی لیکن دل بے چینی کا شکار تھا ، مولانا گنگوہی سے اس کیفیت کا اظہار کیا انہوں نے تجویز فرمایا کہ اس کیفیت کے بارے میں سوچا نہ جائے۔لیکن اختلاجِ قلب کے دورے پڑنے لگے ۔ مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ یہ ایک محمود کیفیت ہے جو اللہ کے نیک بندوں پر طاری ہوتی ہے ۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی نے بھی یہی ارشاد فرمایا کہ آپ کی حالت اچھی ہے ..... اس قسم کی گھاٹیاں طالب کو آیا کرتی ہیں انشاء اللہ سب سے پار ہو جاؤ گے " ۔[۸۵]

۸۴۔ حیاتِ اشرف ، جلد اوّل ، صفحہ ۳۹۲ ۔

۸۵۔ مکتوبات نمبر ۳۲ ، ۸ شعبان ۱۳۱۶ھ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مع العسر یسرا :

غرض ایک برس تک یہ غلبۂ ہیبت طاری رہا اور اس خطرناک گھاٹی کو مولانا تھانوی بعجلت تمام عبور کر گئے بقول مولانا غلام محمد ، اہل فن جانتے ہیں کہ اس شدید ہیبت کے بعد کس قدر لازوال اور ترقی پذیر انس میسر آیا ہوگا ۔ اور کیسا رسوخ و تمکن حاصل ہوا ہوگا ۔ کیونکہ ہر تنگی کے بعد فراخی پیدا کرنا اور ہر بلا کے بعد عطا سے سرفراز کرنا اللہ تعالی کی عادت ہے اور اسی لئے اس قسم کی بلائیں بھی جو پیش خیمۂ عطا ہوں ، قابلِ قدر ہوتی ہیں اور اسی لئے شیوخ اپنے مریدوں کو اس پر مبارک باد دیا کرتے ہیں ۔

منکسر المزاجی :

مولانا کی طبیعت میں تواضع بدرجۂ اتم موجود تھی ۔ اس کا اندازہ اس ملفوظ سے کیا جا سکتا ہے :

" یہ قسم کہتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو کسی مسلمان سے حتّٰی کہ ان مسلمانوں سے جن کو لوگ فساق و فجار سمجھتے ہیں فی الحال اور کفار سے بھی احتمالاً فی المآل افضل نہیں سمجھتا اور آخرت میں درجات حاصل ہونے کا کبھی مجھے وسوسہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ درجات تو بڑے لوگوں کو حاصل ہوں گے مجھے تو جنتیوں کی جوتیوں میں بھی جگہ مل جائے تو اللہ کی بڑی رحمت ہوگی اس سے زیادہ کی ہوس نہیں ہوتی اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

اتنی محسوس بھی ہرہنائے استحقاق نہین بلکہ اس لئے کہ دوزخ کے عذاب کا تحمل نہین اور یہ جو مین بضرورت اصلاح زجر و توبیخ کیا کرتا ہون - تو اس وقت میرے سامنے یہ مثال ہوتی ہے کہ جیسے کسی شاہزادہ نے جرم کیا ہو - اور بھنگی جلاد کو حکم شاہی ہوا ہو کہ اس شہزادے کو درے لگائے تو کیا اس بھنگی جلاد کے دل مین درے مارتے وقت کہین یہ بھی وسوسہ ہو سکتا ہے کہ مین اس شہزادے سے افضل ہون - غرض کوئی مومن کیسا ہی بدعمل ہو مین اس کو حقیر نہین سمجھتا بلکہ فوراً یہ مثال پیش نظر ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی حسین اپنے منہ پر سیاہی مل لے تو اس کو جاننے والا کالک کو برا سمجھے گا - لیکن اس حسین کو حسین سمجھے گا - اور دل مین کہے گا کہ جب کبھی بھی صابن سے منہ دھو لے گا پھر اس کا وہی چاند سا منہ نکل آئے گا غرض مجھ کو صرف فعل سے نفرت ہے فاعل سے نہین " - [٨٦]

مسند رشد و ہدایت :

مولانا تھانوی نے خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون مین تین طریقون سے امت مسلمہ کو صراط مستقیم پر گامزن کیا -

١- انبیائی تعلیم

٢- تدبیر اطباء

٣- سیاست بادشاہان

٨٦- حیات اشرف ، صفحہ ٨٩-٩٠

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱) ۔ ابتدائی تعلیم :

اس کا تعارف مولانا تھانوی نے بڑے عجیب انداز میں کرایا ہے وہ فرماتے ہیں :

" یہاں تو ملا بن ہے ہم نہیں جانتے کہ درویشی کیا چیز ہے طالب علم ہیں طالب علم بھی نہیں ۔ بس قرآن و حدیث پر عمل کرنا بتاتے ہیں ۔ پھر اس میں جو کچھ کسی کو ملنا ہوتا ہے اور الحمد اللہ ایسا ملتا ہے کہ " مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ " مگر ظاہر میں کچھ نہیں ، نہ حق ہو ہے ، نہ وجد و حال ہے اور نہ کشف و کرامت ہے ، میرے ہاں ضربیں لگوانے کا دستور نہیں کہ تھوڑی دیر محنت کر لی پھر آزاد پھرتے رہے ۔ میرے یہاں تو وہ آئے جس کو رات دن اپنے نفس پر آرے چلانا ہوں اور قدم قدم پر فکر ہو کہ کون سا کام جائز ہے اور کون سا ناجائز " ۔[۸۷]

ڈاکٹر عبدالحی جو کہ مولانا تھانوی سے مجاز بیعت تھے اور مدت مدید ان کی صحبت میں رہے وہ لکھتے ہیں " اس مجدّدِ وقت نے مسلمانوں میں صحابہؓ کرام کا سا مذاق پیدا کرنا چاہا اور کسی نہ کسی درجہ پیدا بھی کر دیا حصول انسانیت و شرافت کے لئے روح کی پاکیزگی اور باطن کی ترقی اور دنیاوی زندگی کے لئے شریعت و سنت کے معیار کامل کی طرف نشاندھی فرما گئے ۔

۸۷۔ سیرتِ اشرف ، جلد اوّل ، صفحہ ۲۹۲ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت کی تربیت گاہ باطن میں نہ کیفیات و ذوقیات تھیں نہ وجد و حال اور نہ رسمی مراقبے تھے نہ مجاہدے بس اهتمام تھا تو شریعت کے احکامات کی بجاآوری کا تھا ۔ دُھن تھی تو اپنے ہر اندازِ زندگی میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر انداز زندگی کی اتباع کی تھی ۔ فکر تھی تو نفس و شیطان کے مکائد سے بچنے کی تھی ۔ تاکید تھی تو صرف یہ کہ اپنے ظاہر کو بھی پاک و صاف رکھو اور اپنے باطن کو بھی طاہر و طیب " ۔[۸۸]

مولانا عبدالماجد دریا بادی نے جو نقشہ کھینچا ہے وہ نہایت وقیع ہے وہ فرماتے ہیں " بزرگوں کی زیارت کا اتفاق اس سے قبل بھی ہو چکا تھا لکھنئو میں مولانا عین القضاۃ صاحب عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے تارک الدنیا ، زاہد اور ممتاز بزرگ تھے ۔ صفی پورا ناؤ کے شاہ عزیز اللہ بھی اپنے رنگ میں منفرد تھے لیکن یہاں کا مضمون ہی کچھ اور تھا " ۔

بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

حضرت کی شان ہی سب سے الگ ، سب سے نرالی تھی ، نہ فقر و فاقہ نہ تجرد نہ بیوی بچوں کا ترک اور نہ شدید قسم کے مجاہدے اور نہ رسمی درویشی اور مشیخت کے کوئی سے بھی آداب و رسوم بلکہ دیکھنے میں سارا سامان دنیاداری ہی کا موجود ــــ اچھے خاصے پختہ اور بلند مکان نوکر چاکر ، کھانے دو دو تین تین قسم کے

۸۸- ایضاً ۔ صفحہ ۵۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

لباس خاصه اجلا شفاف ، بڑی زبردست ڈاک کی آمد و رفت ، غرض بہ ظاہر ہر طرف دنیا ہی دنیا لیکن وہ دنیا ایسی کہ اس کے ہر جزو پر دین کی حکومت غالب ، طبیعت و بشریت کی بھی آزادیاں لیکن وہی شریعت کی پابندی میں تین دن کے قیام میں ان مادی آنکھوں نے بہت کچھ دیکھ لیا اور دل کی بصیرت نے اپنی بساط کے لائق کچھ نہ کچھ سمجھ بھی لیا اور سب سے بڑھ کر وہ چھپا ہوا معذرت نامہ ، بزرگی کے دعوے نہیں ، درویشی کی تعلیاں نہیں ، مشیخت کی شیخیاں نہیں ، جذب کی شوخیاں نہیں بلکہ الٹا تقصیروں کا اعلان ، لغزشوں کا اشتہار ہائے ہائے اس حدیث کی دلاویزی کا مقابلہ کوئی کہاں کر سکتا ہے ۔ [89]

حکیمانہ تدابیر :

خانقاہ امدادیہ میں مطب اشرفیہ میں نسخے بڑے بڑے بدحال مریضوں کو بھی ملتے تھے یہ نہ تھا کہ اس دربار میں صرف ابرار و اتقیاء آئیں اور محض ذکر و شغل کی تعلیم لے کر چلے جائیں یا فقط شب بیدار تہجد گزار حاضر ہوں اور اوراد و تسبیحات میں اضافہ کر کرا کے واپس ہو جائیں ۔ یہاں گنجائش اسی وسعت قلب اسی خلق و لطف کے ساتھ اشقیاء و اشرار کو بھی تھی ۔ [90]

نفسیاتی طریق علاج بھی پیش نظر رکھتے ۔ جو وظائف و اوراد اس کا معمول ہوتا انہیں جاری رکھنے کی اجازت دے دیتے ۔ دوران گفتگو اس کا نفسیاتی تجزیہ بھی

۸۹۔ عبدالماجد دریا بادی ، مولانا ، حکیم الامت ، لاہور ، ۱۹۷۶ء ، صفحہ ۵۳ ۔

۹۰۔ ایضاً ۔ صفحہ ۵۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

کر لیتے اور اسی کی مناسبت سے اسے روحانی علاج تجویز فرماتے - عزیز واقارب ، اہل خانہ ہمسایوں کے فرائض کی بجا آوری کی پابندی کرواتے - ترک دنیا کی حوصلہ شکنی فرماتے-[91] نفسیاتی طریق علاج کے بارے میں آپ کے طریق کار کے بارے میں مختلف سوانح نگاروں نے اظہار خیال کیا ہے -[92]

اعلان انضباط اوقات :

مولانا تھانوی نے مسند ارشاد پر بیٹھ کر اپنی تمام زندگی اصولوں کے تحت بسر کی ایسے اصول و ضوابط کا یہ فائدہ ہوا کہ انہوں نے بہت کم عرصے میں ان گنت تالیفات و تصنیفات کے علاوہ ہزاروں بندگان خدا کو فیض پہنچایا آپ نے اوقاتِ کار کا اعلان کیاہوا تھا - تاکہ اہلِ جماعت کا حرج نہ ہو اور نہ ہی آپ کو تکلیف ہو - اعلانِ انضباط ان مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل تھا -

۱- صبح سے بارہ بجے تک مجھ کو متفرق ایسے کام رہتے ہیں جو تنہائی میں ہو سکتے ہیں - اس وقت کسی ملنے میں یا بات چیت کرنے میں تکلیف بھی ہے اور حرج بھی ہے -

۲- البتہ اوپر کے دہر سے تین مستثنٰی ہیں ایک وہ شخص جو تازہ آیا ہو اور صرف ملاقات کا مصافحہ کرنا چاہتا ہے - دوسرا وہ جو جا رہا ہے اور صرف رخصت کا مصافحہ کرنا چاہتا ہے - تیسرا وہ شخص جس کو ایسی حاجت

۹۱- سیرتِ اشرف ، جلد اول ، صفحہ ۲۹۶ -

۹۲- ایضاً - صفحہ ۳۰۳-۳۰۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

هو کہ اس مین مہلت نہین ہو سکتی مثلاً درد زہ وغیرہ کا تعویز لینا ہو یا فوری ضرورت کا کوئی مسئلہ پوچھنا ہو ، جس مین تاخیر نہ ہو سکے مگر ان تین شخصون کو چاہیئے کہ آتے ہی کہہ دین کہ ہمارے اس وقت آنے کی یہ وجہ ہے تاکہ معلوم نہ ہونے سے پریشانی نہ ہو ۔

۳- پھر بارہ بجے سے نماز ظہر سے فارغ ہو کر اپنی مجلس مین بیٹھنے تک ۔ میرے قیلولہ و نماز کا وقت ہے اس مین ملاقات سے اور نیز سب خدمات سے معافی چاہتا ہون ۔

۴- پھر جب ظہر پڑھ کر اپنی مجلس مین حاضر ہو جاؤن اس وقت سے عصر کی اذان ہونے تک عام اجازت ہے آنے کی بیٹھنے کی ہر قسم کی بات چیت کی ، تعویز وغیرہ مانگنے کی البتہ جمعہ کا دن تعویز سے مستثنیٰ ہے !

۵- پھر آذانِ عصر سے نماز سے فارغ ہونے تک کے لئے وہی قاعدہ ہے جو قیلولہ کے وقت کا ہے جو نمبر ۳ مین مذکور ہے ۔

۶- پھر عصر سے فارغ ہونے کے بعد سے عشاء سے فارغ ہونے تک کے لئے وہ قاعدہ ہے جو صبح سے ۱۲ بجے تک کے وقت کا ہے جو نمبر (۱) مین مذکور ہے اور وہی لوگ یہان بھی مستثنیٰ ہین جو نمبر ۲ مین مذکور ہین ۔

۷- عشاء کے بعد تو علی الاطلاق معذوری ظاہر ہے باستثنیٰ اضطرارِ شدید ۔

۸- یہ قواعد ان صاحبون کے لئے ہین جو مجمع مین اپنا مقصود ظاہر فرما سکتے ہین اور جو کسی کو کچھ پوشیدہ کہنا ہو اس کے لئے یہ قاعدہ ہے کہ اگر

toobaa-elibrary.blogspot.com

تحریر کو کافی سمجھیں تو میری مجلس سے ملحق سہ دری کی دیوار میں ایک بکس لگا ہے اس میں لکھ کر ڈالیں اور جس موقع پر جواب چاہتے ہیں اس کا پورا پتہ لکھ دیں مثلاً فلاں نمبر کے حجرہ میں یا مسجد کے منبر پر ہمیشہ بعد نماز فجر ایسے پرچے نکالے جاتے ہیں اس طریقہ سے تحریری جواب مل جائے گا اور اگر وہ پوشیدہ بات زبانی ہی کہنا چاہیے تو ایسے ہی پرچہ کے ذریعہ سے تنہائی کا وقت پوچھ لیں میں جو وقت بتلاؤں اس وقت بات کر لیں اور اکثر بعد مغرب کا وقت بتلایا کرتا ہوں ۔

۹- بعض مہمانوں کو میں خاص اجازت دے کر تنہائی کے وقت میں بٹھا تا ہوں ۔ دوسرے حضرات اپنے کو ان پر قیاس نہ کریں اور اسی طرح ایک کو کوئی خدمت پنکھا وغیرہ کی کرتا ہوا دیکھ کر دوسرے اس کی تقلید نہ کریں جب تک خاص اجازت حاصل نہ کر لیں اسی طرح دوسری خدمت بھی بلا صریح اجازت نہ کریں جیسے جوتا اٹھانا یا لوٹا بھر کر رکھنا وغیرہ ۔

۱۰- راستہ میں بھی کوئی صاحب میرے ساتھ نہ چلیں نہ گھر جا کر پکاریں ۔

نوٹ نمبر (۱)
---------- یہ سب قواعد ان صاحبوں کے لئے ہیں جو عقیدت مندی کے تحت آتے ہیں اور جن کو کوئی دوسرا تعلق بھی ہو ان کے لئے یہ ضوابط نہیں البتہ اگر کسی کو کسی خاص قاعدہ کا پابند کر دوں تو اس کو اس کی پابندی لازم ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نوٹ کسی وقت ضرورت سے کچھ ترمیم کر دوں تو ترمیم ہی پر عمل ہوگا ۔
اسی طرح ذاتی ملازموں کے لئے دوسرے ضوابط ہیں جو ان کو بتلا دیئے
گئے ہیں ۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

اسی طرح نو واردین خانقاہ سے تعارف حاصل کرنے کے لئے آپ نے ایک فارم بنا رکھا تھا جس کی خانہ پری کر کے ضروری تعارف بہ سہولت حاصل ہو سکتا تھا ۔ چونکہ آپ مسند ارشاد پر فائز تھے اور ہر پڑھے لکھے اور عوام و خواص کا رجوع سینکڑوں کی نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں تھا اس لئے آپ نے ایسے انوکھے اصول استعمال کئے اور ان کو سکھلایا جن کی وجہ سے زندگی کا سلیقہ و حسن اور اس کی راحت و آسائش ہر ایک کو میسر آ گئی ۔

خود حکیم الامت کی زبانی اس حکمت کو سنیئے ۔

بعض حضرات احقر کے پاس خاص مقصد کے لئے تشریف لاتے ہیں ۔ جن کی بجا آوری ان کے مفصل حالات ضروریہ کے مطلع ہونے پر موقوف ہے ۔ مگر اکثر کا میرے سوال کرنے پر بھی جواب نہیں ملتا یا بہت ہی ناتمام ملتا ہے یا کئی کئی بار کے پوچھنے پر ملتا ہے ۔ جس سے طبعاً اذیت ہوتی ہے اور اذیت سے تنگی و کدورت جو ان کے مقاصد میں مخل ہوتی ہے چونکہ اس کی وجہ پوچھنے پر اکثر نے تصریحاً یہ وجہ بیان کی کہ زبانی سوال سے انتشار ہو جاتا ہے ۔ اس لئے سہولت کے لئے ذیل کا نقشہ تجویز کرتا ہوں کہ یہ نقشہ پیش کر دیا کروں اور وہ اس کی خانہ پری

toobaa-elibrary.blogspot.com

خود یا کسی سے کروا کر مجھ کو عنایت فرما دیا کریں ۔ جانبین کو اس میں راحت ہوگی ۔

نمبر شمار	سوال	جواب
۱۔	نام	
۲۔	وطن اصلی	
۳۔	اس وقت کس مقام سے آنا ہوا اور اس مقام میں کتنا قیام رہا ۔	
۴۔	شغل و وجہ معاش	
۵۔	موروثی زمین تو آپ کے پاس نہیں ۔	
۶۔	علمی استعداد اردو یا عربی یا انگریزی میں کس قدر ہے ۔	
۷۔	اصلی مقصد آنے کا کیا ہے محض ملاقات یا کچھ کہنا اور لکھ کر دینا یا زبانی اور مجمع میں یا تنہائی میں ۔	
۸۔	کسی سے بیعت ہیں یا نہیں اور کس سے اگر مجھ سے بیعت ہیں تو بیعت کو کتنا زمانہ ہوا اور تعلیم کس سے متعلق ہے ۔	

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب	سوال	نمبرشمار
	اگر مجھ سے کچھ خط و کتابت ہوئی ہے تو وہ پاس ہے یا نہیں ؟ اگر ہے تو دکھلادی جائے ۔	۹-
	میرے مواعظ اور رسائل کیا کیا دیکھے ہیں	۱۰-
	کتنا قیام ہوگا	۱۱-
	کہاں قیام ہوگا	۱۲-
	خانقاہ میں اول بار آنا ہوا ہے ۔	۱۳-
	یہاں کے انتظام طعام کی آپ کو خبر ہے یا نہیں ۔	۱۴-
	باہر والا بڑا اعلان قلمی دیکھ لیا یا نہیں ۔	۱۵-

اس کے سوا ہر طبقہ کے افراد کے لئے الگ الگ اصول و ضوابط متعین تھے ۔ اور سب میں یہی روح کار فرما تھی کہ پیر و مرید آنے والے اور ملنے والے دونوں کو راحت ملے ۔ وقت ضائع نہ ہو اور خواہ مخواہ کی ملاقاتیں ختم ہو جائیں اب کوئی انصاف سے بتائے کہ کیا یہی نظم و ضبط انگریزیت ہے ؟ اور کیا اس انضباط کے بغیر بیسیوں تصادم

toobaa-elibrary.blogspot.com

سینکڑوں مواعظ ہزاروں ملفوظات اور روزانہ پچیس پچیس تیس تیس خطوط کے حکیمانہ
جوابات دے سکتے تھے ؟ ۔[۹۳]

چاروں سلسلوں میں بیعت :

مولانا تھانوی اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ العزیز کے طریق انیق اور معمول مقبول کے مطابق طالبین کو بیعت کرتے وقت چاروں سلسلوں میں داخل کرتے تھے تاکہ سب اکابر طریق سے انتساب ہو جائے اور سبکی برکات نصیب ہوں نیز چاروں سلسلوں کے بزرگوں کے ساتھ یکساں اعتقاد رہے اور ایک سلسلہ کے بزرگوں کو دوسرے سلسلوں کے بزرگوں پر فضیلت نہ دیں ۔ جو اس لئے ممنوع ہے کہ اکثر اس تفضیل سے دوسرے بزرگوں کی تنقیص لازم آ جاتی ہے جو ناجائز بھی ہے اور نہایت خطرناک بھی ، کیونکہ بزرگوں کے ساتھ سُوءِ ظن بعض اوقات سوءِ خاتمہ کا سبب بن جاتا ہے ۔ ورنہ برکات سے محرومی تو ضرور ہو ہی جاتی ہے ۔[۹۴]

مولانا تھانوی نے جس طرح شریعت سے بدعات کو مٹایا اسی طرح طریقت سے بدعات کو بھی ختم کیا ۔ تمام خانقاہی رسومات و روایات کو حذف کر دیا اور چاروں سلسلوں کی تعلیم کی تجدید فرماتے تھے کہ :

" یہ نہ سمجھنا کہ کیفیات باطنہ اور مقامات روحانیت ہمارے یہاں نہیں ہیں ۔

۹۳۔ حیاتِ اشرف ، صفحہ ۱۷۳-۱۷۹

۹۴۔ اشرف السوانح ، جلد دوم ، صفحہ ۱۸۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

الحمد للہ سب کچھ ہے کشف و کرامات و تصرفات وغیرہ اپنے مقام پر سب برحق لیکن پھر بھی ان میں مادیت ہے ۔ اللہ تعالٰی نے اہلِ حق کو اس سے بہتر اور قوی و لطیف چیز عنایت فرمائی ہے ۔ وہ ہے روحانیت اس کے بھی لطائف و مدارج ہیں مگر روحانیت کی ترقی منحصر ہے تحصیلِ احکام شرع پر۔کیفیات و مکاشفات کو اس میں کوئی دخل نہیں ساری طریقت اور سلوک کا راز " اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنَ ------ " کے اندر مضمر ہے وہ کون لوگ ہیں جن پر اللہ تعالٰی کے انعامات ہوئے وہ ہیں انبیاء ، صدّیقین ، شہدا اور صالحین انہی کا مسلک اختیار کرو انہی کی تقلید سے تم پر بھی اللہ تعالٰی کے انعامات نازل ہوں گے اور تعلق مع اللہ قوی ہوگا اور ترقی کرے گا اس طرح اِمتدادِ زمانہ سے چاروں سلسلوں میں جو منافرت پیدا ہو گئی تھی اور آپس میں رقابت اور غلط احساس فضیلت پیدا ہو گیا اس کو رفع کیا ۔[۹۵]

بیعت لینے کا طریقہ :

خطبہ ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ---- یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْآ اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَ جَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَ مَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا " ۔

۹۵- بصائرِ حکیم الامت ، صفحہ ۶۱ ، ۶۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کے بعد ہاتھ میں ہاتھ لے کر فرماتے جو میں کہتا جاؤں تم بھی وہ کہتے جاؤ - عورتوں سے فرماتے اپنے دل میں کہتی جاؤ - یہ کہو توبہ کی میں نے شرک سے ، کفر سے بدعت سے ، بڑے اور چھوٹے گناھوں سے اور ایمان لایا میں اللہ پاک پر اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ و سلم پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ عہد کرتا ھوں میں کہ پانچوں وقت کی نماز پڑھوں گا رمضان کے روزے رکھوں گا اگر مال ھوگا تو زکوٰۃ دوں گا زیادہ گنجائش ھوگی تو حج کروں گا اللہؒ رسول کے احکام جہان تک ھو سکے گا بجا لاؤں گا اور جن باتوں سے منع کیا ھے ان کو ھرگز نہ کروں گا اگر خطا ھو جاوے گی تو فوراً توبہ کر لوں گا بیعت ھوتا ھوں میں چاروں سلسلوں میں چشتیہ ، نقشبندیہ ، قادریہ ، سہروردیہ ، اے اللہ ان سب خاندانوں کی برکت نصیب کر اور قیامت میں ان بزرگوں کے ساتھ حشر فرما -[۹۶]

بیعت کے اصول :

۱- قرآن مجید جتنا پڑھا ھے یا جتنا یاد ھے کسی صحیح پڑھنے والے سے صحیح کرانا ھوگا -

۲- بہشتی زیور کے سب حصے یا سات حصے اور بہشتی گوھر اور اصلاح الرسوم اور قصد السبیل پڑھ کر یا سن کر اس کی پابندی کرنا ھوگی -

۳- ابتدائی تعلیم میرے کسی اجازت یافتہ سے حاصل کرنا ھوگی اور جب تک پچیس بار ان سے خط وکتابت نہ ھو چکے براہ راست مجھ سے

۹۶- ایضاً - صفحہ ۲۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

تعلیم کی استدعا نہ کی جائے - [۹۷]

نیز مولانا تھانوی اس وقت تک بیعت نہ کرتے تھے جب تک آپ مناسبت محسوس نہ کر لیتے -

بعض تعلیمی ضابطے :

تعلیم و تربیت کا طریقہ مولانا تھانوی کے یہاں یہ تھا کہ طالب کو ہدایت ہوتی تھی اس معاملہ میں زبانی کوئی گفتگو نہ کرے جو کچھ دریافت کرنا ہو وہ تحریر کے ذریعہ سے کرے چنانچہ ایسے خطوط کے جواب میں ہمیشہ سائل کی عبارت کے سامنے حاشیہ پر تحریر کر دیتے تھے تاکہ سوال و جواب ایک ساتھ رہیں اور بعد میں کوئی مغالطہ نہ ہو یہ بھی ہدایت تھی کہ ہمیشہ جوابی لفافہ بھیجا جائے کارڈ پر حالات لکھنا پسند نہ فرماتے تھے یہ بھی ہدایت تھی کہ خط ہفتہ میں ایک بار لکھا جائے اور ہر خط میں صرف ایک مضمون ہونا چاہیئے - سالک کو اپنے احوال باطنی سوائے اپنے شیخ کے دوسروں پر ظاہر کرنے کی سخت ممانعت تھی یہ بھی ہدایت تھی کہ ہر نئے خط کے ساتھ پچھلا خط بھی ملفوف کیا جائے اور خط کو محفوظ رکھنے کی ہدایت تھی تاکہ آئندہ ان کے مطالعہ سے یادداشت تازہ ہوتی ہے -

حضرت کا یہ بھی انداز تعلیم و تربیت تھا کہ روزانہ کی مجلس میں خاص طور پر ایسے مضامین بیان کرتے جس سے عام طور پر لوگوں کو سابقہ رہتا ہے مثلاً معاشرے کی خرابیاں ، معاملات میں کوتاہیاں ، اخلاق کی کمزوریاں ، ان باتوں کو کچھ ایسے پیرائے سے

۹۷- حیات اشرف ، صفحہ ۲۱۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

حکایات و روایات کے طور پر بیان کرتے کہ ان کے اسباب پر نظر پہنچتی پھر ان کے تدارک کے لئے تدابیر تجویز کرتے جاتے یہ انداز بیان گو عام حالات کے متعلق ہوتا مگر مجلس میں ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ گویا آپ کو اس کے حالات کا کشف ہو رہا ہے اور آپ اس کے دل کی بات بیان فرما رہے ہیں - یہ بات آپ کے لئے عام طور پر مشہور تھی کہ آپ کو کشف ہوتا ہے مگر آپ اکثر اس کی تردید یقین کے ساتھ فرماتے تھے کہ ہرگز یہ معاملہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جس سے کام لیتے ہیں اس کی اعانت فرماتے ہیں اور لوگوں کے حسب حال جو بات ہوتی ہے وہ بیان ہو جاتی ہے - [۹۸]

طالب علم کے لئے چار چیزیں :

طالب کے لئے چار چیزوں کی ضرورت ہے دو بیعت سے پہلے اور دو بیعت کے بعد پہلی دو چیزوں میں اعتقاد و اعتماد ، اگر شیخ پر اعتقاد نہ ہوگا تو فائدہ نہیں ہوگا اعتقاد یہ ہونا چاہیئے کہ اس کی تعلیم و تربیت میرے لئے سب سے انفع ہے دوسرے اعتماد ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ اعتماد نہ ہوگا تو اس کی تعلیم و مشورہ میں خلجان رہے گا - اب دوسری دو جن کی ضرورت بیعت کے بعد ہے وہ ہیں اطلاع و اتباع کیونکہ بدون اطلاع کے شیخ طالب کے لئے کوئی تجویز یا ترمیم کیسے کرے گا اس لئے کہ ہر شیخ کا صاحب کشف ہونا اور صاحب کشف کے لئے ہر وقت کشف ہونا ضروری نہیں کہ بغیر اطلاع کے اس کو خبر ہو جایا کرے پھر اطلاع کے بعد اتباع ہے - کہ جو کچھ

۹۸- بصائر حکیم الامت ، صفحہ ٦٧

toobaa-elibrary.blogspot.com

شیخ نے بتایا ہے بس اس میں کمی بیشی نہ کرے اور اپنی رائے سے کچھ نہ دے - اور اگر امرِ شیخ کے اتباع میں دشواری ہو یا مشقت ہو یا ضرر دیکھے تو اس کی بھی شیخ کو اطلاع کرے وہ کوئی مناسب تجویز کرے گا - [99]

چشمۂ فیض :

آپ نے اصلاح امّت کے لئے مختلف دستور العمل کے ذریعہ اشاعت طریق کا سلسلہ جاری رکھا - آپ کی خواہش تھی کہ :

" میرے سپرد دین کے جتنے کام ہیں وہ سب میرے بعد بھی بدستور چلتے رہیں اور کسی کو میرے نہ ہونے کا اس بناء پر افسوس نہ ہو کہ فلاں دین کا کام اب کون کرے گا - مصلحت سے بھی میں اپنی مختلف دینی خدمات کو وقتاً فوقتاً دوسروں کے سپرد کر کے ادھر ادھر منتقل کرتا رہتا ہوں " - [100]

آپ کی یہ تجویز بہت کار گر ثابت ہوئی اور ایسے متعدد افراد اپنی تکمیل و اصلاح میں پہلے سے کہیں زیادہ فکر مند اور سرگرم ہو گئے جن کی اطلاعات حضرت کو برابر پہنچ رہی تھیں اور جن کی بناء پر حضرت نے اپنی اس تجویز کے مفید ہونے کا اظہار بھی فرمایا - [101]

۹۹- حیاتِ اشرف ، صفحہ ۲۲۰

۱۰۰- سیرتِ اشرف ، جلد دوم ، صفحہ ۳۲۲

۱۰۱- ایضاً - صفحہ ۳۲۳ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

مجازین بیعت :

مجاز بیعت صرف ان اصحاب کو بنایا جاتا تھا جو کہ :

۱- متقی ہوں ، ۲- خود اپنی اصلاح کئے ہوئے ہوں ، ۳- ان کو طریق سے مناسبت پیدا ہو چکی ہو لیکن محض علمی مناسبت نہیں بلکہ حالی ، ۴- ان میں دوسروں کی بھی اصلاح کرنے کی اہلیت پیدا ہو گئی ہو ، ۵- اوصاف مذکور میں ان کو بقدر ضرورت رسوخ بھی حاصل ہو گیا ہو ، ۶- ان سے یہ توقع بھی ہو کہ گو فی الحال ان کو اوصاف مذکورہ میں رسوخ کا درجہ حاصل ہے لیکن وہ آئندہ ترقی کر کے اس رسوخ کا درجہ کاملہ بھی حاصل کر لیں گے -

حضرت کے ہاں اجازت بیعت و تلقین کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ وہ خود پہلے بیعت ہو چکا ہو بلکہ جن میں بیعت و تلقین کی خصوصیات پیدا ہو جائیں ان کو فوراً مجاز بنا دیا جاتا - کیونکہ نفع بیعت پر موقوف نہیں ہوتا بلکہ تعلیم اور اس کے اتباع پر موقوف ہوتا ہے - جو اصل غایت ہے - جن اصحاب کو حضرت والا مجاز بناتے ان کو اس امر کی اطلاع ان کے کسی خط میں تحریر فرما دیتے اور یہ بھی لکھ دیتے کہ اس کی اطلاع اپنے خاص خاص احباب سے بھی کر دی جائے تاکہ وہ لوگ مطلع ہو کر ان سے نفع اٹھا سکیں - اکثر اس عنوانات سے اجازت عطا فرماتے کہ :

" بے ساختہ یہ قلب میں آیا کہ آپ کو بیعت و تلقین کی اجازت دے دی جائے لہذا توکلاً علی اللہ آپ کو اجازت دیتا ہوں - اللہ تعالیٰ نفع کو عام اور تام فرمائے اگر کوئی رجوع کرے تو انکار نہ کریں " -[۱۰۲]

۱۰۲- سیرت اشرف ، جلد دوم ، صفحہ ۳۲۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور ان کا پورا نام اور پتہ اپنے پاس بطور یادداشت تحریر فرما لیتے تھے پھر ان کو تنبیہات وصیت کے تتمات میں جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے تھے ، شائع فرما دیتے تھے تاکہ کوئی غیر مجاز اپنے آپ کو اجازت یافتہ نہ قرار دے سکے اور لوگوں کو دھوکا نہ دے ۔ اس کی ضرورت اس لئے پیدا ہوئی کہ بعض نے خود کو حضرت کا مجاز ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکا دیا تھا اس لئے حضرت فرماتے تھے کہ :

" پہلے زمانہ میں نہ اتنے جھوٹے ہوتے تھے نہ ایسے امور میں جھوٹ بولنے کی جراُت ہوتی تھی اس لئے اس وقت اتنی احتیاط کی ضرورت نہ تھی جتنی اب ضرورت ہے جس کی تصدیق واقعات سے ہوتی ہے نیز اس اشاعت میں یہ بھی مصلحت ہے کہ طالبین کو حضرات اہل اجازت کا علم ہو جائے اور وہ ان سے نفع حاصل کر سکیں " ۔[۱۰۳]

حضرت تھانوی کے مجازین میں بفضلہ تعالی بڑی بڑی مقدس ہستیاں اور بڑے بڑے صاحب احوال رفیعہ و مقامات عالیہ اور اہل علم و تقوٰی گزر چکے ہیں اور موجود ہیں جو اس وقت ہندو ۔ پاکستان اور دیگر ممالک میں نہایت سرگرمی سے طالبین و سالکین کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہیں اور بندگان خدا کو فیض پہنچا رہے ہیں آسمان علم و شہرت پر مہر و ماہ کی طرح چمکنے والے حضرت کے بعض نادر روزگار ، صاحبِ کمال مجازین و منتسبین کے اسمائے گرامی یہ ہیں ۔ علامہ شبیر احمد عثمانی ، مولانا سید سلیمان ندوی ، مولانا مفتی محمد شفیع ، مولانا ظفر احمد عثمانی ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری ،

۱۰۳۔ ایضاً ۔ جلد دوم ، صفحہ ۳۲۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا عبدالباری ندوی ، مولانا شبیر علی تھانوی ، قاری محمد طیب ، مولانا خیر محمد جالندھری ، مولانا عبدالماجد دریا بادی ۔

الفصل السابع

(۹) تصانیف۔ایک مختصر جائزہ ۔

مولانا تھانوی کثیر التصانیف ہیں ان کی تصانیف کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق ۱۲۰۰ کے قریب ہے ۔ ان میں اکثر رسائل نایاب ہیں تاہم جو دستیاب ہیں ان کا اجمالی جائزہ حسب ذیل ہے :

(۱) علم القرآن :

۱-	ترجمہ قرآن	۲-	تفسیر بیان القرآن ۲ جلد
۳-	جمال القرآن	۴-	تجوید القرآن
۵-	آداب القرآن	۶-	یادگار حق القرآن
۷-	متشابہات القرآن	۸-	ظہور القرآن
۹-	اصلاح ترجمہ دہلویہ	۱۰-	اصلاح ترجمۂ حیرت
۱۱-	التواجہ ما یتعلق بالتشابہ	۱۲-	رفع الخلاف فی حکم الاوقاف
۱۳-	سبق الغایات فی نسق آیات	۱۴-	تصویر المقطعات لتیسیر بعض العبارات
۱۵-	وجوہ المثانی (عربی)	۱۶-	زیادات علی کتب الروایات

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۷- ذنابات لنا فی الزیادات

۱۸- تنشیط الطبع فی اجراء السبع

۱۹- تقریر بعض البنات فی التفسیر بعض آیات -

۲۰- رفع البناء فی نفع السماء

۲۱- احسن الاثاث فی النظر الثانی

۲۲- التقصیر فی التفسیر

۲۳- الهادی للحیران فی وادی تفصیل البیان

۲۲- تمهید الفرش فی تحدید العرش

۲۵- تبصیر الزجاج

(۲) علم الحدیث :

۱- جامع الاثار

۲- تابع الاثار

۳- حفظ اربعین

۴- المسک الزکی

۵- الثواب الجلی

۶- اطفاء الفتن

۷- موخرة الظنون

۸- الادراک والتوصل الی حقیقة الاشتراک والتوصل

(۳) عقائد :

۱- اکسیر فی اثبات التقدیر

۲- فروع الایمان

۳- حفظ الایمان

۴- بسط البنان

۵- تغیر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان -

۶- احکام التجلی -

۷- ظهور العدم بنور القدم

۸- طلوع البدر فی سطوح القدر

۹- شق الحبیب فی حق الغیب

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۰- نموذج بعض معتقدات اهل الحوج
۱۱- نافع الاشارة الی منافع الاستخارہ
۱۲- جزاء الاعمال
۱۳- احکام الایقان وغیرہ وغیرہ -

(۴) عبادات :

۱- القول البدیع
۲- زکواۃ الفرض
۳- سراج الزیت الی منہاج البیت
۴- الساعات للطاعات
۵- تعلیم الدین
۶- حیات المسلمین
۷- باب الریان
۸- بیت الدیان
۹- عیش الحیان
۱۰- الخطب الماثورہ
۱۱- خطبات الاحکام
۱۲- کلمۃ القوم فی حکمۃ الصوم

(۵) تصوف :

۱- دخول و خروج بر نزول و عروج
۲- قصد السبیل الی مولی الجلیل
۳- تعلیم الطالب
۴- رفع الشکوک
۵- مسائل السلوک
۶- التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف ۳ حصے
۷- تکمیل التصوف
۸- ملخص الانوار یا التجلی
۹- مسائل مثنوی
۱۰- حقیقت الطریقت
۱۱- النکت الدقیقہ
۱۲- التکشف عن مہمات التصوف
۱۳- تائید الحقیقۃ
۱۴- انوار الوجود فی اطوار الشہود (عربی)
۱۵- التجلی العظیم فی احسن تقویم
۱۶- حق السماع

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۷- کلید مثنوی
۱۸- عرفان حافظ
۱۹- معارف العوارف دو حصے
۲۰- معارف المعارف
۲۱- الابتلا لاهل الاصطفاء
۲۲- تربیت السالک
۲۳- الجلاء والشوق فی الرضا والخوف
۲۴- ارضی الاقوال
۲۵- انوار النظر فی آثار الظفر
۲۶- الیم فی السم
۲۷- الطم فی السم
۲۸- رفع الضیق عن اهل الطریق
۲۹- البصائر فی الدوائر
۳۰- الرفیق فی سواء الطریق دو حصے
۳۱- شمس الفضائل لطمس الرذائل
۳۲- لامع علامات الاولیاء
۳۳- التحریض علی صالح التعریض
۳۴- الارشاد الی مسئلة الاستعداد
۳۵- شجرة المراد
۳۶- الصمصمة فی حکم الوسوسة
۳۷- الاعتدال فی متابعة الرجال
۳۸- القول الفصل فی البعض آثار الوصل
۳۹- تمیز العشق من الفسق
۴۰- مثنوی زیر و بم
۴۱- رونمائے مثنوی
۴۲- حسن العلاج لسوء المزاج
۴۳- اصلاح المزاج - وغیرہ وغیرہ -

(۲) منطق و فلسفه و حکمت :

۱- تلخیص المرقات
۲- تلخیص الشریفیه
۳- تسهیل المعانی
۴- تلخیص المنار
۵- المدار
۶- درایة العصمة

toobaa-elibrary.blogspot.com

٧- تلخيص هداية الحكمة
٨- تلخيص البداية

٩- تذئيل شرح عقائد
١٠- عشرة طروس (يه سب عربى مين هين)

١١- تيسير المنطق -

(٧) علم الكلام :

١- اقامة الطامة على زاعم
٢- الانتباهات المفيدة

٣- تعليم الدين مع تكميل اليقين
٤- المصالح العقلية ، تين جلد

٥- الخطاب المليح فى تحقيق المهدى و المسيح -

٦- قائد قاديان
٧- القول الفاصل

٨- التاديب لمن ليس له
٩- التنبيه الطربى فى تنزيه ابن العربى

١٠- ارسال الجنود الى ارسال الهنود
١١- تقطيف الثمرات فى تخفيف السكرات

١٢- الفتوح فيما يتعلق بالروح
١٣- الحق

١٤- تقديس القدسى عن تدنيس اللبسى
١٥- نهايت الادراك ، فى اقسام الاشراك

١٦- عمارة العالم بامارة الادم
١٧- بلوغ الغاية فى تحقيق خاتم الولاية

١٨- حفظ الحدود لحقوق الجدود
١٩- النعيم فى الجحيم

٢٠- رفع الرحمة من وسع الرحمة
٢١- الكلمة التامة فى النبوة العامة

٢٢- دمع العيون فى تحقيق توبة فرعون (١٦ تا ٢٢ سب عربى مين هين) -

٢٣- القطر الشهيد المعصر الجديد

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۸) اصلاحیات :

۱- تصحیح العلم فی تقبیح الفلم
۲- تحقیق تعلیم انگریزی
۳- التحقیق الفرید فی حکم آلـة التقریب للصوت البعید (لاوڈ سپیکر)
۴- تفصیل الکلام فی حکم تقبیل الاقدام
۵- اصلاح المعتوہ فی تعریف الحرام والمکـروہ -
۶- اصلاح الرسوم
۷- اصلاح الخیال
۸- اصلاح انقلاب ، دو حصے
۹- آداب المعاشرت
۱۰- آداب الاخبار
۱۱- اخبار بینی -
۱۲- افـکار دیدنی
۱۳- فیصلہ هفت مسئلہ
۱۴- نصیحت نامـہ بجواب وصیت نامہ
۱۵- علاج الخیال سجادہ نشینی
۱۶- شذرات الحکم
۱۷- المواهب
۱۸- اغلاط العوام
۱۹- تزیل الطریق

(۹) سیاسیات :

۱- الروضة المناظرہ
۲- حکایات الشکایات
۳- الصحف المنشورہ فی فضائل اعانـة انگورہ -
۴- معاملة المسلمین
۵- صیانـة المسلمین
۶- فـم شارد الابل فی ذم شار رابل
۷- المحفوظ الکبیر للحافظ الصغیر
۸- احقر کے مسلک کی شرح
۹- احکام ایتلاف

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۰- قند دیوبند

۱۱- تلبیس المزاوک فی تصحص اسڑائک (هڑتال)

۱۲- الشکر والدعا بحصر یوم اللقاء -

(۱۰) معاملات :

۱- صفائی معاملات

۲- الحق الصراح فی تحقیق احرت النکاح

۳- التوبیع عن فساد التوزیع(چندہ)

۴- رافع الضنک عن منافع البنک (سود بنک)

۵- کشف العشوۃ عن وجہ الرشوۃ(رشوت)

۶- تحزیر الاخوان عن الربوا (سود)

۷- جلائل الانباء

۸- آداب المعاشرت

۹- رد التوحد فی طلاق ذات التعدد

۱۰- الخطوب المذیبہ للقلوب المنیبہ

۱۱- المہر فی النکاح

۱۲- تعدیل اہل الدہر فی درجۃ تقابل المہر

۱۳- الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد - وغیرہ وغیرہ -

(۱۱) - تذکار :

۱- نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب (یہ اب حبیب خدا کے نام سے شائع ہو گئی ہے) -

۲- شم الطیب

۳- یاد یاران

۴- ذکر محمود

۵- خوان خلیل

۶- الترتیب اللطیف فی قصۃ الکیم واحنیف

۷- سیدنا یوسف

۸- تعلیم الطالب شجرۃ طیبہ چشتیہ عالیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

٩- السدة الجليلة فى الجشتية العلية

١٠- يادگار دربار بر انطر حضرت خواجه اجميری -

١١- حکايات موعظت

١٢- انوار المحسنين

١٣- احسن التفهيم المقولة سيدنا ابراهيم

١٤- تحسين دارالعلوم تزئين انوار النجوم

١٥- شريف الدرايات -

(١٢) - اذکار :

١- خير الدلالة

٢- القول الصحيح فى تحقيق دوازده تسبيح

٣- اوراد رحمانی

٤- الاستبصار فى فضل الاستغفار

٥- قربات عند الله و صلوة الرسول

٦- تتمة قربات عند الله

٧- طريقة مولد شريف

٨- زاد السعيد فى الصلوٰة على النبى

٩- ادراج طلب

١٠- مناجات مقبول ترجمه قربات

(١٣) - فتاوٰى :

١- امداد الفتاوٰى جلدين اولين

٢- امداد الفتاوٰى جلدين آخرين

٣- تتمة اولٰى و ثانيه امداد الفتاوٰى

٤- تتمة ثالثة امداد الفتاوٰى

٥- تتمة رابعة امداد الفتاوٰى

٦- امداد الفتاوٰى تتمه

٧- حوادث الفتاوٰى تتمه

٨- فتاوٰى اشرفيه اول

٩- فتاوٰى اشرفيه دوم

١٠- فتاوٰى اشرفيه سوم

toobaa-elibrary.blogspot.com

١١- تتمة خاتمة امداد الفتاوى

١٢- اكمل الاديان في اسهل اللسان

١٣- الاصل المحرم في فصل المحرم

١٤- مسائل اهل التلبه

١٥- القول الاحلى

١٦- امداد الجنة

(١٤) - اسلاميات :

١- درجة الحسام من اشاعت الاسلام

٢- حقوق الاسلام

٣- حقوق العلم

٤- ارشاد الهائم في حقوق البهائم

٥- شهادة الاقوام

٦- آداب المساجد

٧- تنوير السراج

٨- تعديل حقوق الوالدين

٩- شوق وطن

١٠- تنبيهات وصيت

١١- ظل صفة

١٢- العذر والنذر

١٣- الاستخارة الاحتضار

١٤- وصل السبب في فصل النسب

١٥- بيان الوجوه في اعلان ابن سعود

١٦- اخبار اهل العهد عن آثار اهل الع

١٧- بهشتي گوهر

١٨- بوادر النوادر

١٩- الاسداد لفتنة الارتداد

(١٥) - نسائيات :

١- بهشتي زيور دس حصے

٢- بهشتي گوهر

٣- اصلاح النساء

٤- رفع الارتياب عن مسئلة ثبوت الانساب

٥- كسوة النسوة

٦- ثبات الستور

toobaa-elibrary.blogspot.com

٧- القاء السكينة

٨- الحيلة الناجزة

٩- القول الصواب فى مسئلة الجواب

١٠- كثرة الازواج

(١٦) - صلوات :

١- التقى فى احكام الرقى

٢- اعمال قرآنى

٣- خواص فرقانى

٤- آثار بهتانى

(١٧) - متفرقات :

١- امكات المكر لاوات السكر

٢- تعديل التقويم

٣- ترجيح الراجح

٤- كرامات امداديه

٥- امداد المشتاق

٦- سواد خوبى

٧- الطرائف والظرائف

٨- زوال السنة فى اعمال السنة

٩- نيل الشفاء بنعل المصطفى

١٠- نصح الاخوان فى صروف الزمان

١١- القول الاحكم

١٢- الحكم الحقانى

١٣- صدق الرؤياء

١٤- الشراب السراب

١٥- بناء القبة

١٦- خاتمة بالخير

١٧- تشهف الاسماء

١٨- لوح الالواح

١٩- صور البرانى

٢٠- الجذب من الخطب

٢١- الكلم الدالة

٢٢- زوائد الفوائد

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۳- فرایب الرغائب
۲۴- الرق المنشور
۲۵- جمع الملوک فی قمع الشکوک
۲۶- چار جوئے بہشت
۲۷- تحصین دارالعلوم
۲۸- الکلم الطیب
۲۹- الکلام فی عزل الامام
۳۰- سہمہ سیارہ
۳۱- تضیی بشرع کلام نظیی
۳۲- ثقابات الصب
۳۳- مائۃ دروس
۳۴- اللطائف للطائف
۳۵- اماثل الاقوال لا فاضل الرجال
۳۶- رفع الاغلاط
۳۷- تفصیل محمودیت
۳۸- الشوارق فی الخوارق

(۱۸) - مکتوبات :

۱- خطاب الفدوہ
۲- خطوط خوبی
۳- المعلومات الارشادیہ
۴- مکتوبات امدادیہ
۵- ضیاء الافہام
۶- مکتوب محبوب القلوب
۷- مکتوبات عبرت -

(۱۹) - ملفوظات :

۱- کمالات امدادیہ
۲- المتن الامدادی
۳- حسن العزیز ، چہار حصہ
۴- مقالات حکمت
۵- مبادلات معدلت
۶- مزید المجید
۷- مجالس الحکمت
۸- مقالات حسنہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

٩- الطاعون ٢

١٠- القول الجلیل

١١- السلسبیل لعابری السبیل

١٢- الطائف من اللطائف ؟

١٣- ملفوظات خیرت

١٤- ملحوظات

١٥- مخطوطات

١٦- جدید ملفوظات

١٧- ریاض الفوائد

١٨- حکم الحکیم

١٩- ارشاد الرشید

٢٠- الافاضات الیومیة

٢١- ادب الاعتدال

٢٢- ادب الطریق

٢٣- ادب الترک

٢٤- ادب العشیر

٢٥- ادب الاسلام

٢٦- ادب الاعلام

٢٧- ملفوظات بقلم حافظ صغیر احمد

٢٨- خیر الحضور فی الکانپور

٢٩- خیر العبور فی سفر گورکھپور

٣٠- خیر الحدود

٣١- سفرنامہ بانی پت

٣٢- ذم الخلائق

٣٣- الصناعات فی العبارات

٣٤- المفتاح المعنوی

٣٥- فیوض الخالق

٣٦- نیل المراد

٣٧- سفرنامہ دیوبند

٣٨- سفرنامہ کوئٹہ

٣٩- فضل العزیز

٤٠- رحمۃ العزیز دو جلدین

٤١- بصر الناظر

٤٢- ناظر الباصر

٤٣- اخبار الحقائق

٤٤- وصیة الوصی

toobaa-elibrary.blogspot.com

۴۵- حسن یوسف ، دو حصہ
۴۶- بزم جمشید
۴۷- فوائد الفوائد
۴۸- علو النازل
۴۹- نظر عنایت
۵۰- جبر الکسیر
۵۱- رحمت اعظم
۵۲- اسعاد الاسعد
۵۳- خیر الاختیار فی خیر الاختیار
۵۴- سفرنامہ گنگوہ
۵۵- کلمۃ الحق ، دو جلد
۵۶- سنۃ المعصوم
۵۷- الجلاء عن البلاء
۵۸- فیوض الخالق
۵۹- اسعاد الطالبین
۶۰- تصحیح الخیال
۶۱- کلام الحسن
۶۲- ارمغان عید
۶۳- دنیا کی پستی اور دین کی مستی
۶۴- سرمایۂ ہستی

(۲۰) - تفصیل المواعظ :

۱- حضرت تھانوی کے جو مواعظ ضبط تحریر میں لائے گئے ان کی موضوع اور تفصیل درج ذیل ہے -

(۲۱) - اتباع و اتقاء :

۱- حیات طیبہ
۲- طاعت الاحکام
۳- حق الاطاعۃ
۴- الغالب للطالب
۵- سبیل السعید
۶- الرحیل الی الخلیل
۷- اتباع المنیب
۸- الشریعۃ

toobaa-elibrary.blogspot.com

٩- صلوة الحزن

١٠- سنت ابراهيم

١١- الاتباع

١٢- الطاعة للتقى

١٣- طريق القرب

١٤- العزت

١٥- التقوى

١٦- شرائط الطاعت

(٢٢) اخلاص و ايمان :

١٧- الاخلاص ، حصه اول

١٨- الاخلاص ، حصه دوم

١٩- شرط الايمان

٢٠- شعب الايمان

(٢٣) اتحاد و اخوت :

٢١- الاتفاق

٢٢- الاعتصام بحبل الله

٢٣- اصلاح ذات البين

٢٤- الاخوة

(٢٤) - استغفار :

٢٥- ضرورة التوبة

٢٦- تفصيل التوبه

٢٧- الاستغفار

٢٨- استمرار التوبه

٢٩- الهدى والمغفره

٣٠- آثار الحوبة فى اسرار التوبه

(٢٥) - اسلام :

٣١- تكميل الاسلام

٣٢- احسان الاسلام

toobaa-elibrary.blogspot.com

٣٣- درجات الاسلام

٣٤- الاسلام التحقيقى

٣٥- محاسن الاسلام

٣٦- الدوام على الاسلام

٣٧- الاسلام الحقيقى

٣٨- الاتمام لنعمة الاسلام ، تفس حصے

٣٩- الا الزالة الفتنه

(٢٦) - اخلاق و آداب :

٤٠- سيرة الصوفى

٤١- آداب المساجد

٤٢- اشرف المكالمة

٤٣- السؤال فى الشوال

٤٤- النور

٤٥- الدعوة الى الله

٤٦- الرفع والوضع

٤٧- آداب التبليغ

٤٨- رجاء المغيوب

٤٩- الاشتغال النافع

٥٠- ايفاء العهد

٥١- المحسنات

٥٢- العفة

٥٣- الارادة

٥٤- التوكل

٥٥- احسان التدبير

٥٦- دستور سهارنپور

٥٧- اجابت الداعى

٥٨- الاستقامة

(٢٧) - اصلاح الاعمال :

٥٩- تسهيل الاصلاح

٦٠- تيسير الاصلاح

٦١- التصدى للغير

٦٢- الظاهر

toobaa-elibrary.blogspot.com

٦٣- الباطن

٦٤- المجاهده

٦٥- الارتياب والاغتياب

٦٦- قرب الحساب

٦٧- ذم المكروهات

٦٨- تفاضل الاعمال

٦٩- طروق الحجات

٧٠- الافضاع

٧١- اطباع

(٢٨) - اصلاح النفس :

١- اصلاح النفس

٢- نسيان النفس

٣- مراقبة الارس

٤- ذم الضسان

٥- زكوة النفس

٦- اسباب الغفلت

٧- ازالة الغين عن آلة العين

٨- وعظ جوتها اول

٩- ترك مالا يعني

١٠- مظاهر الاقوال

١١- غض البصر

١٢- تطهير الاعضاء

١٣- حفظ اللسان

١٤- الاتعاظ بالغهر

(٢٩) - ترغيب و ترهيب :

١- جمال الجليل

٢- التوحيد

٣- الوصل والفصل

٤- العزت

٥- رفع الموانع

٦- الوصل والفصل

toobaa-elibrary.blogspot.com

(٣٠) - تسليم و رضا :

١- قطع التمنى
٢- الخلط
٣- المعرق والرحيق
٤- ارضاء الحق دو حصے
٥- التصرف بالتصرف
٦- فناء النفوس
٧- افناء المحبوب

(٣١) - ذكر و فكر :

١- تفصيل الذكر
٢- ذكر الرسول
٣- رواء الضيق
٤- المراقبه
٥- اكبر الاعمال
٦- الذكر
٧- راحت القلوب
٨- التاف
٩- الاسعاد و الابعاد
١٠- رطوبت للسان

(٣٢) - دين و دنيا :

١- ضرورة الاعتناء بالدين
٢- ضرورة العلم بالدين
٣- ضرورة العمل بالدين
٤- الدين الخالص
٥- نفى الحرج
٦- ملت ابراهيم
٧- تفصيل الدين
٨- الحيوة
٩- تأسيس البنيان
١٠- الرضا بالدنيا

toobaa-elibrary.blogspot.com

١١- متاع الدنيا

١٢- مظاهر الكمال

١٣- الفاني

١٤- غروب الدنيا

١٥- الاطمئنان بالدنيا

١٦- الدنيا

١٧- الكمال في الدين للرجال

(٣٣) - دارالاخرت :

١- تكبير الاخرت

٢- الدنيا والاخرة

٣- هم الاخرت

٤- المراد

٥- ترجيح الاخرت

٦- سبيل النجاح

٧- دارالسعود

٨- تجارت آخرت

٩- رجاء اللقاء -

(٣٣) - دعا ودوا :

١- مهمات الدعا ، دو حصر

٢- الاصابة في معنى الاجابة

٣- نشر الرحمة

٤- الدعاء

٥- دواء العيوب

٦- علاج الحرص

٧- الافتتاح

٨- علاج الكبر

٩- حب العاجلة

١٠- الخضوع

١١- الغضب

١٢- عوامل الغضب

١٣- القرض

١٤- اوج فتوح

toobaa-elibrary.blogspot.com

(٣٥) - رد بدعات :

١- تقويم الزيغ

٢- عقل الجاهليـة

٣- نقد اللبيب فى عقد الحبيب

٤- الحضور الامور الصدور

(٣٦) - حدود و حقوق :

١- خير الارشاد فى حقوق العباد

٢- اصلاح اليتامـى

٣- رمضان فى رمضان

٤- حرمات الحدود

٥- الحدود والقيـود

٦- العبـد الربانـى

٧- حقوق البيت

٨- التبشيـر

٩- الاسراف

١٠- كف الاذى

١١- حقوق السراء والضراء

١٢- حقوق المعاشرت

١٣- حفظ الحدود

١٤- حقوق القرآن

١٥- الوقت

١٦- الباب الاولى الالباب

١٧- النفحات فى الاوقات

١٨- النشرة

١٩- الرغبة المرغوبـة

٢٠- التبشيـر

(٣٧) - خيـر و شر :

١- عمل الذرة

٢- الاصدار للفساد

٣- الظلم

٤- مفتاح الخيـر

toobaa-elibrary.blogspot.com

۵- الیتامی

٦- التعاون علی الخیر

(۳۸) - خوف و خشیت :

۱- خواص الخشیت

۲- مواعظ اشرفیه کانپور

۳- العلم والخشیة

۴- مواعظ اشرف (میرٹھ)

۵- ثمرات الخوف

(۳۹) - حرص و ھوس :

۱- ذم الھوی

۲- مبارزة الھوی

۳- الھوی

۴- الھوی و الھدی

(۳۰) - حج و قربانی :

۱- ترغیب الاضحیه

۲- تعظیم الشعائر

۳- روح الحج والحج

۴- السؤال فی شوال

۵- العبرة بذبح البقرہ

٦- تکمیل الانعام فی صور تذبح الانعام

۷- الحج السرور

۸- الحج

۹- روح الارواح

(۳۱) - صبر و شکر :

۱- الصبر

۲- حقیقة الصبر

۳- عاقبة الصبر

۴- الاجر النبیل فی صبر الجمیل

toobaa-elibrary.blogspot.com

٥- الجبر بالصبر

٦- الصبر والصلوة

٧- السهر بالصبر

٨- الشكر

٩- تحقيق الشكر

١٠- شكر المثنى

١١- انعم المرغوبة

١٢- شكر النعمة

١٣- عمل الشكر

١٤- شكر العطاء

(٣٢) - صوم و صلوة :

١- تطهير رمضان

٢- اكمل الصوم والعبد

٣- اختتام العشر الاخير

٤- نداء رمضان

٥- الصيام

٦- شعبان في الشعبان

٧- روح الجوار

٨- روح الافطار

٩- عصم الصدق من رغم الاشواق الدولان في رمضان

١٠- اجر الصام

١١- اجر الصيام بلا حرام

١٢- اكمال العدة

١٣- الاصوات في الصلوت

١٤- مثلث رمضان

١٥- تحصيل الحرام

١٦- اليسر مع العسر

١٧- الصلوة

١٨- التهذيب ، جهد حصى

١٩- المتحقق من القران في رمضان

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳۳) - صحبت بزرگان :

(۳۴) - سلوک و تصوف :

(۳۵) - عبادت :

(۳۶) - علم و عمل :

toobaa-elibrary.blogspot.com

٥- تعميم التعليم

٦- كوثر العلوم

٧- الفاظ القرآن

٨- وعظ شفاء العمى - السؤال

٩- الغاء المجازفـة

١٠- فطار الاحـوال

١١- التواصي بالحق

١٢- الفصل والانفصال

١٣- الاكرمتية بالاطيبيتة والاصالـتـة

١٤- الجناح

١٥- شروط التذكر

١٦- تجديد الامثال بتعدد الاعمال

١٧- تعدد الامثال

١٨- تكميل الاعـمال

١٩- اول الاعمـال

٢٠- آخر الاعمـال

٢١- شورة النساء

٢٢- العمل العلماء

(٣٧) - صدين :

١- روح الصيام

٢- الفطر

٣- نور العهـد

٤- عود العهـد

٥- العهـد والوعـد

(٣٨) - سورة الضحى :

١- الظهور

٢- السرور

٣- الصبور الغور الصدور

٤- الشدور في حق بدر البدور

٥- دور الغور

٦- المورد الفرسخي في الموارد البرزخي

٧- الرجعة على الاشـدة

toobaa-elibrary.blogspot.com

(٤٩) - مال و جاه :

١- احكام بالمال
٢- مظاهر الاموال
٣- انفاق المحبوب
٤- المال والجاه
٥- خير المال للرجال
٦- خير الاثاث للاناث
٧- احكام الجاه

(٥٠) - مضار المعصية :

١- استخفاف المعاصي
٢- ترك المعاصي
٣- مضار المعصية
٤- ترجيح المفسد
٥- الكفاف

(٥١) - مصيبت و راحت :

١- تاديب المحبوبة
٢- التنبيه
٣- التيسير العسير
٤- التراحم في التراحم
٥- الامتحان
٦- الجلاء الابتلاء
٧- الجلاء عن البلاء

(٥٢) - محبت و مروت :

١- مؤاسات الصاحبين ، دو حصے
٢- آثار المحبت
٣- وحدت الحب
٤- اسباب الفتنة
٥- المودة الرحمانية

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۵۳) - موت و حیات :

۱- ذکر الموت

۲- خبر الحیات والممات

۳- التشبہت بمراقبتہ المیت

۴- یقظۃ النائم

(۵۳) - فضائل :

۱- فضائل العلم و الخشیتہ

۲- العلم و العمل

۳- شعبان

۴- راس الاربعین

۵- التعمیم التعلیم القرآن الکریم

۶- اسباب الفضائل

۷- الجمعۃ

۸- العشر

۹- الفضل العظیم

۱۰- الضحایا

۱۱- اشرف العلوم

۱۲- شب مبارک

۱۳- روز مبارک

۱۴- ماہ مبارک

(۵۵) نسوانیات :

۱- اصلاح النسوان

۲- الباقی

۳- العفۃ

۴- الکمال فی الدین للنساء

۵- الاستماع و الاتباع

۶- غایۃ النجاح فی آیۃ النکاح

۷- رفع الالتباس

۸- برکت النکاح

۹- کساء النساء

toobaa-elibrary.blogspot.com

(٥٦) - متفرقات :

١- اصلاح ذات

٢- الخيانة

٣- شوق اللقاء

٤- اصلاح والاصلاح

٥- تحريم المحرم

٦- نيل البر

٧- اقسام الربا

٨- جمال يوسف

٩- الطاعون

١٠- الاستبشار في فضل الاستغفار

١١- الولايات

١٢- الاستعداد

١٣- العاقلات الغافلات

١٤- الدعوى

١٥- العود الى المقاصد

١٦- الاخوة

١٧- اسرار التوحيد

١٨- السكن

١٩- آثار المزاج

٢٠- سنت ابراهيم

٢١- نظام الحديث

٢٢- احدى الحسنيين

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسرا — باب

مولانا تھانوی کے دور کا پس منظر اور تفسیری رجحانات

الفصل اوّل : سیاسی ، دینی و فکری پس منظر

الفصل الثانی : اس دور کے تفسیری رجحانات

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا اشرف علی تھانوی کے دور کا سیاسی ، دینی و علمی پس منظر

مولانا اشرف علی تھانوی کا دور مسلمانوں کے ابتلاء کا زمانہ تھا ۔ وہ کئی جہتوں سے مصائب ، ذہنی دباؤ ، حوصلہ شکن حالات ، معاشی ، معاشرتی اور سیاسی بدحالی اور زوال کا شکار تھے ۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد انگریز نے ہندوؤں کی بجائے مسلمانوں کو انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنایا ۔ ۱۸۵۷ء کا حادثہ مسلمانوں کیلئے کئی پہلوؤں سے مصیبت بن کر آیا ۔ ایک طرف اِس جنگ کے نتیجے میں برِّصغیر سے مسلمانوں کے اقتدار کا مکمّل طور پر خاتمہ ہو گیا ۔ پھر اِس میں مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا تھا لہٰذا ان کا معاشی نقصان بھی ہوا ان کے کاروبار ختم ہو گئے ۔ جانیں بھی انہی کی ضائع ہوئیں ۔ جنگ کے اخراجات بھی انہی کو برداشت کرنا پڑے اور سب سے بڑھ کر جنگ کے بعد انہیں ہی انگریزوں نے انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنایا ۔ اب انگریز کی حکمتِ عملی یہ تھی کہ چونکہ مسلمانوں ہی سے خطرہ تھا کہ وہ ان کے اقتدار کو چیلنج کریں گے اس لئے انگریز نے مسلمانوں کو اپنے ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا اور ان پر ایک طرف معاشرتی سیاسی اور معاشی طور پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا دوسری جانب ان کے عقائد بدلنے ، ان میں سے جہاد اور اسلام کی حقیقی روح ختم کرنے کیلئے باقاعدہ "تحریکِ استشراق" کے نام سے منظم کام کا آغاز کیا ۔ اس تحریک نے کبھی تو اسلام کو بدلو " اور کبھی "مسلمانوں کو بدلو" کی پالیسی کے تحت مسلمانوں کے خلاف ایک نہایت خطرناک تحریک کا آغاز کر دیا ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسری جانب مسلمانوں کو اقتدار کے چھن جانے کا جو صدمہ ہوا تھا وہ اس صدمے سے سنبھل نہیں سکے تھے ۔ اس کے ساتھ ایک طرف انگریز حاکم تھے اور مسلمان محکوم محکومی قوموں کا حوصلہ ( ) ویسے بھی پست ہو جاتا ہے انگریز کا اندازِ حکومت اور ہندوستان میں اس کی آمد کے فوراً بعد اس کا رویہ جارحانہ تھا ۔[1]

برطانوی استعمار کی تحریک ارتداد :

اس وقت مسلمانوں کے بارے میں انگریز کے جارحانہ رویّہ کے بارے میں میلکم لوئس جج عدالت عالیہ مدراس اور ممبر کونسل نے اپنے ایک رسالہ میں لندن سے لکھا :

"ہم نے ہندوستانیوں کی ذاتوں کو ذلیل کیا ، ان کے قانونِ وراثت کو منسوخ کیا ۔ بیاہ شادی کے قاعدوں کو بدل دیا ۔ مذہبی رسم و رواج کی توہین کی اور ان کے عبادت خانوں کی بھی ، جاگیریں ضبط کر لیں ، سرکاری کاغذات میں انہیں کافر لکھا ۔ امراء کی ریاستیں ضبط کر لیں ، لوٹ کھسوٹ سے ملک کو تباہ کیا ، انہیں تکلیف دے کر مالگذاری وصول کی ۔ سب سے اونچے خاندانوں کو برباد کر کے انہیں آوارہ گرد بنانے والے بندوبست کئے " ۔[2]

انیسوین صدی عیسوی ھندوستان سے مسلمانوں کی چھ سو سالہ حکومت کے خاتمہ کے بعد انگریز حکومت کے تسلط کا وہ زمانہ تھا جس میں انگریز ایک طرف تو فریب ، جعل سازی اور ظلم و جبر کے ذریعہ اپنے اقتدار کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی کوشش میں مصروف تھا ۔ دوسری طرف انگریز حکومت نے ھندوستان کے عوام کو عیسائی بنا کر یہاں مستقل پاؤں جمانے کی تدبیر کی انگریزوں نے تمام باشندگان ہند کو عیسائی بنانے کی سکیم بنائی تھی ان کا خیال تھا کہ ھندوستانیوں کو کوئی مددگار اور معاون نصیب نہ ہو سکے گا اس لئے انقیاد و اطاعت سے سرتابی کی جراُت نہ ہو سکے گی ۔ انگریزوں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ مذھبی بنیاد پر حکمرانوں کا باشندوں سے اختلاف تسلط و قبضے کی راہ میں سنگ گران ثابت ہو رہا ہے اس لئے بڑی جانفشانی اور تندھی کے ساتھ مذھب و ملّت سے بیگانہ کرنے کے لئے طرح طرح کے مکر و حیلے کئے گئے انہوں نے بچوں اور نافہموں کو اپنی زبان و دین کی تلقین کے لئے شہروں اور دیہاتوں میں مدرسے قائم کئے اور پچھلے علوم و معارف کے مٹانے کی بڑی کوشش کی ۔ [۳]

(1) ھندوستان کے گلی کوچوں میں شاید ھی کوئی شہر گاؤں یا محلہ ایسا خوش نصیب باقی بچا ہوگا جسے عیسائی مشنری پادریوں نے اپنے منحوس پاؤں سے روندا نہ ہو ۔

ھندوستان کے برطانوی گورنر لارڈ ایلن برانے ڈیوک آف ولنگٹن کو لکھا کہ

" میں اس عقیدے سے چشم پوشی نہیں کر سکتا کہ مسلمان قوم اصولاً ھماری دشمن ھے اس لئے

۳۔ فضل حق خیر آبادی ، الثورۃ الھندیۃ ، لاھور ، ۱۹۵۸ء ، صفحہ ۳۵۶ ، ۳۵۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہماری حقیقی پالیسی یہ ہے کہ ہم ہندوؤں کی رضاجوئی کرتے رہیں" ۔[4]

ہندوستان کی سپریم کونسل کے برطانوی نژاد سر چارلس ٹریلیین جو حکومت برطانیہ میں خاص مقام رکھتے تھے پورے شوق سے کہا کہ میرا یہ یقین ہے اور میں یہ امید بن قائم کئے ہوئے تھا کہ جس طرح یورپ میں ہمارے بزرگ کُل کے کُل ایک ساتھ عیسائی ہو گئے تھے اسی طرح ہندوستان کے کل باشندے بھی ایک ساتھ عیسائی ہو جائیں گے ۔[5]

برطانیہ کی پارلیمنٹ کے رکن مسٹر مینگلس نے آغاز ۱۸۵۷ء میں پارلیمنٹ برطانیہ کے دارالعوام میں تقریر کرتے ہوئے کہا " خداوند تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان کے زیر نگین ہے تاکہ عیسیٰ علیہ السلام کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہراتے ہوئے ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنا چاہیئے اور اس میں کسی طرح تساہل نہ کرنا چاہیئے ۔[6]

مشہور برطانوی لیڈر لارڈ برش نے کہا کہ :

" ان بدمعاش مسلمانوں کو بتا دیا جائے کہ خدا کے حکم سے صرف انگریز ہی ہندوستان پر حکومت کریں گے " ۔[7]

۴۔ لارڈ ایلن براکا ، مکتوب ان ہمیں انڈیا ، ۱۸۴۲ء ، صفحہ ۳۹۹ ۔

۵۔ محمد میاں ، مولانا ، علماءِ حق کے مجاہدانہ کارنامے ، لاہور ، ۱۹۶۹ء ، صفحہ ۲۶

مکتبہ محمودیہ

۶۔ محمد میاں ، مولانا ، علماءِ ہند کا شاندار ماضی ، جلد چہارم ، صفحہ ۳۴ ۔

۷۔ ایضاً ۔ (مکتبہ محمودیہ ، لاہور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسلمان کبھی ایسی گورنمنٹ کے جس کا مذہب دوسرا ہو اچھی رعایا نہیں ہو سکتے ۔[8] برطانیہ کے مغرور وزیر اعظم مسٹر گلیڈ سٹون جس کا یہ جملہ برطانوی دور حکومت میں زبان زدِ عوام تھا کہ " اگر آسمان بھی ہمارے سروں پر (حکومت برطانیہ) پر گرنا چاہے تو ہم سنگینوں کی نوک پر اسے تھام سکتے ہیں " ۔[9]

مسلمان کی عظمت کا سبب پہچان لیا گیا تھا کہ قرآنِ کریم کی تعلیمات فکر انگیز انقلابی قوم کو کسی استعمار کا گماشتہ نہیں بننے دیں گی چنانچہ اسی گلیڈ سٹون نے برطانوی دارالعوام میں قرآنِ کریم کو ہاتھ میں اٹھا کر بلند کیا اور پھر غصے سے زمین پر دے مارا ، اور کہا کہ " جب تک یہ کتاب دنیا میں موجود ہے اس وقت تک برطانیہ دنیا پر حکومت نہیں کر سکتا کیونکہ یہ کتاب جہاد کی تعلیم دیتی ہے اور دنیا کو متمدن اور مہذب نہیں بننے دیتی ۔[10]

برطانیہ کے مغرور وزیر اعظم

عیسائی بنانے کی تراکیب و تدابیر :

برطانوی استعمار نے درج ذیل دو طریقوں سے ہندوستانی قوم کو عیسائی بنانے کی کوشش کی ہندوستان میں انگریز حکومت کے تین ادوار کی مختصر تفصیل ۔

ہندوستان پر انگریزی تسلط کے اصول

سر ولیم ڈگبی ممبر پارلیمنٹ اپنی کتاب " پراسپرس برٹش انڈیا " میں

۸۔ عبدالرشید ارشد ، بیس بڑے مسلمان ، مکتبہ الرشیدیہ ، لاہور ، صفحہ ۱۲۲ ۔

۹۔ ایضاً ۔

۱۰۔ نقشِ حیات ، جلد اول ، صفحہ ۲۰۱

(۵۴ ،۱۹۸۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

انگریزی تسلط کے اصولوں کا نقشہ پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ انگریزی حکومت تین اصولوں کے تحت قائم کی گئی ۔

اول ۔ اقتدار بذریعہ تجارت ۔ یہ دور ۱۷۰۰ سے ۱۷۵۷ء تک جاری رہا ۔

دوم ۔ بذریعہ اطاعت بالجبر ۔ یہ ۱۷۵۷ء سے ۱۸۳۲ء تک رہا ۔

سوم ۔ خوش معاملگی کا دکھاوا اور زور کے ساتھ ہندوستانی قوم کو ادنیٰ حالت میں لازمی طور پر قائم رکھنا ۔ ۱۸۳۲ء تا ۱۹۰۱ء ۔ [11]

سر سید احمد خان نے بغاوت کے بہت سے اسباب گنوائے جن میں سے ایک انگریزوں کی تحریک ارتداد اور دوسرا قلت روزگار چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں :

الف ۔ مداخلت مذہبی کچھ شبہہ نہیں کہ تمام لوگ جاہل اور قابل اور اعلیٰ اور ادنیٰ یقین جانتے تھے کہ ہماری گورنمنٹ کا دلی ارادہ ہے کہ مذہب اور رسم و رواج میں مداخلت کرے اور سب کو کیا ہندو اور کیا مسلمان عیسائی مذہب اور اپنے ملک کے رسم و رواج پر لا ڈالے اور سب سے بڑا سبب اس سرکشی میں یہی ہے ہر شخص دل سے جانتا تھا کہ ہماری گورنمنٹ کے احکام آہستہ آہستہ ظہور میں آتے ہیں اور جو کام کرنا ہوتا ہے رفتہ رفتہ کیا کرتے ہیں اس واسطے دفعتاً اور جبراً

۱۱۔ سرسید احمد خان ، اسباب بغاوت ہند ، کراچی ، ۱۹۸۰ء
صفحہ ۱۱۹-۱۲۰

اردو بازار لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسلمانوں کی طرح دین دلنے کو نہیں کہتے مگر جتنا قابو پا جائیں گے اتنی
مداخلت
مدخالت کرتے جائیں گے اور جو باتیں رفتہ رفتہ ظہور میں آتی گئیں جن کا بیان آگے آئے گا ان کے اس غلط شبہہ کو زیادہ مستحکم اور مضبوط کرتی گئیں - سب کو یقین تھا کہ ہماری گورنمنٹ اعلانیہ جبر مذہب بدلنے پر نہیں کرے گی بلکہ خفیہ تدبیریں کر کے مثل نابود کر دینے علم عربی و سنسکرت کے اور مفلس اور محتاج کر دینے ملک کے اور لوگوں کو جو ان کا مذہب ہے اس کے مسائل سے ناواقف کرکے اور اپنے دین و مذہب کی کتابیں اور مسائل پھیلا کر نوکریوں کا لالچ دے کر لوگوں کو بے دین کر دیں گے -

(ب) - حد سے زیادہ قلت روزگار تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب باغیوں نے لوگوں کو نوکر رکھنا چاہا ، ہزار ہا آدمی نوکری کو جمع ہو گئے اور جیسے بھوکا آدمی قحط کے دنوں میں اناج پر گرتا ہے اس طرح یہ لوگ نوکریوں پر جا گرے - ملحد گرسنہ در خانہ خالی برخوان عقل باور نہ کند کز رمضان اندیشہ این - مفلسی کے سبب لوگوں نے ایک آنہ اور ڈیڑھ آنہ یومیہ یا سیر بھر اناج پر باغیوں کی نوکری کر لی - بہت سے آدمی صرف آنہ ڈیڑھ آنہ یومیہ پر اور بہت سے آدمی بعوض یومیہ ڈیڑھ سیر اناج پاتے تھے - اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستانی رعایا جیسی نوکری کی خواہشمند تھی ویسی ہی مفلسی اور ناداری سے محتاج اور تنگ تھی -[۱۲]

۱۲- ہفت روزہ مدینہ بجنور ، لارڈ میکالے کی تقریر ، ۲۸ جنوری ۱۹۳۲ء -

(۲) دوسرا طریقہ ایسا نصاب تعلیم رائج کرنا جو ہندوستانی عوام کو اگر عیسائی نہ بنا سکے تو ان کو ان کے دین پر بھی قائم نہ رہنے دے ۔ " ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان پیدا کرنا جو رنگ و نسل کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں اور دل و دماغ کے اعتبار سے انگلستانی ہوں ۔[۱۳]

ان حالات میں بعض لوگوں نے تو یہاں تک رائے قائم کر لی کہ :

" اب اسلام ہندوستان میں صرف چند سالوں کا مہمان ہے " ۔[۱۴]

ہندوستان میں مسلمانوں کے اقتدار کا سورج جب ڈوب گیا تو مختلف قسم کے مذہبی فتنے عذاب الٰہی کی صورت میں نمودار ہوئے اور ساون کے مینڈکوں کی طرح بازاروں اور کوچوں ، گلیوں اور محفلوں میں پادری صاحبان جوق در جوق اور جماعت در جماعت گردش کرتے ہوئے اور ایمان لوٹتے کو بے قرار نظر آتے تھے نیز ان کی دیکھا دیکھی ہندو پنڈتوں کو بھی یہ خیال گزرا کہ ہمیں بھی اپنی سی کوشش کر لینی چاہیئے ۔[۱۵]

یہ مشنریاں خود حکومت برطانیہ کے حکم اور اعانت پر یہاں برصغیر کے باشندوں کو مسیحی بنانے آئی تھیں ۔ انڈیا کی سپریم کونسل کے باوقار رکن سر چارلس جو حکومت کی طرف سے گورنری کے بلند عہدہ پر فائز تھا وہ کہا کرتا تھا کہ :

۱۳- اکرام ، محمد شیخ ، موج کوثر ، لاہور ، ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۳۶

۱۴- نقش حیات ، جلد دوم ، صفحہ ۲۱۴

۱۵- بیس بڑے مسلمان ، صفحہ ۱۲۹ مکتبہ رشیدیہ ، لاہور (ط ، ن)

عبدالرشید ارشد ، مولانا

toobaa-elibrary.blogspot.com

"جس طرح ہمارے بزرگ کُل کے کُل ایک ساتھ عیسائی ہو گئے تھے اسی طرح یہاں ہندوستان کے باشندے بھی ایک ساتھ عیسائی ہو جائیں گے" ۔[16]

برطانوی پارلیمنٹ کے ممبر مسٹر مینگلس نے ۱۸۵۷ء کے آغاز میں دارالعوام میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہا کہ :

" خداوند تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان کے زیرِ نگین ہے تاکہ عیسٰی علیہ السّلام کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک لہرائے ہر شخص کو اپنی تمام تر قوّت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشّان کام کی تکمیل میں صرف کر دینی چاہیئے اور اس میں کسی طرح کا تساہل نہیں کرنا چاہیئے ۔ لارڈ برکس نے یہاں تک دعوی کیا تھا کہ اب اسلام چند سالوں کا مہمان ہے" ۔[17]

جیسا کہ ہم گزشتہ اوراق میں بتا چکے ہیں کہ عیسائیت کی وسیع پیمانے پر تبلیغ دیکھ کر ہندوؤں میں بھی جرأت پیدا ہوگئی تھی کہ وہ مذہبی تبلیغ اور اپنے دین کا پرچار کریں ۔ چنانچہ چاند پور کا مذہبی اجتماع اس سلسلے کی ایک کڑی تھی ۔ کہ مشہور شہر شاہ جہان پور کے قریب ایک قصبہ تھا جس کا نام چاند پور تھا وہاں کے ایک ہندو رئیس منشی پیارے لال کبیر پنتھی نے ۱۸۷۶ء (۱۲۹۳ھ) میں ایک مذہبی جلسہ بنام میلہ خدا شناسی مقرر کیا ۔۔۔ اس میں تمام مذاہب کے لوگ شریک ہوئے لیکن اصل گفتگو مسلمانوں اور عیسائیوں میں رہی ۔

۱۶- ایضاً ۔ صفحہ ۱۲۱

۱۷- ایضاً ۔ صفحہ ۱۲۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

"عیسائیوں کی طرف سے ان کے دیگر نامی گرامی پادریوں کے علاوہ پادری نولس صاحب انگلستانی بھی شریک ہوئے ۔ جو بڑے عالم لسان عمدہ مقرر اور چوٹی کے مناظر تھے ۔ پادری نولس کا یہ بنیادی دعوٰی تھا کہ اِسلام مسیحی دین کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتا (معاذ اللہ) اہلِ اسلام کی طرف سے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ ..... وغیرہ وغیرہ شریک ہوئے پہلے دن کے مناظرے میں علماء نے بحث میں حصہ لیا اور دوسرے دن مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ہی شریک ہوئے اور ایسے انداز میں عیسائیت کا رد کیا کہ عیسائی یہ کہتے ہوئے دُم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے کہ آج ہم مغلوب ہو گئے " ۔[۱۸]

مولانا نانوتویؒ مباحثہ شاہ جہان پور میں رقم طراز ہیں کہ :

" مگر ہمارے پادری لوگ گھبراہٹ میں جو دو کتابیں چھوڑ گئے تھے میری تقریر کے دوران پادری جان ٹامس لینے آئے اور گھبرائے ہوئے تھے لوگوں نے کہا پادری صاحب گھبرانے کی کیا ضرورت ہے ایسے گھبرائے کہ کتابیں بھی چھوڑ گئے ۔ ہندوؤں نے عقیدت سے مولانا نانوتوی کے ہاتھوں کو چوما اور ادب سے سلام کرتے رہے "[۱۹]

۱۸- ایضاً ۔ صفحہ ۱۲۹ ۔

۱۹- قاسم نانوتوی ، مولانا ، مباحثہ شاہ جہان پور ، کراچی ، ۱۹۵۸ء ، صفحہ ۱۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسی طرح شاہ جہان پور میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ عیسائیوں اور آریہ سماجیوں دونوں پر غالب رہے ۔ فللہ الحمد ۔

پادری فنڈر کا فتنہ :

پادری ڈاکٹر کارل فنڈر ایک جرمن مشنری تھا ۔ اِسے رُوسی سلطنت نے جورجیا کے قلعے شوشا سے ملک بدر کر دیا تھا ۔ جس نے فارسی میں میزان الحق نامی ایک کتاب شائع کی اور پھر اس کا اردو ترجمہ کیا ۔[20]

یہ پادری فنڈر برِصغیر پہنچا اس وقت مشنریاں بہت سرگرم عمل تھیں یہاں آ کر اس نے تمام تر قوتیں مسلمانوں کے خلاف استعمال میں لانا شروع کیں اس کی دریدہ دہنی سے مسلمانوں کا کوئی بھی بڑا محفوظ نہ رہا یہ دیکھ کر حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے پادری فنڈر سے خط و کتابت شروع کی ۔ ڈاکٹر محمد عبدالقادر خلیل اپنی عربی کتاب " المناظرۃ الکبریٰ " میں لکھتے ہیں :

" لما رای الشیخ رحمت اللہ اشتداد الحملات التنصیریۃ و ان کثیرین و فیھا یسکن زعیم المنصرین فندر و ان المسلمین المخلصین راغبین فی حصول مناظرۃ علمیۃ لکسر شوکۃ المنصرین " ۔[21]

مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے پادری فنڈر کو دعوت مناظرہ دی جسے چند مراحل کے بعد قبول کر لیا گیا اور اکبر آباد آگرہ میں کئی دن کے لئے مناظرہ طے ہوا یہ مناظرہ ۱۱/اپریل

۲۰- ایل بیوین جونز ، لندن ، (ترجمہ) لاہور ، صفحہ ۳۱۳

۲۱- عبدالقادر خلیل ، الدکتور ، المناظرۃ الکبریٰ ، الریاض ، صفحہ ۱۶۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۸۵۴ء کو ہوا تھا ۔ جو اسلام اور عیسائیت کی صداقت اور حقانیت واضح کرنے کے لئے
فیصلہ کن اور تاریخ ہندوستان میں سب سے پہلا اور عظیم الشّان مناظرہ تھا ۔ جس میں
طرفین سے معزّز مسلمان ، ہندو اور انگریز اس مناظرہ کے جج اور منصف قرار دیئے گئے ۔
اللہ تعالیٰ دین کا حامی و ناصر ہے اس نے اپنے دین کی صداقت کا ظاہری سبب مولانا
کیرانوی کو بنایا ۔ تین دن تک مناظرہ ہوتا رہا ......

آخر نتیجہ یہ ہوا کہ پادری فنڈر اپنے چھلیں سمیت رات کی تاریکی
کا فائدہ اٹھا کر بھاگ گیا جب چوتھے دن مناظرے کے لئے پہنچے تو پوری دنیا موجود
تھی مگر فنڈر غائب تھے ۔ ناچار تمام منصفین کو عیسائیت کے خلاف فیصلہ لکھنا پڑا ۔
مولانا کیرانوی نے ردِّ عیسائیت پر "اظہار الحق" نامی کتاب لکھی جس پر تبصرہ کرتے ہوئے
ٹائمز آف لنڈن نے لکھا کہ اگر لوگ یہ کتاب پڑھتے رہے تو عیسائیت کی ترقی دنیا میں
بند ہو جائے گی ۔ "اظہار الحق" نامی کتاب دوسری کئی زبانوں میں تراجم ہوئے ہیں ۔ [۲۲]

ان حالات میں شاہ عبدالعزیز کی زیر قیادت اصلاح امت کے کام کا آغاز ہو چکا
تھا ۔ آپ کے ہم خیال اور دوسرے علماء کی راھنمائی میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی
تھی جو ھندوستان کو انگریزوں کے اقتدار سے نجات دلانا اپنا فرض سمجھتی تھی ۔ [۲۳]
مسلمانوں کے اس زوال کے دوران سید احمد شہیدؒ اصلاح امت کیلئے
کوشاں تھے ۔

۲۲- بیس بڑے مسلمان ، صفحہ ۱۳۰

۲۳- مسلمانوں کا روشن مستقبل ۔ صفحہ ۱۲۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

سید صاحب کے انقلابی پروگرام کی دفعات :

الف ۔ ملک میں دورہ کر کے روحِ انقلاب پیدا کرنا ۔

ب ۔ رضا کار بھرتی کرنا اور ان کو فوجی ٹریننگ دینا ۔

ج ۔ مسلمانوں سے مالیہ خود وصول کرنا ۔ اور انگریز حکومت کو مالیہ فراہم نہ کرنے کا لوگوں میں جذبہ پیدا کرنا ۔

د ۔ دیگر ممالک سے تعلقات پیدا کرنا ۔

ھ ۔ فوجی کارروائی یعنی باضابطہ جنگ ۔

دوسرا گروپ جس کی زمام قیادت خود شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے ہاتھ میں لی اور اپنے بین رسیدہ مریدوں اور شاگردوں کو اس کا رکن بنایا اس کے مقاصد یہ تھے ۔

الف ۔ مرکز کا سنبھالنا ، اس کا فرض تھا ۔

ب ۔ تعلیم و تربیت کا وہ سلسلہ جو شاہ ولی اللہ صاحب کے زمانہ سے جاری تھا اور ہمہ گیر انقلاب کو کامیاب بنانے کے لئے جس کا باقی رکھنا ضروری تھا اسی گروپ کے ذِمّہ تھا ۔

ج ۔ اور جب پہلا گروپ محاذ پر پہنچ جائے ۔ تو ملک کی فضا کو ہموار بنانا نئے رضاکاروں کی بھرتی اور فراہمی مالیہ وغیرہ کے تمام فرائض اسی گروپ کے سپرد تھے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ العزیز کے علاوہ اس گروپ کے خاص خاص رکن یہ علماء تھے مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی ، مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب دہلوی ، مفتی رشید الدین صاحب دہلوی ، مفتی صدر الدین صاحب دہلوی ، مولانا حسن علی صاحب لکھنؤ ، مولانا حسین احمد صاحب ملیح آباد ، مولانا شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی ۔[۲۳]

شاہ عبدالعزیز نے اصلاح المسلمین کے لئے جس تحریک کی بنیاد رکھی اس تحریک کو " حزب ولی اللہ " کا نام دیا گیا ۔ اس تحریک کا مقصد مسلمان امراء علماء اور عوام کو معاشرے کی اصلاح کے لئے تیار کرنا تھا ۔ مخلص اُمراء سے شاہ صاحب صرف یہ چاہتے تھے کہ وہ غیر اسلامی شعائر کو ترک کر کے خدا کے دین کی حفاظت کا فریضہ ادا کریں ۔ سید احمد بریلی شہید نے اس تحریک کو ہندوستان کے کونے کونے میں پھیلا دیا ۔ آپ نے تبلیغ کا کام شروع کیا انہیں تبلیغی دورں میں ہندوستانی مسلمانوں کے تمام حالات سے آگاہ ہوئے ۔ جہاں پر ہندوستان میں آپ کو بڑھتی ہوئی سامراجیت کے سائے نظر آئے ۔ وہاں پر ہندوستان میں مسلمانوں پر سکھوں کے مظالم کی داستانیں بھی سنیں ۔ آپ نے ہندوستان میں اسلامی تشخص کو بچانے کے لئے جہاد کا فیصلہ کر لیا اور ان مجاہدین کی صف آرائی میں مشغول ہو گئے جن کو اسلامی سلطنت کے گرے ہوئے قصر کی آخری مدافعت کرنا تھی۔

ہر جگہ مسلمانوں نے آپ کو دعوت جہاد پر لبیک کہی آپ نے ہندوستان کو

۲۳۔ برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ ، صفحہ ۲۳۲ تا ۲۷۵ ، نیز مہر ، غلام رسول سید احمد شہید ، لاہور جلد دوم ، صفحہ ۳۶۵ تا ۳۸۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

دارالحرب قرار دیا ۔ اور فرمایا کہ مسلمانوں کے زوال کے بعد یہ ملک دارالاسلام نہیں رہا ۔ اور ہندوستان سے غیر مسلموں کو نکالنے کے لئے ہر مسلمان پر جہاد واجب ہے ۔ آپ فوجی نقطۂ نگاہ سے پہلے پنجاب پر قابض ہونا چاہتے تھے اور پنجاب کو ہیڈ کوارٹر بنا کر انگریزوں کے خلاف کارروائی کرنا چاہتے تھے اس تمام جد و جہد کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان میں خدا کا نام بلند ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی سنّت کا احیاء ہو ۔ آپ ان سب قوتوں کے ساتھ لڑنے کے لئے تیار تھے ۔ جو اسلامی سلطنت پر آہستہ آہستہ قابض ہوتی جا رہی تھیں ان میں ہندو سکھ اور انگریز سبھی شامل تھے آپ نے ہندوستان کے جن چیدہ چیدہ راہنماؤں کو خطوط لکھے ان پر آپ نے یہ واضح کر دیا تھا کہ میرے دل میں کبھی یہ خیال نہیں گزرا کہ میں خزانوں کا مالک بنوں ۔ مجھے عزّت و جاہ، امارت اور ریاست مل جائے ۔ اپنے بھائیوں پر حکمران بن جاؤں یا اونچے خاندان والوں سے سلطنتیں چھین لوں اور ان کو ذلیل کروں ۔ آج فریدوں اور تخت سکندری میری نظروں میں جو " کے برابر بھی نہیں ہیں ۔ قیصر و کسریٰ کی سلطنت کا خیال تک دل میں نہیں لایا ۔ صرف یہ آرزو ہے کہ دنیا کے تمام خطّوں میں خدا کے وہ احکام جاری ہو جائیں ۔ جنہیں ہم اسلامی شریعت کہتے ہیں ۔ خدا کا نام بلند ہو اور رسول پاکؐ کی سنّت تازہ ہو صرف اس کام کو تکمیل مقصود ہے خواہ یہ میرے ہاتھوں انجام پائے یا کسی دوسرے کے جو تدبیر اس مقصد کے حاصل ہونے میں مدد دے وہ کرنی چاہتا ہوں ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سید صاحب اگرچہ بظاہر اپنے مقصد میں تو کامیاب نہ ہو سکے لیکن آپ کی تحریک (جہاد) کی صدائے باز گشت برصغیر (پاک و ہند) کے تمام گوشوں میں پہنچ چکی تھی اس نے ملک کی سیاسی و مذہبی زندگی کو بہت متاثر کیا ۔ آپ ایک ایسا نظام (انقلاب) قائم کر گئے جس سے آپ کے مقاصد کی تکمیل (آپ کی) شہادت کے بعد بھی ہوتی رہی ۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور پھر قیام پاکستان (۱۹۴۷ء) اسی سلسلۃ کی ایک کڑی تھی ۔[۲۵]

امام مظلوم سید احمد شہید پر بعض معاندین کا یہ اعتراض کہ تمام لڑائیاں انہوں نے انگریز کے ایماء پر کیں انتہائی لغو ہے ۔ اگر اس ضمن میں شہید مذکور کی کوئی تحریر پیش کی جاتی ہے تو وہ سیاسی تحریرات ہیں جو صرف وقتی طور پر اس انقلابی قوت کو انگریز سے بچانے کے لئے سید صاحب نے اختیار کیں ۔ سید صاحب کا حقیقی مقصد ان کے اس مکتوب سے ظاہر ہے جو انہوں نے شاہزادہ کامران کو لکھا :

باز خود این جانب مع مجاهدین ، صادقین به سمت بلاد هندوستان بنا بر ازالۂ کفر و طغیان متوجه خواهد شد که مقصد اصلی خود هندوستان است ۔[۲۶]

ترجمہ: اس مہم (سرحد و پنجاب) سے فراغت کے بعد یہ خاکسار مع مجاہدین صادقین کفر و طغیان کے ازالہ کی نیت سے ملک ہندوستان کی طرف متوجہ ہوگا ۔ کہ وہی مقصدِ اصلی ہے ۔

۲۵- سید احمد شہید ، جلد اول ، صفحہ ۳۹۰ ۔

۲۶- ایضاً ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس قسم کے خطوط غلام حیدر خان ، مسلمان فوجی آفیسر گوالیار اور دوسرے حضرات کو بھی لکھے ایک طرف تو سید احمد شہید کی تحریک حریت کے اثرات دوسری طرف انگریزوں کی وہ کارستانیاں جو پچھلے اوراق میں گزر چکی ہیں زوروں پر تھیں ۔[۲۷]

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں سید احمد شہید کے پیروکار علماء نے اس نازک موقع پر مجاہدانہ کردار ادا کیا ۔[۲۸]

ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیمی تحریکات :

انگریزوں نے برصغیر میں قدم جمانے کے بعد مسلم اُمّت سے جو سلوک روا رکھا اس کی منظر کشی مصر کے بلند پایۂ مورخ اور ادیب ڈاکٹر عبدالمنعم النمر نے یوں کی ہے :

" واتجھوا الی قلھم والقضاء علیھم بالجھل و کانوا حین دخل الانجلیز الھند ارقی السکان عقلاً و علماً و سیاسةً و حکماً (کما قال مورخوھم) فحاربوا مدارسھم التی کانت منبع الثقافة والعلم فی الھند یتعلم فیھا الھندوس والمسلمون معاً و نزعوا الاوقاف الاسلامیة التی کانت موقوفا علی ھذا المدارس و عمدوا الی الاغنیاء الذین کانت فیھما مساعدة ھذه المدارس

۲۷- مسلمانوں کا روشن مستقبل ، صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۱

۲۸- نقش حیات ، جلد دوم ، صفحہ ۵۲۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

فارھبوھم او اغروھم بالبعد عن الساعدہ حتی کنوا عنھا فاغلق کثیر من المدارس ابوابھا -[29]

ترجمہ : انگریز مسلمانوں کے قتل کے در پے ہو گئے اور انہوں نے ان کو جاھل رکھنے کا فیصلہ کر لیا حالانکہ جب انگریز ھندوستان آئے تھے تو یہاں کے باشندے علم و عقل اور سیاست، حکومت میں بہت آگے تھے انہوں نے ان مدارس کے ساتھ سرد جنگ کا آغاز کیا - حالانکہ یہی مدارس ثقافت و دانش کا سرچشمہ تھے ھندو اور مسلمان ان میں اکٹھے درس لیتے تھے انہوں نے مدارس اسلامیہ کے اوقاف چھین لئے اور مسلمان دولت مندوں کو ان کی اعانت سے باز رھنے کو کہا گیا - یوں اکثر مدارس کے دروازے بند ہو کر رہ گئے - ایسا مورخین نے کہا ھے -

انگریز مورخ ڈبلیو ڈبلیو ھنٹر اقرار کرتا ھے کہ :

" فحین تمکنا من السلطۃ اقدمنا علی التغییر و وضعنا القوانین الجدیدہ و ابطلنا العمل بالشریعۃ الاسلامیۃ و عزلنا القضاۃ والعلماء المسلمین و اغلقنا المدارس الاسلامیۃ " -[30]

ترجمہ : جب ھمیں کامل اقتدار حاصل ہوا تو ھم نے نظام ھی بدل دیا - پرانے قوانین کی جگہ نئے قوانین بنائے، شریعت اسلامیہ کے قوانین کو کالعدم قرار دے دیا، قاضیوں اور مسلم علماء کو معزول کر دیا اور ھم نے اسلامی مدارس کو بند کر دیا -

---

۲۹- عبدالمنعم ، ڈاکٹر ، ابوالکلام آزاد ، قاھرہ ۱۹۶۹ء ، جلد اول ، صفحہ ۲۷

۳۰- تاریخ اسلام فی الھند ، صفحہ ۵۵۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

جب مسلمانوں کے مدارس انگریز نے بند کر دیئے اور انگریزی تعلیم کے ادارے حکومت برطانیہ نے مسلمانوں کے عقائد متزلزل کرنے کے لئے کھول دیئے - ان جدید اداروں میں مسلمان تعلیم حاصل کرنے سے ہچکچاتے تھے ---- کیونکہ !

و کانت هناک المدارس التی انشاها الانجلیز حسب نظامهم و برامجهم ، لکن المسلمین من قبل کانوا یحاربون هذه المدارس و یعملون علی مقاطعتها یحولوا بین الشباب المسلم و بین التربیة الاسلامیة فی هذه المدارس خوفا علی عقلیتهم و روحهم و دینهم - [31]

ترجمہ : یہاں ایسے مدارس جو انگریزوں نے اپنے نظام اور پروگرام کے مطابق کھولے - لیکن مسلمان ان مدارس کا مقابلہ کر رہے تھے اور ان مدارس کے بائیکاٹ کر رہے تھے - کیونکہ یہ نئے مدارس مسلمان نوجوانوں کو اسلامی تربیت سے دور کرنے کے لئے بنائے گئے تھے - ان مدارس سے خطرہ تھا کہ نوجوانان اسلام کی عقل و روح کو مسخ کر دیں گے - اور دین کے متعلق ان کے دلوں میں شکوک پیدا کر دیں گے -

سید طفیل منگلوری نے اپنی کتاب مسلمانوں کا روشن مستقبل میں لکھا ہے :

" بڑی عجیب بات ہے کہ جب مسلمان ان نئے اداروں میں تعلیم کے حصول کے لیے جانے سے ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کر رہے تھے ہندو دھڑا دھڑ ان کی رونق بنتے جا رہے تھے" - [32]

٣١- ابو الکلام آزاد ، جلد اول ، صفحہ ٢٨ -

٣٢- مسلمانوں کا روشن مستقبل ، صفحہ ٢١٠

toobaa-elibrary.blogspot.com

دارالعلوم دیو بند ۱۸۶۶ء :

۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانون مین عام اضمحلال اور بددلی پیدا ہو گئی تھی کہ نہ صرف وہ جدید تعلیم سے ناآشنا ہو رہے تھے بلکہ دینی علوم سے بھی ان کا تعلق ختم ہوتا جا رہا تھا ۔ ایسے مین چند قدسی نفوس نے دین کی روح پیدا کرنے کی غرض سے دیوبند کے مقام پر ایک دینی مدرسہ قائم کیا جو دارالعلوم دیو بند کے نام سے مشہور ہوا ۔ دارالعلوم دیو بند کا قیام جن مقاصد کے لئے عمل مین لایا گیا ان کی تفصیل دارالعلوم کے قدیم دستور مین حسب ذیل بیان کی گئی ہے :

۱- قرآن مجید ، تفسیر ، حدیث ، عقائد و کلام اور ان کے علوم کے متعلقہ ضروری اور مفید فنون عالیہ کی تعلیم دینا اور مسلمانون کو مکمل طور پر اسلامی معلومات بہم پہنچانا رشد و ہدایت اور تبلیغ کے ذریعہ اسلام کی خدمت انجام دینا ۔

۲- اعمال و اخلاق اسلامیہ کی تربیت اور طلباء کی زندگی مین اسلامی روح بیدار کرنا ۔

۳- اسلام کی نشر و اشاعت اور دین کا تحفظ کرنا اور اسلام کے خلاف جملہ فتنون کا مقابلہ کرنا ۔

۴- انگریز کی حکومت کے اثرات سے اجتناب و احتراز اور علم و فکر کی آزادی کو برقرار رکھنا

۵- علوم دینیہ کی اشاعت مختلف مقامات پر دینی ادارے قائم کرنا اور ان کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

دارالعلوم سے الحاق ـ[۳۳]

قاری محمد طیب کے بقول دارالعلوم کے قیام کے مقاصد یہ رہے ہیں :

۱ـ مذہبیت کا فروغ ـ

۲ـ آزادی کا حصول ـ

۳ـ سادگی اور محنت پسندی کی عادت ـ

۴ـ کردار کی تشکیل و تکمیل ـ

۵ـ علمی تحریک بپا کرنا ـ[۳۴]

سفید سامراج دارالعلوم دیوبند کے قیام سے کچھ خوش نہ تھا کیونکہ ــــ اول تو بالعموم تمام عربی مدارس حکومت کی نظروں میں مشتبہ تھے مگر دارالعلوم دیوبند کی طرف نظر عتاب بالخصوص اسی وجہ سے تھی کہ اس کے ہمدردوں اور بانیوں میں وہ لوگ شامل تھے جنھوں نے جنگِ آزادی میں انگریز کو زک پہنچائی تھی اس پر اضافہ یہ ہوا کہ دارالعلوم دیو بند نے کبھی سرکاری امداد قبول نہیں کی اور نہ کبھی ڈپٹی انسپکٹروں کو اپنے ہاں گھسنے دیا ـ[۳۵]

تاریخ شاہد ہے کہ ایشیاء کے اس " ازہر " نے مسلمانوں میں دینی روح پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ـ

۳۳ـ تاریخ دارالعلوم دیو بند ، ساہیوال ، ۱۹۸۰ء ، صفحہ ۵۷ ـ

۳۴ـ ایضاً ـ

۳۵ـ مسلمانوں کا روشن مستقبل ـ صفحہ ۲۰۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

علی گڑھ کالج :

ملازمت یا طلب معاش ہر نئی روح کا بنیادی مسئلہ ہے ہندوستان میں ملازمتوں کا انحصار انگریزی تعلیم پر تھا اور مسلمان اس سے محروم تھے جبکہ ہندو اس میدان میں پیش پیش تھے اس لئے انہیں عروج ملتا جا رہا تھا ۔ اور مسلمانوں کو زوال ، ایک مسلمان راہنما سرسید احمد خان نے اس دکھتی رگ کو پکڑا اور مسلمانوں میں نئی تعلیمی روح پھونک دی بقول ڈاکٹر عبدالمنعم النمر :

" و قد حالت هذه الحالة عنرا من المسلمين لا ينظرون الى الا نجليز و ثقافتهم النظرة العدائية التي يحملها العلماء المجاهدون و من سار على فكرتهم و تاثيرهم من المسلمين و راؤ ان النتيجة الطبيعية لنظرية العلماء هذه ان يتاخر المسلمون عن ركب الثقافة الحديثة بينما يتقدم غيرهم من الهندوس الذى اقبلوا على هذه الثقافة و اخذوا يشار كون شيئا فشيئا فى تسيير جهاز الحكم فى البلاد ۔ فوق ان الاستمرار النظرة العدائية ، بين المسلمين و آسيا و البلاد الحديد سيئودى الى حرمان المسلمين من المشاركة فى خيرات البلاد و وظائفها العامة و هذه من شانه ان يلقى ظلاة كثيفة على مستقبل المسلمين فى الهند " ۔[٣٦]

مولوی سمیع اللہ خان نے جو اس وقت سب جج تھے جلسہ کا اہتمام کیا ۔ ١٨٧٥ء میں علی گڑھ میں ایک سکول کی بنیاد ڈالی گئی جو بعد میں کالج اور پھر یونیورسٹی بن گیا ۔[٣٧]

٣٦۔ ابو الکلام آزاد ، جلد اول ، صفحہ ٢١-٣٢

٣٧۔ مسلمانوں کا روشن مستقبل ۔ صفحہ ٢٣٦

toobaa-elibrary.blogspot.com

علی گڑھ کالج کے قیام کے بعد مسلمانان ہند میں دو قسم کی علمی تحریکات کا چرچا شروع ہوا جو باہمی مناقشہ و مجادلہ پر منتج ہوا دیو بند کا دینی مدرسہ دینی تحریک ، انگریز دشمنی اور حریت کا علمبردار تھا ، جبکہ علی گڑھ کی تحریک جدیدیت مغربیت اور دوائر حکومت میں مسلمانوں کے حقوق طلبی کی آئینہ دار تھی یہ حقیقت ہے کہ اس تحریک سے مسلمانوں میں قومیت کا جذبہ بڑھا اور پسے ہوئے لوگوں کو آگے بڑھنے کا شعور اور سلیقہ مل گیا ۔[۳۸]

دارالعلوم ندوۃ العلماء :

دارالعلوم دیو بند قدامت پسند اور علی گڑھ کالج جدیدیت کا علمبردار تھا۔ مقاصد کی دوری نے دلوں میں فاصلے اور بُعد پیدا کئے ۔ دونوں حلقوں کے عمائدین ایک دوسرے کے خلاف کبھی کبھار بیانات بھی دیتے رہتے تھے اس وقت کچھ زعماء نے اس کمزوری کو بھانپ لیا جو دیوبند و علی گڑھ میں تھی ۔ انہوں نے ایک مدرسہ لکھنئو میں قائم کیا جس کے مقاصد و عزائم یہ تھے ۔

" مندرجہ بالا مدارس قائم ہونے کے پچیس تیس سالوں بعد جبکہ متعدد قومی تحریکیں ملک میں جاری تھیں ندوۃ العلماء کے قیام کی تحریک شروع ہوئی ۔ اس کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ عوام کی اصلاح سے نہیں بلکہ علماء کی اصلاح سے تعلق رکھتی تھی خوش نصیبی سے اس طبقہ میں کچھ وسیع النظر اور انصاف پسند علماء ایسے بھی تھے جو اپنی جماعت کی

۳۸- ایضاً ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کمزوریوں اور قدیم طرز کے نقائص پر غور کر کے اصلاح و تبدیلی کی ضرورت محسوس کرتے تھے چنانچہ اس سلک کے علماء نے مولانا شاہ محمد علی کی قیادت میں اپریل ۱۸۹۴ء میں ایک مجلس مختلف الخیال علماء کی قائم کی - جو ندوۃ العلماء کے نام سے مشہور ہوئی - اس مجلس کے اہم مقاصد دو تھے :

۱- رفع نزاع باھمی

۲- اصلاح نصاب تعلیم - ۳۹

ندوۃ العلماء کی تعلیمی و اصلاحی تحریک بلا شبہ اتنی عظیم ہے کہ شبلی نعمانی ، سید سلیمان ندوی ، سید عبدالسلام ندوی اور سید ابو الحسن علی ندوی اس چاند کے درخشندہ ستارے تھے - جن کی رفعت و عظمت کو چار دانگ عالم نے تسلیم کر لیا -

جامعہ ملیہ دھلی :

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے مقابلہ میں جو درسگاہ ۱۹۲۰ء میں کھولی گئی تھی- اول تو اس کا رویہ مخالفانہ رہا پھر وہ دھلی میں منتقل ہو گئی چونکہ نصاب تعلیم اس کا اپنا تجویز کردہ تھا اور اسے سرکاری امداد حاصل نہ تھی مدتوں اسے سخت مالی مشکلات کا سامنا رہا بالاخر اس کے پرنسپل ڈاکٹر ذاکر حسین خان کے استقلال اور حکیم اجمل خان ، خواجہ عبدالمجید ، تصدق احمد خان شیروانی ، کی امداد اور سرپرستی سے اس میں استقلال پیدا ہو گیا تعلیم و تربیت کے متعلق اس میں جدید تجربے کئے گئے ہیں جن میں کامیابی ہوئی اور کارکنان کی صداقت اور استقامت کی وجہ سے اب اس نے اپنا مسلم تشخص اور اپنی

۳۹- ایضاً - صفحہ ۲۱۰-۲۱۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

قومی پہچان پیدا کر لی ہے ۔ طفیل منگلوری مزید لکھتے ہیں کہ :

" بلاشبہ ۱۹۲۰ء میں علی گڑھ کے دو ٹکڑے ہو جانے سے اس زمانہ میں مسلمانوں میں ہلچل پیدا ہو گئی تھی مگر اب جبکہ جامعہ ملیہ علی گڑھ کالج کے جسم سے علیحدہ ہو کر مثل چاند کے روشن و تاباں ہے تو وہ ہر طرح مادر درسگاہ کے لئے باعث فخر ہے " ۔[۳۰]

یہ سچ ہے کہ پہلے پہلے کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ جامعہ ملیہ ملت مسلمہ کے آسمان پر تابندہ ستارہ بنے گی ۔ مگر تاریخ نے ثابت کر دیا کہ اس جامعہ نے ملت کے تشخص اور آزادی میں بڑا کام کیا ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

الفصل الثانی ---

اس دور کے تفسیری رجحانات

مولانا اشرف علی تھانوی نے بیان القرآن جس دور میں لکھی وہ مذہبی ، سیاسی اور علمی اعتبار سے ایک مخصوص دور تھا - بنیادی طور پر یہ دور مسلمانوں کے ابتلاء کا دور تھا -

اس دور کا پس منظر اور ذہنی و فکری -

۱- اگرچہ تفسیری لٹریچر کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے بہت زیادہ تھا لیکن ایک جامع عالمانہ و محققانہ انداز سے لکھی گئی تفسیر کی ضرورت تھی -

۲- برِصغیر میں مسلمانوں کے اقتدار کے خاتمے اور انگریزی اقتدار کے بعد مسلمان فکری اعتبار سے صدمے سے دوچار تھے -

۳- تحریک استشراق کی شکل میں عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ سرکاری سرپرستی میں جاری تھا - اور اس کے اثرات ارتداد کی شکل میں سامنے آ رہے تھے -

۴- مستشرقین سے متاثر ہو کر متجددانہ اندازِ فکر کا آغاز و فروغ اور ان لوگوں کے ہاتھوں اسلام کی معذرت خواہانہ تعبیر و تشریح کا رجحان -

۵- انکارِ سنت اور قادیانیت کا فروغ -

۶- مسلمانوں کے کلامی مسائل کی بنیاد پر پیدا ہونے والے فرقے اور ان کا دینی لٹریچر نشر ہوا -

۷- تصوف میں افراط و تفریط کا رجحان اور غیر اسلامی اثرات کا تصوف میں نفوذ -

عصبیت یا تعصب

toobaa-elibrary.blogspot.com

۸- تحریکِ اِستشراق ، تحریک تجدد ، فرقہ وارانہ رجحانات کے خلاف راسخ العقیدہ مسلمانوں کی مزاحمتی تحریک ۔

آئندہ سطور میں ہم ان پہلوؤں کا اجمالی تعارف کروائیں گے کہ اس فکری پس منظر میں بیان القرآن کس حد تک کامیاب ہوئی ۔

تفاسیر کا ایک معاصر تفسیری رجحان وہ ہے جسے فراہی مکتب تفسیر کہا جا سکتا ہے ۔ اس مکتب تفسیر کے روح رواں مولانا حمید الدین فراہی ہیں ۔ انہوں نے قرآنِ مجید کے نظم اور ربط کی بنیاد پر تفسیر قرآن کی بنیاد رکھی ۔ انہوں نے قرآن مجید کی ہر سورت اور ہر آیت کے درمیان ایک حیرت انگیز ربط ثابت کیا ۔ یہ اسلوب تفسیر اگرچہ اس سے قبل بھی موجود تھا اور قدیم مفسرین نے اس پہلو پر روشنی ڈالی تھی لیکن مولانا حمید الدین نے جس انداز سے اسے اپنایا وہ بالکل اچھوتا ہے ۔ وہ لکھتے ہیں :

" میں پورے اطمینان کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ نظم کی تلاش میں میں نے کسی شخص کی پیروی نہیں کی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بصیرت ہی میری راہنما رہی ہے ... اللہ تعالیٰ کی توفیق و عنایت سے میں نے اپنی تفسیر "نظام القرآن" میں اس بات کی کوشش کی ہے کہ آیاتِ قرآن کے باہمی تعلق کو واضح کروں اور قرآنِ پاک کی ایک سادہ اور صاف تفسیر لکھ دوں جو ان تمام اختلافات سے پاک ہو جو ہمارے اندر عہدِ نبوت کے بعد پیدا ہوئے ۔ میں نے ہر آیت کا مفہوم اس کی مشابہ دوسری آیات کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

روشنی میں متعین کیا ہے ۔ اور ہر سورت کے نظام کو اس کی تہہ میں

اتر کر اور اس کے سیاق و سباق کو سمجھ کر معلوم کرنے کی کوشش کی ہے ۔

پھر اس جدّ و جہد سے جو کچھ سمجھ میں آیا ہے اسے عقل و نقل سے

پوری طرح مدلّل کیا ہے ۔ مجھ پر نظم کا دروازہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے خاص

فضل سے ...... کھولا اور اس کیلئے میری راہنمائی باہر سے نہیں بلکہ خود

قرآن کے اندر سے ہوئی "۔[1]

مولانا لکھتے ہیں کہ اس انداز سے تفسیر کرنے کے پس منظر میں دو محرکات تھے

ایک یہ کہ تفسیرِ قرآن مجید میں اختلافات اس لئے رونما ہوئے کہ لوگوں نے نظم قرآن کا خیال

نہیں رکھا ۔ نظمِ قرآن (تفسیر قرآن کی) صحیح سمت کو متعین کرنے والی واحد چیز ہے

جس سے اہلِ بدعت و ضلالت اور اَصحابِ تحریف کی کج روی کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

اس کا دوسرا محرّک یہ ہے کہ ملحدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن میں بے نظمی پائی

جاتی ہے۔ علماء اس اعتراض کا جواب نہیں دے پائے ..... میرے لئے یہ ممکن نہیں رہا کہ

اہلِ باطل کو سربلند دیکھتا رہوں اور چپ چاپ بیٹھا رہوں ۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں

کہ ملحدین کا یہ اعتراض بالکل بے بنیاد ہے ۔[2]

اس مکتبِ فکر نے ایک اچھوتے انداز سے تفسیر لکھی لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ

نہ صرف تفسیرِ قرآن بلکہ پورے دین کے بارے میں ایک الگ انداز فکر نے جنم لیا اور اس مکتب فکر

۱۔ حمید الدین فراھی ، مولانا ، مجموعۂ تفاسیر فراھی (مترجم مولانا امین احسن اصلاحی ؛

مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ، پاکستان ، لاھور ، صفحہ ۵۱ ۔

۲۔ ایضاً صفحہ ۵۲ ، ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے کئی ایک مسائل میں باقی علماء سے بنیادی اختلاف کیا ۔

تفسیرِ قرآن مجید کے مآخذ کے بارے میں مولانا حمید الدین نے مسلمہ مآخذ تفسیر سے اختلاف کیا ھے ۔ وہ تمام احادیث کو تفسیر قرآن کا مآخذ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ھیں ۔۔ وہ لکھتے ھیں بعض مآخذ اصل و اساس کی حیثیت رکھتے ھیں اور بعض فرع کی ۔ اصل و اساس کی حیثیت تو صرف قرآن کو حاصل ھے اس کے علاوہ کسی چیز کو یہ حیثیت حاصل نہیں ھے ۔ باقی فرع کی حیثیت سے تین ھیں ۔

۱۔ احادیث ۔

۲۔ قوموں کے ثابت شدہ اور متفق علیہ حالات ۔

۳۔ گزشتہ انبیاء کے صحیفے جو محفوظ ھیں ۔ [۳]

وہ لکھتے ھوں :

" اگر احادیث ، تاریخ اور قدیم صحیفوں میں ظن اور شبہ کو دخل نہ ھوتا تو ھم ان کو فرع کے درجہ میں نہ رکھتے بلکہ سب کی حیثیت اصل کی قرار پاتی اور بلا اختلاف ایک دوسرے کی تائید کرتے ۔ پس جو شخص قرآن کو سمجھنا چاھتا ھے اس کیلئے ضروری ھے کہ وہ روایات کے ذخیرے میں سے ان روایات کو نہ لے جو اصل کو ڈھانے والی ھیں ۔ بعض روایات ایسی ھیں کہ اگر ان کی تاویل نہ کی جائے تو ان کی زد براہ راست اصل پر پڑتی ھے ۔

۳۔ ایضاً ۔ صفحہ ۲۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان سے سلسلۂ نظم درھم برھم ھوتا ھے ۔ لیکن تعجب کی بات یہ ھے کہ بہت سے لوگ آیت کی تاویل تو کر ڈالتے ھیں لیکن روایت کی تاویل کی جرأت نہیں کرتے " ۔[4]

ان کا نقطۂ نگاہ یہ ھے کہ (بقول ان کے) بعض روایات نصوص سے متعارض ھوتی ھیں ھمیں وھی روایات لینی چاھیں جو نصوص سے متعارض نہ ھوں ۔ وہ کہتے ھیں کہ ھمیں ان روایات کے بارے میں محتاط رھنا چاھیئے ۔[5]

اسرائیلیات کے بارے میں ان کا نقطۂ نگاہ یہ ھے کہ :

" اھلِ کتاب کو جو روایات ھمارے ھاں پھیلی ھوئی ھیں ان کے مقابل میں خود اھل کتاب کی تاریخ قابلِ ترجیح ھے کیونکہ مفسرین نے یہ روایات بالعموم ایسے لوگوں سے نقل کی ھیں جو بنی اسرائیل اور ان کے انبیاء کی تاریخ سے بہت کم واقف تھے ۔ پس بہتر یہ ھے کہ ان کے اصل افسانوں کی بجائے ان کی معتبر کتابوں کو ھم مآخذ بنائیں اور انہیں تائید کے طور پر پیش کریں اور جہاں کہیں وہ قرآن سے مختلف ھوں وھاں انہیں چھوڑ دیا جائے " ۔[6]

اور مکتب فکر نے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت ، اعجاز ، نظم اور معانی ،

۴۔ ایضاً ۔ صفحہ ۲۵ ،

۵۔ ایضاً ۔ صفحہ ۲۵ ،

۶۔ ایضاً ۔ صفحہ ۲۲ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

وغیرہ کی بنیاد پر اس کی فوقیت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے -

اس اندازِ تفسیر کے اثرات آگے بھی منتقل ہوئے اس انداز کی سب سے اہم تفسیر "تدبرِ قرآن" ہے - جو مولانا امین احسن اصلاحی نے لکھی ہے - اس میں انہوں نے انہی اصول ہائے تفسیر کو اپنایا جن کا تذکرہ مولانا حمید الدین فراہی نے کیا تھا - مولانا امین احسن اصلاحی نے جو اصولِ تفسیر بیان کئے ہیں ان میں اوّلین ماخذ وہ زبان ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا - اس میں قرآن کا اسلوب اور اس کی فصاحت و بلاغت شامل ہے - دوسرا ماخذ قرآن کا "داخلی نظم" ہے - تیسرا ماخذ خود قرآن مجید ہے کہ اس کا ایک مقام دوسرے مقام کی تفسیر و وضاحت کرتا ہے - چوتھا ماخذ "سنتِ متواترہ و مشہورہ" ہے - مولانا فراہی عام احادیث و روایات اور سنت متواترہ و مشہورہ میں فرق کرتے ہیں - اس کے بعد آپ نے کچھ ظنی ماخذوں کا ذکر کیا ہے - یعنی پہلے چار ماخذ تو یقینی ہیں لیکن اس کے علاوہ ماخذوں میں ظن کا پہلو پایا جاتا ہے - ان ظنی ماخذوں میں سب سے پہلا ماخذ احادیث اور آثارِ صحابہ ہیں - اسی طرح قوموں کے ثابت شدہ حالات بھی ماخذ میں شامل کرتے ہیں - ظنی ماخذوں میں سے تیسرا ماخذ قدیم آسمانی صحیفے ہیں - اس مکتبِ فکر نے عام طبقے "تفسیروں" سے کئی معاملات میں اختلاف کیا اور ان کی تفاسیر میں کئی ایک تفردات پائے جاتے ہیں - مذکورہ بالا اختلاف کے علاوہ انہوں نے رجم کو اسلامی حدود میں شامل نہیں کیا۔[۷]

۷- امین احسن اصلاحی ، مولانا ، مبادی تدبرِ قرآن ، دارالاشاعت الاسلامیہ ، لاہور ، صفحہ ۱۷۱ تا ۱۹۹ (ملخص) -

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس دور کی تفسیر بالرائے میں محمد علی لاہوری کی بیان القرآن بھی ہے۔ مفسر نے ختمِ نبوت اور اس سے متعلقہ مسائل نزول و رفع مسیح وغیرہ میں اپنے مخصوص مکتبِ فکر کے حق میں دلائل دینے کے علاوہ نصوصِ قرآنی سے بے نیاز ہو کر خالص عقلی اور محض عربی زبان و ادب پر انحصار کرتے ہوئے تفسیر لکھی مثلاً

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا ----

کی تفسیر میں نفخ روح سے کیا مراد ہے؟ حضرت آدم کے بارے میں آتا ہے کہ نفخت فیہ من روحی ، پس اگر نفخ روح سے مراد جان ڈالنا لیا جائے تو یہ جان تو حضرت مریم علیہا السلام میں پھونکی گئی ، حالانکہ وہ زندہ تھیں - اس مشکل کو دور کرنے کیلئے مفسرین نے یہ توجیہہ اختیار کی ہے کہ مضاف حذف ہے یعنی مراد ہے فنفخنا فی ابنھا من روحنا ، مگر یہ تاویل بعید ہے - اصل بات یہ ہے کہ یہاں روح سے مراد کلامِ الٰہی ہے یعنی اس میں اپنا کلام پھونکا یا اسے وحی کی۔ یہ تاویل یقیناً رکیک ہے - کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی دوسری جگہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو حضرت آدم کی پیدائش سے مماثل ٹھہرایا ہے اور وہاں یہ مضمون صاف طور پر بیان ہوا ہے کہ میں نے اس میں روح پھونکی۔ [8]

یہ دور مغربی افکار کی مقبولیت اور فروغ کا دور ہے مسلمان مفتوح ہونے کی وجہ سے ذہنی طور پر مغلوب تھے - لہٰذا انہوں نے حکمرانوں کے افکار و نظریات اپنائے

۸- سورۃ التحریم ۱۱ پ ۲۸ - جلد دوم -
محمد علی مولانا - (لاہوری) تفسیر بیان القرآن - مطبوعہ احمدیہ بلڈنگز لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

یورپ میں اس وقت جو ذہنیت اور فکری رجحان غالب تھا اس کی نمایاں خصوصیات میں الحاد و سیکولر ازم (یعنی یہ نظریہ کہ مذہب ایک ذاتی مسئلہ ہے اس کا اجتماعی زندگی کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیئے ۔ اور اسی نظریئے کے نتیجے میں سیاست اور مذہب کی جدائی عمل میں آئی تھی) ۔ مذہب گریزی ، مادہ پرستانہ ذہنیت ، عقلیت پرستی (یعنی یہ نظریہ کہ دنیا میں وہی چیز حق ہے جسے عقل تسلیم کرے ۔ وہ نظریہ یا چیز جو عقل کے احاطے میں آتی ہو ، اس عقلیت پرستی کے رجحان کے تحت درست ٹھہری اور اس کے برعکس ہر وہ نظریہ مسترد کر دیا گیا جو عقل کے معیار پر پورا نہیں اترتا ۔

ان رجحانات نے انسانی سوچ کے بہتے دھارے کو بدل کر رکھ دیا بلکہ اب تو اقدار بھی بدلنے لگیں ۔ معاشرت ، معاش اور سیاسیات میں نئے معیار اور مفید اور غیر مفید کے نئے پیمانے معرضِ وجود میں آ گئے ۔ اس پس منظر کے اثرات دینی فکر پر بھی مرتب ہوئے اور مذہب کی ایک ایسی تعبیر و تشریح کا رجحان پیدا ہوا جس میں سیکولر ازم ، مادہ پرستانہ ذہنیت اور عقلیت پرستی کے اثرات نمایاں دکھائی دیتے ہیں ۔

اسلام کے بارے میں ایک معذرت خواہانہ سوچ نے جنم لیا جس کے نتیجے میں اسلام کے مجموعی تاثر پر گہرے منفی اثرات مرتب ہوئے ۔ معذرت خواہانہ سوچ کے علمبرداروں نے دین کی ایسی تعبیر پیش کی جس میں جدیدیت اور مغربیت کو بالادستی اور فوقیت دی گئی اور دینی سوچ دب کر رہ گئی ۔ تمام اسلاف کی فکری کاوشوں اور شرعی

toobaa-elibrary.blogspot.com

اَحکام میں ان نئی تحقیقات سے بے دھڑک اختیار کرتے ہوئے قرآن ، حدیث اور اقوال سلف کی پرواہ کئے بغیر اسلام کی ایک نئی توجیہہ پیش کی گئی جس کا اصل اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا ۔ اِسی مکتبِ فکر نے معجزات ، جنّت ، دوزخ ، فرشتوں اور کئی دیگر اسلامی مسلّمات کا انکار کر دیا ۔ حضوؐر کے معجزات اور خصوصاً معراج کی تاویلات گھڑی گئیں کہ جن کے بارے میں اَسلاف میں سے کسی کو خیال تک نہ آیا ہوگا ۔

اس سلسلے میں سرسید احمد خان کا اسلوبِ تفسیر بھی قابل ذکر ہے ۔ ان کے اسلوب کے بارے میں تاریخ ادبیات [۹] میں یوں تبصرہ کیا گیا ہے ۔

سرسید نے یہ تفسیر دینِ اسلام اور مغربی علوم میں مصالحت کی خاطر لکھی تھی ۔ ان کے نزدیک مذہب کی صداقت کا معیار یہ تھا کہ اس کی تعلیمات میں کوئی چیز خلافِ فطرتِ اِنسانی اور فطرۃ اللّٰہ کے برعکس نہ ہو ۔ ان کے خیال میں قدیم علم الکلام ناکام ہو چکا تھا اور اس سے لوگوں کے دلوں کو اسلامی تعلیمات کے حوالے سے تشفی حاصل نہیں ہو رہی تھی لہذا ایک نئے علم الکلام کی ضرورت تھی ۔ سرسید نے اس نئے علم الکلام کی بنیاد رکھی ۔ جس کی بنیادی خصوصیت یہ تھی کہ اسلامی عقائد کو فلسفیانہ دلائل سے ثابت کیا جائے ۔ وہ آزادیٔ رائے ، اجتہاد اور عقل پرستی کو رواج دینے میں کامیاب ہو گئے ۔۔ [۹]

سرسید احمد خان کے بارے میں ڈاکٹر سید عبداللّٰہ لکھتے ہیں :

۹ـ تاریخ ادبیات ، پنجاب یونیورسٹی ، لاہور ، جلد نہم ، چوتھا حصّہ ، صفحہ ۹۸ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

" سرسید کے مضامین میں جو فلسفۂ اخلاق پیش ہوا ہے اس کی غایت "طبعیت" اور "عقلیت" ہے - ان کے نزدیک جو چیز دنیاوی طور پر مفید نہیں وہ اچھی بھی نہیں - وہ امام غزالی کی منطق اور عقلی تطبیق کے مداح تو معلوم ہوتے ہیں لیکن امام غزالی کی روحانیت سے انہیں کوئی خاص دلچسپی نہیں ہوتی " - [10]

سرسید احمد مخصوص عقائد کے حامل تھے اور اپنے نقطہ نگاہ کی تائید کیلئے انہیں جہاں کہیں سے کوئی دلیل ملتی ہے وہ اسے اختیار کر لیتے ہیں - "اپنے افکار کے ساتھ موجود الوقت مذہبی مسائل کی تطبیق کرتے وقت انہوں نے جو طریق کار اختیار کیا وہ مزاج اور رنگ و آہنگ میں معتزلہ جیسا ہی ہے -" [11]

انہوں نے جس "علم الکلام" کی بنیاد رکھی اس کا مرکزی خیال یہ تھا کہ عقل ہر چیز پر مقدم ہے - اس لئے انہیں ناروا تاویلات کا سہارا لینا پڑا اور یہ حقیقت نظر انداز کر دی کہ مذہبی زندگی کی اساس روحانی تجربہ اور عقیدہ ہے نہ کہ عقل و قیاس - [12]

سرسید احمد خان کے افکار کے اثرات کے بارے میں تاریخ ادبیات میں لکھا ہے ان کی تحریک کے منفی اثرات میں یہ بات شامل ہے کہ اپنے زمانے کی سائنسی

10- ایضاً - جلد نہم ، حصہ چوتھا ، صفحہ 99 -

11- ایضاً - صفحہ 100

12- ایضاً - صفحہ 105

toobaa-elibrary.blogspot.com

تحقیقات اور ان کے قیاسی نتائج کو یقینی اور قطعی قرار دیا ۔ یہ وہی غلطی تھی جو معتزلہ سے سرزد ہوئی تھی ۔ سرسید جسامت کے تاریک پہلوؤں سے آگاہ نہ تھے اور سائنس کی قوت سے بہت زیادہ متاثر ہوئے تھے ۔ لہذا وہ مذہبی مسائل پر اظہار خیال کرتے وقت عقل و منطق پر ضرورت سے زیادہ زور دیتے تھے ۔

انہوں نے رائے اور قیاس سے قرآنی آیات کا مفہوم معین کیا ۔ انہوں نے اور ان کے متبعین نے ہر آیت یا حدیث کی تاویل کر کے حسب خواہش معانی مراد لئے ہیں ۔[12]

اسی انداز فکر کے اثرات کے بارے میں شیخ اکرام لکھتے ہیں :

" مولوی محمد علی امیر احمدیہ کی تفسیر قرآن بیشتر سرسید ہی کی ترجمانی ہے ۔ حضرت عیسیٰ کے متعلق سرسید کے جو عقائد تھے وہ مرزا غلام احمد نے اختیار کر لئے "۔[13]

سرسید احمد نے احادیث پر تنقید کرتے وقت اعتدال کی راہ سے انحراف کیا ہے ۔ انہوں نے احادیث پر تنقید کرتے وقت بھی اعتدال کا دامن چھوڑ دیا ۔ ان کے انہی خیالات سے متاثر ہو کر "اہلِ قرآن" کا فرقہ معرضِ وجود میں آیا ۔ رسالہ "طلوع اسلام" کے مدیر غلام احمد پرویز ، سرسید احمد خاں کی مہیا کردہ ان ہی بنیادوں پر حدیث

۱۲- ایضاً ۔ صفحہ ۱۰۳ ۔

۱۳- تاریخ ادبیات پاکستان ، جلد دہم ، حصّہ چہارم ، صفحہ ۱۰۳ ۔
اکرام ، شیخ ، موج کوثر ، صفحہ ۸۷ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے خلاف قلعہ بندی میں مصروف ہیں ۔[15]

سرسید احمد خان کے اس اندازِ تفسیر کے ردِعمل کے طور پر راسخ العقیدہ مسلمانوں کی جانب سے کوششیں بھی کی گئیں اور عقل و نقل کی بنیاد پر ان کے عقائد و نظریات کا ردّ کیا گیا ۔ ان تفاسیر میں مولانا عبدالحق حقانی کی تفسیر فتح المنان معروف بہ تفسیر حقانی ، مولانا عبدالماجد دریا بادی کی تفسیر ماجدی ، مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفاسیر اس سلسلے میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ یہ تفاسیر سرسید کے ردّ اور راسخ العقیدہ نقطۂ نگاہ کا عظیم سرمایہ ہیں ۔ یہ جدید تعلیم یافتہ طبقے میں خاصی مقبول ہوئیں ۔ فتح المنان کے علمی مقام کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ خود مولانا اشرف علی تھانوی نے اس سے استفادہ کیا اور اس کا اظہار بھی فرمایا کہ سابقہ امتوں اور قوموں کے حالات کے بارے میں انہوں نے اسی تفسیر سے استفادہ کیا ہے ۔[16]

ان کے علاوہ محمد احتشام الدین مرادآبادی ، عبدالحکیم خان اور وحید الزمان خان حیدر آبادی کی تفاسیر بھی ہیں ۔

انگریز حکومت کے زیر سایہ مسلمانوں کے عقائد کے ردّ اور عیسائیت کی حمایت میں تبلیغ کا آغاز بھی ہوا ۔ اردو زبان میں تراجم قرآن لکھے گئے ۔ امام الدین مسیحی (۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء) اور عماد الدین مسیحی کے تراجم سامنے آئے ۔ انہوں نے جارحانہ انداز سے معجزات ، احادیث اور تفسیرِ قرآن پر عقلی اور تعریضانہ انداز سے بحثیں کیں ۔

۱۵۔ تاریخ ادبیات پاکستان ، جلد نہم ، حصّہ چہارم ، صفحہ ۱۰۲ ۔

۱۶۔ اشرف علی تھانوی ، بیان القرآن ، جلد اوّل ، صفحہ "د" (خطبۂ تفسیر) ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس انداز کے ردِعمل کے طور پر مختلف تفاسیر لکھی گئیں ان میں تفسیر

عمدۃ البیان (عمار علی رئیس سونی پت (م صفر ۱۳۰۴ھ/۱۸۸٦ء) میں اور تفسیر

رؤفی اور مولانا امیر علی کی مواھب الرحمٰن لکھی گئیں ۔

کچھ مخصوص عوامل کے پس منظر میں برصغیر میں کئی ایک کلامی مکاتب فکر معرض

وجود میں آئے اور ہر مکتب فکر نے اپنے اپنے نقطۂ نگاہ کی تائید میں قرآن مجید کی تفاسیر

لکھیں ۔ یہ کلامی مسائل علمی نوعیت کے تھے لیکن بوجوہ یہ مسائل عوامی سطح تک عام کر

دیئے گئے ۔ ہر شخص کے بس میں نہ تھا کہ ان مسائل کی حقیقت کو علمی بنیادوں پر

جان سکے ۔ چنانچہ ان مسائل نے مسلمانوں کے ذھنوں میں اس قدر اھمیت حاصل کر لی

کہ اسلامی احکام پر عمل کرنے کی نسبت ان مسائل کو ھی اصل اسلام سمجھا جانے لگا۔

اور ان مسالک کی بنیادیں اس قدر گہری ہو گئیں ۔ ہر مکتب فکر نے انہی مسائل کی

تائید یا تردید میں لکھنا اپنا فرض اولین قرار دے دیا ۔ ساری اسلامی تحقیقات انہی

کلامی بحثوں کے گرد گردش کرنے لگیں ۔ بلکہ ان کلامی بحثوں میں تخصص رکھنے والے

لوگ پیدا ہوئے ۔

اس طرح دو قسم کی تفاسیر معرض وجود میں آئیں ۔ ایک طبقے اپنے نقطہ

نگاہ کی حمایت اور دوسرے کی مذمت میں لکھا اور یہی انداز تحریر فریق ثانی نے

اختیار کیا ۔

آئندہ ہم مختلف ابواب میں اس پس منظر کے تمام پہلوؤں کے

حوالے سے دیکھیں گے کہ بیان القرآن میں ان پہلوؤں کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے

وہ ان حسی مسائل کے حل میں کیا حیثیت رکھتا ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس تفسیری پس منظر میں بیان القرآن ایک عظیم الشان اضافہ ہے ۔

بیان القرآن اسلاف کی تفاسیر سے استفادہ کرتے ہوئے عصری تفسیری رجحانات میں اصلاح و ترقی کی جانب ایک قدم ہے ۔ عصری تفسیری ادب سے استفادہ بھی ہے اور خود مولانا تھانوی کا تبحرِ علمی اور آپ کے ذہنِ رسا کی کارفرمائیاں بھی موجود ہیں ۔ جس قدر متنوع رجحانات کا احاطہ بیان القرآن میں کیا گیا ، اگر عام طریق تفسیر کے مطابق تفسیر لکھی جاتی تو اس کیلئے طویل جلدیں مطلوب ہوتیں ۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ متعدد تفسیری رجحانات کو نہایت مختصر انداز سے یکجا کر دیا گیا ۔ یہ بات مولانا تھانوی کے
اس بات کی دلیل بھی ہے۔
علمی تبحر اور تعلیماتِ قرآنی پر آپ کی مکمل گرفت کے ساتھ ساتھ دریا کو کوزے میں بند کرنے کی استعداد بھی آپ میں موجود ہے ۔

اس تفسیری پس منظر میں ہم دیکھتے ہیں کہ عصری مسائل و رجحانات پر نہایت جامع ، مدلل اور علمی بحثیں ملتی ہیں ۔ جس قدر فتنے اور مسائل " بیان القرآن کی تالیف کے وقت موجود تھے ، ان کو ذہن میں رکھیں تو اتنے زیادہ محاذوں پر کامیابی سے قلمی جہاد کرنا کچھ آسان کام نہ تھا لیکن مولانا تھانوی ہر محاذ پر عالمانہ بحثیں کرتے ہیں اگر سرسید احمد خان ، مرزا غلام احمد قادیانی ، محمد علی لاہوری ، انکار حدیث کے فتنوں کے خلاف صف آراء دیکھنے ہیں تو سورۃ آلِ عمران کی آیات ۵۵ ، ۵۹ ، سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ایک ، سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۴۰ ، سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۲۱ سورۃ النساء کی آیات ۵۹ تا ۶۵ کی تفسیر کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ برصغیر میں پائے جانے والے کلامی مکاتبِ فکر کے حوالے سے اگر جائزہ لیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اگرچہ مولانا تھانوی ایک مکتب فکر کے نمائندہ ہیں ۔ اس کے باوجود آپ اپنے اسلوب میں عام مناظرانہ انداز ہرگز اختیار نہیں کرتے ۔ اس طرح کے مسائل جن میں مقامی مکاتب فکر نے آپس میں اختلاف کیا ہے اور ایک دوسرے پر بڑے رکیک حملے کئے ہیں ۔ مولانا تھانوی کا اسلوب بڑا معتدل اور عالمانہ ہے ۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۷۳ ، سورۃ النحل کی آیت ۱۱۵ (جہاں " اہل لغیراللہ " کی بحث کی گئی ہے) ۔ نہایت عالمانہ گفتگو کی گئی ہے ۔ اسی طرح کی مثالیں سورۃ الانعام کی آیت ۵۰ سورۃ حم السجدۃ ۲ (مسئلہ نور بشر اور مسئلہ علم غیب) اسی طرح المائدۃ کی آیت ۱۵ اور دیگر ایسے مقامات جہاں سے کلامی بحثیں پیدا کی گئی ہیں ۔ وہاں مولانا غیر ضروری تفصیلات اور مناظرانہ انداز سے اجتناب کرتے ہیں ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا تھانوی کے مقاصد نہایت مثبت تھے اور آپ اپنے اس اصول پر کارفرما ہیں کہ :

لطائف و نکات جن کو تفسیر میں دخل نہ تھا وہ مقصود بالقرآن تھے بالکلیہ مہجور کر دیئے گئے ۔ مقصود اصلی حل قرآن کو رکھا گیا ہے ۔[17]

۱۷ـ بیان القرآن ، جلد اول ، صفحہ " و " (مقدمہ) ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تیسرا ـ باب

بیان القرآن کے نمایاں خصائص

بیان القرآن کے نمایاں پہلو

بیان القرآن کا مقصد تالیف

مآخذ و مصادر

اسلوب

محاورات سے احتراض

قرآن کے مدلول کی بقاء

اقوال مفسرین میں ترجیحی قول کا انتخاب

افادۂ خواص کیلئے حاشیہ

اللغات

النحو

طریق استدلال

بیان القرآن ، تفسیر بالماثورہ یا بالرائے

ماخذ کا جائزہ

اعجاز القرآن اور بیان القرآن

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیان القرآن کے نمایاں خصائص کا تعارف

تفسیر "بیان القرآن" "روح المعانی" کی طرز پر لکھی گئی اردو تفسیر ہے - جہاں اس تفسیر کے مآخذ قابلِ اعتماد اور ثقہ ہیں وہاں ایک تحقیقی شہ پارے کے طور پر اس کی حیثیت مُسلّم ہے - اس کے ساتھ ہی اس کی مقبولیت اس بات کی دلیل ہے کہ اہل علم کیلئے اس میں بیش قیمت علمی سرمایہ موجود ہے - نہ صرف تفسیری ادب میں بلکہ علم الکلام اور تصوّف میں یہ ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے - مفتی محمد شفیع کی تفسیر "معارف القرآن" جو بذات خود ایک علمی و دینی مقام رکھتی ہے، درحقیقت بیان القرآن ہی کی تسہیل و تشریح ہے - اور اس بات کا اعتراف خود محمد شفیعؒ نے فرمایا ہے -[1] اس کے علاوہ بھی بعد کی اُردو تفاسیر بیان القرآن سے بے نیاز نہیں ہو سکیں -

آئندہ سطور میں ہم بیان القرآن کے مختلف پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ پیش کریں گے -

بیان القرآن کا مقصد تالیف :

تفسیر لکھنے کی غرض و غایت مولانا تھانوی یہ بیان کرتے ہیں :

" یہ ابجد خوانِ مکتبِ قرآنی مظہر مدعا ہے کہ بہت زور سے خود بھی اور احباب کے اصرار سے بھی گاہ بگاہ خیال ہوا کرتا تھا کہ کوئی مختصر تفسیر قرآنِ مجید کی لکھی جائے جو ضروریات کو حاوی اور زوائد سے خالی ہو مگر تفاسیر و تراجم کی کثرت دیکھ کر

۱- محمد شفیع مفتی ، معارف القرآن -

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کو امر زائد سمجھا جاتا تھا اسی اثناء میں نئی حالت یہ پیش آئی کہ بعض لوگوں نے محض تجارت کی غرض سے نہایت بے احتیاطی سے قرآن مجید کے ترجمے شائع کرنا شروع کئے جن میں بکثرت مضامین خلافِ قواعدِ شرعیہ بھر دیئے ۔ جن سے عام مسلمانوں کو بہت مضرت پہنچی ہے ۔ چونکہ چھوٹے چھوٹے رسالوں سے ان کے مفاسد پر اطلاع دے کر ان مضرتوں کی روک تھام کرنے کی کوشش کی گئی مگر چونکہ کثرت سے ترجمہ بینی کا مذاق پھیل گیا ہے جو رسالے اس غرض کی تکمیل کے لئے کافی ثابت نہ ہوئے تاوقتیکہ ابناء زمانہ کو کوئی ترجمہ بھی نہ بتلایا جائے جس میں مشغول ہو کر ان تراجم مخترعہ سے بے التفات ہو جائے الحمد للہ تراجم و تفاسیرِ محققین سابقین کے بالخصوص خاندانِ عزیزیہ کے ہیں ہر طرح کافی و وافی ہیں ۔ مگر ناظرین کی حالت و طبیعت کو کیا کیا جائے کہ بعض تفاسیر میں عربی یا فارسی نہ جاننے کی مجبوری بعض تراجم میں اختصار یا زبان بدل جانے کا عذر مانع دلچسپی ہوا ۔ تامل و مشورے سے بھی ضرورت ثابت ہوئی کہ ان لوگوں کو کوئی نیا ترجمہ دیا جائے جس کی زبان و طرز بیان و تقریر مضامین میں ان کے مذاق و ضرورت کا حتی الامکان پورا لحاظ رہے اور ساتھ ہی اس کے کوئی ضروری مضمون خواہ جزو قرآن ہو یا اس کے متعلق ہو رہ نہ جائے ۔ چند روز تک یہ رائے صورت تجویز و پیرایہ تذکرہ میں رہی آخر جب احباب کا تقاضا زیادہ ہوا اور خود بھی اس کی ضرورت روزانہ مشاہدہ و معائنہ میں آنے لگی آخر بنام خدا محض توکلاً علی اللہ پھر اس اطمینان پر کہ اگر میں کسی قابل نہیں ہوں تو کیا ہوا ۔ بزرگانِ عصر اصلاح فرما کر اس کو دیکھنے کے قابل کر دیں گے ۔ آخر ربیع الاول ۱۳۲۰ھ میں اس کو شروع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے امید

toobaa-elibrary.blogspot.com

نام اور نفع انام رکھتا ھوں ۔[۲]

مآخذ و مصادر اور ان سے استفادہ کا طریق کار :

بیان القرآن کے مآخذ و مصادر کے متعلق مولانا تھانوی نے لکھا ھے کہ اس تفسیر کے لکھنے کے وقت یہ کتابیں میرے پاس رھتی تھیں ۔بیضاوی ، جلالین ، تفسیر رحمانی ، الاتقان ، معالم التنزیل ، روح المعانی ، مدارک ، خازن ، تفسیر فتح المنّان ، تفسیر ابن کثیر ، لباب التاویل فی اسرار التنزیل دُرِّ منثور ،الکشاف ، قاموس ، بعض تراجم قرآن و کتب حدیث و فقہ ۔ بیان القرآن اور تفاسیر قدماء کے عنوان کے تحت آئندہ ان تفاسیر پر سیر حاصل بحث ھوگی ۔ کتب سماوی کے سلسلہ میں جو بھی تحقیقات ھیں وہ تفسیر حقانی سے مآخوذ ھیں اس کی وجہ مولانا تھانوی یہ بیان کرتے ھیں کہ انھیں مباحث متعلقہ کتب سماویہ کے مطالعہ کا موقع نہیں ملا اس لئے ایسے مضامین کو تفسیر حقانی سے نقل کر دیا گیا ھے ۔[۳]

رواج چل نکلا ھے کہ دنیاوی علوم میں بھی تخصیص اور متخصصین کا دینی علوم میں بھی دیگر علوم کی طرح مختلف فنون اور شعبہ جات میں سے علماء اسلام نے بعض شعبوں کو اپنے لئے مختص کر لیا ھے کتب سماویہ پر تحقیق بھی ایک مستقل شعبہ ھے مولانا تھانوی علم الکلام ،منطق ، تفسیر اور تصوف پر کام کر رھے تھے اس لئے انھوں نے کتب سماویہ کے مباحث کے مطالعہ میں وقت صرف کرنے کی بجائے اس کو بہتر سمجھا کہ اپنے متقدم

۲۔ اشرف علی تھانوی ، مولانا ، خطبہ تفسیر بیان القرآن ، صفحہ ۲ ۔

۳۔ اشرف علی تھانوی ، مولانا ، مقدمہ تفسیر بیان القرآن ، صفحہ ۲ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مفسر صاحب تفسیر حقانی سے ان تمام مباحث کو نقل کر دیا جو اس شعبہ میں مہارت رکھتے

تھے - یہ مولانا تھانوی کی احتیاط اور علمی عظمت کا بین ثبوت ہے -

اسلوب تفہیم و طرز نگارش :

بیان القرآن کے مقدمہ میں مولانا تھانوی نے اپنا اسلوب مفصل بیان کیا ہے

جس کا اجمالی و تفصیلی جائزہ حسب ذیل ہے - اپنے اسلوب و طرز کو بیان کرتے ہوئے

مولانا تھانوی لکھتے ہیں :

۱- اوّل قرآن مجید کا آسان ترجمہ کیا ہے - جس میں قابلِ فہم ہونے کے ساتھ

تحت لفظی کی بھی رعایت کی ہے -

۲- دوئم --- ترجمہ میں خالص محاورات استعمال نہیں کئے گئے دو وجہ سے ،

اول تو میں فصاحتی ہوں محاورات پر عبور نہیں - دوسرے یہ کہ محاورات ہر

مقام کے جدا جدا ہوتے ہیں اگر دھلی کے محاورات لئے جاتے تو اہل لکھنئو

نہ سمجھتے - یہاں کے محاورات وہاں نہ سمجھتے ان دونوں کے محاورے

حیدر آباد اور مدراس والے نہ سمجھتے غرض ایسے محاورات عام فہم نہیں ہوتے

اور اردو ترجمہ کم از کم ایسا تو ہو کہ قریب قریب ہندوستان کے سب حصے تو

اس کو سمجھ جائیں - اس لئے کتابی زبان لی ہے کہ وضاحت کے ساتھ اس

میں سلاست بھی رہے -

۳- سوئم --- نفس ترجمہ کے علاوہ جس مضمون کو بہت ضروری دیکھا کہ اس پر توضیح

ترجمہ کی موقوف ہے یا کوئی شبہ خود قرآن کے مضمون سے ظاہراً پیدا ہوتا تھا

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کا جواب یا مضمونِ قرآنی کسی مشہور تحقیقات کے خلاف معلوم ہوتا تھا اس کی تحقیق یا اسی قسم کی کوئی ضروری بات ہوئی اس کو (ف) بنا کر بڑھا دیا باقی لطائف جو نکات یا طویل عریض حکایات یا فضائل یا بہت سے مسائل و ضررھا سے تفسیر کو طویل نہیں کیا گیا غرض یہ کہ مضامین کا جمع کرنا مقصود نہیں بلکہ محض حل قرآن و رفع ضرورت ۔ لیکن باوجود اتنی رعایت کے بھی علماء و طلباء کے لئے بہت سے مقامات میں علماء سے استغناء نہیں ہو سکتا لہذا مناسب بلکہ واجب یہ ہے کہ ایسے حضرات صرف اپنے مطالعہ و فہم پر اعتماد نہ فرما دیں بلکہ حسبِ ضرورت علماء یا منتہی طلباء سے اس کو سبقاً سبقاً سمجھ کر کے پڑھ لیویں ۔ ورنہ اقل درجہ اتنا تو ضرور ہے کہ مطالعہ کے وقت جہاں ذرّہ برابر بھی اشتباہ رہے وہاں خود غور کر کے نہ نکالیں ، بلکہ پنسل سے نشان کر کے علماء سے وہ عبارت دکھلا کر حل کر لیں اور بدون اس کے احتمال بلکہ یقین غلط فہمی کا ہے ۔

۴- چہارم ـــ جس آیت کی تفسیر میں بہت سے اقوال مفسرین کے ہیں ان میں سے جس کی ترجیح معلوم ہوئی صرف اسی کو لے لیا بقیہ سے تعرض نہیں کیا ۔

۵- پنجم ـــ مطلب قرآنی کے تقریر کہیں تو اس طرح کی ہے کہ مضمون کا ارتباط خود ظاہر ہو جائے اور کہیں ایک سرخی ربط کی لکھ کر اس کی تقریر کر دی گئی ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۶- ششم ـ اختلافات کی تفسیر میں صرف حنفی مذہب لیا گیا ہے اور دوسرے مذاہب بشرط ضرورت حاشیہ میں لکھ دیئے گئے ہیں -

۷- ہفتم ـ چونکہ نفع عوام کے ساتھ افادہ خواص کا بھی خیال آ گیا اس لئے ان کے فائدہ کے واسطے ایک حاشیہ بڑھا دیا جس میں مکی و مدنی سورۃ و آیات وغیرہ مشہور لغات و شرعی وجوہ بلاغت و مشلق ترکیب و خفی الاستنباط ، فقہیات و کلامیات و اسباب نزول و روایات و اختلاف قرات ترکیب یا حکم و توجیہہ ترجمہ و تفسیر کے ساتھ مذکور ہیں جس کو متوسط درجہ کا طالب علم بے تکلف سمجھ سکتا ہے یہ حاشیہ درس و تدریس کے وقت بہت کام آ سکتا ہے -[۴]

یہ اجمالی جائزہ تھا اب درج بالا سات نکات و اسالیب کا تفصیلی تذکرہ کرتے ہیں -

قرآن کریم کا آسان ترجمہ :

مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کریم کا آسان ترجمہ کیا ہے اور اس کی تشریح حاشیہ میں یہ کی ہے -

" لکن التزاما للترادف مرۃ و اخذا بالحاصل اخری و لقد جرانی علیہ صنیع شیخ مشائخنا المسلم عند اصحابنا الشاہ عبدالقادر الدھلوی رحمۃ اللہ -[۵]

× باب الثالث میں یہ بحث تفصیل کے ساتھ مذکور ہوگی -

۴- ایضاً ـ مقدمہ تفسیر بیان القرآن ، ص ج ، د ، ز

۵- ایضاً -

toobaa-elibrary.blogspot.com

محاورات سے اعـراض :

مولانا تھانوی محاورات کے استعمال سے اعراض کرتے ھین اور اس کی توجیہہ یہ کرتے ھین کہ ایک تو مین قصباتی ھوں اور دوسرے یہ کہ مختلف علاقوں کے مختلف محاورات ھوتے ھین ۔ جن کو یکجا بیان کرنا ممکن نہین اوراگر ایکعلاقے کے محاورات لے کر ترجمہ و تفسیر کر دی جائے تو یہ کام ایک علاقہ تک محدود ھو کر رہ جائے ۔ دوسرے علاقے کے لوگ ایسی تفسیر سے استفادہ نہ کر پائین گے اس لئے کتابی زبان سے بہتر کوئی اور چیز نہین کہ اس مین وضاحت کے ساتھ سلاست کا رنگ نمایان رھتا ھے ۔ اصل بات وہ ھے جو مولانا تھانوی نے "اصلاح ترجمہ دھلویہ" مین بھی لکھا ھے کہ محاوراتی ترجمہ و تفسیر سے مدلول قرآن پر نہایت درجہ زد پڑتی ھے ۔

محاورات مقصود نہین :

بعض الفاظ عربی لغت مین کسی خاص معنیٰ مین صریح نہین ھین مگر اردو محاورہ مین وہ اس معنیٰ مین صریح ھو گئے ھین یا اردو مین صریح نہین تو عربی مین صریح ھو گئے ھین تو ان کی ظاھری شکل و شباھت سے عام ذھنوں مین خلجان واقع ھو سکتا ھے ۔

مثلاً ذکر عربی مین نر اور انثیٰ بمعنی مادہ مستعمل ھین یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کے مقابل ھین اور کبھی یہ دونوں الفاظ کنایۃً عضو مخصوص کے لئے استعمال ھوتے ھین مگر یہ استعمال عمومی نہین ھے ۔ جب کہ اردو مین الذکر لفظ فقط عضوِ مخصوص

toobaa-elibrary.blogspot.com

ھی کے لئے استعمال ھوتا ھے ۔

جیسا کہ قرآن کریم مین ارشاد ھے " وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ " ۔[6]

اور اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا ۔[7]

لفظ " فرج " عربی مین بمعنٰی شگاف مستعمل ھے اور کنایۃً شرم گاہ اس سے

مراد لی جاتی ھے ۔[8]

جبکہ اردو مین یہ لفظ صرف شرم گاہ کے لئے استعمال ھوتا ھے ۔

چنانچہ اس کا ترجمہ یہ ھے کہ حضرت مریم علیھا السلام اپنے گریبان کو

غیر کی دست اندازی سے بچانے والی تھین اس کا مترادف یہ ھے کہ وہ پاک دامن تھین ۔[9]

موخر الذکر بہت نفیس عنوان اور بے مثال ترجمہ ھے ۔

قرآن کے مدلول کی بقاء :

قرآن کریم کے ترجمے مین یہ ضروری ھے کہ قرآن کا مدلول باقی رھے کیونکہ

محاورات کی ضرورت و افادیت اتنی نھین جتنی کہ اس کے مدلول کی ضرورت ھے مثلاً

ایک مترجم نے (ڈپٹی نذیر احمد دھلوی) جن کی محاورات دانی کے چرچے

زبان زد عام و خاص تھے مندرجہ ذیل الفاظ کا یہ ترجمہ کیا ۔

۶۔ الاحزاب : ۳۵

۷۔ التحریم : ۱۲

۸۔ ابن منظور اندلسی ، لسان العرب ، جلد ۲ ، صفحہ ۵۲۷ ۔

۹۔ اشرف علی تھانوی ، بیان القرآن ، صفحہ ۲۲ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

" پھیرتے " ۔[10]

تاک ٹوپیاں مارتے پھرتے ھیں اور ذَھَبنَا نَستَبِقُ ، میں استباق کا ترجمہ کبڈی کھیلنا کیا ۔[11]

یہ مذکورہ صدر ترجمہ عقلاً و لغۃً خلافِ اصل ھے لغت میں اِستِبَاق کا معنیٰ ھے آپس میں اس طرح دوڑنا کہ ایک دوسرے سے آگے نکل جائے ۔[12]

اور دوسری بات یہ کہ کبڈی کھیلنے والے دُور نہیں نکل جایا کرتے بلکہ وہ تو مخصوص جگہ پر کھیلتے ھیں اور دوڑنے کا میدان یا علاقہ غیر معینہ اور غیر مخصوص ھوتا ھے اگر ایسی بات ھوتی تو حضرت یعقوب علیہ السلام اس بات پر ضرور جرح و تعدیل فرماتے ۔

اسی طرح " وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ " کی تفسیر میں انھوں نے لکھ دیا کہ جو شخص روزے نہ رکھے وہ فدیہ دے دے ۔[13]

یہ ترجمہ غلط ھے یہ حکم اگلی آیت سے منسوخ ھو چکا ھے یہ حکم بوڑھوں کے لئے اور طاقت رکھنے والوں کے لئے فدیہ نہیں بلکہ روزے رکھنا فرض ھیں ۔[14]

۱۰۔ اشرف علی تھانوی ، اصلاح ترجمہ دھلویہ ، صفحہ ۲ ۔

۱۱۔ ابن منظور اندلسی ، لسان العرب ، صفحہ ۲۳۱ ۔

۱۲۔ اشرف علی تھانوی ، اصلاح ترجمہ دھلویہ ، صفحہ ۲ ۔

۱۳۔ ایضاً ۔ بیان القرآن ، جلد اوّل ، صفحہ ۱۰۲ ۔

۱۴۔ ایضاً ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اقوال مفسرین میں ترجیحی قول کا انتخاب :

قرآن کریم کی بعض آیات میں ان کے مفہوم و معانی کے تعین کے سلسلہ میں مفسرین حضرات نے مختلف اقوال کتبِ تفسیر میں دیکھنے کو مل جاتے ہیں - متقدمین کی کتب تفسیر میں تمام اقوال کو جمع کر دیا جاتا تھا اور صاحبِ تفسیر جسے راجح سمجھتا اس کی نشاندھی کر دیتا تھا یوں ایک آیت پر قاری کو تمام اقوال میسر آ جاتے تھے مگر مولانا تھانوی نے اس رَوِش سے ھٹ کر نئی طرز ڈالی ھے اور وہ یہ کہ وہ صرف ترجیحی قول (جسے وہ خود ترجیح دیتے ھیں) کا ذکر کرتے ھیں - باقی اقوال ترک کر دیتے ھیں متقدمین کا طرز اس لحاظ سے بہت بہتر ھے کہ پڑھنے والے کو ایک جگہ تمام اقوال مل جاتے ھیں یہ اگرچہ بہتر ھے مگر موجب تطویل ھے بالخصوص اُن اصحابِ تفسیر کے لئے جو مختصر تفسیر لکھنے کا عزم رکھتے ھوں - چنانچہ مولانا تھانوی کی بیان القرآن بھی مختصر تفسیر ھے - اس لئے آپ نے اختصار کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا اور ھر اس بات سے اجتناب کیا جو بقول ان کے تطویل کا باعث ھو سکتی تھی -

ارشاد باری ھے - "یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ" - ۱۵

امام ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر اور "خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ" پر یہ اقوال نقل کئے ھیں وہ فرماتے ھیں "یخبر عنہ رجل من علمہ التام المحیط بجمیع الاشیاء جلیلھا و حقیرھا صغیرھا و کبیرھا ، دقیقھا و لطیفھا لیحذر الناس علمہ فیھم فیستحیوا من اللہ تعالی

۱۵- المومن : ۱۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

حق الحیاء یتقوہ حق تقواہ و یراقبوہ مراقبة من یعلم انہ یراہ و انہ عز و جل یعلم العین الخائنة و ان ابدت امانة و یعلم ما تنطوی علیہ خبایا الصدور من الظواھر والسرائر قال ابن عباس فی قولہ تعالی (یعلم خائنة الاعین وما تخفی الصدور) ھو الرجل یدخل علی اھل البیت و فیھم المراۃ الحسناء او تمریہ فاذا غفلوا الحظ الیھا ۔ فاذا فطنوا غض بصرہ عنھا فاذا غفلوا الحظ الیھا و قد اطلع اللہ تعالی من قلبہ انہ ود ان لواطلع علی فرجھا (اقول) و کما قال " (رواہ ابی حاتم)

و قال الضحاک ، (خائنة الاعین) ھو الغمز و قول الرجل رأیت ولم یر و الم أروقد رأی و قال ابن عباس یعلم اللہ تعالی من العین فی نظرھا ھل ترید الخیانة ام لا ؟

و کذا قال مجاھد و قتادہ و قال ابن عباس قولہ تعالی (وما تخفی الصدور) یعلم اذا انت قدرت علیھا ھل ترانی بھا ام لا ؟ و قال السدی ۔ ای من الوسوسة ۔[16]

مندرجہ بالا عبارت میں " خائنة الاعین " اور وما تخفی الصدور " پر حضرت ابن عباسؓ قتادہؒ ، ضحاکؒ اور مجاھدؒ کے مختلف اقوال سامنے آئے ھیں اور علامہ ابن کثیر نے ابتداً ھی میں حضرت ابن عباسؓ کے قول کو ترجیح دیتے ھوئے اسے ذکر کیا ھے ۔

١٦- ابن کثیر ، حافظ ، تفسیر القرآن العظیم ، قاھرہ ، ١٩٥٣ء ، جلد ، صفحہ ٧٥

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا تھانوی نے اس آیت کی مختصر تفسیر اور اسی قول کو ترجیح دی ھے ۔ وہ فرماتے ھیں (اور) وہ (ایسا ھے کہ) آنکھوں کی چوری کو جانتا ھے اور ان (باتوں) کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ھیں (جن کو دوسرا نہیں جانتا مطلب یہ کہ اس کو تمام اعمال عباد کا احاطہ علمیہ ھے جس پر مجازاۃ موقوف ھے)۔[۱۷]

یہاں مولانا تھانوی نے ترجیحی قول کے قائل کا برائے اختصار تذکرہ نہیں کیا ۔

بعض اوقات یہ ھوتا ھے کہ وہ مختلف مفسرین کے اقوال کا ذکر کرتے ھیں اور جب انہیں یہ محسوس ھوتا ھے کہ ان اقوال سے شبہات کا رَدّ نہیں ھو سکتا تو وہ اپنی رائے کا اظہار کرتے ھیں ۔ مثلاً دوزخیوں کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ھے " يُسْحَبُونَ فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ۔"[۱۸]

"حمیم" خارج جہنم ھے اور اس کی دلیل قرآن کی یہ آیت ھے " ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ۔"[۱۹] مطلب یہ ھے کہ حَمِيم پلانے کے وقت ان جہنمیوں کو دوزخ سے باھر لایا جائے گا اور پلا چکنے کے بعد دوبارہ داخل جہنم کر دیئے جائیں گے ۔ اور ان آیات سے تقدم جحیم ، حمیم سے ظاھر ھو رہا ھے ۔ جیسا کہ فرمایا گیا " خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ۔"[۲۰]

۱۷۔ اشرف علی تھانوی ، مولانا ، بیان القرآن ، جلد ۱۰ ، صفحہ ۳۷ ۔

۱۸۔ المومن : ۷۲

۱۹۔ الصّٰفّٰت : ۶۸

۲۰۔ الدخان : ۴۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے " وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ " ۔[21] موخرالذکر

آیت سے خروجِ نار کی مطلق نفی ہوتی ہے تو ان آیات میں بظاہر شدید تعارض

کی سی صورت پائی جاتی ہے ۔ ابنِ کثیر نے تو یہاں صرف یہ کہہ کر بات آگے بڑھا

دی کہ " أي متصلة بالاغلال بأيدي الملئكة يسحبونهم على وجوههم تارة الى

الحميم و تارة الى الجحيم " ۔ الخ ۔[22] لیکن اس سے عقدہ حل نہیں ہوا اور علامہ

محمود آلوسی تو اس موضوع کو چھیڑے بغیر ہی گزر گئے ۔[23]

مگر مولانا تھانوی نے یہاں عجب تطبیق کی ہے ۔ وہ فرماتے ہیں ۔

احقر کو آیات میں غور کرنے سے ظناً یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ میں انواع انواع عذاب

ہوں گے کبھی کچھ کبھی کچھ ان میں حمیم و جحیم بھی ہے ۔ پس دونوں کا سلسلہ

برابر جاری رہے گا ۔ پس ہر نوع باعتبار کسی فرد کے دوسری نوع سے مقدم بھی ہے

اور باعتبار دوسرے فرد کے اس سے موخر بھی ہے اور دوزخ کا اطلاق کبھی حمیم کا مقابل

آتا ہے ۔ کبھی حمیم سے عام مفہوم پر کیونکہ حمیم کا حمیم ہونا خود اسی نار کا

اثر ہے ۔ پس اس سے ملابسہ میں ملابسۃ بالنار ہے ۔ پس معنیٰ اوّل کے اعتبار سے حمیم

کو خارج از جحیم کہہ سکتے ہیں اور معنی ثانی کے اعتبار سے عدم خروج من النار کا

حکم صحیح رہتا ہے ۔ اس تقریر پر تمام آیتیں جمع ہو گئیں اور اس تقریر کی تائید اس

۲۱۔ البقرۃ : ۱٦٧

۲۲۔ ابن کثیر ، تفسیر القرآن العظیم ، جلد چہارم ، صفحہ ۸۸ ۔

۲۳۔ آلوسی ، محمود ، روح المعانی ، جلد ۲۳ ، صفحہ ۸٧ ، ۸۸ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

آیت سے ہوتی ہے ۔ " یطوفون بینھا و بین حمیم آن " ۔[۲۴] ایسے مغلق مضمون کو مولانا تھانوی نے کس احسن طریقے سے حل کیا ہے یہ ان کی فراست و مہارت فی التفسیر کا بین ثبوت ہے اور آپ کی اس تقریر و تنقیح سے بظاہر جو شبہات جنم لے رہے تھے وہ سب کے سب یکسر ختم ہو گئے ۔

افادۂ خواص کے لئے حاشیہ :

مولانا تھانوی رح نے افادۂ عوام کے ساتھ افادۂ خواص کو بھی ملحوظ رکھا ہے چنانچہ ذی استعداد اصحابِ ذوق کے لئے مختلف موضوعات کے حاشیے بڑھائے ہیں جن میں مکیت و مدنیت ، سورو آیات ، غیر مشہور لغات ، ضروری وجوہِ بلاغت مغلق ترکیب خفی ، الاستنباط ، فقہیات ، کلامیات ، اسبابِ نزول ، روایات ، اختلافِ قرأت ، ذمرہ تراکیب ، حکم اور توجیہ کے حاشیہ جات شامل ہیں ان حاشیوں کی زبان عربی ہے تفسیر بیان القرآن میں یہ حاشیے اردو زبان کی تفاسیر میں خوب صورت اضافے ہیں مندرجہ ذیل آیات پر یہ حاشیہ آرائی کی گئی ہے ۔

ارشاد باری تعالی ہے " اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ ـــــــ

اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔[۲۵]

۲۴۔ اشرف علی تھانوی ، بیان القرآن ، جلد ۱۰ ، صفحہ ۲۸

۲۵۔ البقرۃ : ۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

١- اللغات :

الفلح الفائز بالبهجة كانه الذي انفتحت له وجوه الظفر و لم تستغلق عليه وانفلج بالجيم مثله و منه قولهم للمطلقة استفلج بامرك بالحاء والجيم والتركيب دال على معنى الشق والفتح وكذالك اخواته في الفاء والعين نحو فلق و فلز و فلي (١٢ كشاف) -

٢- النحو :

سواء عليهم " سواء اسم بمعنى الاستواء وصف به كما يوصف بالمصادر ومنه قوله الى كلمة سواء وارتفاعه على انه خبر لان و انذرتهم في موضع المرتفع به على الفاعلية كانه قيل ان الذين كفروا سواء عليهم انذارك و عدمه ، كما تقول ان منهم ابوه و ابن عمه و يكن انذرتهم أم لم تنذرهم موضع الابتداء و سواء خبرا مقدما بمعنى سواء عليهم انذارك و عدمه والجملة خبر لان ، فان قلت كيف صح الاخبار عن الفعل قلت هو من جنس الكلام المهجور فيه جانب اللفظ الى جانب المعنى و قد وجدنا العرب يميلون من مواضع من الكلام مع المعاني ميلا بينا من ذالك قولهم لا تاكل السمك و تشرب اللبن معناه لا يكن اكل السمك و شرب اللبن و ان كان ظاهر اللفظ على ما لا يصح من عطف الاسم على الفعل والهمزة و ام مجرد تان لمعنى الاستواء و قد انسلخ عنهما معنى الاستفهام راسا و معنى الا ستواء استوائهما في علم المستفهم عنهما لانه قد علم ان احد الامرين كائن اما لا انذاروما عدمه ولكن

toobaa-elibrary.blogspot.com

لا بعينه و كلا هنا معلوم بعلم غير معين ، فان قلت اما ان يكون جملة مؤكدة للجملة قبلها او خبرا" لأن الجملة قبلها اعتراض "

٣- البلاغة :

" قوله " اولئك على هدى و في اسم الاشارة التي هو اولئك ايذان بان مايرد عقيبه فالمذكورون قبله اهل لاكتسابه من اجل الخصال التي عددت لهم و معنى الاستعلاء في قوله على هدى مثل لتمكنهم من الهدى و استقرارهم عليه تمسكهم به حيث شبهت حالهم بحال من اعتلى الشئ وركبه و نحوه هو على الحق و على الباطل وقد صرحوا بذالك في قولهم جعل الغواية مركبا وامتطى الجهل والتعد غارب الهوى و في تكريرها اولئك تنبيه على انهم كما ثبتت لهم الاثرة بالهدى فهي ثابتة لهم فالفلاح فجعلت كل واحدة من الاثرتين في تميزهم بها عن غيرهم ، فان قلت لم جاء مع العاطف ما الفرق بينه و بين قوله تعالى " اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغافلون " ؟ قلت قد اختلف الخبر ---- فلذالك دخل العاطف بخلاف الخبرين فانهما متفقان لان التسجيل عليهم بالغفلة تشبيههم بالبهائم شئ واحد فكانت الجملة الثانية مقررة لما في الاولى فهي من العطف بمعزل (١٢ كشاف) -

قوله تعالى - ان الذين كفروا " الاية فان قلت لم قطعت قصة الكفار عن قصة المؤمنين ولم تعطف كنحو قوله . ان الابرار لفي نعيم و ان الفجار لفي جحيم وغيره من الاى الكثيرة ؟ قلت ليس اوزان هاتين القصتين وزان ما ذكرت لان الاولى فيما نحن فيه مسوقة لذكر الكتاب و انه هدى لمتقين و سيقت الثانية لان الكفار

toobaa-elibrary.blogspot.com

من صفتهم كيت كيت فبين الجملتين تباين في الغرض والاسلوب وهما على حد لا مجال فيه للعاطف (١٢ كشاف) والتعريف في الذين كفروا يجوزان يكون للعهد ويراد بهم ناس باعيانهم كابي لهب و ابي جهل والوليد بن المغيرة و اضرابهم وان يكون للجنس متناولا كل من صمم على كفر تصميما لا يرعوي بعده و دل على تناوله المصرين الحديث عنهم باستواء الانذار و تركه " -

٤- الكلام :

" قوله تعالى " اولئك هم المفلحون " المراد به الفلاح الكامل المستفاد من الاطلاق فالحصر للفلاح المطلق لا مطلق الفلاح فلا يعدا في فلاح المخلصين بالاعمال فلاحجة فيه للمعتزلة كما في المظهري تمسك المعتزلة بان الحصر يدل على خلود مرتكب الكبيرة في النار و رد فان المراد المفلحون الكاملين في الفلاح ويلزم منه عدم كمال الفلاح لمن ليس مثلهم لا عدم الفلاح مطلقا" (١١ كشاف) -

٥- الروايات :

" اخرج ابن جرير من طريق ابن اسحق عن محمد بن ابي محمد عن عكرمة عن سعيد بن جبير " عن ابن عباس في قوله ان الذين كفروا الايتين انهما نزلا في يهود المدينة و اخرج عن الربيع بن انس قال آيتان نزلا في قتال الاحزاب ان الذين كفروا الى قوله عذاب عظيم -[٢٦]

٢٦- اشرف على تهانوي ، جلد اول ، صفحه ٣ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسی طرح فقہی مسائل اور اختلاف قراءت کے حاشیہ جات مرتب کئے گئے ہیں اور یہ بہت بڑی علمی کاوش ہے ۔ بالخصوص اُن اَصحاب علم کے لئے جو ایسی تحقیقات کے ضرورت مند ہوتے ہیں ۔ انہیں "بیان القرآن" میں نادر علمی تحقیقات بآسانی میسر آتی ہیں ۔ مگر یہ عام قاری کے بس کی بات نہیں کہ وہ ان کو سمجھ سکے ان حاشیوں کو عربی میں لکھنے اور اردو میں نہ لکھنے کی وجہ مولانا تھانوی مقدمہ میں یہ بیان فرماتے ہیں ۔

"حاشیہ کی عبارت عربی اس لئے تجویز کی ہے کہ عوام اس کو دیکھنے کی ہوس ہی نہ کریں ورنہ جب زبان سمجھتے اور مضامین نہ سمجھتے تو بہت پریشان ہوتے اب اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ تفسیر مختصر یا ترجمہ مطول کہہ لیجئے عوام و خواص سب کے کام کا ہوگا ۔

اہلِ علم کے لئے اس تفسیر مختصر کے فہم و ادراک کے لئے قاعدہ کلیہ بیان کرتے ہوئے مولانا تھانوی لکھتے ہیں :

" اگر اہلِ علم اول صرف قرآن کا مطالعہ کر کے بطور خود غور کریں اور اس میں جو امور ذہن میں مجمل رہیں یا جو اشکالات واقع ہوں ان کو مستحضر کر کے پھر اس تفسیر کا ملاحظہ فرماویں تو انشاء اللہ دو گنا فائدہ اور علمی استفادہ حاصل ہوگا " ۔[27]

مولانا تھانوی نے تفسیر کرتے وقت لغات ، بلاغۃ ، النحو ، الکلام ، تفسیر کشاف (علامہ جار اللہ زمخشری) سے لئے ہیں ۔ جب کہ روایاتِ کتب احادیث و تفسیر سے فقہ کتب فقہ سے اور قرأت و تجوید کتب تجوید سے لی ہیں جن میں سے اکثر

۲۷۔ ایضاً ۔

کے حوالے وہ آخیر میں ذکر فرماتے ھیں ۔ الکلام کے مسائل مولانا تھانوی کے اپنے ھیں ۔ کیونکہ جو عبارت وہ کسی دوسری کتاب سے نقل کرتے ھیں تو اس کے حوالہ کا بالترتیب ذکر کرتے ھیں مگر "الکلام" کے مسائل کے آخر میں وہ عموماً کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیتے ۔ قرین قیاس بھی ھے کہ یہ مسائل خود ان کے اپنے ھی تحقیق کردہ ھیں ۔

طریقہ استدلال اور استنباط :

مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے ماحول اور زمانہ کی ضروریات کی رعایت سے تفسیر بیان القرآن مرتب کی جس کو زبان ، طرز بیان اور تشریح مضامین میں اس دور کی حالت و ضرورت کا بھرپور لحاظ رکھا ۔ استدلال و استنباط کا عمومی طریقہ جو اس میں روا رکھا گیا اس کا اجمالی جائزہ حسب ذیل ھے ۔ مولانا تھانوی فرماتے ھیں :

۱۔ قرآن مجید کے اوّل سے آخر تک ھر سورت اور ھر آیت کا ربط ما قبل کے ساتھ نہایت سہل اور قریب تقریر میں بالالتزام بیان کیا گیا ھے اور اکثر سورتوں کے شروع میں ان کا خلاصہ بھی بیان کیا گیا ھے ۔

۲۔ جتنی آیتوں کی تفسیر بوجہ اتحاد یا تقارب یا تناسب مضامین کے ایک جگہ مجتمع کر کے لکھی گئی ھے ان کے اوّل میں ان مضامین کا ایک جامع عنوان بطور سرخی کے لکھ دیا گیا ھے ۔ جس سے اجمالاً ان تمام آیات کا خلاصہ ذھن میں مستحضر ھونے کے بعد مفصل تفسیر سے جو کچھ نفع اور حظ حاصل ھوگا ۔ اس کو ناظرین خود دیکھیں گے ۔ پھر ان آیات کی تفسیر ایسے طور

toobaa-elibrary.blogspot.com

معاصر تفسیری رجحانات کے تناظر میں جب ہم بیان القرآن کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ دینی تناظر میں اس تفسیر کا کردار بڑا قابل ذکر ہے ۔ یہ صرف موجود تفسیری سرمائے و کتب تفسیر میں محض ایک اور تفسیر کا اضافہ ہی نہیں بلکہ موجود تفاسیر کے قابلِ قدر اور مستحسن پہلوؤں میں تفسیری ارتقاء کی جانب ایک قدم ہے ۔ بیان القرآن کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے لکھنے والے ایک جلیل القدر عالم دین اور کامیاب استاد ہیں ۔ وہ صوفی بھی ہیں ۔ کسی کے مرید بھی بنے اور لاکھوں لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی ۔ خود صاحبِ واردات ہیں ۔ تصوف کے نکات محض دوسروں سے نقل نہیں کرتے بلکہ ان نکات میں ان کی ذاتی وارداتِ قلبی بھی شامل ہے ۔ مفسر کا تعلق " راسخ العقیدہ " طبقۂ علماء سے ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ " جدید " پر بھی گہری نگاہ رکھتے ہیں ۔ طبیعت کے اندر حقیقت پسندی ، اعتدال ، رواداری اور خوفِ خدا و تقویٰ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے ۔ وہ اس نظریے کے حامی ہیں کہ " کسی چیز کے صالح عنصر کو حاصل کر لو اور ضرر رساں عنصر کو چھوڑ دو " وہ خود بہترین قاری بھی ہیں ۔ فن قراءت میں انہیں استاد مانا گیا ہے ۔

ان تمام خوبیوں کے ساتھ انہوں نے بیان القرآن کی ایک شہ پارہ بنا دیا ۔ آئندہ سطور میں ہم اس بات کا جائزہ دلائل و شواہد کی روشنی میں لیں گے کہ معاصر تفسیری رجحانات میں سے بیان القرآن کس تفسیری رجحان کی حامل ہے ۔ بیان القرآن اردو زبان میں ایک " جامع " تفسیر ہے ۔ شاہ ولی اللہ نے جن سات تفسیری رجحانات کا ذکر فرمایا ۲۹

۲۹۔ شاہ ولی اللہ ، دہلوی ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پر کی گئی ہے کہ سب ایک مسلسل تقریر معلوم ہوتی ہے -

۳- جن روایات پر تفسیر کو مبنی کیا ہے ان میں التزام کیا گیا ہے کہ وہ صحیح روایتیں ہوں البتہ جہاں تفسیر کسی روایت پر مبنی نہ تھی اور لفظ قرآنی فی نفسہ بھی اس وجہ کو محتمل تھا نہ تقویت احتمال کے لئے اشتراط صحت میں تسامح کیا گیا ہے -

۴- کوئی مضمون ضرورت سے زائد نہیں لکھا مگر شاذ و نادر کسی خاص فائدہ کے لئے -

۵- غالباً تفسیر میں دو یا تین مقام ایسے ہیں کہ وہاں جیسا جی چاہتا تھا ویسا شرح صدر نہیں ہوا - اس موقع پر احقر نے تصریح کر دی ہے تاکہ اگر کسی کو اس سے اچھی تقریر و تفسیر میسر ہو جاوے اسی کو راجح سمجھے -

۶- جو مضامین قابل زیادہ تحقیق تفصیل و تحقیق کے کئی جگہ آئے ہیں ان کو ایک جگہ مفصل لکھ کر دوسری جگہ اس پہلی جگہ کا حوالہ دے دیا گیا ہے - یا پہلی جگہ اس دوسری جگہ کا وعدہ کیا گیا ہے -

۷- ہر جگہ تفسیر میں اتباعِ سلف صالح کا کیا ہے - متاخرین کے اقوال کی جو سلف کے خلاف تھے نہیں لیا -

۸- تقریر مدلول آیات میں قواعد عربیہ مطلقیہ کی پورے طور سے مراعات کی گئی ہے جس کا لطف اذکیا اور علماء کے جی سے پوچھنا چاہیے -

۸

۹- جن آیات کی تفسیر میں حدیث موضوع آئی ہے اس کے مقابلہ میں کسی کا قول نہیں لیا۔

۲۸- مقدمہ بیان القرآن ، صفحہ ۵ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان کے علاوہ ایک نیا رجحان ظہور میں آیا ہے کہ کئی ایک رجحانات کو ایک ہی تفسیر میں جمع کر دیا جائے"۔ اس رجحان کی ایک اہم تفسیر عربی زبان میں علامہ محمود آلوسی کی "روح المعانی" ہے۔ بیان القرآن کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ "روح المعانی" کی طرز پر لکھی گئی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں قرآن کی تفسیر قرآن، حدیث، اقوالِ صحابہؓ و تابعینؒ کی روشنی میں بھی کی گئی ہے۔ نحوی نکات بھی ہیں، قراءات کا ذکر بھی ہے۔ نکاتِ تصوف بھی موجود ہیں۔ تقابلِ ادیان بھی موجود ہے اور عصری افکار و رجحانات کے رد و قبول کا پہلو بھی موجود ہے۔

بیان القرآن — تفسیر بالماثور یا تفسیر بالرائے؟ :

بیان القرآن، تفسیر کی معروف اقسام یعنی تفسیر بالماثور، تفسیر بالرائے المحمود اور تفسیر بالرائے المذموم میں سے کس قسم سے تعلق رکھتی ہے؟ اس کا اندازہ خود اس کے اسلوبِ تفسیر سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم اسی پہلو پر اور تفسیر کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ پیش کریں گے تاکہ شواہد کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کیا جا سکے۔

اس سلسلے میں مولانا تھانوی خود لکھتے ہیں :

جن روایات پر تفسیر کو مبنی کیا ہے ان میں التزام کیا گیا ہے کہ وہ صحیح روایتیں ہیں اور جہاں تفسیر کسی روایت پر مبنی نہ تھی اور لفظ قرآنی فی نفسہٖ بھی اس وجہ کو محتمل تھا، تقویتِ احتمال کے لئے اشتراطِ صحت میں تسامح کیا گیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

- تفسیر میں ہر جگہ اتباع سلفِ صالح کا کیا ہے - متاخرین کے اقوال کو جو سلف کے خلاف تھے نہیں لیا -
- لطائف اور نکات جن کو تفسیر میں دخل نہ تھا نہ وہ مقصود بالقرآن تھے بالکلیہ مہجور کر دیئے گئے - مقصود اصلی قرآن کو رکھا گیا ہے -
- جن آیات کی تفسیر میں حدیثِ مرفوع آئی ہے اس کے مقابلہ میں کسی کا قول نہیں لیا گیا -
- مسائل فقہیہ و کلامیہ کی ہر آیت کے متعلق اسی قدر تحقیق پر اکتفا کیا گیا ہے جس پر قرآن کی تفسیر موقوف تھی -
- ترجمے میں ترکیب کی رعایت زیادہ کی گئی ہے بہ نسبت اتباع محاورہ کے کوئی معنی ضرورت سے زائد نہیں لکھا مگر شاذ و نادر کسی خاص فائدے کیلئے -
- مولانا فرماتے ہیں کہ جہاں کہیں کسی نے اسلام کے بارے میں کوئی شبہہ پیدا کیا ہے وہاں میں نے صرف ان شبہات کو خاص کیا ہے جن کا منشا کوئی دلیل صحیح تھی جیسے کوئی آیت یا حدیث یا کوئی امر ثابت بالعقل یا بالحس اور جن کا منشا کوئی امر صحیح نہیں ہے بلکہ وہ شبہہ خود دعویٰ بلا دلیل ہے اس کے جواب میں چونکہ طلبِ دلیل کافی ہے اس لئے اس سے تعرض نہیں کیا گیا اور بہت سے شبہات تفسیر ترجمہ سے دور ہو گئے ہیں -[30]

۳۰- اشرف علی تھانوی ، بیان القرآن -

مولانا کے بیان کردہ ان اصولوں کو سامنے رکھیں تو یہی بات واضح ہوتی ہے کہ مولانا کا مقصود تفسیر بالماثور کا ایک نمونہ تیار کرنا تھا ۔ کیونکہ وہ خود لکھتے ہیں کہ انہوں نے صرف قرآن و حدیث اور اقوال و آثارِ صحابہؓ اور اسلافؒ کی آراء کی روشنی میں تفسیر لکھی ہے ۔ انہوں نے صرف اسی قدر تفصیلات بیان کی ہیں جس قدر قرآن فہمی کیلئے ضروری تھیں ۔ یہی تفسیر میں کہیں ایک مقام بھی ایسا نہیں جہاں غیر ضروری واقعات کی تفصیلات بیان کی ہوں اور مختلف روایات بیان کر کے پڑھنے والے کیلئے قیاس آرائیوں اور حاشیہ آرائیوں کیلئے موقع فراہم کیا ہو ۔ یہ بات بلامبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ مفسر کہیں بھی قرآن مجید کے مطلوب یعنی انسانوں کی ہدایت کے مقصد سے دور گئے ہوں ۔ ظن و تخمین کے گھوڑے بھی نہیں دوڑائے گئے ۔ یہی وہ صفات ہیں جو ایک ماثور تفسیر کا خاصا ہوتی ہیں ۔

ماثور تفسیر کا ایک کمزور پہلو یہ ہے کہ مفسرین بعض اوقات تحقیق شدہ اور غیر تحقیق شدہ میں فرق نہیں کرتے بلکہ بعض اوقات تو رطب و یابس تفسیر میں جگہ پا لیتے ہیں ۔[31] لیکن بیان القرآن اس عیب سے پاک ہے ۔ اور بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ اس میں رطب و یابس کا نام تک نہیں ۔ اسرائیلیات کے بارے میں بیان القرآن کا انداز نہایت محتاط ہے ۔ آپ لمبا چوڑا واقعہ بیان نہیں کرتے اور پھر اس میں اسرائیلیات کی مدد سے رنگ بھی نہیں بھرتے ہیں بلکہ " ایامِ اللہ " کے بیان میں آپ کا اسلوب وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اختیار کیا ہے ۔ یعنی صرف اسی قدر واقعہ بیان کرتے ہیں جتنا کوئی بات

۳۱- ذھبی ، محمد حسین ، التفسیر المفسرون ، دارالکتب الحدیثہ ، جلد اول ، صفحہ ۲۱۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

سمجھانے کیلئے ضروری ہوتا ہے ۔ لہذا واقعہ اس لئے نہیں بیان کیا جاتا کہ لوگ قرآنی نصائح کو سمجھنے اور ان میں غور کرنے کی بجائے واقعہ کی دلچسپی میں کھو جائیں گے اسرائیلیات کے بارے میں احتیاط کی مثالیں بھی قرآن میں موجود ہیں ۔ مثال کے طور پر سورۃ البقرۃ کے ان مقامات کا ذکر کیا جا سکتا ہے ۔ جہاں اقوامِ سابقہ کے حالات بیان ہوئے ہیں ۔ اس سلسلے میں مثال کے طور پر البقرۃ کی آیات ۵۵ تا ۷۳ کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے ۔

مولانا اشرف علی تھانوی تفسیرِ قرآن میں قرآن مجید کی دیگر آیات اور متعلقہ احادیث پیش کرتے ہیں لیکن اکثر و بیشتر وہ دیگر مفسرین مثلاً ابن جریر طبری اور ابن کثیر کی طرح یہ انداز نہیں اپناتے کہ اس آیت کی ہم مضمون دیگر آیات اور احادیث یہ ہیں ۔ بلکہ قوسین کے درمیان اور " ف " کے عنوان کے تحت مختصر شرح بیان کرتے ہیں ۔ وہ درحقیقت کسی نہ کسی آیت یا کسی حدیث کا مفہوم یا ترجمہ ہوتا ہے اور اپنی رائے کم سے کم استعمال کرتے ہیں اور جہاں کہیں رائے موجود بھی ہے وہاں بھی کتاب و سنت سے دور نہیں ہوتے ۔ اس کی مثالیں بھی تفسیر میں موجود ہیں ۔

ذیل میں سورۃ حم السجدۃ کی آیت نمبر ۴۷ کی تفسیر مثال کے طور پر پیش کی جاتی ہے کہ بیان القرآن کے مختصر تشریحی نوٹ درحقیقت کسی نہ کسی آیت یا حدیث کا ترجمہ یا مفہوم ہی ہوتا ہے ۔ مولانا کی تشریح و ترجمہ یہ ہے ۔

(اور جس قیامت کا ذکر ہے کہ اس میں انہیں جزا ملے گی اس) قیامت کے علم کا حوالہ خدا ہی کی طرف دیا جا سکتا ہے (یعنی اس سوال کے جواب میں کہ قیامت کب آئے گی جیسا کہ کفار انکار کی غرض سے سوال کیا کرتے تھے یہی کہا جاوے گا کہ اس کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

علم خدا هی کو هے مخلوق کو اس کا علم نه هونے سے اس کا عدم وقوع لازم نهیں آتا) -
اور (قیامت هی کی کیا تخصیص هے اس کا علم هر شے کو محیط هے حتّٰی که)
کوئی پھل اپنے خول میں سے نهیں نکلتا اور نه کسی عورت کو حمل رهتا هے اور نه
وه بچه جنتی هے مگر یه اس کی اطلاع سے هوتا هے (اور اس اطلاع کی وجه اس کی
صفتِ علم کا ذاتی هونا هے جو بوجه اعلیٰ درجے کے کمال هونے کے دلیل توحید بھی
هے - اور بوجه تساوی نسبت صفت ذاتیه کے جمیع متعلّقات کے ساتھ دلیل علم قیامت
کی بھی هے - پس اس سے دونوں مضامین کی تائید هو گئی) اور (آگے اس قیامت
کے ایک اور ایک واقعه کا ذکر هے جس سے اثباتِ توحید اور ابطالِ شرک بھی هوتا هے
یعنی) جس روز ان (مشرکین) کو اللّٰه تعالیٰ پکارے گا (اور کهے گا) که (جنهیں
تم نے میرا شریک ٹھیرا رکھا تھا وه) میرے شریک (اب) کهاں هیں (ان کو
بلاؤ که تمهیں اس مصیبت سے بچائیں) وه کهیں گے که (اب تو) هم آپ سے یهی
عرض کرتے هیں که هم کوئی (اس عقیدے کا) کوئی مدعی نهیں - (یعنی اپنی غلطی
کے مقر هیں چونکه وهاں حقائق عقائد کے منکشف هو جائیں گے - پس یه اقرار یا تو
اضطراری هے یا اس سے کچھ توقع نجات کی هو اور جنهیں یه لوگ (دنیا میں) پوجا
کرتے تھے وه سب غائب هو جائیں گے (یا تو یه مراد هے که ان کی شرکت کا اعتقاد
وضوحِ حق کے سبب ذهن سے سب کچھ زائل هو جائے گا یا یه که وه نصرت نه کر سکیں
گے اور بعض آیتوں میں جو آیا هے - قِیلَ ادْعُوا شُرَکَاءَکُمْ فَدَعَوْهُمْ و ما منّا من شهید
کے منافی نهیں کیونکه وه پکارنا فرطِ حیرت و بدحواسی سے هوگا نه که اعتقاد سے) اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

(جب یہ احوال دیکھیں گے تو) یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ ان کھلتے بچاؤ کی کہیں صورت نہیں (اس وقت شرکاء کا بطلان اور اللہ واحد کا حق ہونا معلوم ہو جائے گا)- ۳۲

اس آیت کریمہ کی تشریح میں مولانا تھانوی نے جو کچھ لکھا ہے (یعنی جو کچھ قوسین میں لکھا ہے اس کا تجزیہ کریں تو یہ تمام عبارات کسی نہ کسی آیت یا حدیث کا ترجمہ یا مفہوم ہی ہے -

مثلاً یہ تمام تشریحات قرآن مجید کی ان آیات کی روشنی میں ہی ہیں کہ کفار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کرتے تھے وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ - ۳۳ (یہ وعدہ کب پورا ہوگا) وَيَقُولُونَ مَتٰى هُوَ (اور یہ کہتے ہیں کہ وہ قیامت) کب ہوگی ؟) ان کی اس بات کا جواب قرآن نے یہی دیا کہ اس قیامت کے وقوع پذیر ہونے کا حقیقی وقت اللہ ہی کو معلوم ہے لیکن یہ بات یقینی ہے کہ یہ وقوع پذیر ضرور ہوگی - مولانا نے جو کچھ لکھا ہے کہ کفار از راہ انکار نبی کریم صلعم سے سوال کیا کرتے تھے وہ سورۃ بنی اسرائیل کی یہ آیات ہیں فَسَيُنْغِضُونَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتٰى هُوَ - ۳۴ یہ اپنے سروں کو تعجب کے ساتھ آپ کے سامنے (از راہ انکار و غرور) ہلاتے ہیں - اور پوچھتے کہ وہ (قیامت) کب آئے گی ؟ -

---

۳۲- بیان القرآن ، جلد اول ، صفحہ ۸ ، ۹ -

۳۳- یونس : ۴۸

۳۴- بنی اسرائیل : ۴۹ تا ۵۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کا جواب قرآن مجید نے یوں دیا ۔ قُلْ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ قَرِیْبًا ۔ [۳۵]

آپ ان سے فرما دیں کہ ہو سکتا ہے کہ قیامت بالکل قریب ہی ہو (یعنی جو مر گیا اس کی قیامت تو آ گئی) یوں تو یہی اسلوب اور اندازِ استدلال بھی قرآن مجید میں موجود ہے ۔ لیکن سورۃ الحج کی آیات ایک تا دس اس کا بہترین نمونہ ہیں ۔

مذکورہ صدر آیات میں مولانا لکھتے ہیں کہ قیامت ہی کا اکیلا معاملہ نہیں بلکہ اس کا علم تو ہر شے کو محیط ہے اور کوئی پھل اپنے خول نہیں نکلتا اور کوئی عورت نہ بچہ جنتی ہے نہ اسے حمل قرار پاتا ہے ، مگر ہر چیز کا اسے علم ہوتا ہے ۔

یہ تشریحی ٹکڑا بھی قرآنی آیات ہی ہیں ۔ مثلاً سورۃ الحدید کی آیت

یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ۔ [۳۶]

جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو چیز اس سے نکلتی ہے اور آسمان سے نازل ہوتا اور جو کچھ اس کی طرف بلند ہوتا ہے ۔

آیت الکرسی کے الفاظ :

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ ۔ [۳۷]

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ .... وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ۔ [۳۸]

بے شک قیامت کے آنے کا وقت اللّٰہ ہی کے پاس ہے ۔ وہی جانتا ہے کہ

۳۵۔ بنی اسرائیل : ۵۱

۳۶۔ الحدید : ۴

۳۷۔ البقرۃ : ۲۵۵

۳۸۔ لقمٰن : ۳۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

کسی کے رحم میں کیا ہے ؟ ـ سورۃ الانعام کی آیات ۹۵ تا ۹۹ اسی کی مثال ہیں ـ

اس آیت (حم السجدۃ ۳۷) میں دیگر نکات درحقیقت قرآن مجید کی آیات النحل : ۲۷ اور النحل : ۸۶ وغیرہ کی روشنی ہی میں ہیں ـ

بیان القرآن کے تفسیر بالماثور ہونے کی تائید میں یہ دلیل بھی واضح طور پر پیش کی جا سکتی ہے کہ جہاں " اللغات " ، " البلاغۃ " ، " النحو " ، ملحقات الترجمۃ کے عنوانات دیئے گئے ہیں وہاں " الروایات " کے عنوان کے تحت متعلقہ آیات کے بارے میں موجود روایات کا تذکرہ بھی کرتے ہیں ـ یہ پہلو پہلے دس پاروں میں تو بالالتزام موجود ہے ـ اس کے بعد اس عنوان " الروایات " کا التزام تو نہیں لیکن جگہ جگہ روایات پیش کی گئی ہیں ـ

بیان القرآن کے مآخذ کا جائزہ :

عصرِ حاضر کا تفسیری ادب زیادہ تر متقدمین کی تفاسیر کی روشنی میں ہی مرتب ہوا ہے ـ جس طرح ملتِ اسلامیہ میں عمومی طور پر تقلید کا رجحان ہر اور عموماً یہی نقطۂ نگاہ کار فرما ہے کہ متقدمین کے علمی سرمائے کی روشنی میں ہی چلا جائے ـ اس طرح خصوصاً تفسیری شعبے میں یہ رجحان جاری و ساری ہے کہ پہلی تفاسیر کے خلاصے ، حواشی ، تعلیقات ، تسہیلات وغیرہ پر ہی اکتفا کیا جا رہا ہے ـ نئے مسائل درپیش ہوئے تو ان مسائل پر بعض مفسرین نے اظہارِ خیال کیا ـ ایسا کرتے ہوئے دونوں اسلوب اختیار کئے گئے ـ قدیم مفسرین کی روشنی میں ہی جدید مسائل پر لکھا گیا اور خالص

toobaa-elibrary.blogspot.com

عقلی بنیادوں پر بھی تفاسیر لکھی گئیں ۔ تفسیر بالماثور کی راہ اختیار کرنے والے گروہ نے خالصتاً متقدمین کے تفسیری مواد ہی سے استفادہ کیا ۔ اس طرح جدید ماثور اردو تفاسیر زیادہ تر متقدمین کے تفسیری ادب کی روشنی میں ہی مرتب ہوئی ہیں ۔ دورِ متاخرین کی تفسیر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اب متعدد تفسیری رجحانات کی جامع تفاسیر معرض وجود میں آئیں ۔ یعنی ایک تفسیر میں محدثین کا طریق میں موجود ہوتا ہے ، فقہی مسائل بھی بیان ہوئے ہیں ، کلامی بحثیں بھی ہیں اور صوفیاء کی تفاسیر کی خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں ۔ اس دور کی تفاسیر میں قدیم تفاسیر کا تتبع لازمی عنصر کے طور پر دکھائی دیتا ہے ۔

تفسیر بیان القرآن اسی نوع کی تفسیر ہے ۔ قرآن و حدیث کے بعد قدیم تفاسیر اس کا مآخذ ہیں ۔ بیان القرآن میں جن تفاسیر سے عموماً مواد حاصل کیا گیا ہے ان کے بارے میں مولانا خود لکھتے ہیں کہ لکھتے وقت یہ کتابیں میرے پاس رہتی تھیں ۔ بیضاوی ، جلالین ۔ تفسیر رحمانی ۔ الاتقان ۔ معالم التنزیل ۔ روح المعانی ۔ مدارک ۔ خازن ۔ فتح المنان (حقانی) ۔ ابن کثیر ۔ لباب ۔ در منثور ۔ الکشاف ۔ قاموس ۔ [۳۹]

یہ تمام تفاسیر کسی نہ کسی پہلو سے یکتا حیثیت رکھتی ہیں اور ہر ایک کو کسی نہ کسی شعبے میں سند تسلیم کیا جاتا ہے ۔ ان میں فصاحتِ قرآنی ، معانی و بیان وغیرہ پر کتب تفسیر بھی موجود ہیں مثلاً کشاف اور بیضاوی اور ماثور تفاسیر کے شاہکار ، ابن کثیر

۳۹۔ بیان القرآن ، خطبۂ تفسیر ، صفحہ ۵ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

معالم التنزیل ۔ الدر المنثور بھی موجود ھین ۔ صوفیانہ انداز سے لکھی گئی تفاسیر مین خازن اور جامع تفاسیر مین سے روح المعانی شامل ھین ۔ کسی کتاب کے علمی مقام و مرتبے کو پرکھنے کا ایک معیار یہ بھی ھے کہ اس کا مواد کن مآخذ سے حاصل کیا گیا ھے ۔ اس اعتبار سے بیان القرآن ایک بلند پایہ تفسیر ھے ۔ آئندہ سطور مین ھم مذکورہ بالا مآخذ کے بارے مین مختصر طور پر ایک جائزہ پیش کرین گے کہ ان کتب کے بارے مین محققین کی رائے کیا ھے اسی سے بالواسطہ طور پر بیان القرآن کا مقام واضح ھوگا ۔

تفسیر بیضاوی کا اصل نام انوار التنزیل و اسرار التاویل ھے جو عبداللہ بن عمر بن محمد (م ۶۸۵ھ) معروف البیضاوی کی لکھی ھوئی ھے ۔ آپ قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز رھے ۔ آپ کثیر التصنیف اور آذربائیجان کے علاقے کے عظیم ترین عالم تھے ۔[۳۰] امام سبکی آپ کے بارے مین لکھتے ھین کہ ایک عظیم امام ، بہت بڑے مناظر ، عابد ، زاھد اور راتوں کو جاگنے والے تھے ۔[۳۱]

ابن حبیب کہتے ھین :

سب علماء بیضاوی کی تصانیف کے ثنا خوان ھین ۔ اگر آپ نے المنہاج الدجیز کے علاوہ اور کوئی کتاب نہ لکھی ھوتی تو وھی آپ کے علمی مقام و مرتبہ کی بلندی کیلئے کافی تھی ۔[۳۲]

۳۰۔ بحوالہ ذھبی ، محمد حسین ، التفسیر المفسرون ، دارالکتب الحدیثۃ جلد اول ، صفحۃ ۲۹۷ ۔

۳۱۔ ایضاً ۔

۳۲۔ ایضاً ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس تفسیر میں بیضاوی کے بنیادی مآخذ امام رازی کی مفاتیح الغیب اور امام راغب کی مفردات القرآن ہیں - پھر اس پر صحابہ[21] و تابعین[22] کے اقوال کا اضافہ کیا اور خدا داد عقل سے طبع زاد نکات اور لطائف شامل کئے - یہ تفسیر علم و ادب کا شاہکار ہے اور اس کی عبارات بعض جگہ اس قدر دقیق و عمیق اور اسرار و رموزِ علمی سے پر ہوتی ہیں کہ ایک بلند پایہ عالم ہی انہیں سمجھ سکتا ہے - آپ نے مختلف قراءتوں کا بھی تذکرہ کیا -[23]

اس تفسیر کے مقام و مرتبہ کے بارے میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں :

" قاضی ناصر الدین بیضاوی نے تفسیر کشاف کا عمدہ خلاصہ تحریر کیا ہے - اور معتزلی نظریات جو الکشاف میں پائے جاتے تھے ، انہیں چھانٹ کر الگ کر دیا ہے اب یہ تفسیر آبِ زر کی طرح تابندہ و درخشندہ ہے - یہ آفتاب نصف النہار کی طرح معروف و مشہور ہے - لوگوں نے اسے اپنی توجہات کا مرکز بنا لیا ہے اور اس کے ثناء خواں اس کی مدح و توصیف میں رطب اللسان ہیں - علماء اس کے درس و مطالعہ میں منہمک ہیں اور اسے بڑے شوق کے ساتھ قبول کرتے ہیں "[24] - حاجی خلیفہ اپنی کتاب کشف الظنون[25] میں اس کے مقام پر یوں تبصرہ کرتے ہیں :

۲۳- ایضاً -

toobaa-elibrary.blogspot.com

تفسیر بیضاوی مدح و توصیف سے بالا اور عظیم الشان کتاب ھے ۔ اس میں
جو مباحث اعراب اور معانی و بیان سے متعلق ھیں اور تفسیر الکشاف سے ماخوذ
ھیں حکمت و کلام سے متعلق معلومات تفسیر کبیر سے لی گئی ھیں ۔ الفاظ
کے اشتقاقات کے بارے میں نکات امام راغب کی مفردات سے لئے ھیں ۔
بیضاوی نے ان کے علاوہ اپنی عقل سے بھی نکات کا اضافہ کیا ھے ۔ وہ ایک
متبحر عالم تھے اس لئے تفسیر میں جملۂ علوم پر اظہار خیال کرتے ھیں وہ
خوبصورت علمی اشارات بھی واضح کرتے ھیں اور اسرار و رموز بھی پیش
کرتے ھیں " ۔[34]

اس کتاب کو اس قدر مقبولیت حاصل ھوئی کہ اسے اپنی تحقیقات کا مرکز
بنا کر لوگوں نے اس کے حواشی ، شروح اور تعلیقات تحریر کیں ۔ اس کے اجزاء کے حواشی و
شروح بھی لکھی گئیں ۔ یہ ان کتب میں شمار ھوتی ھے جنھیں بہت زیادہ مقبولیت
حاصل ھوئی ۔ اس کے حواشی کی تعداد چالیس سے زائد بیان کی جاتی ھے ۔
اسے امہات کتب تفسیر میں شمار کیا گیا ھے ۔ قرآن مجید کے مطالب و معانی اور ان
کے اسرار و رموز سے آگاہ ھونا چاھتا ھے ۔ وہ اس تفسیر سے بےنیاز نہیں ھو سکتا ۔[35]

۳۴۔ ایضاً ۔

۳۵۔ ایضاً ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

الکشاف :

یہ محمود بن عمر زمخشری (۴۶۷ھ - ۵۳۸ھ) کی ہے - مفسر اگرچہ معتزلی عقائد کے علمبردار ہیں اور انہوں نے اس تفسیر میں اپنے عقائد کی دلیل قرآن مجید سے حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی ہیں لیکن اعتزال کے علاوہ اس تفسیر میں اس قدر مفید پہلو موجود ہیں کہ لوگوں نے اعتزال کو نکال کر باقی پہلوؤں سے اس سے استفادہ کیا ہے - اگر معتزلی عقائد کو الگ رکھا جائے تو یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اس طرح کی تفسیر اس سے قبل نہیں لکھی گئی تھی -[۳۶]

علامہ ابن خلدون اس تفسیر کے مقام و مرتبہ کے بارے میں لکھتے ہیں :

" زمخشری کی کتاب بہترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے - اس تفسیر میں معتزلہ کے عقائد کی تائید کے حوالے سے علماء اسے بنظر استحسان نہیں دیکھتے لیکن اس کے باوجود ادب و بلاغت میں زمخشری کی برتری کو تسلیم کرتے ہیں "

ہر دور کے علماء نے کشاف کو اپنی توجہ و تحقیق کا مرکز بنایا - اس کے معتزلی عقائد کو الگ کیا گیا - بعض نے اس کے وجوہ اعراب کو بحث کا موضوع بنایا - بعض نے اس پر حواشی لکھے - اس کی احادیث کی تخریج کی اور ان پر نقد و جرح کی - بعض نے خلاصے تیار کئے - جس کثرت سے اس کی شروح و حواشی لکھے گئے ہیں ان سے اندازہ

۳۶- ذھبی ، محمد حسین ، التفسیر والمفسرون ، جلد اول ، صفحہ ۴۳۰ -

۳۷- ابن خلدون ، علامہ ، مقدمہ ، صفحہ ۴۳۷ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہا جا سکتا ھے کہ یہ اعلیٰ درجہ کی کتاب ھے - اسے موافقین و مخالفین دونوں نے " بحادی کتاب " کے طور پر تسلیم کیا ھے - زمخشری نے قرآن مجید کے بلاغی پہلو کو اجاگر کیا ھے - اس نے جن استعارات و مجازات اور دیگر بلاغی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ھے اسے دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ھے کہ اور کوئی کتاب اس کی ہم پلہ نہیں ہو سکی - بعد میں آنے والے لوگوں نے اس بلاغی نکات کو اپنی اپنی تفاسیر میں جگہ دی - مشرق کے لوگوں نے اس تفسیر کا مطالعہ کیا اور فنِ بلاغت اسی سے سیکھا اور علامہ ابن خلدون کے بقول :[۴۸]

علمائے مشرق اور مغربی علماء کے مقابلہ میں فنِ بلاغت میں بہت آگے ھیں
اس کی وجہ یہ ھے کہ اہلِ مشرق نے کشاف سے زیادہ استفادہ کیا ھے -
اور وہ اس فن کی اصل و اساس ھے -[۴۹]

اعتزال کو چھوڑ کر زمخشری کا ایک مثبت پہلو یہ ھے کہ اسرائیلیات کے بارے میں بڑی تحقیق سے کام لیا گیا ھے - وہاں اگر کہیں اس قسم کی روایت بیان کرتے ھیں وہاں روی کا لفظ استعمال کرتے ھیں اور ساتھ ھی " واللہ اعلم " کہتے ھیں - وہ ان روایات کو اکثر ان مقامات پر بیان کرتے ھیں جہاں روایت کا تعلق دینی معاملات سے نہ ہو - جو روایات دین سے متعلق ہوتی ھیں وہاں ان کی صحت کا درجہ یا ان کا ضعف بیان کر کے اس کی عدم صحت واضح کرتے ھیں -[۵۰]

۴۸- ذھبی ، التفسیر والمفسرین ، جلد اول ، صفحہ ۴۳۰ -

۴۹- ابن خلدون ، مقدمہ ، صفحہ ۶۳۶ -

۵۰- ذھبی ، التفسیر والمفسرین ، جلد اول ، صفحہ ۴۷۶ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

معالم التنزیل :

بیان القرآن کے ماخذ میں ایک امام بغوی (ابو محمد حسین بن مسعود (م ۵۱۰ھ) کی معالم التنزیل ہے ۔ امام صاحب کو "محی السنۃ" کا خطاب دیا گیا ۔ تاج الدین سبکی نے آپ کو شافعی المسلک کبار میں شمار کیا ہے وہ لکھتے ہیں :

بغوی جلیل القدر امام ، عابد و زاہد ، محدث ، مفسر ، فقیہہ ، علم و عمل کے جامع اور طریق سلف پر گامزن تھے ۔ [۵۱]

اس تفسیر کے مقام کے بارے میں حاجی خلیفہ لکھتے ہیں :

امام محی السنۃ بغوی کی تفسیر معالم التنزیل ایک متوسط الحجم تفسیر ہے ۔ اس میں آپ نے مفسر صحابہ تابعین اور اتباع تابعین کے اقوال جمع کئے ہیں ۔ خازن نے اس تفسیر کو نہایت بلند پایہ اور گران قدر تفسیر قرار دیا ہے ۔ یہ صحیح اقوال کی جامع ، احادیث نبویہ سے آراستہ اور احکام شرعیہ سے پیراستہ ہے ۔ [۵۲]

امام ابن تیمیہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں :

اگرچہ بغوی کی تفسیر ثعلبی کی تفسیر سے مختصر ہے مگر یہ احادیث موضوعہ اور بدعتی نظریات و افکار سے پاک ہے ۔ [۵۳]

۵۱۔ ذہبی ، التفسیر المفسرین ، جلد اول ۔ ص ۲۳۴ ۔

۵۲۔ حاجی خلیفہ ، کشف الظنون ، جلد دوم ، صفحہ ۲۸۵ ۔

۵۳۔ ابن تیمیہ ، اصول تفسیر ، صفحہ ۔ ؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

امام ابن تیمیہ اپنے فتاوٰی میں لکھتے ہیں :

" سائل نے دریافت کیا ہے کہ تفسیر قرآن پر مشتمل کون سی کتاب قرآن و حدیث سے قریب تر ہے ۔ زمخشری کی کتاب ، قرطبی و بغوی کی کتاب یا ان کے علاوہ کوئی اور کتاب ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ میرے خیال میں ان تینوں کتابوں میں بغوی کی تفسیر بدعت اور احادیث ضعیفہ کی آمیزش سے متاہلتاً پاک و صاف ہے ۔ بغوی کی تفسیر ثعلبی سے مختصر ہے کیونکہ انہوں نے احادیث ضعیفہ اور بدعتی لوگوں کے اقوال حذف کر دیئے ہیں ۔ [۵۴]

بغوی نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں اپنے تمام اساتذہ تک اپنی سند ذکر کر دی ہے جن سے وہ نقل و روایت کرتے ہیں ۔ اس کے بعد وہ اس سند کا ذکر نہیں کرتے جن لوگوں تک سند کا ذکر انہوں نے مقدمے میں نہیں کیا ان کا تذکرہ جہاں ضرورت ہوتی ہے بیان کرتے ہیں ۔ وہ رواۃ و رجال پر نقد و جرح بھی کرتے ہیں ۔ غیر متعلق اقوال اور منکر روایات سے احتراز کرتے ہیں ۔

بغوی نے معالم التنزیل کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ :

میں نے آیات کی تشریح میں احادیث پیش کی ہیں کیونکہ آیاتِ الہی کی صراحت انہی سے ہو سکتی تھی ۔ امورِ دین کا مدار سنت پر ہی ہے ۔ میں معتبر کتب حدیث سے بھی احادیث صحیحہ اخذ کی ہیں اور منکر اور غیر متعلق روایات سے احتراز کیا ہے ۔ [۵۵]

۵۴۔ ابن تیمیہ ، فتاوٰی ابن تیمیہ ، جلد دوم ، ص ۱۹۳ ۔

۵۵۔ بغوی معالم التنزیل ، جلد اول ، صفحہ ۹ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس تفسیر میں ایک آیت کے ضمن میں وارد شدہ روایات تمام کی تمام نقل کرتے ہیں -

یہ تفسیر بذات خود نہایت عمدہ اور بہت سی ماثور تفاسیر میں سے افضل و احسن ہے -

جلالین :

یہ تفسیر جلال الدین سیوطی اور جلال الدین محلی دو حضرات نے مکمل کی - جلال الدین محلی (۷۹۱ھ -) علوم فقہ و کلام اصول و نحو اور منطق کے ماہر متقی اور صالح شخص تھے - مدرسہ مہدیہ میں فقہ کے استاد تھے - قاضی کا عہدہ ملا لیکن انکار کر دیا -

یہ تفسیر حد درجہ مختصر ہے - یہی بات اس کے مقبول ہونے کا سبب بنی ہے کہ مختصر الفاظ میں قرآن کی تشریح سمجھی جا سکتی ہے - اس مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس پر بہت سی تعلیقات اور حواشی لکھے گئے -[۵۶]

روح المعانی :

روح المعانی ، اس تفسیر کے مآخذ میں شامل ہے - یہ سید محمود آفندی (پ ۱۲۱۷ھ) کی تفسیر ہے - آپ اپنے زمانے کے علمائے عراق میں سے منقولات و معقولات کے جامع عالم ہیں - آپ محدث اور مفسر ہیں - قوت حافظہ غیر معمولی تھی - ۱۲۴۸ میں مفتی احناف بنائے گئے - اس سے قبل آپ مدرسہ مرجانیہ کے اوقاف کے ناظم اعلی تھے -

---

۵۶- ذهبی ، محمد حسین ، التفسیر والمفسرون ، جلد اول ، صفحہ ۲۵۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ نے اپنی یہ تفسیر سلطان عبدالحمید (ترکی) کو پیش کی جو بہت پسند کی گئی -

عمر کے آخری حصہ میں آپ اجتہاد کی طرف مائل ہو گئے تھے - تفسیر روح المعانی ۱۲۵۲

میں شروع کی گئی اور ۱۲۶۷ھ میں مکمل ہوئی - اس کا نام ترک وزیر اعظم علی پاشا

نے رکھا - [۵۷]

مؤلف نے تفسیر کو روایت اور درایت کے اعتبار سے علمائے سلف کے اقوال و آثار

اور متاخرین کی علمی کاوشوں کا مجموعہ بنا دیا ہے - یہ متقدمین کے علوم کا بہترین خلاصہ

کہلا سکتی ہے - ابن عطیۃ - ابو حیان - کشاف - بیضاوی - ابو السعود امام رازی

اور دیگر مفسرین کے اقتباسات کی روشنی میں تفسیر کرتے ہیں - ان کے تفسیری اقوال

کو من و عن ہی تسلیم نہیں کر لیتے بلکہ ان کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہیں اور آزادی کے

ساتھ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں - چنانچہ بعض جگہوں پر وہ تفسیر ابو السعود -

بیضاوی - ابو حیان اور دیگر مفسرین پر تنقید بھی کرتے ہیں - امام رازی کے فقہی

اقوال پر جرح کرتے ہیں - ان بلند پایہ مفسرین کے اقوال پیش کرتے ہیں اور ان میں

سے جس کی رائے کو مبنی بر صواب سمجھتے ہیں اس کے حق میں اپنے دلائل بھی پیش

کرتے ہیں - آپ نے معتزلہ شیعہ اور دیگر مذاہب و مسالک پر تنقید بھی کی ہے - [۵۸]

فقہی مسائل کا بھی ذکر کرتے ہیں اور جس فقہ کا موقف زیادہ بہتر ہوتا ہے اسے

اختیار کر کے اس کی ترجیح کے اسباب و دلائل بھی پیش کرتے ہیں - [۵۹]

۵۷- ایضاً - جلد اول ، صفحہ ۳۵۲ -

۵۸- آلوسی ، محمود ، روح المعانی ، جلد ۲۸ ، صفحہ ۹۳ -

۵۹- ایضاً - جلد دوم ، صفحہ ۱۳۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسرائیلیات کے بارے میں ان کی نگاہ بڑی تحقیق پسند ہے - انہوں نے ان روایات کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے جو تحقیق کے بغیر بعض دیگر مفسرین نے اختیار کیا ہے - [۶۰]

روایات و احادیث میں علامہ آلوسی دیگر لوگوں کے مقابلے میں زیادہ محتاط ہیں - [۶۱] آپ وجوہ قرائت ، ربطِ آیات اور اسبابِ نزول ، علم ہیئت ، علم نحو کے قیمتی نکات بھی پیش کرتے ہیں - عربی زبان سے استشہاد بھی موجود ہے - مثلاً الطلاق : ۱۲ میں ہیئت کے مسائل بیان کرتے ہیں - نحو کے مسائل پر بحث کرتے ہیں تو وہ مفسر سے زیادہ ماہرِ نحو محسوس ہوتے ہیں - [۶۲] مسائل تصوف بھی بیان کرتے ہیں - یہ پہلو اس تفسیر میں اس قدر زیادہ ہے کہ بعض لوگوں نے اسے صوفیانہ تفسیر قرار دے دیا ہے -

یہ تفسیر قرآن کا بہت بڑا خزانہ ہے - علم و فضل کی وسعت کی وجہ سے انہوں نے متعدد علوم اپنی تفسیر میں سمو دیئے ہیں - ان کی رائے اور تحریر میں اعتدال ہے -

مولانا محمد یوسف بنوری اپنے ایک مقالہ یتیمۃ البیان میں لکھتے ہیں کہ چار ایسی تفاسیر ہیں اگر کوئی شخص ان پر اکتفا کرنا چاہے تو کر سکتا ہے - ان تفاسیر میں ابنِ کثیر ، تفسیر مفاتیح الغیب - تیسری روح المعانی اور چوتھی تفسیر ابی السعود ہے - انہوں نے روح المعانی کے بارے میں لکھا ہے -

---

۶۰- ذھبی ، جلد اول ، صفحہ ۳۵۹ -

۶۱- تقی عثمانی ، مولانا ، علوم القرآن ، صفحہ ۵۰۲ -

۶۲- ذھبی ، جلد اول ، صفحہ ۳۵۸ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ میرے نزدیک قرآن کی ایسی تفسیر ہے جیسے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری ہے - شرح بخاری کا قرض امت پر تھا اور فتح الباری کی صورت میں یہ قرض چکا دیا گیا ۔ ٦٢ الف

الدرالمنثور فی التفسیر الماثور :

اس کا ایک ماخذ یہ تفسیر بھی ہے - اس کے مؤلف علامہ جلال الدین سیوطی (٨٤٩ھ - ٩١١ھ) ہیں جو ایک بلند پایہ مفسر قرآن ہیں - آپ پانسو سے زیادہ کتب کے مصنف ہیں اور آپ کے اساتذہ کی تعداد اکاون ہے - ان کی حیثیت بطور مفسر، بطور محدث، مؤرخ مسلمہ ہے - انہیں دو لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں اس تفسیر کے بارے میں خود سیوطی لکھتے ہیں :

" میں نے تفسیرِ قرآن پر مشتمل ایک مستند تفسیر تحریر کی ہے جو کئی ہزار احادیث پر مشتمل ہے - اور چار جلدوں میں ہے - اس کا نام " ترجمان القرآن " ہے - پھر میں نے اس کا خلاصہ الدر المنثور کی شکل میں تیار کیا - اس میں روایات و احادیث کے متن پر اکتفا کیا گیا اور جس کتاب سے وہ روایت لی اس کتاب کا نام لکھ دیا ہے " -

الدر المنثور ایک جامع تفسیر ہے - بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی ابو داؤد مسند احمد-/ابن جریر، ابن ابی حاتم عبد بن حمید اور ابن ابی الدنیا سے اخذ کر کے اس میں روایات کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے - لیکن انہوں نے روایات کی تحقیق کا کام نہیں کیا -

---

٦٢- الف - تقی عثمانی ، صفحہ ٥٠٧

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیان القرآن کے مآخذ میں ایک تفسیر مظہری بھی ہے جو قاضی ثناء اللہ پانی

پتی (م ۱۲۲۵ھ) کی علمی کاوش ہے - آپ نے شاہ ولی اللہ سے کسبِ علم کیا -

پھر مرزا مظہر جان جاناں سے طریقہ مجددیہ میں روحانی تربیت حاصل کی - انہوں نے

آپ کو علم الہدیٰ کے لقب سے نوازا وہ فرمایا کرتے تھے کہ ان کی عظمت و ہیبت میرے دل

پر چھا گئی ہے - ان میں ملکوتی صفات موجود ہیں - ان میں دیانتداری اور تقویٰ

کمال درجے پر تھا - شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے آپ کو "بیہقیٔ دوراں" کا خطاب دیا -

زہد - تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں ان کی مثال مشکل سے ملتی ہے - روزانہ

قرآنِ کریم کی ایک منزل ، سو رکعت ، نفل ، مراقبہ اور ذکر و فکر کی مشغولیات کے

ساتھ ساتھ پڑھتے تھے - درس و تدریس اور مقدمات کے فیصلے اور اپنے لکھنے پڑھنے کا کام

بھی فرماتے - اس تفسیر کی وجہ تالیف یہ ہے کہ الفاظ کی تشریح اور معانی و مطالب

کی وضاحت کے ساتھ ساتھ احکام و عقائد کی شرح کی ضرورت تھی - برصغیر کی کتب

زیادہ تر شافعی مسلک کے مطابق تھیں - ضرورت تھی کہ حنفی مسلک کی روشنی میں

بھی آیات احکام کی توضیح کی جائے - اس مقصد کے تحت انہوں نے یہ تفسیر دس

جلدوں میں مدوّن کی - فقہی مسائل ، اختلاف قرأت ، صوفیانہ نکات تفسیر القرآن

بالقرآن اور بالحدیث اس کی خاص خصوصیات ہیں - آپ نے اسرائیلیات کی تفسیر

قرآن میں بھرمار کی سخت مخالفت کی ہے - بعض مسائل میں آپ کی بحثیں نہایت

علمی و تحقیقی ہیں - مسئلہ ربٰو کے سلسلے میں مختلف مسالک کے نقطہ ہائے نگاہ اور

اس کے بارے میں پائے جانے والے افکار کا تذکرہ کرتے ہیں - احادیث اور اقوالِ علماء کی روشنی

toobaa-elibrary.blogspot.com

مین اس پر تحقیقی بحث کی ہے ۔ استنباط مسائل اس تفسیر کی خصوصیت ہے ۔ [٦٣]

اکثر اردو تفاسیر محض اردو دان طبقہ کیلئے ہی مفید ہیں ۔ وہ علماء جنہوں نے عربی تفاسیر سے استفادہ کیا ہوتا ہے ان کیلئے اردو تفاسیر مین بالعموم کوئی کشش کا پہلو موجود نہین ہوتا لیکن بیان القرآن اس تاثر سے پاک ہے ۔ اس مین اس قدر تنوع اور علمی نکات ہین کہ اہل علم بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہین ۔ اس کا تذکرہ خود مولانا تھانوی نے بھی کیا ہے کہ اس کا ایک حصہ ایسا ہے کہ اس سے کماحقہ استفادہ استاذ کے ذریعے ہی کیا جا سکتا ہے ۔ آپ لکھتے ہین :

" چونکہ نفع عوام کے ساتھ افادۂ خواص کا بھی خیال آ گیا اس لئے ان کے استفادہ کیلئے ایک حاشیے کا اضافہ کیا جس مین مکیت و مدنیت سور و آیات وغیرہ مشہور لغات و ضروری وجوہ بلاغت و مغلق ترکیب و خفی الاستنباط فقہیات و کلامیات و اسباب نزول و روایات و اختلاف قرأت مغیرہ ترکیب یا حکم وتوجیہہ ترجمہ و تفسیر ایجاز کے ساتھ مذکور ہین ۔ جس کو متوسط درجہ کا طالب علم بے تکلف سمجھ سکتا ہے ۔ یہ حاشیہ درس و تدریس کے وقت بہت کام آ سکتا ہے ۔ اس حاشیہ کی عبارت عربی اس لئے تجویز کی ہے کہ عوام اس کے دیکھنے کی ہوس ہی نہ کرین ورنہ جب زبان سمجھنے اور مضامین نہ سمجھتے تو بہت پریشان ہوتے ۔ اب یہ اللہ تعالی کے فضل سے یہ تفسیر مختصر یا ترجمہ مطول عوام و خواص سب کے کام کا ہوگا " ۔ [٦٤]

٦٣۔ سالم قدوائی ، ڈاکٹر ، ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیرین ، ادارہ معارف لاہور ، ١٩٩٣ء ، صفحہ ١٠٧ تا ١١٢ (ملخص)

٦٤۔ تھانوی ، بیان القرآن ، جلد اول ، صفحہ د ، ہ ، خطبۂ تفسیر ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں :

" مجھے معلوم ہے کہ کہیں کہیں میری تقریر کسی قدر تنگ مختصر ہے لیکن اس کی کفایت میں کوئی خلل نہیں البتہ کم استعداد لوگوں کو اہل علم سے اس کے حل اور توضیح کی حاجت ہوگی ۔ اسی طرح بعض جگہ ایسے مضامین بھی آ گئے ہیں کہ ان کا سمجھنا مخصوص اہل علم کے ساتھ ہے ..... یہ امر یقینی ہے کہ اس سے پورا لطف حاصل ہونے کی شرط ہونے شرط علوم متعارفہ میں مہارت اور اس میں بھی کہیں کہیں مقام پر تحریر و مراجعت تفاسیر کے بعد اس تفسیر کو ملاحظہ کرنا ہے " ۔[۶۵]

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ بیان القرآن میں اہل علم کی علمی تسکین کا پہلو بھی موجود ہے ۔ اس سلسلے میں مولانا انور شاہ کشمیری کا ایک بیان منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں :

" بیان القرآن کو دیکھ کر مجھے اردو کتابیں پڑھنے کا شوق ہوا ورنہ میں سمجھتا تھا کہ اردو کی کتابوں میں علوم عالیہ کہاں ؟ نیز میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ تفسیر عوام کیلئے ہوگی ، مگر یہ تو علماء کے دیکھنے کے قابل ہے " ۔[۶۶]

بیان القرآن میں جدید مسائل بھی زیر بحث آئے ہیں لیکن اس میں متجددین کا سا رنگ نہیں پایا جاتا گیا آپ کہیں بھی مآثر قدیمہ سے بے نیاز نہیں ہوئے ۔

۶۵۔ بحوالۂ سابقہ ، صفحہ و ۔

۶۶۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

متجددین کے ہاں صوماً ایسا ہوا کہ اسلام کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کیلئے اسلام کی ایک ایسی تعبیر کر دی گئی کہ اس جدید رجحان غالب آ گیا اور اسلام کا پہلو ثانوی حیثیت حاصل کر گیا اور اسلام کی ایک ایسی تعبیر سامنے آئی جس میں اسلامی اقدار سے واضح طور پر انحراف کا پہلو پایا جاتا ہے لیکن بیان القرآن میں جدید رجحان اور مسائل پر بحث کرتے ہوئے دین حق کی بالادستی ہر جگہ دکھائی دیتی ہے -

مولانا تھانوی اگرچہ کسی مکتب فکر کا نام لے کر اس کے عقائد وغیرہ پر بحث نہیں کرتے لیکن کہیں کہیں معتزلہ کے عقائد کا ردّ ان کا نام لے کر کیا گیا ہے - مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت ختم اللہ علی قلوبھم ..... (الف) کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

" (الکلام) قولہ تعالی ختم اللہ علی قلوبھم الایۃ فی الایۃ ردّ علی المعتزلۃ حیث نفوا اسنادہ الی اللہ تعالی الا مجازا فان الاصل فی الاسناد ھو الحقیقۃ حیث لا صارف ولا صارف " -[٢٧]

اسی طرح سورۃ یونس کی آیت ٥٩ قل ارءیتم ما انزل اللہ لکم من رزق فجعلتم منہ حراما و حلالاً ..... کے تحت بھی معتزلہ کے عقائد کے بارے میں لکھتے ہیں :

٢٧- بیان القرآن ، جلد اوّل ، صفحہ ٥ -

(الف) آیت ٧

toobaa-elibrary.blogspot.com

" استدل المعتزلة بالاية على ان الحرام ليس برزق ولا دليل لهم

فيها اذ المدعى ما قدر لانتفاعكم والمقدر للانتفاع هوالحلال فيكون

المذكور ههنا قسما من الرزق لا مطلق الرزق الشامل للحلال والحرام

والكفرة انما خطؤا فی جعل بعض الحلال حراما و من جعل اهل السنة

دظہر الیہم فی جعلہم الرزق مطلقا منقسما الی قسمین فقدا عظم الفرية "۔ [۶۸]

اسی طرح سورۃ الاعراف کی آیت ان ربکم اللہ الذی خلق السموت والارض فی ستة

ایام ثم استوی علی العرش ( ) کے تحت بھی اسی ضمن میں اهل سنت

کے نقطہ نگاہ کی وضاحت کی ہے ۔ [۶۹]

۶۸۔ ایضاً ۔ جلد پنجم ، صفحہ ۱۹ ۔

۶۹۔ ایضاً ۔ جلد چہارم ، صفحہ ۱۹ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اعجاز القرآن اور بیان القرآن

ابو بکر جصاص رازی نے تحدی والی آیات کی جو تشریح تفسیر اور توضیح کی ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے وہ فرماتے ہیں ۔ [٧٠] و قوله تعالی " و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء کم من دون الله ان کنتم صدقین " فیه اکبر دلالة علی صحة نبوة نبینا علیه الصلوة والسلام من وجوه

احدها : انه تحداهم بالاتیان بمثله فعجزوا مع ما هم علیه من الانفة والحمیة وانه کلام موصوف بلغتهم و قد کان النبی صلی الله علیه و سلم منهم اللغة العربیة و عنهم اخذ فلم یعارضه منهم خطیب ولا تکلفه شاعر مع بذلهم الاموال والا نفس فی التوهین بامرة والسلطان حجته و کانت معارضته لو قدروا علیها ابلغ الا شیاً فی ابطال دعواه و تفریق اصحابه عنه فلما ظهر عجزهم عن معارضته دل ذالک علی انه من عندالله الذی لا یعجزه شئی و انه لیس فی مقدور العباد مثله و انما اکثر ما اعتذروا به انه من اساطیر الاولین، و انه ، من سحر فقال تعالی ۔ فلیاتوا بحدیث مثله ان کانوا صدقین و قال فاتوا بعشر سور مثله مفتریت فتحداهم بالنظم دون المعنی فی هذه السورة و اظهر عجزهم عنه فکانت هذه معجزة باقیة لنبینا صلی الله تعالی علیه و سلم الی قیام الساعة ابان الله تعالی معها نبوة نبیه ،

٧٠- هو احمد بن علی ابو بکر الجصاص الرازی کان امام الحنفیة ، اخذ عن ابی سهل الزجاج و عن ابی الحسن الکرخی وغیره واستقر التدریس له ببغداد و انتهت الرحلة الیه و ان علی طریق الکرخی فی الورع والزهد و به انتفع و علیه تخرج وله تصانیف منها احکام القرآن و شرح مختصر الکرخی و شرح مختصر الطحاوی و شرح جامع محمد و کتاب فی اصول الفقه و شرح اسماء الحسنی و ادب القضاء ولد فی بغداد ٣٠٥ و مات فی ٣٧٠ هـ الجصاص کان اجلا عالیا ولکن بعض اصحاب التخریج جعله من المقلدین الذی لا یقدرون علی الاجتهاد اصلا و هذا لیس جیدا فی الحقیقة کان فی المجتهدین کشمس الائمة وغیره کلهم عیال علیه و هذا احکام القرآن مشتمل علی ثلثة اجزاء مطولة من

toobaa-elibrary.blogspot.com

فضله بها على سائر الانبياء لان سائر معجزات الانبياء مضت بانقضائهم و انما يعلم كونها من طريق الاخبار و هذه معجزة باقية بعده كل من اعترض عليها بعدة قرائن بالمعجزة فتبين له ، حينئذ موضع الدلالة على تثبيت النبوة كما كان حكم من كان فى زمره من لزوم الحجة به و اتم الدلالة عليه به الوجه الاخر من الدلالة انه اظم عند المومنين -

فدل ذالک على انه لم يتحدهم بذالک ولم يقرعهم بالعجز عنه الا وهو من عند الله لا يقدر العباد على مثله - [71]

محمد على الصابونى كى تحقيق :

مذکورہ صدر آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

" ثم ذكر تعالى بعد ادلة التوحيد الحجة على النبوة و اقام البرهان على اعجاز القرآن فقال (و ان كنتم فى ريب مما نزلنا على عبدنا) اى و اذا كنتم ايها الناس فى شک و ارتياب من صدق هذا القرآن ، المعجز فى بيانه و تشريعه و نظم الذى انزلناه على عبدنا و رسولنا محمد صلّى الله عليه و سلّم (فاتوا بسورة من مثله) أى فاتو بسورة واحدة من مثل هذا القرآن فى البلاغة والفصاحة " [72]

سید قطب شہید کی تحقیق :

سید قطب شہید کی تفسیر " فى ظلال القرآن " کو عرب و عجم دونوں میں بہت

۷۱- علامہ جصاص رازی ، احکام القرآن ، جلد ۱ ، ص ۲۸

۷۲- علامہ محمد علی الصابونی ، صفوۃ التفاسیر ، بیروت ، ۱۹۸۱ء ، ج ۱ ، ص ۳۲

شہرت نصیب ہوئی ۔ مندرجۂ ذیل بحث میں وہ عبدیت رسول اور تحدی مع الکفار کو بہت خوب انداز میں بیان کرتے ہیں ۔ وہ فرماتے ہیں " ولقد کان الیہود یشکون فی صحة رسالة النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم و کان المنافقون یرتابون فیھا کما ارتاب المشرکون و شکّکو فی مکة و غیرھا فھنا یتحدی القرآن الجمیع ، اذ کان الخطاب الی " الناس " جمیعاً یتحداھم بصریة واقعیة تعمل فی الامر بلا محاکة " ۔

" وان کنتم فی ریب مما نزّلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صادقین و یبدأ ھذ التحدی بلفتة لھا قیمتھا فی ھذا المجال ۔ بصفت الرسول صلّی اللہ علیہ و سلّم بالعبودیة اللہ ، و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا و لھذا الوصف فی ھذا الموضع دلالات منوعة متکاملة ، فھو ولا تشریف للنبی و تقریب باضافة عبودیتہ للہ تعالی دلالة علی ان مقام العبودیة للہ ھو اسمی مقام یدعی الیہ بشر و یدعی بہ کذالک وھو ثانیا تقریر لمعنی العبودیة فی مقام دعوة الناس کافة الی عبادة ربھم وحدہ و اطراح الانداد کلھا من دونہ فھا ھو ذا النبی فی مقام الوحی وھو اعلی مقام یدعی بالعبودیة للہ و یشرف بھذہ النسبہ فی ھذا المقام ۔

اما التحدی فنظر فیہ الی مطلع السور ۔ فھذا الکتاب المنزل مصوغ من تلک الحروف التی فی ایدیھم فان کانوا یرتابون فی تنزیلہ فدونھم فلیاتو بسورة من مثلہ ولیدعوا من شھداءھم بھذا من دون اللہ ۔ فا اللہ قد شھدا بعبدہ بالصدق فی دعوة و ھذا

toobaa-elibrary.blogspot.com

التعدی ظل قائما فی حیاۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم و بعدھا وما یزال قائما الی یومنا ھذا وھو حجۃ لا سبیل الا فیھا ۔ وما یزال القرآن یتمیز من کل کلام یقول البشر تمیزا واضحا قاطعا و سیظل کذالک ابدا" ۔[۷۳]

یہ آراء بھی چند محققین و مفسرین کی تحقیق آیات تحدی مع الکفار کے بارے میں اب مولانا تھانوی کی تحقیق ملاحظہ ھو اور فرق نظر آ جائے گا کہ کس دقیقہ سنجی سے حضرت موصوف نے مسئلہ کا علمی اور تحقیقی جائزہ لیا ھے ۔

مولانا تھانوی کی رائے :

(آیت نمبر ۱) قرآن کریم نے کفار کے بڑھتے ھوئے پروپگنڈے کے پیش نظر دعوت مقابلہ دی تاکہ ان کی غلط فہمی اور کج فہمی دور کی جا سکے ۔ چنانچہ فرمایا گیا " و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صدقین ۔[۷۴] اور اگر تم شک میں ھو اس کتاب کے بارے میں جسے ھم نے اپنے بندے پر نازل کیا ھے تو لاؤ ۔ اس جیسی ایک سورت اور بلا لو اللہ کے ماسوا اپنے مددگاروں کو اگر تم سچے ھو ۔ مولانا فرماتے ھیں :

" اور اگر تم خلجان میں ھو اس کتاب کی نسبت جو ھم نے نازل فرمائی ھے اپنے بندہ خاص پر تو اچھا پھر تم بنا لاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اس کا ھم پلہ ھو

۷۳- سید قطب شھید ، فی ظلال القرآن ، مکۃ المکرمۃ ، جلد ۱ ، ص ۵۵ ، ۵۶

۷۴- حوالہ مذکور ھوا ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(کیونکہ اغرتم بھی عربی زبان دان ہو بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تو مشاق بھی نہیں ہیں اور تم مشاق ہو جب باوجود اس کے نہ بن سکیں گے تو بشرط انصاف بلا تأمل ثابت ہو جائے گا کہ یہ معجزہ من جانب اللہ ہے اور بلا شبہ آپ پیغمبر ہیں اور یہی مقصود تھا) اور بلا لو اپنے حمایتوں کو جو تم نے خدا سے الگ تجویز کر رکھے ہیں اگر تم سچے ہو ۔

اگلی آیت میں حکیمانہ ، مصلحانہ اور داعیانہ انداز اختیار کیا گیا کہ " فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین ۔[۷۵] کہ پس اگر تم نہ کر سکو اور ہرگز نہیں تم کر سکتے تو ڈر جاؤ اس آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں تیار کی گئی کافروں کے لئے ۔ مولانا فرماتے ہیں یہ سن کر کہ قیامت تک بھی نہ کر سکو گے ۔ کیسا جوش و خروش و پیچ و تاب نہ آیا ہوگا اور کوئی دقیقہ سعی کا نہ چھوڑا ہوگا پھر عاجز ہو کر اپنا سا منہ لے کر بیٹھ رہنا قطعی دلیل ہے کہ قرآن مجید معجزہ ہے اور یہ امر عادۃ محال ہے کہ کسی نے کچھ لکھا ہو اور وہ گم ہو گیا ہو ۔ کیونکہ قرآن کے حامی ہر زمانہ میں کم رہے ہیں تو اس تحریر کے مدد گار تو قرآن کی مخالفت میں زیادہ رہے ہیں تو وہ کیسے ضائع ہو سکتا تھا ۔[۷۶]

قرآن مجید کے اعجاز کے وجوہ مختلف ہیں اخبار بالمغیبات (غائب کی

۷۵- ایضاً ۔

۷۶- تفسیر بیان القرآن ، ج ۱ ، ص ۱۲۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی خبرین کا بیان کرنا) قرآن ایک زندہ و تابندہ معجزہ ھے اس اعجاز قرآن نے مخالفین کو اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور کیا ۔ سورۃ الروم مین فارسی و روم کی لڑائی اور اولا فارسی قوم کی فتوحات کا کہا گیا تھا کہ فارسی غالب آ جائین اور رومی شکست و ریخت سے دو چار ھون گے ۔ سورۃ الروم ۲۱/ کی ابتدائی آیات کی تشریح درج ذیل ھے فرماتے ھین ۔ اھل روم ایک قریب کے موقع مین (یعنی ارض روم کے ایسے مقام مین جوھر نسبت فارسی کے عرب سے قریب تر ھے ۔ مراد اس سے اذرعات و بصری ھین ۔ جو ملک شام مین دو شہر ھین ۔ کذا فی القاموس اور حکومت روم کے ماتحت مین ھونے سے ارض روم مین داخل ھین ایسے موقع مین اھل روم • اھل فارس پر دوسرے مقابلے مین) تین سال سے لے کر نو سال کے اندر اندر غالب آ جائین گے ۔ (اوپنا غالب و مغلوب ھونا خدا کی طرف سے ھے کیونکہ مغلوب ھونے سے پہلے بھی اختیار اللہ کو تھا ۔ (جس نے مغلوب کر دیا تھا) اور بعد کا اختیار بھی اللہ کو ھے جس سے وہ غالب کر دے گا ۔ اور جب رومی غالب آ جائین گے تو مسلمان اللہ تعالی کی اس امداد پر خوش ھو جائین گے ۔ (اس سے مراد یا تو یہ مراد ھے کہ اللہ تعالی مسلمانون کو قول مین غالب فرما دے گا کیونکہ اس پیشین گوئی کو مسلمانون نے کفار پر ظاھر کر دیا اور انھون نے تکذیب کی تو اس کے وقوع سے ان کی جیت ھو جاوے گی اور یا یہ امداد ھے کہ مسلمانون کو مقابلہ مین غالب کر دے گا ۔ چنانچہ وہ جنگ بدر مین تصور ھونے کا تھا اور ھر حال مین نصرت کا محل مسلمان ھی ھین)

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ پیشین گوئی کفار کے لئے باعث تعجب ہے ۔ حالانکہ مسبب الاسباب اللہ تعالی ہے

اور مالک اسباب بھی وہی ہے اس کو اسباب بدلنا بھی آسان اور اسباب کے خلاف

سبب کا بدلنا بھی آسان اور جس طرح وقوع کے قبل اسباب کو دیکھ کر صدق وعدہ الٰہ

پر یقین نہیں کرتے اسی طرح بعد وقوع کے اس کو وعدہ الہیہ کا ظہور نہیں مانتے

جس سے اس وعدہ کی پیشگی خبر دینے والے کی نبوت پر استدلال کرنا لازم تھا۔[77]

تفسیر ھذا کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ مفسر عبارت کی

دلآویزی و دلکشی کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں ۔ خصوصاً وہ مقدور بھر قرآن حکیم کے

نظم و اسلوب کے سر اعجاز اور ابلاغی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔

خصوصاً فصل و وصل و اطناب ، تقدیم و تاخیر اور اعتراض و تذییل کا بہت

لحاظ رکھتے ہیں ۔ مولانا تھانوی قرآنی تراکیب میں دقیق و عمیق معانی کو سموتے ہیں

ان کے اظہار و بیان کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ مولانا تھانوی

اعجازی انداز میں اپنے دور کے دوسرے مفسرین سے ممتاز اور نمایاں شخصیت رکھتے ہیں۔

ان رسائل کے مختصر تذکرہ کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ قرآن کی آیات تحدی

کی جو تفسیر مولانا تھانوی نے کی ہے اسے ذکر کر دیا جائے ۔ تاہم ان کے ساتھ چند

اور مفسرین کی تحقیقات بھی مذکور ہوں گی ۔

۷۷- بیان القرآن الروم ، پ ۲۱ ج ۹ ، ص ۲۰۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

اعجاز قرآن پر مولانا تھانوی کا موقف :

مولانا تھانوی کا کہنا ھے کہ قرآن میں عربوں کو تحدی کی گئی ھے کہ اگر ان کے خیال میں یہ کلام بشر ھے تو ایسا کلام بنا کر لائیں لیکن وہ نہ کر سکیں گے ۔ قرآن مجید کی تحدی تدریجی رھی ھے ۔ سب سے پہلے یہ آیت تحدی نازل ھوئی ارشاد باری ھے :

" قل لئن اجتمعت الانس والجنّ علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا" ۔ ۷۸

ترجمہ : آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات سب اس بات کے لئے جمع ھو جائیں کہ ایسا قرآن بنا لائیں ۔ تب بھی ایسا نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں ۔

اس آیت کی تشریح میں اعجاز القرآن ثابت کرتے ھوئے مولانا تھانوی فرماتے ھیں :

" اور یہ اجتماع آراء ھے تو بدوں مدد کے تو بدرجہ اولی عاجز رھیں گے گو اجتماع ظاھری کو تصمیم عزم بھی دخل ھوگا پس اگر بالکل اجتماع نہ ھو تو اولی سے بھی اولی درجہ میں عجز ھوگا ۔

۷۸۔ بنی اسرائیل ۔ پ ۱۵ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

جنات کا تذکرہ اس لئے کیا گیا ۔ مولانا فرماتے ھیں :

شاید جن کا ذکر اس لئے کیا ہو کہ وہ جنات کی عبادت کرتے تھے ۔ مطلب یہ ھوگا کہ اگر تمہارے خدا بھی آ جاویں تب بھی یہ بنا سکو گے اور یا یوں کہا جاوے کہ چونکہ جن بھی مکلف ھیں اس لئے ان کا ذکر کیا گیا ۔[79]

پھر ارشاد ھوا ۔

" قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریت ۔"[80]

ترجمہ : آپ فرما دیجئے کہ تو تم بھی اس جیسی ١٠ (دس) سورتیں بنائی ھوئی لے آو ۔

اس آیت کے تحت مولانا تھانوی لکھتے ھیں :

" چونکہ پیغمبر کے لئے مطلق خارق " کی ضرورت ھے اور آپ کا بڑا خارق قرآن ھے تو اس کو نہ ماننے کی وجہ کیا ھے اس کی نسبت کفار یہ کہتے ھیں کہ نعوذ باللہ یہ آپ نے خود بنا لیا ھے ۔ آپ جواب میں فرما دیجئے کہ اگر یہ میرا بنایا ھوا ھے تو تم بھی اس جیسی دس سورتیں جو تمہاری بنائی ھوئی ھوں لے آو اور اپنی مدد کے لئے جن غیر اللہ کو بلا سکو بلا لو اگر تم سچے ہو پھر یہ کفار اگر تم لوگوں کا یہ کہنا کہ اس کی مثل بنا لاو نہ کر سکیں تو تم ان سے کہہ دو کہ اب تو یقین کر لو کہ یہ قرآن

٧٩- بیان القرآن ، ج ٦ ، ص ٢٢١ ،

٨٠- سورۃ ھود ، پ ١٢

toobaa-elibrary.blogspot.com

اللہ ھی کے علم اور قدرت سے اترا ھے اور اس مین اور کسی کے نہ علم کا دخل ھے اور

دہ قدرت کا ۔ [81]

اس کے بعد تحدی کے لئے تیسری آیت نازل ہوئی ارشاد ہوا ۔

" و ان کنتم فی ریب مما نزّلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھدا

کم من دون اللہ ان کنتم صدقین ۔ [82]

ترجمہ : اور اگر تم خلجان مین ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ھے

اپنے بندۂ خاص پر تو اچھا پھر تم بنا لاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اس کا ہم پلہ ہو

اور بلا لو اپنے حمایتی کو جو خدا سے الگ ھین اگر تم سچے ہو ۔

مولانا تھانوی اس تحدی کو برھان رسالت پر محمول کرتے ھین وہ کہتے ھین۔

" یہ بات قابل لحاظ ھے کہ نبوت کی صاف بے غبار دلیل معجزہ ہوا کرتی

ھے ۔ چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بے شمار معجزے عطا ہوئے جن

مین سب سے بڑا معجزہ قرآن شریف ھے کہ اثبات نبوت کی سب سے بڑی دلیل ھے اس کے

معجزہ ہونے مین مخالفین کو یہ شبہ تھا کہ شاید اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خود تصنیف کر لیا کرتے ھین تو اس صورت مین اس کا معجزہ ہونا محل کلام مین ہو گیا

پس دلیل نبوت مشتبہ ہو گئی ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس اشتباہ کو اس آیت مین رفع فرماتے

۸۱- بیان القرآن ، ج ۵ ، ص ۲۰ ،

۸۲- سورۃ البقرہ ، پ ۱ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں تاکہ اس کا معجزہ ہونا ثابت ہو جاوے - پھر نبوت پر قطعی دلیل بن سکے -

اس آیت کا مفہوم یہ ہے اور اگر تم لوگ کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے - اپنے بندہ خاص پر تو اچھا پھر تم بنا لاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اس کے ہم پلہ ہو - کیونکہ آخر تم بھی عربی زبان دان ہو - بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تو مشاق بھی نہیں اور تم مشاق ہو جب باوجود اس کے نہ بنا سکیں گے تو بشرط انصاف بلا تامل ثابت ہو جاوے گا کہ یہ معجزہ منجانب اللہ ہے اور بلا شبہ آپ پیغمبر خدا ہیں - [۸۳]

سورۃ البقرہ ، سورۃ یونس ، اور سورۃ ھود میں بالترتیب ایک اور دس سورتوں کے بارے میں تحدی کی گئی ہے اور بظاہر اس میں تطبیق کی وجہ سے معلوم نہیں ہوتی اس کی وجہ سے تطبیق مولانا تھانوی یہ بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں -

" سورۃ یونس اور سورۃ بقرہ میں " بسورۃ مثلہ " ہے سو سورۃ بقرہ تو مدنی ہے اس سے عاجز ہونے کے بعد ایک سورت سے معارضہ مناسب ہے اور سورۃ یونس اگر مدنی ہے جیسا اتقان میں ایک قول نقل کیا ہے تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ اعجاز فی نفسہ کے اعتبار سے تو ایک سورت سے معارضہ کیا گیا ہے اور ان کے دعوی قدرت کے اعتبار سے کہ ان کا قول تھا - " لو نشاء جعلنا مثل ھذا " دس سورتوں کا معارضہ کیا گیا واللہ اعلم - [۸۴]

۸۳- بیان القرآن ، ج ۱ ، ص ۱۸ ، ۱۹

۸۴- ایضاً - ج ۵ ، ص ۲۱

مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ قرآن اس اعتبار سے بھی معجزہ ہے کہ وہ اخبار بالمغیبات یعنی آنے والے واقعات کی خبر دیتا ہے - جو قرآن کے مطابق اور جس طرح اس میں لکھا ہے وجود میں آئے - ارشاد باری ہے -

" الم غلبت الروم فی ادنی الارض وهم من بعد غلبهم سیغلبون فی بضع سنین - "[٨٥]

ترجمہ : اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے نو سال کے اندر اندر غالب آ جائیں گے -[٨٦]

اسی طرح ارشاد ہوا :

" لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ امنین " -[٨٧]

ترجمہ : تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور جاؤ گے امن و امان کے ساتھ اور یہ بات دو سال بعد پوری ہوئی -[٨٨]

مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ اسی طرح پیش گوئیاں بھی اعجاز قرآن میں داخل ہیں - ارشاد ہے -

" واللہ یعصمک من الناس " -[٨٩]

٨٥- الروم - پ ٢١ -

٨٦- بیان القرآن ، ج ١٠ ، ص ٣٠

٨٧- الفتح - پ ٢٦

٨٨- بیان القرآن ، ج ١١ ، ص ٢٩٠

٨٩- المائدہ - پ ٦

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترجمہ : اور اللہ تعالی آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا ۔

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا تھانوی فرماتے ہیں :

" چنانچہ وہ وعدہ (پیشن گوئی) اسی طرح صادق ہوا گو بعض غزوات میں آپ زخمی ہوئے اور یہود نے نامردی کی طرح آپ کو زہر دیا مگر مجتمع و مقابل ہو کر کوئی قتل و ہلاک نہ کر سکا ۔ اور اس پیشن گوئی کا واقع ہونا آپ کے معجزہ اور دلیل نبوت ہے ۔ ترمذی میں ہے کہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جاتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی آپ نے فرمایا سب چلے جاؤ اللہ تعالی نے میری حفاظت کر لی ۔ یہ بھی دلیل نبوت ہے ۔ کیونکہ ایسا اعتماد بدون وحی کے نہیں ہو سکتا ۔ "[90]

اسی طرح ایک اور ارشاد ہے :

انا کفینٰک المستھزءین ۔[91]

ترجمہ : بے شک ہم ہنسنے والوں کے لئے کافی ہیں ۔[92]

اسی طرح اس قسم کی آیات سے مولانا تھانوی اعجاز قرآن اور اعجاز نبوت ثابت کرتے ہیں اس کے علاوہ فصاحت و بلاغت قرآن جو کہ بین اعجاز قرآن ہے اس پر مولانا تھانوی نے مختلف تفاسیر اور تصانیف میں مضامین تحریر فرمائے اور ان کی تفسیر بیان القرآن خود اعجاز قرآن ثابت کرنے کے لئے کافی ہے ۔ محققین کو مولانا تھانوی کی ان کاوشوں سے اعجاز القرآن کے عنوان پر کافی مواد مل سکتا ہے ۔

۹۰۔ بیان القرآن ، ج ۳ ، ص ۳۹۵ ،

۹۱۔ الحجر ، پ ۱۴

۹۲۔ بیان القرآن ، ج ۲ ، ص ۱۵۳ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

چوتھا باب

اسلوب کا خصوصی جائزہ

اسلوبِ تفہیم

قصہ ہاروت و ماروت

رویت باری تعالی کا مسئلہ

علم باری کی وسعت کی بحث

" قرب حق " کی تحقیق

رحمۃ للعالمین کا مطلب

بیان القرآن اور الموہبت

حضرت سلیمان کے قصص کی تحقیق

حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ

نفخ ثانی کا بیان

نفخ ثالث کا بیان

حبطِ اعمال کا مفہوم

toobaa-elibrary.blogspot.com

تفسیر میں افہام کا نہایت موثر، سادہ اور سلیس انداز پایا جاتا ہے اور بعض بہت پیچیدہ اور مشکل مسائل کو نہایت سادگی اور سلاست سے ذہن نشین کروا دیتے ہیں ۔ سمجھانے کیلئے مثال ایسی استعمال کرتے ہیں کہ ایک عام سطح کا آدمی بھی اسے بخوبی سمجھ سکتا ہے ۔ اس کی ایک مثال ہاروت و مَارُوت کا قِصّہ ہے ۔ اس واقعے کے بارے میں بعض اوقات تو آدمی غلط فہمی کا شکار بھی ہو سکتا ہے لیکن "بیان القرآن" میں جس انداز سے اس کی وضاحت کی گئی ہے وہ نہایت سادہ اور موثر ہے ۔

ایک قدیم زمانہ میں ..... بابل میں جادو کا چرچا زیادہ ہو گیا اور اس کے آثارِ عجیبہ کو دیکھ کر جہلا کو اس کی حقیقت اور انبیاء کرام کے معجزات میں خلط اور اشتباہ ہونے لگا اور بعض لوگ ساحروں کو مقدس اور قابلِ اتباع سمجھنے لگے اور بعض لوگ جادو کو نیک عمل سمجھ کر سیکھنے لگے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس غلطی کو روکنے کیلئے ہاروت و ماروت، دو فرشتے بابل میں بھیجے تاکہ وہ لوگوں کو جادو کی حقیقت بتا کر اس سے بچنے کی تلقین کریں اور معجزات اور سحر میں فرق واضح کر دیں ۔ اس بات کا تذکرہ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۰۲ میں کیا گیا ہے اس جگہ بظاہر یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ گویا اللہ کے فرشتے لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور لوگ اس جادو کو غلط مقاصد کیلئے استعمال کرتے تھے ۔ گویا جادو کا سکھانا فرشتوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ۔

اس اشتباہ کی وضاحت مولانا تھانوی یوں کرتے ہیں :

toobaa-elibrary.blogspot.com

" فرشتوں نے آ کر بابل میں کام شروع کیا کہ سحر کے اصول وفروع ظاہر کر کے لوگوں کو اس عمل بد سے بچنے کی اور ساحروں سے نفرت اور دُوری رکھنے کی تنبیہہ اور تاکید کی جائے جیسے کوئی عالم دیکھے کہ جہلا اکثر نادانی سے کفر کے کلمات بک جاتے ہیں ۔ اس لئے وہ تقریراً یا تحریراً ان کلمات کو جو ان دنوں مروج ہوں ، جمع کر کے عوام کو مطلع کر دیں کہ دیکھو یہ کلمات بچنے کے قابل ہیں ان سے احتیاط کرنا ۔ اب وقتاً فوقتاً مختلف لوگوں کی ان کے پاس آمد و رفت شروع ہوئی اور درخواست کرنے لگے کہ ہمیں بھی ان کے اصول و فروع سے مطلع فرمائیں تاکہ لاعلمی سے کسی اعتقادی یا عملی فساد میں مبتلا نہ ہو جائیں ۔ اس وقت انہوں نے احتیاطاً و ارشاداً اور اصلاحاً یہ التزام کر لیا کہ اِن لوگوں کو یہ اصول و فروع بتانے سے پہلے یہ کہہ دیا کرتے کہ دیکھو اللّٰہ تعالیٰ کو تمہیں اِن اُصول و فروع کی خبر دینے کے ذریعے سے اپنے بندوں کا امتحان بھی مقصود ہے کہ دیکھیں اِن سے مطلع ہو کر کون شخص اپنے دین کی اصلاح اور حفاظت کرتا ہے کہ شر سے آگاہ ہو کر اس سے بچے اور کون شخص اپنا دین خراب کرتا ہے کہ شر سے آگاہ ہو کر خود بھی اس شر کو اختیار کر لیتا ہے ۔ ان لوگوں سے دوسروں سے کہہ دیا کہ دیکھو ہم تمہیں نصیحت کئے دیتے ہیں کہ جادو کے بارے میں واقفیت اچھی نیت سے حاصل کرنا اور پھر اِس نیت پر ثابت قدم رہنا ۔ ایسا نہ کرنا کہ ہمیں تو یہ کہہ دو کہ ہم جادو سے بچنے کیلئے جادو سیکھ رہے ہیں کہ تاکہ اس کی حقیقت معلوم ہو سکے ۔ لیکن بعد میں خود ہی اِس کے مطابق عمل کرنے لگ جاؤ ۔ غرض جو کوئی ان سے اس طرح کا عہد کر لیتا وہ اس کے سامنے جادو کے اصول و فروع بیان کر دیتے ۔ اب اگر

کوئی بددیانتی کے تحت جادو سمجھ کر اس سے ناجائز فائدے اٹھاتا ہے تو اس میں ان کا کیا قصور ہو سکتا تھا۔"[1]

ایک بہت بڑے اشتباہ کو دور کرنے کا یہ بہت عمدہ اسلوب ہے۔

متقارب و متناسب آیات کی مجمع تفسیر :

دوسرا التزام اور رعایت بیان القرآن میں یہ کی گئی ہے کہ کئی آیات و مضامین جن کا اتحاد و تقارب مسلّم ہیں کی تفسیر و تقریر یر ایک جگہ جمع کر دی گئی ہے جن سے آئندہ آیات کی تفسیر جاننے میں دشواری نہیں ہوتی مثلاً :

اختصاص قدرت و علم تام و عام بہ باری تعالی :

قرآن میں اللہ تعالی کے علم اور قدرت تامہ و کاملہ کے بارے میں اکثر مواقع پر کچھ نہ کچھ مضامین بیان ہوتے رہتے ہیں۔ مولانا تھانوی درج ذیل آیت کی تفسیر میں ایسی دو اشیاء کو محققانہ انداز میں یوں بیان کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے "وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا ــــــ"[2]

سب سے پہلے اس آیت کا بین القوسین ترجمہ ملاحظہ ہو۔ اور اللہ کے پاس یعنی اس کی قدرت میں ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء ممکنہ کے ان میں سے جس چیز کو جس وقت چاہیں اور جس قدر چاہیں ظہور میں لے آتے ہیں اور اس میں عذاب بھی آ گیا

۱۔ اشرف علی تھانوی، مولانا، بیان القرآن، جلد اول، صفحہ ۵۵۔
۲۔ الانعام، ۵۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

مطلب یہ کہ اور کسی کو ان پر قدرت نہین اور جس طرح قدرت تامہ ان کے ساتھ خاص ہے اسی طرح علم تام بھی ۔ چنانچہ ان خزائن مخفیہ مقدورات کو کوئی نہین جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے اور اللہ تعالیٰ کا علم ایسا علم ہے کہ وہ ان تمام چیزون کو بھی جانتا ہے جو کچھ خشکی مین ہین اور جو آسمان و زمین کے درمیان مین ہین اور کوئی پتہ تک درخت سے نہین گرتا مگر وہ اس کو خوب جانتا ہے اور کوئی دانہ تک زمین کے اندرونی و تاریک حصون مین نہین پڑتا اور نہ کوئی تر اور خشک چیز مثل پھل وغیرہ کے گرتی ہے مگر یہ سب بوجہ احاطہ علمِ الٰہی کی کتاب مین یعنی لوحِ محفوظ مین مرقوم ہین ۔

اب تفصیلی بحث ملاحظہ ہو :

• پس حاصل یہ ہوا کہ سب چیزین اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علمی مین ہین اور یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کی تمام معلومات لوحِ محفوظ ہی مین منحصر ہین بلکہ اس کی تو کہین انتہا ہی نہین اور مفاتح کا جو ترجمہ خزائن سے کیا گیا اس کا مفرد مَفتح بفتح میم ہے اور اس کے مِفتح بکسر میم بمعنی مفتاح کے جمع کہا جاوے تو اس کا ترجمہ ہوگا کنجیان اور حاصل یہ ہوگا کہ غیب کی کنجیان یعنی وہ اسباب جن سے ان اشیاء مخفیہ کو جو مثل مقفل چیزون کے ہین کھولتے اور ظاہر کرتے ہین ۔ وہ سب خدا تعالیٰ کے قبضہ مین ہین ۔ جب اور جس طرح چاہین ان اسباب مین تصرّف فرما دین اور دونون تفسیرون پر اس مین اختصاص قدرت مقصود ہوگا اور " ما فی البرّ و البحر " تمام عالم شہادۃ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو شامل ہوگا پس پہلا اور دوسرا جملۃ مل کر عالم غیب و شہادت دونوں کے لئے ہمۃ حکم عام ہو گیا اور عالم شہادت میں برگ و دانۃ اور رطب و یابس سب آ گیا تھا ۔ مگر برگ و دانۃ اشیاء صغیرۃ و حقیرۃ میں سے ہیں ان کے لانے سے مبالغۃ ہوگیا کہ ایسی حقیر و صغیر چیزیں تک علمِ الٰہی سے غائب نہیں ۔ پھر دیگر اشیاء حقیرۃ و عظیمۃ سب کے مکرر تعمیم کے لئے رطب و یابس کو بڑھا دیا اور اسی طرح ان اشیاء کے احوال میں سے صرف گرنے کی حالت کو ذکر کے ساتھ خاص کیا اس میں یہ وجۃ ہو سکتی ہے کہ گرنے کی حالت اسی شئی کی انتہائی حالت ہے مطلب یہ ہوا کہ اخیر تک کا حال جانتے ہیں اس تقریر پر ایک شبۃ کا ازالۃ کیا جا رہا ہے ۔ مولانا فرماتے ہیں :

ایک شبۃ :

علم کا استعمال غیب اور شہادت کو تو مذکور ہوا لیکن قدرت کے ساتھ صرف غیب ہی مذکور ہے ؟ اس کا جواب مولانا تھانوی یہ دیتے ہیں ۔ مفاتح کی دلالت ظہور پر تقریر ترجمۃ سے ظاہر ہے پس یہ دونوں کو شامل ہو گیا ۔[3]

رویت باری تعالی :

آیت ۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۔[4] کے تحت مولانا تھانوی رقم طراز ہیں اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور وہ اللہ سب نگاہوں کو محیط ہے وہ بڑا باریک بین اور باخبر ہے ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حق تعالی کے سوا کوئی مبصر و مرئی خواہ کیسا ہی اعظم و اکبر ہو ایسا نہیں کہ اس کا احاطہ کسی رائی

۳۔ بیان القرآن ، جلد سوم ، ص ، ۳۳۱

۴۔ الانعام ، ۱۰۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

بصر سے خواہ وہ کیسا ہی اصغر اور احقر ہو محال ہو ۔ چنانچہ اس کا امکان باقتضائے عقل ظاہر ہے ۔ بخلاف حق تعالیٰ کے باوجود یکہ دنیا میں عقلاً مبصر ہونا فی حدذاتہ ممکن ہے ۔ جیسا کہ " رَبِّ أَرِنِي " کی درخواست سے ظاہر ہے گو شرعاً ممتنع ہے جیسا " لَن تَرَانِي " سے یقینی ہے نیز احادیث میں علی الاطلاق اس کی تصریح ہے اور آخرت میں مبصر ہونا واقع ہے لیکن احاطہ ہر حالت میں محال ہے اور یہ امر خواص باری تعالیٰ سے ہے ۔ پس یہ شبہ رفع ہو گیا کہ بعض اجسام عظیمہ پر بھی یہ امر صادق آتا ہے کہ " لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ " وجہ رفع ظاہر ہے کہ وہاں ادراک بمعنی الاحاطہ محال تو نہیں پس نفی ادراک مذکور فی الایۃ مرتبہ استحالہ میں خواص واجب ہے اور احاطہ عقلیہ کا محال ہونا مستقلاً بھی کتب کلامیۃ میں مذکور ہے[5] ۔

ادراک بمعنی " الاحاطہ کی تائید حضرت عباس سے بھی ہوتی ہے[6] ۔ علامہ سیوطی نے بحوالہ ابن جریر حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے ۔

" عن ابن عباس لا تدرکہ الابصار قال لایحیط بصر احد بالله[7] " ۔

اور روح المعانی میں ہے " و الیہ ذہب کثیر من اللغۃ و غیرھم " پس مطلق رویت ثابت اور احاطہ منفی اور حدیثوں میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سوال کے جواب میں " ھل رأیت ربک دو جواب آئے ہیں ایک تو رانی " أراہ ، دوسرا " رأیت نورا " ۔ پہلے جواب میں احاطہ مراد ہے اور دوسرے میں مطلق رویت اور جاننا چاہیے کہ لیلۃ المعراج میں آپ کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جیسا کہ جلالین میں بتخریج مستدرک حاکم بروایت حضرت ابن عباس[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے ۔ "

۵- بیان القرآن ، جلد سوم ، صفحہ ، ۳۵۶
۶- تنویر المقباس ، کراچی - (۷) سیوطی ، جلال الدین ، الدرالمنثور ، قاہرہ ، جلد سوم ص ، ۳۷۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

رأیت ربی عز و جل " الحدیث وہ اس حکم امتناع شرعی فی الدنیا سے مخصوص
ہے ۔ اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سماوات وما فوقہا کو دنیا سے خارج مانتے اور انہیں
آخرت میں داخل کرتے ہیں ۔

حاشیہ میں مولانا تھانوی فرماتے ہیں ۔

" فسر الزمخشری وغیرہ اللطیف بالذی یلطف عن أن تدرکہ الابصار لکن الصحیح
ما ترجمت بہ لان الاولی تفسیر القرآن بالقرآن و قال عز و جل فی موضع آخر ، الا یعلم
من خلق وهو اللطیف الخبیر " ولا یخفی علی من لہ ذوق صحیح ان معناہ ھناک ھو
ما ترجمتہ بہ ھذا المقام و اظہر منہ ما قال جل مجدہ فی سورۃ لقمان اعنی قولہ "
یبنی انھا ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السموت او
فی الارض یات بھا اللہ ان اللہ لطیف خبیر " لان ھذا المقام مقام احاطۃ علمہ
بادق شئی و اخفاہ مناسبۃ لکونہ غیر مبصر بالمقام وھو اظہر من ان و ایضاً لو کان
بمعنی الذی لا یدرک بالحاسۃ او الذی یلطف عن ان یدرکہ الابصار لازم ان لا یری
فی الاخرۃ ایضاً لانہ تعالی لطیف ازلاً و ابدا ولا یبعد ان یکون الباعث للزمخشری
علی تفسیرہ بالذی یلطف عن ان تدرکہ الابصار تائیدہ لا تدرکہ بنفی رویۃ بالطف اشارۃ
کما ھو عادتہ لان المقصود من قولہ تعالی " لا تدرکہ الابصار " کما یظہر بالتامل
فی المقام و اوضحہ باتم بیان فی التفسیر ۔ ان احد ھما نفی امکان احاطۃ البصر
ایاہ و ثانیھما اختصاص ھذا الوصف بہ باللطیف اذا اراد بہ معنی غیر المحسوس بحاسۃ

toobaa-elibrary.blogspot.com

البصر لایستلزم شیئا منهما ، اما عدم التلزامة الاول فلان غیر المبصر اعم مما لایمکن

احاطته بالبصر لصدق الاول بدون الثانی فی الجواهر اللطیفة کالروح وغیرہ

والاتمم لا یستلزم الاخص و اما عدم استلزامة للثانی فظاهر لعدم الطلاقة و ایضا"

کونه مستحیل الاحاطة بالابصار و اختصاصه به المقصود بقوله " لا تدرکه الابصار ،

لا تحتاج الی دلیل لانه لیس مقصودا" بالذکر بالذات بالا صالة بل هو مذکور

لرد استبعاد نا الناشی من قوله تعالی ، و هو یدرک الابصار " و من انه کیف

یدرک الابصار من لا یدرک بما هو نفسه و انما المحتاج الیه هو قوله جل مجده

" هو یدرک الابصار " لکونه مقصودا اصلیا " لبیان کمال عدمه کما لا یخفی علی من له

ذوق سلیم فتفسیر اللطیف بلطیف الادراک للمدرکات هو اللو لی لیکون ابلغ و اکد فی

اثبات ما هوالمقصود ولا یکون اشتغالا" باثبات ما ویس بمقصود بشئی لا یثبته اصلا" کما

بسطنا ۸ -

اس کی تفصیل کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست رؤیت اور

سورہ شوریٰ کی آخری آیات کے فہم و ادراک میں ذرا بھی تامل ذہن رہتا ان آیات

کی یہ تفسیر اپنی نوعیت کی بہترین تفسیر ہے جس سے رؤیت باری کا نزاعی مسئلہ حل

ہو جاتا ہے -

علم باری کی وسعت :

" وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ وَ نَعۡلَمُ مَا تُوَسۡوِسُ بِهٖ نَفۡسُهٗ وَ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ

حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ 9 " کی تفسیر میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

---

۸- بیان القرآن ، جلد سوم ، صفحہ ۳۵۵ ، ۳۵۶ ، (۹) ق ، ۱۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ گردن کی رگیں و رید اور شریان دونوں کو محتمل ہیں مگر شریان مراد لینا زیادہ مناسب ہے ۔ کیونکہ ان میں روح غالب اور خون مغلوب ہوتا ہے اور ورید میں بالعکس یہاں جس کو روح میں زیادہ دخل ہوا اس کا مراد لینا مناسب ہے اور سورۃ الحاقۃ میں " وَتِیْنَ " بمعنی رگ دل سے تعبیر کرنا اس کا مؤید ہے کیونکہ جو رگیں قلب سے ثابت ہیں شریانیں ہیں اور گو قرآن میں لفظ ورید ہے مگر معنیٰ لغوی اس کے عام ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ باعتبار علم کے اس کی روح اور نفس سے بھی نزدیک تر ہیں یعنی جیسا علم انسان کو اپنے احوال کا ہے ہمیں اس کا علم خود اس سے زیادہ ہے ۔ چنانچہ علمِ حصولی میں انسان کو اپنی بہت سی حالتوں کا علم نہیں ہوتا اور جن کا علم ہوتا ہے بعض اوقات ان کا نسیان یا اس سے ذہول ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ ان احتمالات کی گنجائش ہی نہیں رکھتے اور علم حضوری میں گو حضور معلوم کا لازم ہے مگر بوجہ حادث ہونے کے خود وجود معلوم سے متاخر ہے اور حق تعالیٰ کا علم جو اس سے متعلق ہے جو اس کے باوجود سے متقدم ہے اور ظاہر ہے کہ جو علم ہر حالت میں ہو اس کا تعلق بنسبت اس کے کہ ایک حالت میں ہو زیادہ ہوگا غرض علم باری کا جمیع احوال انسانیہ کے ساتھ ہونا بھی ثابت ہو گیا ۔[10] اور سورۃ الحاقۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں ۔

اور سورۃ " ق " میں جان کو رگِ گردن سے تعبیر فرمایا اور یہاں رگ دل سے جس سے ظاہر مراد شرایین ہیں ۔ جن کا منبع قلب ہے بات یہ ہے کہ اسی رگ قلب کی شاخیں گردن تک بھی پہنچتی ہیں پس دونوں تعبیروں کا حاصل ایک ہی ہے اور

---

۱۰ ۔ بیان القرآن ، جلد گیارہ ، صفحہ ۵۲ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اگر وہ مراد ہوں جن کا منبت کبد ہے اور وہ دل میں ہو کر بدن میں پھیل گئی ہیں اور اسی لئے ایسی کو رگ دل کہہ دیا ہو تو اس کی شاخ بھی گردن میں گئی ہے -[11]

لغوی تحقیق کے ساتھ دونوں آیتوں میں مطابقت کیسے اچھے اور عمدہ طریقے سے بیان کی گئی ہے علم لغت میں مناسبت اور مہارت کے بغیر ایسی عجیب تحقیق اور حسین تطبیق کا سمجھنا اور لکھنا ممکن نہیں -

قرب حق کی تحقیق :

اسی آیت کے سلسلے میں مزید تشریح سنیئے حضرت تھانوی فرماتے ہیں :

" حق تعالی کو بندہ سے جتنی محبت ہے اتنی بندہ کو حق تعالی سے نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ محبت موقوف ہے معرفت پر اور ظاہر ہے کہ جیسے معرفت بندہ کی خدا کو ہے بندہ کو خدا کی نہیں - یہی معنی ہے آیت " ونحن اقرب الیہ من حبل الورید " کے کہ علماً و معرفۃً بندہ سے ہم قریب ہیں او نعلم ما توسوس بہ نفسہ اسی وجہ سے نحن اقرب فرمایا ہے کہ ہم قریب ہیں " انتم اقرب الینا " نہیں فرمایا کہ تم بھی ہم سے قریب ہو - سو اگر اس سے قرب حقیقی مراد ہوتا تو دونوں طرف سے قرب ہوتا چونکہ یہ قرب نسب متکررہ سے ہے اگر ایک طرف سے قرب ہوگا تو دوسری سے بھی ضرور ہوگا - رہا قرب علمی سو اس میں یہ ضروری نہیں کہ اگر ایک طرف سے قرب ہو تو دوسری طرف سے بھی ہو تو قرب تعلمی

۱۱- ایضاً - جلد بارہ ، صفحہ ۳۷ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

خدا کی طرف سے تو ہے اس لئے ان کا علم کامل ہے اور بندہ کی طرف سے نہیں

چونکہ بندہ ہے غافل پس بندہ تو خدا سے دور ہوا اور اللہ تعالی بندہ سے [12]

چونکہ " قرب حق کا یہ مسئلہ نہایت دقیق اور عمیق تھا اور اس کی حقیقت و کیفیت تک رسائی مشکل بھی، اس لئے قرب علمی مراد لے کر تفسیر کی جاتی ہے اور اسی سے یہ اشکال بھی ہو جاتا ہے کہ قُرب تو نسبت متکلوہ سے ہے جس میں دونوں طرف سے قرب کا تحقق ہونا چاہیے ۔ یہاں ایسا نہیں اس کا حل حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر مذکور سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ قُرب علمی میں یہ بات ضروری نہیں ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ ایک طرف سے قرب علمی ہو اور دوسری طرف سے نہ ہو۔ تقریر تو عام فہم اور علمی اصطلاحی تھی جو علماء کرام میں مشہور ہے اور متعارف ہے آگے ایک نہایت عجیب و غریب تحقیق اور نئی ہی لطیف تقریر سنیئے ارشاد ہوتا ہے :

" اب رہا یہ سوال (اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ") رگ گردن سے زیادہ قریب کیسے ہیں ؟ اس کا حقیقی جواب یہ ہے اس مسئلہ کو کوئی حل نہیں کر سکتا ۔ چنانچہ بعض نے تو یہ کہدیا ہے کہ یہاں قرب علمی مراد ہے مگر من حبل الورید کا لفظ بتلا رہا ہے کہ یہاں قرب علمی سے زیادہ کوئی دوسرا قرب بتلانا مقصود ہے ۔ کیونکہ حَبْلِ الْوَرِیْد ذی علم نہیں ہے کہ اس سے اقرب ہونا اقربیت فی العلم پر دال ہو کیونکہ یہاں قرب ذات پر دلالت مفہوم ہوتی ہے ۔ مگر اس کیفیت کو ہم بیان نہیں کر سکتے ۔ چونکہ حق تعالیٰ کیفیت سے منزّہ ہیں اس کا قرب بھی کیفیت سے منزہ ہے مگر تقریب فہم کے لئے اتنا بتلائے دیتا ہوں کہ ہم کو جو اپنی ذات سے قرب ہے وہ

12- وعظ الصلوۃ ، ص ، ۳۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرب موجود کی فروع ھے اگر وجود نہ ھوتا تو نہ ھم ھوتے اور نہ ھم کو اپنی ذات سے قرب ھوتا اور ظاھر ھے کہ وجود میں حق تعالی واسطہ ھیں اس سے معلوم ھوا کہ حق تعالی ھمارے اور اس تعلق کے درمیان میں واسطہ ھیں جو ھم کو اپنی جان کے ساتھ ھے تو ھم کو اول حق تعالی سے تعلق ھے پھر اپنی جان کے ساتھ تعلق ھے ۔ اس تقریر کے استحضار سے قرب حق کا مشاھدہ تو بہت کچھ ھو جائے گا مگر کیفیت اب بھی واضح نہ ھوگی البتہ عقلاً یہ معلوم ھو جائے گا کہ حق تعالی کو ھمارے ساتھ جان سے بھی زیادہ قرب و تعلق ھے اور یہی مقصود ھے ۔[12]

اس تقریر انیق کی خصوصیت اور اس کا مرکزی نقطہ یہ ھے کہ قرب سے علمی قرب کے علاوہ غیر معلوم الکیفیت قرب مراد ھے ۔ صفات الٰہیہ کے کلامی مسائل میں دسترس اور ان میں غور و مہارت حاصل کئے بغیر اس تقریر کی تہہ تک نہیں پہنچا جا سکتا اور اس کی دقت و غموض تک رسائی نہیں حاصل ھو سکتی ۔

رحمت للعلمین کا مطلب :

" وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ "[13]

اور ھم نے (ایسے مضامین نافعہ دیگر) آپ کو اور کسی بات کے واسطے (رسول بنا کر) نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں (یعنی مکلفین) پر (اپنی) مہربانی کرنے کے لئے وہ مہربانی یہی ھے کہ لوگ رسول ؐ سے ان مضامین کو قبول کریں اور ہدایت کے ثمرات حاصل کریں اور جو قبول نہ کرے یہ اس کا قصور ھے اس مضمون کی صحت میں کوئی خلل نہیں پڑتا ۔

۱۲- اشرف علی تھانوی ، مولانا ، وعظ ھمہ ، کراچی ، ص ۲۱ ۔
۱۳- الانبیاء ، ۱۰۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس پر ایک طالب طمانۃ اِشکال عام طور پر ہوتا ہے اس کی وضاحت اور رفع اِشکال کے سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ملاحظہ ہو :

"یہاں ایک طالبِ طمانیت اِشکال ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب رحمۃ للعٰلمین ہیں تو ابو جہل پر بھی کچھ رحمت ہونا چاہیے ۔ کیونکہ "عالمین" میں تو وہ بھی داخل ہے۔ یہ تو ہوا اِشکال اب اِس کا جواب سنیئے۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں ۔ کہ " یہاں رحمت سے مراد رحمتِ تبلیغ و اِرسال ہے ۔ نجات و آخرت کے اعتبار سے رحمت مراد نہیں دلیل یہ ہے کہ "اِلّا رحمۃً" اِس جگہ ارسال کی غایت ہے یہ اس کا قرینہ ہے کہ یہاں رحمت سے وہی مراد ہے جو اِرسال پر مرتب ہوتی ہے ۔ نیز اس سے پہلے ہے " اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ "[15] یہ بھی اس کا قرینہ ہے کہ یہاں تبلیغ کی برکات کا ذکر ہے بس مطلب یہ ہوا کہ ہم نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے اس سے اہلِ عالم پر مہربانی کرنا منظور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے ذریعہ سے لوگوں کی طرف وحی پہنچائی جائے اور ظاہر ہے کہ یہ رحمت عام کو ہے کوئی فرد بشر اس سے محروم نہیں رہنا چاہئے کوئی ہدایت قبول کرے یا نہ کرے ۔

حضرت تھانوی نے بیان القرآن میں تفسیر ہی ایسے طریقے سے کر دی ہے جس پر کوئی اشکال وارد ہی نہیں ہوتا ۔ جس کے جواب کی ضرورت ہو اور عام طور پر جو اِشکال الفاظ کے اِطلاق کی وجہ سے ذہنوں میں پیدا ہو سکتا ہے اس کا حل حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس واضح تقریر و بیان سے ہو جاتا ہے ۔

ملحقات الترجمۃ عربی میں حضرت تھانوی نے اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے جو کچھ

۱۵- الانبیاء : ۱۰۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

رقم فرمایا ہے اس کا حاصل مطلب اس طرح ہے کہ ترجمہ میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ رحمت علّت اور مفعول لہ ہے اور تمام عِلّتوں میں سے ایک علّت رحمت مستثنٰی ہے مطلب یہ ہے کہ آپ کے رسول بنا کر بھیجنے کی سوائے رحمت کے اور کوئی وجہ نہیں اور مہربانی سے پہلے (اپنی) کا لفظ بڑھا کر اشارہ اس طرح ہے کہ رحمت مصدر کا فاعل اللہ ہے[14]

ظاہر ہے اس تقریر کو علمِ نحو میں مناسبت کے بغیر اچھی طرح ذھن نشین نہیں کیا جا سکتا یہ مسئلہ عام نحو کا ہے کہ مفعول لہٗ کا فاعل وہی ہوتا ہے جو اس فعل عامل کا فاعل ہوتا ہے اور " وَمَا اَرْسَلْنٰكَ " میں ارسال فعل عامل کا فاعل اللہ تعالٰی ہیں اس لئے مفعول لہٗ کا فاعل بھی اللہ ہے اس نحوی قاعدہ کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مفعول لہٗ کے ترجمے سے پہلے اپنی کا لفظ بڑھا کر ظاہر کردیا ہے -

قرآنِ کریم کے سمجھنے کے لئے عربی لغت اور صرف نحو کے علاوہ دوسرے قواعد (عقلیہ) منطقیہ جاننے کی ضرورت بھی ہے کیونکہ آج کل عقول سلیمہ بہت کم ہیں اگر عقلِ سلیم ہو تو نتیجہ نکالنے کا سلیقہ اور اس کی غلطیاں خود معلوم ہو جاتی ہیں مگر جب عقلِ سلیم نہ ہو تو قواعد منطقیہ کی ضرورت ہے اس سے صحت استدلال اور نتیجے کا صحیح و غلط ہونا معلوم ہو جاتا ہے - اس کے بغیر قرآن میں بعض جگہ غلطی ہو جانے کا اندیشہ ہے - مثال کے طور پر ارشاد باری تعالٰی ہے " وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ[15] " یہاں اشکال ہوتا ہے کہ ان دونوں مقدموں سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ " عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا

۱۴- بیان القرآن ، جلد ہفتم ، صفحہ ۳۰

۱۵- الانفال ، ۲۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

لا تُسْمِعُهُمْ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوا وَّهُمْ مُّعْرِضُونَ " اور اس کا بطلان ظاهر هے اس اشکال کا حل علم معقول جاننے والا جلد دے سکتا هے کہ یہ نتیجہ نکالنا صحیح نهین کیونکہ صحت نتیجہ تکرار حد اوسط پر موقوف هےاور یہان حد اوسط مکرر نهین کیونکہ مطلب هے -

ولو علم اللہ فیھم خیرا" لاسمعھم - سماع قبول - ولو اسمعھم سماع عدم قبول لتولوا و ھم معرضون اور اس پر کوئی اشکال نهین اس لئے بقدر ضرورت علم معقول کی بهی ضرورت هے -

بیان القرآن کے عربی حاشیہ مین حضرت نے اس اشکال اور جواب کی تقریر ان لفظون مین کی هے " اندفع بھذا ما یوھم من الشرطیتین من استلزم علم اللہ منھم خیر التولیھم بناء علی ان لازم الملازم لازم وجہ الاندفاع ظاھر فان الاسماع الازم غیر الاسماع" الازم و قد رایت التصریح بھذا لمعنی فی الدر المنثور عن ابن زید رضی اللہ عنھما ھکذا ولا اسمعھم بعد ان یعلم ان لا خیر فیھم ماتفعھم بعد ان علم بانھم لا ینتفعون بہ[18]

بیان القرآن اور علم الموهبت :

علم الموهبت سے مراد وہ موهوب علم هے جو اپنے علم پر عمل کرنے کے صلہ مین بطور ثمرۂ عمل قلب پر القاء فرمایا جاتا هے اور اکتساب کے دخل کے بغیر اللہ تعالی محض اپنے فضل و الطاف سے. ان علوم و معارف کا انکشاف اپنے بندے کے دل پر بطور کرامت الہام فرماتے هین - ایسی حالت کشفیہ کے لئے جس سے معارف لدنیہ اور حقائق علمیہ منکشف هوتے اور علوم وهبیہ عطا فرمائے جاتے هین شرط هے کہ اس کا قلب

۱۸- بیان القرآن ، جلد چهارم ، صفحہ ۷۲ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

بدعت ، دعویٰ ، کبر اور حبِ دنیا وغیرہ رذائل سے پاک صاف ہو بغیر تزکیۂ نفس اس کرامت موہبت سے کسی کو مشرف نہیں کیا جاتا اس کرامت کا حصول باطنی تزکیہ پر موقوف ہوتا ہے اس لئے باوجود محض موہوب ہونے اور بغیر اکتساب کے محض فضل الٰہی سے حاصل کرنے کے پھر بھی اس علم الموہبت کی تحصیل بندے کی قدرت کے تحت ہے کیونکہ اس کے اسباب کی تحصیل آیات اور مستند روایات سے ہی فرمائی ہے خاص طور پر منصب نبوت کے احترام اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات کی وضاحت میں اسرائیلی خرافات سے پرہیز کرنے میں یہ تفسیر خصوصی امتیاز رکھتی ہے ۔ بیان القرآن میں انبیاء علیہم السلام کے تمام واقعات کی تفسیر میں ایسے کسی واقعہ کو نقل نہیں فرمایا اور نہ کسی ایسی روایت کو تفسیر کی بنیاد بنایا جس سے اسلام کے مسلمہ عقائد پر زد پڑتی ہو یا حضرات انبیاء علیہم السلام کا احترام و مقام مجروح ہوتا ہے ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دو قصے :

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

" وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَٰنَ ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۔ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ ۔ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَن ذِكْرِ رَبِّي حَتَّىٰ تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۔ رُدُّوهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَٰنَ وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ۔ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِي ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ "

---

۱۹ ـ ص : ۳۰ تا ۳۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

(ترجمہ) اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا، بہت اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع ہونے والے تھے جب کہ شام کے وقت ان کے رو برو اصیل عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے تو کہنے لگے میں اِس مال میں اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا یہاں تک کہ آفتاب پردہ مغرب میں چھُپ گیا ان گھوڑوں کو ذرا میرے سامنے لاؤ سو انہوں نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اور ہم نے سلیمان کو ایک اور امتحان میں ڈالا اور ہم نے اس کے تخت پر ایک دھڑ لا ڈالا پھر انہوں نے رجوع کیا ۔ کہا اے میرے رب میرا قصور معاف کر اور مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو ۔آپ بڑے دینے والے ہیں ۔

"بیان القرآن" میں ان دونوں واقعات کی ایسی تفسیر بیان کی گئی ہے جس میں ایسی غیر مستند اسرائیلی روایات و خرافات سے مکمل طور پر پرہیز کیا گیا ہے جو انبیاء علیہم السلام کی شان عالی اور منصب نبوت کے قطعی طور پر لائق نہیں ہیں ۔ حضرت تھانویؒ نے اپنی تفسیر کی بنیاد روایات صحیح پر رکھی ہے پہلے واقعہ کے متعلق حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں ۔

(وہ قصہ ان کے یاد کرنے کے قابل ہے) جب کہ شام کے وقت اس کے رو برو اصیل (اور) کچھ عمدہ گھوڑے (جو غرض جہاد وغیرہ رکھے تھے) پیش کئے گئے اور ان کے ملاحظہ کرنے میں اس قدر دیر ہو گئی کہ دن چھپ گیا اور کچھ معمول از قسم نماز فوت ہو گیا ۔

کذا فی الدر المنثور عن علی اور بوجہ ہیبت اور جلالت کے کسی خادم کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

جرأت نہ ہوئی کہ مطلع و متنبہ کریں ۔(عن ابن عباس) پھر جب خود متنبہ ہوا (تو کہنے لگے کہ افسوس) میں اس مال کی محبت میں لگ کر اپنے رب کی یاد سے (یعنی نماز سے) غافل ہو گیا ۔ یہاں تک کہ آفتاب پردہ (مغرب) میں چھپ گیا ۔ (پھر حشم و خدم کو حکم دیا کہ) ان گھوڑوں کو ذرا پھر تو میرے سامنے لاؤ چنانچہ لائے گئے) سو انہوں نے ان گھوڑوں کو پنڈلیوں اور گردنوں پر (تلوار سے) ہاتھ صاف کرنا شروع کیا ۔ (کذا فی الدر المنثور مرفوعا بسند حسن یعنی ان کو ذبح کر ڈالا اس کو اصطلاح تصوف میں غیرت کہتے ھیں کہ جو چیز سبب غفلت عن اللہ ہو جاوے اس کو اپنے پاس نہ رہنے دیں ۔[20]

پھر فائدہ میں اس کی وضاحت اس طرح فرما دی ھے کہ :

(ف) یہ نماز جو رہ گئی تھی اگر نفل تھی تو کوئی اِشکال نہیں مگر انبیاء کی شانِ اعظم ہوتی ھے اس لئے انہوں نے اسکا بھی تدارک کیا اور اگر فرض تھی تو نسیان میں گناہ نہیں ہوتا اور یہ قطع کرنا ساق و اعناق کا اِتلافِ مال نہ تھا ۔ بلکہ بطور قربانی کے تھا اور قطعِ سُوق کو شاید خروجِ دم اور زُھوقِ رُوح میں آسانی ہونے کی وجہ سے اختیار کیا ھے ۔(کذا فی الروح المعانی) مگر ہماری شریعت میں قطعِ ساق مشروع نہیں للنھی عن النخع کذا فی تخریج الزیلعی عن الطبرانی[21]

اس وضاحت سے بڑی خوبی کے ساتھ تمام اشکالات کا حل اور ذھنوں میں پیدا ہونے والے ہر سوال کا جواب ہو گیا کہ نسیان فرض میں گناہ نہیں اگر فرض کیا

۲۰۔ بیان القرآن ، جلد دوم ، صفحہ ۷ ۔

۲۱۔ ایضاً ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جائے کہ وہ فرض نماز تھی اور قطعِ ساق و اعناق بظاہر مولانا تھانوی کے اس دعویٰ کی تصدیق علامہ ابن کثیر کے مطابق ہوتی ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی نماز کے فوت والے عمل کو ہم خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس عمل سے تشبیہ دے سکتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصر کی نماز نسیاناً فوت ہوئی تھی وہ فرماتے ہیں :

"ہَلْ کَانَ تَاخِیْرُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلوٰۃُ الْعَصْرِ یَوْمَ الْخَنْدَقِ نِسْیَاناً"

وَعَلٰی ھٰذَا فَیُحْمِلُ فِعْلُ سُلَیْمَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلٰی ھٰذَا ۔ واللہ اعلم[۲۳]

دوسرا قصّہ :

دوسرے قصّہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حدیثِ شیخین میں ہے کہ ایک بار سلیمان علیہ السلام اپنے امراءِ لشکر پر ان کی کسی کوتاہی جہاد پر خفا ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں آج کی رات اپنی ستر بیبیوں سے ہمبستر ہوں گا کہ ان سے ستر مجاہد پیدا ہوں گے ۔ فرشتہ نے قلب میں اِلقاء کیا کہ انشاء اللہ کہہ لیجئے آپ کو کچھ خیال نہ رہا ۔ چنانچہ صرف ایک عورت حاملہ ہوئی اور اس سے بھی ایک ناقص الخِلقت بچہ پیدا ہوا جسکے ایک طرف کا دھڑ نہ تھا اور (اسی کی نسبت کہا گیا) کہ ہم نے ان کے تخت پر ایک ادھورا دھڑ (یعنی خادمہ نے آپ کے سامنے تخت پر لا رکھا کہ یہ پیدا ہوا کہ یہ پیدا ہوا کذا فی الروح المعانی) پھر انہوں نے خدا کی طرف رجوع کیا اور ترک

۲۳- ابن کثیر ، قصص الانبیاء ، للمکۃ مکرمۃ ، ۱۹۸۸ء جلد دوم ، صفحہ ۵۸۸ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

انشاء اللہ سے تعبیر کی اور ترجیح کرنا ایسے امر سے چونکہ دلیل ہے ۔ کمال ثبات فی الدین کی اسکو امتحان میں پورا اترنا کہیں گے ۔

مسند ابی یعلٰی میں سو (۱۰۰) بیبیوں سے ہمبستری کا تذکرہ ہے مگر اسکی اسناد علی شرط البخاری نہیں ہیں اور مسندِ احمد بن حنبل میں بھی سَو کا تذکرہ ہے[۲۴]

تاہم ستر (۷۰) والی روایت زیادہ اقوٰی ہے جسکو امام بخاری فرماتے ہیں :

" حدثنا خالد بن مخلد ، حدثنا مغیرۃ بن عبدالرحمن عن ابی الزناد ، عن الاعرج عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ، قال سلیمان بن داوٗد علیہ السلام لا طوفن اللیلۃ علی سبعین امراۃ تحمل کل امراۃ فارساً یجاھد فی سبیل اللہ فقال لہ صاحبہ ان شاء اللہ فلم یقل فلم تحمل شیئاً الا واحداً ساقطاً احد شقیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم " لوقالھا لجاھدوا فی سبیل اللہ[۲۵]

مولانا تھانوی نے بخاری کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے اس روایت کو بیان القرآن میں نقل کیا ہے ۔

قصص انبیاء میں احتیاط :

قصصِ انبیاء کے سلسلے میں آپ نے ایسی روایات سے در خور اعتناء کیا ہے جس سے تقدّسِ انبیاء مجروح ہوتا تھا یا آئندہ ان روایات میں سُقم کی وجہ سے پیدا ہو سکتا تھا ۔ چنانچہ آپ نے ایسی روش اختیار کی جس سے انبیاء کے تقدس ، عظمت اور عصمت کو مزید نکھارا جا سکے ۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام کے قصّے میں عجیب و غریب باتیں ہمیں ملتی ہیں ۔ قرآنِ عزیز میں حضرت یونس علیہ السّلام کا ذکر چھ سورتوں میں کیا

۲۳- بیان القرآن ، جلد دہم ، صفحہ ۸۰ (۲۴) احمد بن حنبل ، امام ، مسند ، کراچی ، ... صفحہ ۲۲۹ (۲۵) بخاری ، محمد بن اسماعیل ، امام ، تاشقند ، ... ۱۲۱۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

گیا ہے ۔ سورۃ النساء ، الانعام ، یونس ، الصّٰفّٰت ، انبیاء اور سورۃ القلم " ان میں سے چار پہلی سورتوں میں نام مذکور ہے اور دو آخر کی سورتوں ، ذوالنّون ، اور صاحب الحوت (مچھلی والا) کہکر صفت کا اظہار کیا گیا ہے ۔

حضرت یونس علیہ السلام کی عمر مبارک اٹھائیس سال کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب نبوت سے سرفراز کیا اور اہل نینویٰ کی رُشد و ہدایت کے لئے مامور فرمایا ۔ یونس علیہ السلام ایک عرصۃ تک ان کو تبلیغ فرماتے اور توحید کی دعوت دیتے رہے ۔ مگر انہوں نے اعلانِ حق پر کان نہ دھرا ۔ اور تردّد و سرکشی کے ساتھ شرک و کفر پر اصرار کئے رہے اور گذشتہ نافرمان قوموں کی طرح خدا کے سچے پیغمبر کی دعوت حق کا ٹھٹھا کرتے اور مذاق اڑاتے رہے تب مسلسل اور پیہم مخالفت و معاضرت سے متاثر ہو کر یونس علیہ السلام قوم سے خفا ہو گئے بقول علامہ ابن کثیر " فلما طال ذالک علیہ من امرھم خرج من بین اظھر و وعدھم حلول العذاب بھم بعد ثلاثہ [۲۶]

صاحبِ روح المعانی لکھتے ہیں کہ جب یونس علیہ السلام فرات کے کنارے پہنچے تو ایک کشتی کو مسافروں سے بھرا ہوا تیار پایا وہ کشتی میں سوار ہوئے اور کشتی نے لنگر اٹھا دیا راہ میں طوفانی ہواؤں نے کشتی کو آ گھیرا جب کشتی ڈگمگانے لگی اور اہل کشتی کو غرق ہونے کا یقین ہونے لگا تو اپنے عقیدہ کے مطابق کہنے لگے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشتی میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے جب تک اس کو کشتی سے جدا نہ کیا جائے گا نجات مشکل ہے ۔ یونس علیہ السلام نے سنا تو ان کو تنبہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو میرا نینویٰ سے وحی کا انتظار کئے بغیر اس طرح چلا جانا پسند نہیں

۲۶۔ ابن کثیر ، قصص الانبیاء ، جلد دوم ، صفحہ ، ۳۲۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

آیا اور یہ بھی آزمائش کے آثار ہیں یہ سوچ کر انہوں نے اہل کشتی سے فرمایا " وہ غلام میں ہوں جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے مجھ کو کشتی سے باہر پھینک دو - مگر ملاح اور اہل کشتی ان کی پاک بازی سے اس قدر متاثر تھے کہ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا - اور آپس میں یہ طے کیا کہ قرعہ اندازی کی جائے - چنانچہ تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی اور ہر مرتبہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام قرعہ نکلا - تب مجبور ہو کر انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈال دیا یا وہ خود دریا میں کود گئے اِسی وقت خدائے تعالیٰ کے حکم سے ان کو مچھلی نے نگل لیا اور انہوں نے وہاں اللہ کو پکارا اس پر ارشاد ہے -

" وَذَا النُّونِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ " ۲۷ اس آیت کا ترجمہ مولانا تھانوی یہ کرتے ہیں -

اور مچھلی والے کا ذکر کیجئے جب وہ خفا ہو کر چلا اور انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم ان پر دار و گیر نہ کریں گے - پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ پاک ہیں اور میں بے شک قصور وار ہوں - [۲۸] یہاں " مغاضبًا " کا تعلق قوم سے ہے اور " لن نقدر علیہ " کا معنیٰ " لن نضیق علیہ " کے ہیں اور قدر بمعنی ضیق (تنگی بکثرت مستعمل ہے یہی قول جمہور ہے) - [۲۹] ابن کثیر نے بھی یہی معنی کئے ہیں وہ فرماتے ہیں " اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ " اَىْ نُضَيِّقَ عَلَيْهِ " [۳۰] بعض مفسرین نے " قدر " معنی تقدیر و قدرت کے لئے ہیں اور یہ معنیٰ کرتے ہیں

۲۷- الانبیاء ، ص : ۸۷ (۲۸) بیان القرآن ، جلد ہفتم ، صفحہ ، ۵۵

۲۹- قصص القرآن ، جلد اول ، صفحہ ۳۰۳ (۳۰) قصص الانبیاء ، جلد اول ، صفحہ ، ۲۶۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ ہم اس کو پکڑ نہ سکیں گے ۔" یہ عطیہ عوفی کا قول ہے ۔[۳۱] اور انبیاء کے بارے میں ایسا عقیدہ کفر ہے اور بعض مفسّرین کے نزدیک مغاضباً کا تعلق اللہ سے ہے ۔ یعنی جب حضرت یونس علیہ السّلام نے یہ دیکھا کہ عذاب کی مدّت پر عذاب نہیں آیا تو اس بات پر خفا ہو کر چلے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو قوم کے سامنے جھوٹا بنا دیا ۔[۳۲] لیکن یہ غیر مسلّمہ بات ہے ۔ اس لئے مولانا تھانوی نے ایسی تفسیر و تعبیر اختیار کی ہے جو مسلّمہ ہونے کے ساتھ احترامِ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے تقاضوں کو بھی ادا کرتی ہے ۔ وہ بین القوسین ترجمہ میں فرماتے ہیں :

" اور مچھلی والے پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ کا تذکرہ کیجئے جب وہ اپنی قوم سے جب کہ وہ ایمان نہ لائی تو خفا ہو کر چلا ہے اور ان کی قوم پر سے عذاب ٹلنے کے بعد خود واپس نہ آئے اور اس سفر کے لئے ہمارے حکم کا انتظار نہ کیا اور انہوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ ہم اس چلے جانے میں ان پر کوئی داروگیر نہ کریں گے ۔ یعنی چونکہ اس فرار کو انہوں نے اجتہاداً جائز سمجھا اس لئے انتظار وحی کا نہ کیا لیکن چونکہ آمد وحی تک وحی کا انتظار انبیاء کے لئے مناسب ہے اس ترک مناسب پر ان کو یہ ابتلاء پیش آیا کہ راہ میں ان کو کوئی دریا ملا اور وہاں کشتی میں سوار ہوئے کشتی چلتے چلتے رک گئی ۔ یونس علیہ السلام سمجھ گئے کہ میرا یہ فرار بلا اِذن ناپسند ہوا اس کی وجہ سے یہ کشتی رُکی کشتی والوں سے فرمایا کہ مجھ کو دریا میں ڈال دو وہ راضی نہ ہوئے آخر قرعہ پر اتفاق ہوا ۔ تب بھی ان کے نام کا قرعہ نکلا آخران کو دریا میں ڈال دیا اور خدا کے حکم سے ان کو ایک مچھلی نگل گئی (اخرجہ ابن ابی حاتم عن ابن عباس کذا فی درالمنثور) پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا ۔ ایک اندھیرا شکم ماہی کا دوسرا قعرِ

۳۱- قصص القرآن ، جلد دوم ، صفحہ ۲۰۳ (۳۲) ایضاً جلد دوم ، صفحہ ۲۰۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

دریا کا پھر دونوں گھرے اندھیرے ہجائے بہت سے اندھیروں کے یا تیسرا اندھیرا رات

کا (کما قالہ ابن مسعود کما فی درّ المنثور) - غرض ان تاریکیوں میں دعا کی کہ آپ کے

سوا کوئی معبود نہیں ہے یہ توحید ہے آپ سب نقائص سے پاک ہیں یہ تنزیہ ہے میں

بے شک قصور وار ہوں یہ استغفار ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ میرا قصور معاف کر کے اس

شدّت سے نجات دیجئے سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اس گھٹن سے نجات

دی ہم اسی طرح اور ایمان والوں کو بھی کرب اور غم سے نجات دیا کرتے ہیں -

فائدہ کے تحت مزید تنقیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

حضرت یونس علیہ السلام سے اس واقعہ میں کسی امرِ الٰہی کی مخالفت نہیں ہوئی

صرف اجتہاد میں غلطی ہوئی جو اُمّت کے لئے عفو ہے مگر انبیاء کی تربیت و تہذیب

زائد مقصود ہوتی ہے اس لئے ابتلاء ہوا اور استغفار سے پہلے ثناءِ الٰہی یعنی توحید

و تنزیہ کی تقدیم میں تعلیمِ ادب استغفار ہے - [۳۳]

مولانا تھانوی کی مندرجہ بالا تحریر سے قصہ حضرت یونس علیہ السلام پر کی

گئی بعض غلط توجیہات کی مکمل تنقیح اور ان کا رد ہو گیا ہے -

قصہ یونس علیہ السلام میں سب سے زیادہ حیرت کی بات مفسرین کے لئے یہ ہے کہ

عذاب آتا دیکھ کر یہ قوم ایمان لے آئی اور ان سے وہ رسوا کن عذاب ٹال دیا گیا جو

دنیا کی زندگی میں پیش آنے والا تھا اور ایک مدت تک کے لئے فائدہ اٹھانے کی مہلت

دے دی - " وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ " نے مفسرین کے لئے بحث کا دروازہ کھول دیا

اور جس قدر بھی احتمالاتِ عقلی ہو سکتے تھے - سب ہی بیان کر دیئے کسی نے کہا

۳۳- بیان القرآن ، جلد هفتم ، صفحہ ۵۲، ۵۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس سے مراد ھے کہ سنت اللہ یہ جاری رھی ھے کہ جب کسی قوم پر عذاب آتا ھے تو پھر ٹلتا نہیں اور اس وقت کا ایمان معتبر نہیں کیونکہ یہ ایمان بالغیب نہیں ہوتا بلکہ مشاھدہ کا ایمان ہوتا ھے - جب کہ فرعون نے غرق ہوتے وقت عذاب کے فرشتوں کو دیکھ کر کہا تھا - "میں ایمان لایا موسیٰ و ھارون کے رب پر" لیکن یہ ایمان قبول نہ ہوا -

مگر یونس علیہ السلام کی قوم اس قانون سے مستثنیٰ کر دی گئی اور عذاب دیکھ کر جب انہوں نے توبہ اور انابۃً الی اللہ کا مظاہرہ کیا تو ان پر سے عذاب ٹال دیا گیا - چنانچہ اس جملہ سے قبل اسی حقیقت کو واضح کیا گیا ھے ارشاد باری ھے

" فَلَوْ لَا کَانَتْ قَرْیَۃٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا اِیْمَانُهَا اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ "[۳۴] پھر کیوں ایسا ہوا کہ قوم یونس کی بستی کے سوا اور کوئی بستی نہ نکلی کہ ایمان لے آتی اور اس کا ایمان اس کے لئے نفع بخش ہوتا - مولانا تھانویؒ نے اس کی تفسیر ایسے طرز میں فرمائی ھے کہ احتمالات عقلی کا باب خود بخود بند ہوتا دکھائی دیتا ھے - ان آیات کے بین القوسین ترجمہ میں وہ فرماتے ھیں -

" چنانچہ جتنی بستیوں پر عذاب آ چکا ھے ان میں سے کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا کیونکہ ان کے ایمان کے ساتھ مشیت متعلق نہ ہوئی تھی - ہاں مگر یونس علیہ السلام کی قوم کہ ان کے ایمان کے ساتھ مشیت متعلق ہوئی تھی اس لئے وہ عذاب موعود کے آثار ابتدائیہ کو دیکھ کر ایمان لے آئے اور جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا اور ان کو ایک وقت خاص یعنی وقت موت تک خوبی و خوشی کے ساتھ عیش دیا پس اور

۳۴- یونس ۹۸ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

قریبین کا ایمان نہ لانا اور قوم یونس کا ایمان لانا دونوں مشیت سے ہوئے اور ان اقوام و قریٰ کی کیا تخصیص ہے اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے مگر بعض حکمتوں کی وجہ سے یہ نہ چاہا اس لئے سب ایمان نہیں لائے ۔ سو جب یہ بات ہے تو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس میں ایمان ہی لے آویں حالانکہ کسی شخص کا ایمان لانا بدون خدا کے حکم یعنی مشیت کے ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ بے عقل لوگوں پر کفر کی گندگی واقع کر دیتا ہے یعنی وہ تعلّق مشیت بحسبت ان کے جہل بسیط یا مرکب کے ہوتا ہے گو اس کا سلسلہ بھی مشیت و حکمت تک پہنچتا ہے ۔

فائدہ کے تحت مولانا تھانوی لکھتے ہیں :

متعنھم " کے ترجمہ میں جو خیر و خوبی کی قید لگائی دلیل اس کی اول سورۂ ھود کی آیت ہے ۔ " یمتّعکم متاعاً حسناً الی اجلٍ مسمّی " اور حقیقت اس کی یہ ہے جو حاصل ہے ۔ " اٰتنا فی الدنیا حسنۃ " کا اور وہ خصائص مومنین سے ہے پس یہ شبہ نہ رہا کہ تمتع تو کفار کے لئے بھی عام ہے پھر اس کا ایمان پر مرتب ہونا کیا معنی ؟ ۔

اور خلاصہ قصّہ قوم یونس علیہ السّلام کا یہ ہے کہ ان کے ایمان نہ لانے پر حسب وحی الٰہی عذاب کے آثار شروع ہوئے تو تمام قوم نے حق تعالیٰ کے رُو برو گریہ و زاری شروع کی اور ایمان لے آئے وہ عذاب ٹل گیا اور ان آثار سے نزول عذاب ظناً یا بدون معائنہ ملائکہ و انکشاف آخرت کے معلوم ہوا تھا اس لئے " فلم یک ینفعھم لمّا راوا بأسنا (سورۃ المومن آیت ۸۵) کے منافی نہیں اور یہ سہل ہے اور بعض نے اس عموم سے اس واقعہ کو منصوص و مستثنیٰ کہا ہے اور " فی الحیٰوۃ الدنیا " تحقیق کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

لئے نہین بلکہ بیان ہے ۔ واقعہ کا اور ایمان کا نافع آخرت ہونا یقینی ہے۔ ۳۵

مولانا تھانوی کہتے ہین کہ ہم یونس اور فرعون کی رویت ملائکہ عذاب مین مماثلت پیدا کرنے کے مجاز نہین کیونکہ قوم یونس علیہ السلام نے ابھی عذاب کے ملائکہ نہین دیکھے تھے صرف قلبی طور پر نادمان ہونے لگے تو وہ خدا کے سامنے جُھک گئے اور انہین نجات میسر آ گئی جب کہ فرعون نے اس وقت توبہ کی جب عین عذاب کا آغاز ہونے لگا تھا اس لئے اس باب مین مولانا تھانوی کی توجیہ زیادہ وزنی ہے ۔

دو مقام پر حسب خواہش تفسیر نہ ہونا :

غالباً تمام تفسیر مین دو مقام ایسے ہین ۔ جہان مولانا تھانوی حسب خواہش شرح صدر نہ ہونے کے باعث تفسیر نہین کر سکے ۔ ان موقعون پر اس کی تصریح کر دی گئی ہے کہ اگر اس سے بہتر کوئی تقریر یا تفسیر میسر آ جائے تو اس کو راجح اور میری تفسیر کو مرجوح سمجھ لیا جائے ۔ یہ دو مقام یہ ہین ۔

۱۔ سورۃ براۃ کے پہلے دو رکوع ۔

۲۔ سورۃ الحشر کی پہلی پانچ آیات ۔ ۳۶

قواعد میزانیہ کی رعایت :

منطق سے مولانا تھانوی کا تعلق والہانہ تھا اور اس فن کے متعلق وہ یہ کہا کرتے تھے کہ اس سے بغیر قرآن کا فہم مشکل ہے ۔ چنانچہ آپ کی تحریرون مین منطقیانہ

۳۵۔ بیان القرآن ، جلد ششم ، صفحہ ۳۰-۳۱

۳۶۔ بیان القرآن ، جلد چہارم ، جلد نیارہ ، صفحہ ۹۲ ، ۹۲ تا ۹۲ ، ۱۲۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

مباحث جا بجا ملتے ھیں ۔ بالخصوص تفسیر بیان القرآن میں تو آپ نے از خود قواعد میزانیہ منطقیہ کی رعایت رکھی ھے اور ایجاب و سلب تصدیق ، مرکبات جزئیات اور کلیات کا بہترین اجتماع یہاں دیکھنے میں آیا ۔ اور تحریر کو دلکش بنا دینا ھے یہاں ایک دو مثالیں پیش کی جا رہی ھیں ۔

سورۃ البقرہ کے آغاز میں اللّٰہ تعالٰی نے اپنی عبادت کا مطالبہ انسانوں کے سامنے رکھا اور اپنے تمام تر احسانات کا اجمالی تذکرہ کرتے ھوئے زمین و آسمان کے منافع کا ذکر کیا زمین کی اِفادیت اور اس سے ابنِ آدم کا استفادہ تو عام ھے ۔ مگر آسمان کے منافع کیا ھیں اور اس سے انسان کس قدر منافع حاصل کر سکتا ھے کہ چونکہ عموماً لوگ اسے نہیں جانتے تاھم اس کی منفعت کے بارے میں مولانا کی تحقیق ملاحظہ ھو اگرچہ طویل اقتباس ھے ۔ مگر افادۂ عام کے خیال سے اس کو من و عن نقل کیا جاتا ھے ۔

" اس نفع کا بیان قرآن مجید میں جا بجا مذکور ھے ۔ کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً مثلاً

" وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ (سورۃ [illegible]) الف اور مثلاً اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ (سورۃ آل عمران [illegible]) ب اور مثلاً ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ۔ الاية ([illegible]) 2 اور مثلاً " وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ " ان میں بعض کا حاصل استدلال علی التوحید ھے جو ایک نفع دینی ھے اور بعض کا حاصل دنیوی ھے جیسا

الف ۔ الدخان پ ۲۵ ع [illegible]
ب ۔ آل عمران [illegible]
2 ۔ النزعٰت پ ۳۰ [illegible] ۲۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

آیت ثالثہ و رابعہ میں ہے اور یہ سب منافع حاصل فی الحال ہیں ۔ نیز ارشاد ہے

" وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ (الف) " ای طرقاً للملائکة

والکواکب جب سموت کواکب کے لئے مسافت سیر ہے اور کواکب کا نفع شاہد ہے اور

سیر کے لئے مسافت شرط عادی ہے تو بواسطہ کواکب کے ان منافع میں سموت کو بھی

داخل ہوا ۔

نفع ثانی کا بیان :

چونکہ اس میں تحقیق فی الآخرة محتمل ہے اگر وہاں جا کر معلوم نہ ہو تب

تحقیق کی ضرورت ہو گی فی الحال اس کے اعتقاد دلیل نہ ہونا کافی ہے ۔ مگر بسبیل احتمال

کے تقریب افہام کے لئے اگر کچھ زیادہ ذکر کر دیا جائے تو مضائقہ نہیں مثلاً ارشاد ہے ۔

" إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَٰئِكَةُ .... اور

ارشاد ہے ۔ " لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَٰئِكَةُ (سورة الانبیاء آیت ۱۰۲)

اور مثلاً بعد موت کے مومن کی روح کو آسمان کی طرف لے جانا حدیث میں وارد ہے تو

آسمان ان ارواح کا مسکن بھی ہے اور ملائکہ کا بھی اور جب ملائکہ ان کے لئے نافع ہیں

اور ان کا مسکن ان کے لئے نافع تو ان کے لئے بھی بواسطہ نافع ہوئے اور اپنے مسکن ہونے

کے اعتبار سے بلا واسطہ بھی نافع ہوئے ۔

نیز شیخ اکبر کے مکشوفات میں ہے کہ مقر سماء سے لطیف حرارت جنت میں

پہنچے گی جس سے اثمار جنت پختہ ہو کر اہل جنت کی غذا بنیں گے ۔

الف : سورة المومنون آیت ۱۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

تو یہ نفع سماء کا ظاہر ہے - نیز جنت کے حالات مین ارشاد ہے " وَالْمَلٰئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ " (الف) (آیت " وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ " ( ) اپنے اطلاق سے دال ہے کہ آخرت مین بھی سمٰوٰت ہی ان کا مسکن رہے گا اور ابھی ذکر ہو چکا ہے کہ نافع المنافع بھی نافع ہے اور ان منافع مین وصف سقفیت کو بھی اس طرح دخل ہو سکتا ہے کہ ہر سماء فوقانی ، سماء تحتانی کی سقف ہو اور اکثر سمٰوٰت ایسے ہی ہین اور لِلْاَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ اور " السماء " مین الف لام جنس کا ہونے سے سب سمٰوٰت کو شامل ہو جاوے گا اور اگر اس عادت پر نظر کی جاوے کہ کبھی سقف کے اوپر بھی سکونت اختیار کر لی جاتی ہے تو سماء تحتانی بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہے گا اور یہ سب مبنی ہے اس پر کہ نفخۂ ثانیہ کے بعد سب زمین و آسمان پھر بن جاوین گے اور حدیثوں مین حساب کا زمین پر ہونا اور حساب کے وقت ملائکہ کا آسمانوں سے زمین پر اترنا صراحۃً اس پر دال ہے - نیز قرآن مجید مین " ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى " کے بعد وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ (ب) - بھی اس پر دال ہے اور بننے کے بعد فنا ہونا کہین وارد نہین پس ظاہر بقاء ہے شیخ اکبر نے ان سب کی تصریح کی ہے اور " يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ " (آیت ۴۸ سورہ ابراہیم) - سے شبہ اس کے خلاف کا نہ کیا جاوے کیونکہ یہ تبدیل وصف ہے -

---

الف : سورۃ الرعد آیت ۲۳ ، ۲۴ ... ج : ابراہیم آیت ۴۸
[illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

نفع ثالث کا بیان :

اس نفع کی حقیقت سمجھنے کے لئے اول سقف کی حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے سو حقیقت اس کی، ہر شخص جانتا ہے کہ صرف یہ ہے کہ آپ کے مسکن کے اوپر کوئی ایسی چیز سایہ فگن ہو جو اس سے اوپر اور باہر کی ناقابل تحمل آثار سے محفوظ رکھ سکے جیسے گرمی و سردی و بارش یا برف و اولہ یا اوپر سے اینٹ پتھر آ پڑے تو وہ ان سب چیزوں سے حفاظت کر سکے -

اب یہ دیکھئے کہ آیا آسمان سے باہر اور کچھ ایسی چیزیں ہیں کہ اگر آسمان نہ ہوتا تو ان کا اثر انسان تک پہنچتا اور یہ اس کا تحمل نہ کر سکتا سو نصوص میں نظر کرنے سے ایسی اشیاء کا وجود یقینی ہے - مثلاً قرآن میں ہے -

" وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا " (الف) ای کواکب عظیمۃ اور دوسری آیت سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ اجرام علویہ بھی اپنے ثقل سے مائل الی الاسفل ہیں - چنانچہ ارشاد ہے - " وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ " (ب) تو اس بناء پر اگر آسمان نہ ہوتا تو یہ کواکب اہلِ ارض کو تباہ کر دیتے - اب آسمان میں ٹھہرے ہوئے ہیں - چنانچہ " فِي السَّمَاءِ " سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ آسمان کے ثخن میں ہیں گو مرکوز نہ ہوں - جیسا یونانیین کا زعم ہے بلکہ آسمانوں کو فرق کرتے ہوئے چلتے ہیں یا ان میں رستے بنے ہوئے ہیں جیسا ارشاد ہے " وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ. وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ " فلک دائر حقیقی ہو یا مجازی ہو اور ارشاد ہے

الف : سورۃ الحجر آیت ۱۶ ب : سورۃ الحج آیت ۶۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

" ولقد خلقنا فوقکم سبع طرائق " باقی یہ کہ جس طرح آسمان قدرت سے تھما ہوا ھے اسی طرح کواکب بھی تھم سکتے تھے - سو یہ کوئی معقول سوال نہیں - اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر تھے مگر ایسا نہیں کیا اور مثلاً قرآن مجید میں ھے " وکم من ملک فی السموات " اور حدیث میں ھے " اطت السمٰوت و حق لھا ان تاط " اور اس کی وجہ ارشاد ھوتی ھے کہ ذرا سی بھی جگہ باقی نہیں - جہاں فرشتہ سجدہ میں نہ پڑا ھو - اس سے بات معلوم ھوتا ھے کہ ملائکہ گو نوری ھیں مگر ان میں کچھ ثقل بھی ھے جس سے ان کا میلان الی الاسفل ھے تو اگر سمٰوت حائل نہ ھوں تو اھل ارض کا کیا حشر ھو -

اور مثلاً ارشاد ھے " و انزل من السماء (الف) " جس سے معلوم ھوتا ھے کہ آسمان میں پانی ھے تو اگر سمٰوت حائل نہ ھوں تو اس پانی سے ھماری کیا حالت ھو اور مثلاً " ملائکہ آسمان میں اپنی اصلی صورت میں ھیں اور اصلی صورت پر ملائکہ کا دیکھنا طاقت بشری سے خارج ھے - چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے دیکھنے کا قصہ احادیث میں ھے - نیز حوروں کے حسن میں وارد ھے " لو ان امراۃ من نساء اھل الجنۃ اطلعت الی الارض لاضاءت ما بینھما " اور وارد ھے " ان طوبھا (ای الحور) من التیجان ادنی لولوۃ منھا لتضی ما بین المشرق و المغرب اور سدرۃ المنتھی کے بارے میں وارد ھے " فما احد من خلق اللہ یستطیع ان ینعتھا من حسنھا " اور یہ سب اشیاء وراء السماء ھیں تو اگر سماء کی حیلولۃ نہ ھوتی تو ان انوار کے دیکھنے کی کون تاب لا سکتا تھا اور بجز ذی روح کے کیا انجام ھوتا تو سمٰوت جس طرح سقف محفوظ

الف : سورۃ البقرۃ آیت ۲۲

ھیں سقف حافظہ بھی ھیں ۔ نیز سقف اس غرض سے بنائے ھیں کہ ان میں اسباب زینت مکان کو معلق کریں ۔ جیسے شامیانہ میں قنادیل لٹکائے ھیں ۔ گو حَرّ و برد دفع کرنے کی ضرورت نہ ھو اور آسمان میں مصابیح کا زینت ارض کے لئے ھونا منصوص ھے۔[37]

ایک اور مثال ملاحظہ ھو ۔

حبطِ اعمال :

ارشاد باری ھے " یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ[38] ۔ مولانا تھانوی اس آیت کی تشریح و توضیح یوں کرتے ھیں ۔

اس کا مطلب یہ ھے کہ بعض اوقات رفع صوت الی قولہ گو اور معاصی موجب حبط نہیں ھوتے لیکن یہ اس علم میں سے مخصوص ھے ۔ ثم الی قولہ " لا تشعرون " کے بھی معنی ھیں اور اس تقریر پر جو شبہ ھو سکتا تھا کہ اس میں معتزلہ و خوارج کے استدلال کو بھی گنجائش نہ رھی الی قولہ غایت ما فی الباب ایک معصیت کو بھی حابط اعمال کہنا پڑے گا سو اس موجبہ جزئیہ کی نقیض کوئی سالبہ کلیہ منصوص نہیں ثم الی قولہ قائل ھونا ارجح ھے ۔ یہ تھی تقریر اس مقام کی جو تفسیر میں اختیار کی گئی تھی (۲۲۶) ۔ مگر بعد میں اس میں یہ جزء قلب میں کھٹکنے لگا نہ اھلسنت کے اس قاعدہ کو جو ظاھراً عام معلوم ھوتا ھے کہ معاصی حابط اعمال نہیں مخصوص کہنا پڑے گا جس پر بجز ضرورت توجیہ قریب آیت کے اور کوئی دلیل نہیں اور چونکہ دوسری توجیہات بھی محتمل ھیں ۔ اس لئے استدلال کے ھوتے ھوئے اس ظاھر کی دلیل بننا مشکل ھے ۔ اور بلا دلیل تخصیص کا دعوٰی مشکل اس لئے ایسی توجیہہ کی تلاش ھوئی جس میں

۳۷- ایضاً ۔ جلد اول ، صفحہ ۲۳۳ ، ۲۳۴

۳۸- الحجرات

toobaa-elibrary.blogspot.com

تخصیص کا بھی قائل ہونا نہ پڑے اور آیت میں بھی کسی بے حد تاویل کا ارتکاب کرنا نہ پڑے پس متعدد تفاسیر میں بھی تلاش کیا گیا اور دوسرے احباب سے بھی مشورہ کیا گیا ۔ مگر میرے قلب کو کسی توجیہ سے شفاء نہ ہوئی آخر حضرت مولانا رومی کے کلام سے جناب باری تعالیٰ میں دعا کر کے استدعا کی ان کے کلام میں کوئی ایسا مضمون ظاہر فرما دیجئے جو اس آیت کی تفسیر میں معین ہو جاوے یہ دعا کر کے جو مثنوی کھولی تو دوسرے اشعار مناسبہ کے ساتھ یہ شعر نکلا ۔

چون دل آن شاہ دین سان خون بود

عصمت و انت فیھم چون بود

جس میں بہت ہی تھوڑا تامل کرنے سے فوراً قلب میں تقریر ذیل وارد ہوئی وہ یہ کہ بے ادبی اور گستاخی سے جب کہ بقصد ایذاء رسول نہ ہو صرف گناہ ہی ہوگا مگر چونکہ یہ سبب ہوگا ایذاء رسول کا اور ایذاء رسول حق تعالی کے نزدیک اس قدر مبغوض ہے کہ بعض اوقات وہ سبب ہو جاتا ہے ۔ خذلان و عدم توفیق و عدم حق للعبد کا اور یہ خذلان سبب قریب ہو جاتا ہے ۔ وقوع فی الکفر الاختیاری کا اور کفر کا حبط اعمال ہونا معلوم ہے پس معنے یہ ہوئے کہ تم حضور صلی اللّٰہ علیہ و سلّم کے سامنے رفع صوت و جہر بالقول مت کرو کبھی ایسا نہ ہو کہ آپ کو تکلیف پہونچے جس سے تم مخذول ہو جاؤ اور اس خذلان کے سبب خدا نخواستہ تم قصداً کفر کے اعمال کرنے لگو اور جس وقت تم رفع صوت و جہر بالقول کے مرتکب ہوئے تھے اس وقت تم کو اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

سبب رفع و جہر للکفر بواسطہ نادی رسول و خذلان حق کی خبر اور اس کا احتمال بھی نہ تھا ۔ کیونکہ اس کے ارتکاب کا کب احتمال ہو سکتا تھا پس میں نے جو کہا ہے کہ کبھی ایسا نہ ہو " الخ " یہ حاصل ہے ۔ " و انتم لا تشعرون " کا پس اس تقریر پر کسی معصیت کا حابط بلا واسطہ ہونا بھی لازم نہ آیا اور اسی حبط بلا واسطہ ہی کی اہلسنت نے نفی فرمائی ہے اور اس معصیت کا دوسرے معاصی سے اشد ہونا بھی جو کہ مفہوم عن المقام ہے ثابت ہو گیا کہ دوسرے معاصی میں اس شان کی وعید نہیں آئی الحمد للہ اس تقریر سے سب غبار صاف ہو گئے اور لفظاً بھی کسی تکلف کا ارتکاب نہیں کرنا پڑا ۔ ۳۹

حبط اعمال کی ایسی جامع تقریر قدیم و جدید تفاسیر میں دیکھنے میں نہیں آئی ۔

۳۹۔ بیان القرآن ، جلد گیارہ ، صفحہ ، ۲۹۳

مولانا تھانوی نے عقائد اسلام اور اسلام کے مسلمہ اصولوں کے بارے میں قرآن مجید کی روشنی میں خوب دفاع بھی کیا ہے اور ان کے حق میں دلائل بھی پیش کئے ہیں ۔ لیکن ان کے پیش کردہ دلائل محض عقلی موشگافیاں نہیں بلکہ وہ مکمل طور پر قرآن مجید کی کسی نہ کسی آیت یا حدیث ہی کی روشنی میں قلم اٹھاتے ہیں ۔ اور سیدھے اور سادہ انداز میں گفتگو کرتے ہوئے ایسے دلائل پیش کرتے ہیں جو عقل و نقل کے معیار پر پورا اترتے ہیں ۔ اس کی کئی ایک مثالیں تفسیر کے مختلف صفحات میں موجود ہیں ۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں ۔

" انّ اللہ فلق الحب والنوی یخرج الحی من المیت و مخرج المیت من الحیّ ذلکم اللہ فانّی تو فکون فالق الاصباح و جعل الیل سکنا و الشمس والقمر حسباناً ذلک تقدیر العزیز العلیم وھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمت البر و البحر قد فصلنا الایت لقوم یعلمون وھو الذی انشاء کم من نفس واحدۃ فمستقر و مستودع قد فصلنا الایت لقوم یفقھون وھوی الذی انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ نبات کل شی فاخرجنا منہ خضراً نخرج منہ حبا متراکبا و من النخل من طلعھا قنوان دانیۃ و جنت من اعناب و الزیتون و الرمان مشتبھا و غیر متشابہ انظروا الی ثمرہ اذا اثمر و ینعہ آن فی ذلکم لایت لقوم یومنون ۔"[30]

ترجمہ : بیشک اللہ تعالی پھاڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو وہ جاندار کو بیجان اور بے جان کو جاندار سے نکالنے والا ہے اللہ یہ ہے سو تم کہاں الٹے چلے جا

۳۰۔ الانعام : ۹۶-۱۰۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

رھے سو وہ صبح کا نکالنے والا ھے اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنائی ھے

اور سورج اور چاند کو حساب سے رکھا ھے یہ ٹھرائی ھوئی بات ھے ایسی

ذات کی جو کہ قادر ھے بڑے علم والا ھے اور وہ ایسا ھے جس نے تمہارے لئے

ستارون کو پیدا کیا تاکہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیرون مں خشکی مین بھی

اور دریا مین بھی رستہ معلوم کر سکون بیشک ھم نے دلائل خوب کھول کھول کر

بیان کر دیئے ھین ان لوگون کے لئے جو خبر رکھتے ھین اور وہ ایسا ھے جس

نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر ایک جگہ زیادہ رھنے کی ھے اور ایک

جگہ عارضی رھنے کی بیشک ھم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے

ھین ان لوگون کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ھین ۔ اور وہ ایسا ھے جس

نے آسمان سے پانی برسایا ۔ پھر ھم نے اس کے ذریعہ سے ھر قسم کے نبات کو

نکالا پھر ھم نے اوس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ھم اوپر تلے دانے چڑھے

ھوئے نکالتے ھین اور کھجور کے درختون سے یعنی ان کے گچھے مین سے خوشے

ھین جو نیچے کو لٹکے جاتے ھین اور کھجور کے درختون سے یعنی ان کے

گچھے مین سے خوشے ھین جو نیچے کو لٹکے جاتے ھین اور انگورن کے باغ

اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ھین اور ایک دوسرے سے

ملتے جلتے نہین ھوتے ھر ایک کے پھل کو تر دیکھو جب وہ پھلتا ھے اور اس کے

پکنے کو دیکھو ان مین دلایل ھین ان لوگون کے لئے جو ایمان رکھتے ھین ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان اللہ فلق الحبّ والنّوی (الی قولہ) ان فی ذلکم لایت لقوم یؤمنون ۰

بے شک اللہ تعالی پھاڑنے والا ھے دانہ کو اور گٹھلیوں کو (یعنی زمین میں دبانے کے بعد جو دانہ یا گٹھلی پھوٹتی ھے یہ اللہ ھی کا کام ھے) وہ جاندار (چیز) کو بیجان (چیز) سے نکال لاتا ھے (جیسے نطفہ سے آدمی پیدا ھوتا ھے) اور وہ بے جان (چیز) کو جاندار (چیز) سے نکالنے والا ھے (جیسے آدمی کے بدن سے نطفہ ظاھر ھوتا ھے) اللہ یہ ھے (جس کی ایسی قدرت ھے) سو تم (اس کی عبادت چھوڑ کر) کہاں (غیر اللہ کی عبادت کی طرف) الٹے چلے جا رھے ھو وہ (اللہ تعالی) صبح (صادق) کا (رات میں سے) نکالنے والا ھے (یعنی رات ختم ھو جاتی ھے اور صبح صادق ظاھر ھوتی ھے) اور س نے رات کو راحت کی چیز بنائی ھے (کہ سب تھکے تھکائے سو کر آرام پاتے ھیں) اور سورج اور چاند (کی رفتار) کو حساب سے رکھا ھے (یعنی ان کی رفتار منضبط ھے جس سے اوقات کے انضباط میں سہولت ھو) یہ (حساب سے ان کی رفتار ھو) ٹھہرائی ھوئی بات ھے ایسی ذات کی جو کہ قادر (مطلق) ھے (کہ اس طرح حرکت پیدا کرنے پر اس کو قدرت ھے اور) بڑے علم والا ھے (کہ اس رفتار کی مصلحتیں اور حکمتیں جانتا تھا اس لئے اس خاص طرح پر ٹھہرا دیا) اور وہ (اللہ) ایسا ھے جس نے تمہارے (فائدہ) کے لئے ستاروں کو پیدا کیا (اور وہ فائدہ یہ ھے)۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(!)

تاکہ تم ان کے ذریعہ سے (رات کو) اندھیروں میں خشکی میں بھی اور دریا میں بھی رستہ معلوم کر سکو بے شک ہم نے (یہ) دلائل (توحید و انعام کے) خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں (اور گو پہونچیں گے سب کو مگر نافع) ان (ہی) لوگوں کے لئے (ہوں گے) جو (بھلے برے کی کچھ) خبر رکھتے ہیں (کیونکہ غور ایسے ہی لوگ کیا کرتے ہیں) اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تم (سب) کو (اصل میں) ایک شخص سے (کہ آدم علیہ السلام ہیں) پیدا کیا پھر (آگے کو توالد و تناسل کا اس طرح سلسلہ جاری چلا آ رہا ہے کہ تم میں سے ہر شخص کے لئے مرتبہ مادہ میں) ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے (یعنی ماں کا رحم) اور ایک جگہ چندے رہنے کی (یعنی باپ کی پشت لقولہ تعالی من بین الصلب) بیشک ہم نے (یہ) دلائل (بھی توحید و انعام کے) خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے (عام طور پر مگر ان کا نفع بھی مثل سابق ان (ہی) لوگوں کے لئے (ہوگا) جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں (یہ تفصیل ہو گئی یخرج الحی الخ کی) اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے آسمان (کی طرف) سے پانی (بارش کا) برسایا پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعہ سے (باوجود اس کے واحد ہونے کے) ہر (مختلف) پھر ہم نے اس (نبات کے اول نمودار ہونے والی چیز) سے (جو اول زمین سے نکلتی ہے جس کو بعض غلات میں سوئی یا کھونٹی کہتے ہیں اور رنگ میں زرد ہوتی ہے) سبز شاخ نکالی کہ اس (شاخ) سے ہم اوپر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں (یہ تو غلوں کی کیفیت ہے جس کا ذکر اجمالا فالق الحب میں آ چکا ہے) اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے گچھے میں خوشے (نکلتے) ہیں جو (مارے بوجھ کے) نیچے کو لٹکے

toobaa-elibrary.blogspot.com

جاتے ہیں اور (اسی سے ہم نے) انگوروں کے باغ (پیدا کئے) اور زیتون و انار (کے درخت پیدا کئے) جو کہ (بعضے انار اور بعضے زیتون پھل کی صورت شکل و مقدار و رنگ و مزہ ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے کوئی بی بی تو ہے نہیں (جو موقوف علیہ ہے اولاد کی اور جب موقوف علیہ منفی ہے تو موقوف بدرجۂ اولی منفی ہے) اور اللہ تعالی نے (جیسا ان لوگوں کو پیدا کیا و خلقھم اور زمین و آسمان کو پیدا کیا بدیع السموت الخ اسی طرح اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا (پس معبود ہی ہو سکتا ہے) اور (جس طرح وہ خالقیت میں یکتا ہے اسی طرح اس صفت میں بھی یکتا ہے کہ) وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے (ازلاً بھی ابداً بھی اور اس وصف میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں اور خلق بدون علم کے ہو نہیں سکتا اس سے بھی ثابت ہوا کہ اور کوئی خالق نہیں) یہ (ذات جس کے صفات کمال بیان کئے گئے یہ) ہے اللہ تمہارا رب اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہر چیز کا پیدا کرنے والا (جیسا اوپر بیان ہوا جب یہ صفات اللہ ہی میں ہیں) تو تم لوگ اس (ہی) کی عبادت کرو اور (پھر یہ کہ) وہ (ہی) ہر چیز کا کارساز (حقیقی) ہے (دوسرا کوئی کار ساز بھی نہیں پس اس کی عبادت کرو گے تو وہ تم کو نفع حقیقی پہونچاوے گا اور دوسرا کیا دے گا فرض خالق بھی وہی علیم بھی وہی وکیل بھی وہی اور یہ سب اور مقتضی ہیں کہ معبود بھی وہی اور اس کے علیم ہونے کی اور اس میں منفرد ہونے کی یہ کیفیت ہے کہ) اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی (دنیا میں تو اس طرح کہ کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا جیسا دلائل شرعیہ سے ثابت ہے لیکن احاطہ محال رہے گا - اور جس محسوس البصر کے ظاہر کا احاطہ احساس بصری سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

محال ہو تو اس کی حقیقت باطنی کا کہ ظاہر کے مقابلہ میں بدرجہا خفی تر ہے احاطہ

کرنا عقل سے جو کہ احساس سے بدرجہا زیادہ محتمل غلط ہے بدرجہ اولی محال (ہوگا)

اور وہ (یعنی اللہ تعالی) سب نگاہوں کو (جو کہ اس کے احاطہ سے عاجز نہیں وجوبا)

محیط ہو جاتا ہے - (اسی طرح اور چیزوں کو بھی علما محیط ہے وھو بکل شی علیم)

اور (اس امر سے کہ وہ سب کو محیط ہے اور اس کو کوئی محیط نہیں لازم آ گیا کہ)

وہی بڑا باریک بین با خبر ہے (اور کوئی دوسرا نہیں اور یہی تھا تفرد فی کمال العلم

جو ثابت ہو گیا) - ف حاصل مقام کا یہ ہے کہ حق تعالی کے سوا کوئی مبصر و مرئی

خواہ کیسا ہی اکبر و اعظم ہو ایسا نہیں کہ اس کا لمحاطہ کسی رائی کی بصر سے خواہ

وہ کیسا ہی اصغر و احقر ہو محال ہو چنانچہ اس کا امکان باقتضائے عقل ظاہر ہے

بخلاف حق تعالی کے باوجودیکہ دنیا میں عقلاً مبصر ہونا فی حد ذاتہ ممکن ہے جیسا

کہ ربی ارنی کی درخواست سے ظاہر ہے گو شرعا ممتنع ہے جیسا لن ترانی سے یقینی

ہے نیز احادیث میں علی الاطلاق اس کی تصریح ہے اور آخرت میں مبصر ہونا واقع ہے

لیکن احاطہ ہر حالت میں محال ہے اور یہ امر خواص باریتعالی سے ہے پس یہ شبہ دفع

ہو گیا کہ بعض اجسام عظیمہ پر بھی یہ امر صادق آتا ہے کہ لا یدرکہ الابصار وجہ

دفع ظاہر ہے کہ وہاں ادراک بمعنے الاحاطہ محال تو نہیں پس نفی ادراک مذکور

فی آیۃ مرتبہ استحالہ میں خواص واجب سے ہو اور احاطہ عقلیہ کا محال ہونا مستقلا

بھی کتب کلامیہ میں مذکور ہے اور لایدرکہ الابصار بھی بالاولی اس پر دال ہے جس کی

تقریر اثناء ترجمہ میں کر دی گئی اور یدرک الابصار میں تخصیص ابصار کی باقتضای خصوص

toobaa-elibrary.blogspot.com

مقام ھے کہ مقام بیان ابصار کا ھے ۔ خصوصیت حکم کی مقصود نہیں کیونکہ عموم دوسرے
دلائل سے ثابت ہے اور اس کا مضمون خواص واجب سے اس طور پر ھے کہ ممکنات میں کوئی
چیز ایسی نہیں کہ دوسری چیز کا اس کو محیط ہونا محال ھے اور اس کا احاطہ اس دوسری
چیز کو واجب ہو پس لا تدرکہ الابصار میں نفی مرتبہ استحالہ میں معتبر ہوگی اور یدرکہ الابصار
میں اثبات مرتبہ وجوب میں معتبر ہوگا ۔ اب دونوں حکموں کا خواص میں سے ظاھر و متبقین ہو
گیا اور ادراک کا جو ترجمہ کیا گیا اس سے معتزلہ کا استدلال درباب انکار رویت الٰہیہ
کے اھل جنت کے واسطے ساقط ہو گیا اور ادراک کے یہ معنے ابن عباس سے منقول ھیں ۔
چنانچہ در منثور میں ھے اخرج ابن جریر عن ابن عباس لا تدرکہ الابصار لا یحیط بصر احد
باللہ تعالی اھ اور روح میں ھے و الیہ ذھب الکثیر من ائمۃ اللغۃ و غیرھم پس مطلق
رویت ثابت اور احاطہ منفی اور حدیثوں میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سوال کے
جواب میں ھل رأیت ربک دو جواب آئے ھیں ایک نورانی اراہ دوسرا رأیت نورا پہلے جواب میں
احاطہ مراد ۔

قد جاءکم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسہ ومن عمی فعلیھا وما
انا علیکم بحفیظ ، و کذلک نصرف الایت و لیقولوا درست ولنبینہ لقوم یعلمون
اتبع ما اوحی الیک من ربک لا الہ الا ھو و اعرض عن المشرکین ۔ ولو
شاء اللہ ما اشرکوا (ط) وما جعلنک علیھم حفیظا ج وما انت علیھم بوکیل ۔
ولا تسبو الذین یدعون من دون اللہ فیسبو اللہ عدوا بغیر علم ط کذلک
زینا لکل امۃ عملھم ص ۔ ثم الی ربھم مرجعھم فینبئھم ما کانوا یعملون ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترجمہ : اب بلا شبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں سو جو شخص دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا ۔ اور میں تمہارا نگران نہیں ہوں اور ہم اس طور پر دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ سب کو پہنچا دیں اور تاکہ یہ یوں نہ کہیں کہ آپ نے کسی سے پڑھ لیا ہے اور تاکہ ہم اس کو دانشمندوں کے لئے خوب ظاہر کر دیں آپ خود اس طریق پر چلتے رہے جس کی وحی آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے اللہ کے سوا کوئی عبق عبادت نہیں نہیں اور مشرکین کی طرف خیال نہ کیجیئے اور اگر اللہ تعالی کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے ۔ اور ہم نے آپ کو ان کا نگران نہیں بنایا اور نہ آپ مختار ہیں اور دشنام مت دوان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گذر کر اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کریں گے ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے پھر اپنے رب ہی کے پاس ان کو جانا ہے سو وہاں کے جتلا دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے ۔

ہے اور دوسرے میں مطلق روایت اور جاننا چاہیئے کہ لیلۃ المعراج میں آپ کا اللہ تعالی کو دیکھنا جیسا کہ جلالین میں بتخریج مستدرک حاکم بروایت حضرت ابن عباس حضور صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد منقول ہے رایت ربی عزوجل الحدیث وہ اس حکم امتناعی شرعی فی الدنیا سے مخصوص ہے اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ سموات و مافوقہا کو دنیا سے خارج فرماتے ہیں ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور آخرت میں داخل کرتے ہیں اس بناء پر کہ آخرت کا ایک زمانہ ہے جو قیامت میں آئے گا اور ایک مکان ہے جو اوپر مذکور ہوا پس یہ رویت آخرت میں ہوئی تھی فلا حاجة الی القول بالتخصیص ربط اور دلائل اثبات توحید و ابطال شرک کے مذکور ہوئے ہیں آگے مسئلہ رسالت کے متعلق اس کا بیان ہے کہ آپ کے ذمہ رسالت کی حیثیت سے صرف ان مضامین کی تبلیغ اور عبدیت کے اعتبار سے خود عمل پر استقامت ہے نہ کہ ان کے فکر و غم میں پڑ جانا ۔[41]

بیان وظیفہ رسالت و عبدیت :

قد جاء کم بصائر من ربکم ج (الی قولہ) و اما انت علیھم بوکیل ، آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) اب بلا شبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع (کہ وہ توحید و رسالت کے حق ہونے کے دلائل عقلیہ و نقلیہ میں) پہنچ چکے ہیں سو جو شخص (ان کے ذریعہ سے حق کو) دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا اور میں تمہارا (یعنی تمہارے اعمال کا) نگران نہیں ہوں (یعنی جیسا نگرانی کرنے والے کے ذمہ ہوتا ہے کہ ناشایستہ حرکت نہ کرنے دے یہ میرے ذمہ نہیں میرا کام صرف تبلیغ ہے) اور (دیکھئے) ہم اس (مذکورہ) طور پر دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ سب کو پہنچا دیں اور تاکہ یہ (منکرین تعصب سے) یوں کہیں کہ آپ نے کسی سے (ان مضامین کو) پڑھ لیا ہے (مطلب یہ کہ ان پر اور زیادہ الزام ہو کہ ہم تو اس طرح حق کو ثابت کرتے تھے اور تم پر ایسا کہتے تھے

۴۱- بیان القرآن ، جلد ۳ ، ص ، ۱۴۴-۱۱۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور یہ کہنا محض براۃ عناد تھا ورنہ بطلان اس کا ظاہر ہے) اور تاکہ ہم اس (قرآن کے مضامین) کو دانشمندوں کے لئے خوب ظاہر کر دین (یعنی قرآن کے نازل کرنے کے تین فائدے ہین ایک یہ کہ آپ کو اجر تبلیغ ملے ۔ دوسرے یہ کہ منکرین پر زیادہ جرم قائم ہو تیسرے یہ کہ دانشمند و طالبان حق کو حق ظاہر ہو جائے پس) آپ یہ نہ دیکھئے کہ کون مانتا ہے کون نہین مانتا) خود اس طریق پر چلتے رہیئے جس (پر چلنے) کی وحی آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے (اور اس طریق مین بڑی چیز یہ اعتقاد ہے کہ) اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہین (اور اس طریق مین تبلیغ کا حکم بھی داخل ہے) اور (اس پر قائم رہ کر) مشرکین کی طرف خیال نہ کیجیئے (کہ افسوس انہون نے قبول کیون نہ کیا) اور (وجہ خیال نہ کرنے کی یہ ہے کہ) اگر اللہ تعالی کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے (لیکن ان لوگون کی بدعنوانیون سے اللہ تعالی کو منظور ہوا کہ ان کو سزا دین اس لئے ویسا ہی سامان جمع کر دیا پھر ان کو آپ کب مسلمان بنا سکتے ہین) اور (آپ اس فکر مین پڑین ہی کیون) ہم نے آپ کو ان (کے اعمال) کا نگران نہین بنایا اور نہ آپ (ان اعمال پر عذاب دینے کے ہماری طرف سے) مختار ہین (پس جب آپ کے متعلق نہ ان کے جرائم کی تفتیش ہے اور نہ ان کی سزا کا حکم شدہ ہے ۔ پھر آپ کو کیون تشویش ہے) ربط اوپر کے مضامین مین طریق مشرکین کا ابطال اور نیز مضامین مذکورہ کے ساتھ اس کی تبلیغ کا امر بھی کیا گیا ہے آگے مشرکین کے معبود ان باطلہ کو سب و شتم کرنے سے مسلمانون کو ممانعت فرما کر تبلیغ دین کے حدود قائم کرتے ہین ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر قوم سے مناظرہ کرنا تو جزو تبلیغ ہے ۔ لیکن دشنامی اور دلخراش الفاظ ان کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

معظمین کے حق میں کہنا ممنوع لغیرہ ہے کہ وہ ہمارے معبود یا رسل و معظمین کی شان
میں گستاخی کریں گے تو گویا اس کے باعث ہم ہوئے ۔ [۲۲]

نہی از مشاتمت با کفار :

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ (الی قولہ) فینبئہم بما کانوا یعملون
و جعلوا اللہ شرکاء الجن و خلقہم و خرقوا لہ بنین و بنت بغیر علم ط
سبحنہ و تعلی عما یصفون . بدیع السموت والارض ط انی یکون
لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ ط و خلق کل شیء ج وھو بکل
شیء علیم . ذلکم اللہ ربکم ج لا الہ الا ھو ج خالق کل شیء
فاعبدوہ ج وھو علی کل شیء وکیل . لا تدرکہ الابصار وھو یدرک
الابصار ج وھو اللطیف الخبیر .

ترجمہ : اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ ان لوگوں کو
خدا نے پیدا کیا ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں محض
بلا سند تراش رکھی ہیں وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جن کو یہ لوگ
بیان کرتے ہیں وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اللہ کے اولاد کہاں ہو
سکتی ہے حالانکہ اس کے کوئی بی بی تو ہے نہیں ۔ اور اللہ تعالی نے ہر چیز
کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے یہ ہے اللہ تمہارا رب ہے اس کے سوا
کوئی عبادت کے لائق نہیں ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے تو تم لوگ اس کی

۲۲- ایضاً ۔ جلد ۳ ، ص ۱۱۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں

کرسکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے اور وہی بڑا باریک بین

باخبر ہے -

بعض پھل شکل اور مزہ کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور (بعضے)

ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے (ذرا) ہر ایک کے پھل کو تو دیکھو جب

وہ پھلتا ہے (کہ اس وقت بالکل کچا بد مزہ ناقابل انتفاع ہوتا ہے) اور (پھر)

اس کے پکنے کو دیکھو (کہ اس وقت سب اوصاف میں کیسا کامل ہو گیا یہ بھی خدا کی

قدرت کا ظہور ہے) ان (امور) میں (بھی) دلائل (توحید کے موجود) ہیں

(اور گویا باعتبار تبلیغ کے سب کے لئے ہیں مگر انتفاع کے اعتبار سے) ان (ہی)

لوگوں کے لئے (ہیں) جو ایمان (لانے کی فکر) رکھتے ہیں (یہ میوؤں اور پھلوں کا

بیان ہوا جس کا ذکر اجمالاً والنوی میں آ چکا ہے) ف - ان مضامین میں ایک عجیب ترتیب

مرعی ہے وہ یہ کہ یہاں تین قسم کی کائنات مذکور ہیں - سفلیات - علویات - کائنات

خلا اور شروع کیا سفلیات سے کہ وہ ہم سے اقرب ہیں اور پھر اس کے دو حصے کئے ایک

بیان نباتات - دوم بیان النفس (اول کو مقدم کیا کہ یہ نسبت دوم کے اظہر ہے اور

دوم ادق ہے چنانچہ نقلیات نطفہ کا ادراک اطباء کے ساتھ مخصوص ہے بخلاف نقلیات

نباتیہ کہ عام طور پر سے مشاہد ہے - پھر کائنات جو کہ ذکر کیا صبح دلیل - پھر

علویات کو ذکر کیا شمس و قمر و نجوم - پھر چونکہ سفلیات کا زیادہ مشاہدہ ہوتا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کو مکرر لا کر اس پر ختم فرمایا مگر پہلے وہ اجمالاً مذکور تھے ۔ اب تفصیل سے مذکور کئے گئے لیکن تفصیل کی ترتیب میں اجمال کی ترتیب کا عکس کر دیا گیا کہ بیان النفس کو مقدم کیا اور بیان نباتات کو موخر ۔ ممکن ہے کہ اس کا مبنی یہ ہو کہ اس مفصل بیان میں اظہار نعمت کا عنوان اختیار کیا گیا ہے تو اس حیثیت سے منعم علیہ بوجہ مقصود متبوع ہونے کے قابل تقدیم کے ہو اور بیان نباتات میں ترتیب سابق باقی ہے کہ حبوب کی کیفیت نوی پر مقدم رہے اور بارش کا درمیان میں ذکر آنا ہر چند کہ تبعا للنبات ہے لیکن اس میں ایک اور لطیفہ بھی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ بارش دوجہات ہے مبداء کے اعتبار سے تو علوی اور منتہی کے اعتبار سے سفلی اور مسافت کے اعتبار سے کائن فی الجو ۔ ربط ۔ اوپر دلائل توحید کا ذکر تھا گے تصریحا توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال ہے ۔[٢٣]

ابطال شرک و اثبات توحید :

وجعلوا اللہ شرکاء الجن (الی قولہ) وھو اللطیف الخبیر ، اور (مشرک) لوگوں نے (اپنی اعتقاد میں) شیاطین کو (ایسے) اللہ کا (جس کے صفات و افعال اوپر مذکور ہوئے) شریک قرار دے رکھا ہے (کہ ان کے اغوا سے شرک کرتے ہیں اور خدا کے مقابلہ میں ان کے کہنے پر چلتے ہیں) حالانکہ ان لوگوں کو (خود ان کے اقرار کے موافق بھی) خدا (ہی) نے پیدا کیا (جب خالق کوئی اور نہیں تو معبود بھی کوئی اور نہ ہونا چاہیئے) اور ان (مشرکین میں سے بعض) لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں (اپنے اعتقاد میں) محض بلا سند تراش رکھی ہیں (جیسے نصاری حضرت مسیح

٢٣- ایضاً - جلد سوم ، ص ١١٨ - ١١٩

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو اور بعض یہود حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے) وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جن کو یہ لوگ (خدا تعالیٰ کی جناب میں) بیان کرتے ہیں (یعنی یہ کہ اس کا کوئی شریک ہو یا اس کے کوئی اولاد ہو) وہ آسمانوں اور زمین کا موجد (یعنی نیست سے ہست کرنے والا) ہے اور دوسرا کوئی موجد نہیں پس معبود بھی اور کوئی نہ ہوگا اس سے تو شریک کی نفی ہوئی اور اولاد کی نفی کی دلیل یہ ہے کہ غیر مونث کی اولاد کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے بی بی ہو اور ان دونوں کی مقارنت سے تیسری جاندار چیز پیدا ہو تو) اللہ کے اولاد کہاں ۔[۴۲]

مولانا تھانوی کا طرز تفسیر : ملاحظہ جدید اور قدیم علوم جن سے استفادہ ممکن تھا ، یا جن حقائق کے کشف کی ضرورت تھی وہ مولانا تھانوی نے اپنے اس ترجمہ تفسیر اور تشریح میں ظاہر فرمائے آپ نے بڑی تفسیر اور تشریح میں ظاہر فرمائے آپ نے بڑی تفسیر میں بھی انداز اختیار فرمایا ہے ۔ حاشیہ کے علوم اسکے علاوہ ہیں ۔

مولانا تھانوی کا تفسیری کام علوم القرآن کے تمام شعبہ جات علمیہ کو اپنے اندر محیط کئے ہوئے نظر آتا ہے ۔ میدان دعوت و اصلاح میں مولانا تھانوی انسانی زندگی کی ہر ضرورت و حاجت کے قرآنی اور اسلامی حل کو اپنے مواعظ اور کتب میں پیش فرماتے ہوئے اپنی مجددانہ شان کے ساتھ امت کی اصلاح میں مصروف نظر آتے ہیں ۔ عملی میدان میں ان کی تفسیر بیان القرآن تمام گزرے ہوئے مفسرین کی تفاسیر کا مجموعہ نظر آتی ہے جہاں اس میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ربط آیات و خلاصہ جات رکوع و سور کے عناوین نظر آتے ہیں وہاں کشاف و بیضاوی کا رنگ ، حل لغات ، نحو و صرف کی شکل

۴۲- ایضاً ۔ جلد سوم ، ص ، ۱۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

مین موجود هے نیز آئمہ فقہ رحمهم اللہ کے طرز پر مسائل فقہیہ کا استنباط بھی موجود هے - تو دوسری طرف امام رازی و غزالی کا رنگ ، رفع شبہات ، حل مبہمات ، توحید و رسالت و قیامت کے اثبات کے مسائل و دلائل مین ملتا هے - تزکیہ اخلاق و تصوف و سلوک کے مسائل کے اخراج مین هم شیخ عبدالقادر الگیلانی ، شیخ شہاب الدین سہروردی ، حضرت علی هجویری اور امام قشیری کا انداز تفسیر بیان القرآن مین پاتے هین مولانا تھانوی ایک طرف تصوف و تزکیہ کے مسائل کا استنباط کرتے هین اور دوسری طرف بدعات و خرافات سے قارئین کو بچاتے هوئے سنت نبویہ صاحبہا علیہ صلوۃ والسلام پر عمل کرنے کی تلقین کرتے نظر آتے هین غرضیکہ انسان بیان القرآن مین عقائد ، اعمال ، معاملات ، اخلاق و کردار ظاهر و باطن معاشرت ، معیشت ، سیاست و اقتصادیات ، تہذیب و تمدن ، بیالوجی عمرانیات اور دیگر تمام علوم ضروریہ کی تعبیرات و تشریحات پاتا هے تو اس کی زبان سے یہ شعر جاری هو جاتا هے ـــہ

جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر عنہ افہام الرجال

ترجمہ : یعنی تمام علوم قرآن پاک مین موجود هین مگر عام لوگون کی اس تک رسائی نہین -

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خیر کی کوئی ایسی بات نہین جو مین نے تمہین بتا نہ دی هو اور برائی کی کوئی ایسی بات نہین جس سے مین نے تم کو روکا نہ هو - یہی بات سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے کامل هونے کی دلیل هے - سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان هے هر صدی کے سرے پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

میری امت میں ایک مجدد کا ظہور ہوگا جو میرے دین کی تجدید کرے گا ۔ مولانا تھانوی کے ہمہ جہتہ دینی کام پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں دیگر اکابرین امت کی طرح اس بات کا برملا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ حضرت تھانوی اپنے دور کے مجدد تھے ۔ بے شمار اکابرین نے اس سلسلہ میں شہادت دی ہے ۔ چونکہ تفصیل کی خلاصہ میں گنجائش نہیں اس لئے ہم صرف استاذ المحدثین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے اس فرمان پر اکتفا کرتے ہیں ۔

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے فرمایا کہ بے شک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مجدد تھے ۔ انہوں نے ایسے وقت میں دین کی خدمت کی جبکہ دین کو بہت احتیاج تھی ۔[۲۵]

اللہ تبارک و تعالی ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور دیگر مسلمانوں کو بھی ان کا سا اخلاص اور دین حق کے ساتھ محبت عطا فرمائے ۔ آمین ۔

۲۵۔ جرید الحسن لاہور اشاعت خاص اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۷ء ، ج ۱ ، ص ۲۷ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پانچواں باب

"تفسیر قرآن مجید میں مولانا تھانوی کے اصلاحی کارنامے

الفصل الاول : ترجمۂ قرآن کے بارے میں بنیادی مسائل

الفصل الثانی : مولانا تھانوی بحیثیت مصلح تراجم و تفاسیر

toobaa-elibrary.blogspot.com

تفسیر قرآن مجید میں مولانا تھانوی کے اصلاحی کارنامے

مولانا تھانوی کو تفسیر، فقہ اور علم الکلام میں کمال حاصل تھا۔ مولانا تھانوی کی تفسیری خدمات کا جائزہ لیتے وقت ہمیں ان عوامل پر طائرانہ نظر ڈالنا ہوگی جنہوں نے مولانا موصوف کو تفسیری امور پر بھرپور توجہ کی ضرورت کا احساس دلایا۔

ہم مولانا تھانوی کی تفسیری کاوشوں کو دو انواع میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ اصلاحات تراجم و تفاسیر

۲۔ تفسیر بیان القرآن۔

اس وقت تراجم و تفاسیر میں بڑھتی ہوئی آزاد خیالی یا تفسیر بالرائے کا عام رجحان اور اس کے مضمرات سے اردو خواندہ طبقہ بری طرح متاثر ہو رہا تھا۔ اس کا احساس تقریباً تمام اصحاب علم و فکر کو تھا تاہم ان کا تعاقب جس انداز میں مولانا تھانوی نے کیا وہ انہی کا حصہ تھا۔

ذیل میں چند تراجم و تفاسیر اور ان پر کی گئی اصلاحی تنقید درج کی جاتی ہے لیکن سب سے پہلے ترجمہ و تفسیر کا مفہوم، مقصود اور شرائط کا ذکر نہایت ضروری ہے جس کے تناظر میں اس مخصوص ماحول کو سمجھنے میں آسانی ہوگی جو تراجم و تفاسیر کے لئے از حد ضروری ہے۔

ترجمہ کا مفہوم:

لغت میں ترجمہ کا لفظ دو معانی کے لئے مستعمل ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱- "نقل الکلام من لغة الی لغة اخری بدون بیان المعنی الاصلی المترجم ، و ذلک کوضع ردیف مکان ردیف من لغة واحدة" -[1]

ترجمہ: کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان میں نقل کرنے کو ترجمہ کہتے ہیں - بجز اس کے کہ جس کلام کا ترجمہ کیا گیا ہے اس کے معانی کی وضاحت کی جائے - اس کی مثال یوں ہے جیسے ایک ہی زبان کے ردیف کو ہٹا کر اس کی جگہ اسی زبان کا دوسرا ردیف رکھ دیا جائے -

۲- ترجمہ کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ایک کلام کا مطلوب و مقصود دوسری زبان میں پوری طرح وضاحت کے ساتھ بیان کردیا جائے -

صاحب تاج العروس لکھتے ہیں :

والترجمان المفسر للسان و قد ترجمه و ترجم عنه اذا فسر کلامه بلسان آخر

جوہری کہتے ہیں :

نقله من لغة الی لغة اخری -[2]

اقسام ترجمہ :

ترجمہ کی دو قسمیں ہیں -

۱- لفظی / حرفی ترجمہ

۲- تفسیری ترجمہ

۱- ذہبی ، محمد حسین ، التفسیر والمفسرون ، جلد اول ، صفحہ ۲۳ -

۲- الزبیدی ، محمد مرتضٰی ، علامہ ، تاج العروس ، مصر ، جلد ۸ ، صفحہ ۲۱۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

" فهی نقل الکلام من لغة اخری مع مراعاة الموافقة فی النظم والترتیب

والمحافظة علی جمیع معانی الاصل المترجم "

ترجمہ : کلام کو ایک لغت سے دوسری لغت میں منتقل کرنا اس طرح کہ نظم ، ترتیب

اور تمام اصل معانی کی رعایت و محافظت ہو -

" فهی شرح الکلام و بیان معناہ بلغة اخری بدون مراعاة لنظم الاصل و ترتیبه

و بدون المحافظة علی جمیع معانیه المرادة منه [3] -

کونسا ترجمہ جائز ہے ؟ اور کونسا ناجائز ہے ؟ یہ بحث ان صفحات میں ممکن

نہیں - تاہم یہاں صرف یہ بحث ہوگی کہ کونسا ترجمہ زیادہ مناسب ہے -

لفظی ترجمہ :

اس کی دو قسمیں ہیں -

۱- ترجمہ بالمثل

۲- ترجمہ بغیر المثل

۱- ترجمہ بالمثل سے یہ مراد ہے کہ قرآن کریم کا کسی دوسری زبان میں ایسا ترجمہ کیا جائے جو ہر لحاظ سے اس کی مانند ہو - یہاں تک کہ ترجمہ کے مفردات اور اس کا اسلوب و انداز اسلوب قرآن کی جگہ لے لے - جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ " تتحمل الترجمة ما تحمله ، نظم الاصل من المعانی المقیدة

۳- ایضاً -

بکیفیاتها البلاغة و احکامها التشریعیة "

لیکن ایسا ترجمہ ہر زبان میں ممکن نہیں ہے -

الاستاذ محمد حسنین مخلوف العدوی کا کہنا ہے کہ نزول قرآن کے اساسی مقاصد یہ تھے -

۱- پہلا مقصد یہ تھا " کونہ ایة دالة علی صدق النبی صلی اللہ علیہ و سلم و ذالک بکونہ معجزا للبشر ، لا یقدرون علی الاتیان بسورة مثلہ ولو اجتمع الانس و الجن علی ذالک "

۲- دوسرا اساسی مقصد یہ تھا " ہدایة الناس لما فیہ صلاحہم فی دنیاہم و اخراہم -[۳]

جہاں تک پہلی غرض اور مقصد کا تعلق ہے تو وہ بالاتفاق ترجمہ سے حاصل نہیں ہو سکتی - اس کی وجہ جیسا کہ مذکور ہوئی ہے اِعجازِ قرآن ہے - قرآن کی بلاغی خصوصیات کو دیگر زبانوں میں منتقل کرنا بشری استطاعت کے دائرے سے باہر ہے -

نزول قرآن کا دوسرا مقصد ہدایت عامة الناس ہے اور سعادتِ دارین سے آشنا بنانا ہے یہ سعادت اس طرح ممکن ہے کہ قرآن کے احکامات سے مسائل مستنبط کئے جائیں - ہر زبان میں یہ اہلیت موجود ہے کہ اس میں قرآن مجید کا معانی ثانویہ کے اعتبار سے ترجمہ کیا جائے - یوں قرآن کا ایک مقصد تکمیل سے ہمکنار ہوتا ہے -

---

۳- مخلوف ، محمد حسنین ، المدخل المنیر ، ۱۳۵۱ھ ، صفحہ ۱۲ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲- ترجمة بمفہوم المثل :

اس کا مطلب یہ ہے " ان یترجم نظم القرآن جزا" بجز بقدر طاقة المترجم وما تسعه و هذا امر ممکن -[5]

کونسا ترجمہ مناسب ہے ؟

لفظی ترجمہ ، مفہوم سمجھانے کے اعتبار سے بعض مقامات عبارت کے حقیقی مفہوم کو سمجھنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے، لہذا ہمیں کسی ایسے ترجمہ کی ضرورت ہے جو تمام پہلوؤں پر حاوی ہو اور مقاصد کو سمجھنے میں معاون ثابت ہو - ایسے ترجمہ کو تفسیری/ترجمہ کہا جاتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :

محمد ابو سلامہ لکھتے ہیں :

" بان نفهم المعنى الذى يراد من الاصل ثم نأتى لـه بتركيب من اللغة المترجم اليها بوديه على وفق الغرض الذى سبق لـه -[6]

ترجمہ : کہ اصل کلام میں جو معنی مراد لیا جا رہا ہے اسے سمجھ کر دوسری زبان میں منتقل کر دیا جائے "

اس کی مزید وضاحت اس مندرجہ ذیل مثال سے ہوتی ہے - قرآن کریم میں ارشاد ہے -

---

۵- ایضاً -

۶- ابو سلامہ ، محمد ، منهج الفرقان ، قاهرة ، ۱۹۳۸ء ، جلد دوم ، صفحہ ، ۷۱ ، ۷۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط - ۷

اس آیت کا لفظی ترجمہ یہ ھے -

" اپنے ھاتھ کو گردن سے نہ باندھو اور نہ ھی بالکل کھلا چھوڑ دو "

یہ ترجمہ لفظی تو ھے لیکن بے حد کمزور ھے اس سے قرآن مجید کا مدعا پورا نہیں ھو پاتا نیز اس قرآن کی تشبیہہ بلیغ کا مقصد واضح نہیں ھو پاتا -

آیۃ مبارکہ کا مفہوم یہ ھے کہ بخل و امساک سے کام نہ لو اور نہ ھی اسراف کرو - گویا بخل و امساک اور اسراف سے روکنے کا یہ موثر ترین انداز ھے - جو قرآن نے اختیار کیا ھے -

مذکورہ صدر بیان سے یہ ثابت ھوتا ھے کہ قرآن کا تفسیری ترجمہ کسی تردد و تذبذب کے بغیر جائز اور روا ھے لیکن اس کی کچھ شرائط ھیں جنہیں پورا کرنا ضروری ھے -

شرائط تفسیری ترجمہ :

استاذ محمد حسنین مخلوف مصری لکھتے ھیں :

۱- ان تکون الترجمۃ علی شریطۃ التفسیر لا یعول علیھا الا اذا کانت مشیدۃ من الاحادیث النبویۃ و علوم اللغۃ العربیۃ والاصول المقررۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ فلا بد للمترجم من اعتمادہ فی استحضارا معنی الاصل علی تفسیر

۷- بنی اسرائیل : ۲۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

عربی مستبدا من تلک الاصول ، فلا تجوز ترجمة ولا یعتمد بھا اما لا یعتمد

بالتفسیر اذا لم یکن مستبدا من تلک المناھل معتمدا علی ھذہ الاصول ۔

ترجمہ: اس ترجمہ میں وھی شرائط ملحوظ ھوں گی جو تفسیر میں ھوتے ھیں ۔ چنانچہ اسی پر اس صورت میں اعتماد کیا جائے گا جب وہ احادیث نبویہ عربی لغت اور اسلامی شریعت کے معتبر اصول و ضوابط سے ماخوذ ھو ۔ مترجم کے لئے یہ بھی ضروری ھے کہ قرآنی مطالب کے بیان کرنے میں ایسی تفسیر پر بھروسہ کرے جو ان مآخذ سے منقول ھو ۔ جس کا ذکر فصل اول میں ھو چکا ھے اگر کوئی شخص اپنی ذاتی رائے سے قرآن کریم کا مطلب بیان کرے یا ایسی تفسیر پر اعتماد کرے جو ان مصادر سے ماخوذ نہ ھو ۔ تو اس کا کیا ھوا ترجمہ اس طرح ناقابل اعتماد ھے جس طرح وہ تفسیر بھروسہ کے لائق نہیں جو ان سرچشمہ ھائے علمی سے مستفاد نہ ھو ۔

۲۔ دوسری شرط یہ ھے کہ مترجم گمراھانہ عقائد و افکار کا حامل نہ ھو ۔ اس شرط کا مفسر کے اندر پایا جانا ضروری ھے مفسر و مترجم کا رجحان و میلان جب کسی باطل عقیدہ کی جانب ھوگا تو وہ عقیدہ فاسدہ اس کے فکر و نظر پر چھا جائے گا ۔ جس کا نتیجہ یہ ھوگا کہ وہ قرآنی فکر سے بہت دور نکل جائیں گے اور ان کے ترجمہ و تفسیر میں بھی اس چیز کی رنگ آمیزی ھوگی ۔

۳۔ تیسری شرط یہ ھے کہ مترجم جس زبان سے ترجمہ کر رھا ھے اور جس زبان میں کر رھا ھے ان دونوں زبانوں کا بخوبی ماھر اور ان کے اسرار و رموز طریق طریق استعمال اور وضع دلالت سے بخوبی طرح آگاہ ھو ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۴- چوتھی شرط یہ ھے کہ پہلے قرآنِ پاک کی عبارت اور پھر اس کی تفسیر قلم بند کی جائے ۔ بعد ازآن تفسیری ترجمہ کیا جائے تاکہ کوئی شخص اس غلط فہمی مین مبتلا نہ ھو کہ یہ قرآنِ کریم کا لفظی ترجمہ ھے ۔[۸]

مولانا تھانوی نے بحوالہ "الکشاف" مترجم کے لئے مندرجہ ذیل شرائط بیان کی ھین ۔ وہ لکھتے ھین :

۱- مترجم عربی زبان خوب سمجھتا ھو کہ عربی سے ترجمہ کر سکے ۔ کیونکہ ترجمہ سے ترجمہ کرنے مین اصل سے بُعد ھو جاتا ھے ۔

۲- فنونِ عربیت (صرف ، نحو ، بلاغت ، لغت) مین ماھر ھو تاکہ ترجمہ مین صیغہ و ترکیب و اسالیب کلام و دقائق وضع کی رعایت رکھ سکے ۔ کیونکہ ان سے بے خبری سے ترجمے مین سخت غلطیان واقع ھو جاتی ھین ۔

۳- اصطلاحاتِ شرعیہ سے واقف ھو کیونکہ مصطلحات کا ترجمہ لغویہ کرنے سے مراد متکلم کی بدل جاتی ھے ۔

۴- علمِ حدیث کو شیوخ (حدیث) سے حاصل کیا ھو تاکہ تفسیر کرنے مین مخالفتِ صاحبِ وحی باثبات نزول کی لازم نہ آئے ۔

۵- مذاھب مجتہدین پر نظر ھو تاکہ فقہیات کی تفسیر مین اِجماع کی

۸- ابو سلامہ ، المدخل المنیر ، صفحہ ۳۲ ، ۳۳ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مخالفت نہ کرے -

٦- علمِ کلام " و تفصیلِ عقائدِ اہلِ سنت جانتا ہو تاکہ عقائد کی تفسیر میں بدعت سے بچ سکے -

٧- مفسرین محققین کے اقوال پیش نظر ہوں تاکہ ناسخ و منسوخ و زیادت و حذف وغیرہ پر اطلاع ہو جن میں نقل کی احتیاج ہے -

٨- علم اصول و معقول بقدرِ ضرورت حاصل کیا ہو تاکہ عقلیات و شرعیات کی تفسیر میں تقریرِ استدلال پر قادر ہو -

٩- مواضع متعلقہ و مجملہ میں تاویلِ مشترک یا رفعِ تعارض یا بیانِ نسخ یا تفسیرِ مبہم یا تفصیل مجمل وغیرہ کے اظہار کے لئے صرف ترجمے پر اکتفا نہ کرے بلکہ بطورِ شرح یا حاشیے کے امورِ مذکورہ کی توضیح کر دے -

١٠- جس زبان میں ترجمہ کرنا ہے اس میں پورا مذاق ہو صرف استعداد کتابی پر قناعت نہ کرے تاکہ مطالب قرآنیہ کو کافی عبارت میں ادا کر سکے -

١١- صحیح العقیدہ ، صالح الاعمال ہو تاکہ تفسیر میں تائیدِ بدعت وغیرہ سے امن میں رہے -

١٢- علمائے محققین معاصرین کی ایک معتدبہ جماعت کی نظر میں مقبول و مسلم و معتبر ہو -

١٣- ذہین و ذکی ہو غبی نہ ہو تاکہ اقوالِ مختلفہ میں سے مناسب قول کو ترجیح دے سکے اور مخالفین کے شبہات کو شائستگی سے رفع کر سکے -

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۴- ترجمہ حامل المتن ہو ، صرف تراجم کو شائع ہونے سے آئندہ اصل کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے -

۱۵- خود رائے و متکبر نہ ہو تاکہ جس مقام پر شرحِ صدر نہ ہو علمائے وقت کی خدمت میں رجوع کرنے سے عار و ننگ نہ کرے - اگر کوئی اس کی لغزش پر اطلاع دے ، اس کو قبول کر کے اصلاح کر دے -

ان تمام مذکورہ حدود و قیود کی دلیل یہ ہے کہ :

" ان فقدانها یفضی الی التفسیر بالرای کما لا یخفی علی المتامل و المجرب و قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار رواہ الترمذی -[9]

جو شخص شرائط مذکورہ سے عاری اور ان کا جامع نہ ہوگا تو وہ ضلالت و جہالت اور خطاء و عصیان سے کیوں کر محفوظ و مامون رہ سکے گا اس لئے مفسر و مترجم قرآن کے لئے ان اوصافِ حمیدہ سے متصف ہونا از بس ضروری ہے -

الفصل الثانی

مولانا تھانوی بحیثیت مصلح تراجم و تفاسیر :

۱۳۰۰ ھ کے آغاز ہی میں بعض آزاد خیال اہلِ قلم حضرات نے شرائط ترجمہ و تفسیر اور سلف صالحین کی تفاسیر سے بے نیاز ہو کر تراجم و تفاسیر میں اپنے مزعومہ عقائد و نظریات داخل کرنا شروع کر دیئے - جس سے روح قرآن شدید طور پر متاثر ہونے لگی -

---

۹- اشرف علی تھانوی ، اصلاح ترجمہ دہلویہ ، لاہور ، صفحہ ۳۴ ، ۳۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

حق تعالیٰ نے تفسیر بالرائے کے اس سیلاب کی مزاحمت کے لئے مولانا تھانوی کے قلب سلیم میں داعیہ پیدا کیا ۔ تاکہ اس فتنہ کبریٰ کے استیصال و اصلاح کے تمام تر تقاضے بروئے کار لائے جا سکیں مولانا تھانوی لکھتے ہیں اسی اثناء میں نئی حالت یہ پیش آئی کہ بعض لوگوں نے محض تجارت کی غرض سے نہایت بے احتیاطی سے قرآن کے ترجمے شائع کرنا شروع کر دیئے ۔ جن میں بکثرت مضامین خلافِ قواعدِ شرعیہ بھر دیئے ۔ جن سے عام مسلمانوں کو بہت مضرت پہنچی ہے چند چھوٹے چھوٹے رسالوں سے ان کے مفاسد پر اطلاع دے کر ان مضرتوں کی روک تھام کی کوشش کی گئی ۔[10]

اصلاحی رسائل کا مختصر تعارف :

ترجمہ و تفسیر کے ضمن میں مولانا تھانوی نے اصلاحی نقطہ نگاہ سے جو رسائل لکھے ان کا تعارف حسب ذیل ہے ۔

۱۔ التقصیر فی التفسیر ۲۔ اصلاح ترجمہ دہلویہ

۳۔ اصلاح ترجمہ مرزا حیرت ۴۔ توحید الحق

۵۔ اصلاح تفسیر سر سید احمد خان ۔

۶۔ الھادی للحیران فی وادی تفصیل البیان

۷۔ رسالہ تمہید الفرش فی تحدید العرش

۸۔ التواجہ بما یتعلق بالتشابہ

۹۔ ایضاً ۔ مقدمہ تفسیر بیان القرآن ، لاہور ، ۱۹۸۳ء ۔ ص ، ۳ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۹- شق الجوب عن حق الحبیب -

۱۰- ملاحـة البیان فی فصاحة القرآن -

۱۱- القاء السـکینة -[11]

ان مین سے بعض رسائل مختلف کتب کے جزو بنائے گئے ھین اور ان کی مستقل حیثیت ختم کر دی گئی ھے اور جو مستقل حیثیت سے قائم رکھے گئے ھین وہ بھی قریباً نایاب ھین - ذیل مین چنـد اھم رسائل کی تلخیص درج کی جاتی ھے -

(۱) رسالہ اصلاح تفسیر سرسید احمد خان :

یہ رسالہ سرسید احمد خان کی تفسیر القرآن مین واقع بعض غلطیون کی نشاندھیون پر مشتمل ھے اس مین مولانا تھانوی نے اس بات کا تذکرہ کیا ھے کہ سرسید احمد خان نے مسلمانون کے عام معتقدات سے ھٹ کر جس نئی روش اور جن نئے معتقدات کو فروغ دینے کی کوشش کی ھے وہ بالکل خلاف شریعت ھین اس رسالہ کی غرض و غایت خود مولانا موصوف کی زبانی سنیئے -

" بعد حمد و صلٰوۃ عرض ھے کہ ۱۹۰۷ء مین ایک مصلحت دینیہ سے بعض خیر خواھانِ اسلام کی فرمائش پر بعض عقائد زائغہ تفسیر القرآن مصنفہ سر سید احمد خان سے بہت ھی معمولی و سرسری نظر سے بطور نمونـہ کے زبان فارسی مین ایک جدول کی شکل مین جمع کئے گئے تھے جس کا مسودہ یادداشت کاغذات مین محفوظ رھا - اب بعض

۱۱- ایضاً - مقدمہ ، صفحہ ۳ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

احباب کی یہ رائے ہوئی کہ اس کی اشاعت دوسروں کے لئے نافع ہو گی اور اس کے ساتھ یہ مشورہ بھی دیا گیا کہ اگر ساتھ ساتھ ان معتقدات کی وجۂ بطلان کا بھی ذکر ہو جائے تو مزید فائدہ کی صورت ہے اگرچہ اس کی دو وجہ سے ضرورت نہیں ۔

ایک تو یہ کہ اصلی غرض اس نموذہ سے مسلمانوں کو یہ معتقدات دکھلا کر ان کو غلط معتقدات والوں سے بچانا تھا ۔ سو اس کے لئے وجہ بطلان ذکر کرنے کی حاجت نہیں ۔ دوسرے یہ کہ یہ عقائد بہت ہی ظاہر البطلان ہیں کہ جمہور اصل اسلام ان کو سنتے ہی بطلان کا حکم ذہن میں کرتے ہیں مگر مزید فائدہ کے لئے یہ مشورہ قبول کیا گیا کہ مشورہ تو مفصل تقریر بطلان کا دیا گیا تھا مگر کچھ کم ہمتی کچھ کم فرصتی کچھ دوسری مفصل تحریرات و رسائل کا جو پہلے سے موجود ہیں اور شائع شدہ ہیں یہ سب اسباب اس مشورہ پر عمل نہ کر سکنے کے ہوئے ۔ اس لئے صرف ہیئت سابقہ میں اس سے زیادہ تغیر نہ ہو سکا کہ جدول مذکورہ میں ایک خانہ بڑھا کر مجملاً* وجہ بطلان ذکر کر دی گئی ہے ۔ یہ جدول فارسی میں ہے اور اسے اردو میں منتقل نہ کرنے کی توجیہ مولانا تھانوی یوں لکھتے ہیں ۔

* چونکہ یہ جدول فارسی میں ہے اور اس زمانہ میں فارسی خواندہ مسلمانوں کی عام زبان نہ رہی ہے اور اس کا مقتضاء یہ تھا کہ اس جدول کا اردو میں ترجمہ کر دیا جاتا ۔ تاکہ فائدہ عامہ ہو مگر یہ نظر کر کے کہ یہ فائدہ عامہ دوسرے طریق سے بھی حاصل ہو سکتا ہے اصل کو فنا کر دینا کچھ ناگوار ہوا اور اصل کی بقاء کے ساتھ ترجمہ طویل کا سبب تھا ۔ اس لئے فائدہ عامہ کے لئے دوسرا طریق یہ اختیار کیا گیا کہ بعد

toobaa-elibrary.blogspot.com

جدول فارسی کے کتاب پر ھان مذکورہ بالا کی تینون جلدون کے مضامین کی فہرست
جو کہ اردو زبان مین ہی مع تمہید صفحہ نقل کر دی گئی ھے " ۔[12]

مولانا تھانوی نے جیسا کہ اس رسالہ کے دیباچہ مین ذکر کیا ھے کہ یہ جدول ان معتقدات کو محیط ھے جو تفسیر القرآن مصنفہ سر سید احمد خان مین جا بجا بکھرے ھوئے ھین اس جدول پر ایک نظر ڈالنے سے ان تمام عقائد کا احاطہ کرنا قاری کے لئے نہایت سہل ھے ۔ اس جدول مین عمومی طور پر حسب ذیل عقائد پر گرفت کی گئی ھے ۔

انکار تاثیر دعا ، ماھیئت نبوت سے انکار ، انکار وجود سموات ، انکار وجود خارجی ملائکہ و شیطان ، صفۃ آدم مین حق تعالی سبحانہ ، اور ملائکہ کے درمیان ھوئے والے مکالمہ کا انکار ، عصائے موسی سے بارہ چشمون کے پھوٹنے کا انکار ، معجزات کا ثبوت نبوت ھونے سے انکار ، احکام شرعیہ مین نسخ کا انکار ، حیات شہداء کا انکار ، جو ذبیحہ مسیح علیہ السلام کے نام مذبوح ھو اسے حلال کہنا " ما اھل بہ لغیر اللہ " سے استنباط کئے گئے مسلمہ عقائد سے انکار ، دیت کی عجیب و غریب تاویل اور تندرست و توانا کے لئے روزہ کے بدلے فدیہ دینے کا ثبوت گیارہ صفحات پر مشتمل اس جدول کو مقالہ مین مکمل نقل کرنے کی گنجائش نہین ۔ مولانا تھانوی کا کہنا یہ ھے کہ سرسید احمد خان نے مسلمانون کے عام مروجہ و مسلمہ عقائد سے ھٹ کر ایک

۱۲۔ اشرف علی تھانوی ، امداد الفتاوی ، صفحہ ۲۲۵ ، ۲۷۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

نئی روش اپنائی اور دینی احکامات کو اپنی خود ساختہ ترجیحات اور تمثیلات کے ترازو میں تولنے کی کوشش کی ھے ۔ مثال کے طور پر حجر اسود کے استلام اور دیگر اراکین حج کی توجیہہ مولانا تھانوی کے بقول انہوں نے یہ کی ھے ۔

" دعوی کردن کہ از حجر اسود و استلام آن محض این مقصود بود کہ شما طواف بدان معلوم گرد رو بس ۔ الخ ، دعوی کردن کہ حقیقت حج محض آنست کہ مقصود اصلی از حج ترقی آبادی مکہ بود این طریق عبادت وحشیانہ کہ برھنہ بدن و برھنہ سرگرد آن دیوار باشلگ ھاز نند کہ آن را طواف بگویند در آن زمانہ رائج بود و دیگر افعال حج کہ ھستند برائے باقی داشتن یادگار سالادہ آن بزرگ یعنی ابراھیم علیہ السلام ھستند و غرض قربانی بجز این نبود بلکہ در آن میدان خوراک میسر نمی شدے پس برائے خوردن و خوبیدن ذبح می خوردند آنچہ مسلمانان در خانہ کعبہ اعتقاد برکت و تقدس میدانند خیال خام است اگر این امر عبادات بودے .... کہ شتران و خران کہ گرد او میگردند نیز حاجی شدندے آنچہ مسلمانان بکثرت قربانی میکنند کہ گوشت آنرا زاندھاھم نمی خورند در اسلام نام و نشان این نیست ۔ [13]

سرسید احمد خان نے مسلمانوں کو جدید علوم سے آشنا بنانے اور ان کا جداگانہ تشخص برقرار رکھنے کے لئے عظیم خدمات انجام دیں ۔ جس کے لئے ملت مسلمہ ان کی شکر گزار ھے لیکن البتہ مذھبی خدمات کے حوالے سے وہ بے شمار لغزشوں کا شکار رھے۔

۱۳۔ اشرف علی تھانوی ، مولانا ، رسالہ نموذج بعض معتقدات اھل العوج جدول معتقدات صفحہ ۳ ، بحوالہ امداد الفتاوی ، جلد ششم ، صفحہ ۲۸۰ ، ۲۸۱ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جیسا کہ جدول معتقدات میں مذکور ہوا آپ نے مسلمانوں کے عام اور مسلمہ اعتقادات کو ایک نئے ڈگر پر لانے کی کوشش کی جو کہ امت کی نظر میں تحریف و تخریط قرار پائی ۔ مولانا محمد یوسف بنوری نے علامہ انور شاہ صاحب کشمیری کی کتاب " مشکلات القرآن " پر مقدمہ لکھا ہے جس کا نام انہوں نے " یتیمۃ البیان " تجویز کیا اس مقدمہ میں مولانا سید محمد یوسف بنوری سرسید احمد خان کے بارہ میں رقم طراز ہیں ۔

" ثم طفق یتاول القرآن ولا سنۃ و اخذ یقرب الاسلام الی الکفر حتی یجعلھما دینا واحدا و کانہ اراد التقرب بہ الی اھل الکفر الذین کانت بایدیھم الحکومۃ فی الھند فانکر وجود الملائکۃ و قال انھا القوی الملکیۃ لاخیر فی فطرۃ الانسان و جبلتہ و لیس عالما مستقلا خارجا عن وجود الانسان بل ھی صفات منضمۃ الیہ و انکر الشیاطین و قال ھی قوی الشرامودعۃ فی فطرۃ الانسان و انکر الحشر والمعاد الجسمانی بل اثبت الروحانی فقط کلا حذو الفلاسفۃ الخ " ۔[۱۲]

مولانا دہلوی کا یہ رسالہ جو کہ در اصل جدول ہی ہے فارسی زبان میں ہونے کی وجہ سے اور مشکل ہونے کی بناء پر عامۃ الناس کے لئے بھرپور استفادہ کے قابل نہیں ۔ ترتیب نو سے یہ رسالہ عام لوگوں کے لئے استفادہ کے لائق ہو سکتا ہے البتہ علماء کرام کے لئے انتہائی مفید اور معلومات کا خزانہ ہے ۔

(۲) اصلاح ترجمہ دہلویہ :

ڈپٹی نذیر احمد دہلی ناول نگاری کے حوالے سے بڑی شہرت کے حامل تھے ۔

۱۲۔ بنوری ، محمد یوسف ، یتیمۃ البیان ، مشکلات القرآن ، دہلی ، ۱۳۸۷ھ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

انہوں نے ترجمہ قرآن پر بھی طبع آزمائی کی ۔ جہاں تک اردو ادب میں ان کی قابلیت و مہارت کا تعلق ہے اس سے کسی کو انکار نہیں لیکن قرآن مجید کا ترجمہ انہوں نے جس رنگ میں کیا وہ کئی اعتبار سے ناقص تھا انہوں نے اپنے کردہ ترجمے میں اردو محاورات کو بے دریغ استعمال کیا جس سے مطالب و مقاصد قرآن بدل گئے ۔ مولانا تھانوی نے مذکورہ ترجمہ کی غلطیوں کی نشاندہی کے سلسلہ میں ایک مستقل رسالہ تحریر کیا اس کا نام " اصلاح ترجمہ دہلویہ " تجویز کیا ------ ۵۵ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ ترجمہ مذکورہ کی از اول تا آخر کوتاہیوں اور قباحتوں کو نمایاں کرتا ہے رسالہ مذکورہ کی تمہید میں مولانا تھانوی لکھتے ہیں ۔

" ان دنوں قرآن مجید کا ایک اردو ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب کا لکھا ہوا دہلی سے مختلف تقطیعات پر شائع ہوا جس کے بامحاورہ ہونے کی عام شہرت سن کر منگوا کر دیکھا بامحاورہ ہونے کا فیصلہ کرنا تو اہل زبان کا کام ہے اور نہ اس سے کوئی غرض زیادہ متعلق ہے جس میں گفتگو کی جائے مگر رخصت ہے کہ رمضان میں روزہ نہ رکھے بعد کو قضا کرے اور مقدور والا ہو تو قضا بھی نہ رکھے بلکہ روزہ پیچھے ایک محتاج کا پیٹ بھر دے تو گویا گویا کہ روزے کے بدلے روزہ ہوا اور فضیلت رمضان جو فوت ہو گئی تھی اس کی تلافی کے لئے محتاج کا پیٹ بھر دیا اگرچہ مقدور والوں کو قضا کے بدلے فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا ہے مگر ان کو بھی روزہ رکھنا چاہیئے تاکہ لوگ روزے سے بچنے کے لئے بہانے نہ ڈھونڈیں ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس پر مولانا تھانوی فرماتے ھیں :

اقول یہ آیت یا اجماع علمائے مجتہدین آیت منسوخ ھے یا مؤول ، یہ کسی کا مذھب ثابت نہیں کہ ظاہر معنٰی پر محمول کر کے اس کا حکم باقی رکھا جائے جیسا مترجم صاحب نے فرمایا چونکہ اجماع رحمت قطعیہ ھے اس لئے اس کی مخالفت حرام و بدعت ھے اور ھرگز اس حاشیہ پر عمل کرنا جائز نہیں ۔ حالت سفر یا مرض میں روزہ ناغہ ھوگا حالت قیام و صحت میں اس کی قضا رکھنا فرض ھوگا بجائے روزہ کے محتاج کا پیٹ بھر دینا ھرگز کافی اور درست نہیں ۔ اس مقام پر ضروریات دین اور مذھبی احکام میں دست اندازی کی گئی جس پر تنبیہ کرنا فرض ھے" ۔[15]

اسی پر ایک اور مثال ملاحظہ ھو ۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ ۔۔۔ الخ کے تحت ڈپٹی صاحب نے لکھا ھے

" از قسم زینت و رزق طیب کوئی چیز کسی پر حرام نہیں "

اس پر مولانا تھانوی فرماتے ھیں :

" اقول اس مقام پر ان اشیائے زینت کو کلیاً یا جزئیاً مستثنٰی کرنا چاھیئے تھا ۔ جس کی حرمت دلائل شرعیہ سے ثابت ھے مثلاً سونے کی انگشتری مردوں کے لئے یا حریر مردوں کے لئے و غیر ذالک ، ورنہ کم علم نوجوانوں کو اس عموم سے اپنی بدوضعی میں سند ھاتھ آئے گی اور اگر لفظ دو چار متفرق مقام پر نظر ڈالنے سے اتنا

۱۵- اشرف علی تھانوی ، مولانا ، اصلاح ترجمہ دھلویہ ، صفحہ ۲۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

معلوم ہوا کہ اس میں خود مطالب قرآنیہ بھی کہیں متن سے کہیں حاشیہ سے بدل گئے ہیں چونکہ ایسی حالت میں بجائے منفعت کے عام مسلمانوں کو اس سے مضرت پہنچنے کا قوی اندیشہ تھا اس لئے اس کا انسداد ضروری ہوا -

اس سلسلے میں مولانا تھانوی نے ڈپٹی نذیر احمد صاحب کو بذریعہ خط چند مقامات کے متعلق استفسار کیا وہ لکھتے ہیں :

" تاہم احتیاطاً" بعض مقامات کے متعلق خود مترجم صاحب سے بذریعہ خط دریافت کیا گیا جب کچھ جواب نہ ملا اور نہ بظاہر امید تھی کہ وہ اپنی تحقیقات سے رجوع فرماتے ، بامرِ مجبوری عام مسلمانوں کی حفاظت دین کی ضرورت سے ترجمہ مذکورہ بالا بالاستیعاب اول سے آخر تک دیکھنا پڑا جن لغزشوں کا گزر عقائد و احکام تک نہ تھا ان سے تعرض نہیں کیا گیا مگر جن کا اثر عقائد و احکام تک پہنچتا ہوا دکھائی دیا اور کوئی توجیہہ قریب بھی نہ بن سکی ان کو ضبط کیا گیا -

اس ترجمہ کی اغلاط اور ان کی اصلاح کا طرز کچھ یوں اختیار کیا گیا -

" اول ہر سورت کے رکوع کا نمبر نشان کے لئے لکھ دیا ہے پھر " قولہ " کے تحت ترجمہ مذکورہ کی عبارت پھر " اقول " کے بعد اپنا التماس ظاہر کر دیا -[١٢]

اس رسالہ میں مولانا تھانوی نے دو طرح کی گرفت کی ہے ایک تو یہ کہ جہاں مصنف نے مروجہ و مسلّمہ عقائد سے ہٹ کر کوئی نظریہ پیش کیا اس کا رد کیا گیا

١٢- ایضاً - صفحہ ٣ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

مثلاً " وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۔۔۔ الخ " کے تحت ڈپٹی نذیر احمد دهلوی صاحب نے یہ لکھا کہ :

" مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک مسلمان کو فرض روزہ رکھنا چاهئے مگر بیمار اور مسافر کو از خود کو جو اگسے آتا ہے اس شبہ کا رافع سمجھا جائے تو عوام اس قدر دقیق بین نہیں ہیں ۔ جو ان کی نظر یہاں تک پہنچ کر ان کو غلطی سے بچائے ۔

دوسری وہ چیز جس پر مولانا تھانوی اس رسالہ میں عموماً گرفت کرتے دکھائی دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ زبان و بیان اور محاورات کے استعمال سے مدلول قرآن کو گزند نہ پہنچے ۔ بقول ان کے کہ ڈپٹی صاحب نے زبان کے چٹخاروں میں مدلول و مفہوم قرآن کو یکسر بدل دیا ہے مثلاً " اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ " کے تحت ڈپٹی صاحب رقم طراز ہیں ۔

" حج کا دستور اسلام سے پہلے بھی تھا اسلام نے اصلاح کر کے حج کو عبادت کا رنگ دے دیا ۔

اس پر مولانا موصوف لکھتے ہیں :

اس عنوان سے مفہوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے وہ محض دستور تھا کبھی اس میں عبادت کی حیثیت نہیں ہوئی حالانکہ حضرت ابراهیم علیہ السلام کی شریعت میں اس کا عبادت ہونا منصوص ہے اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نے بھی حج کیا ہے ۔[17]

۱۷۔ ایضاً ۔ صفحہ ۲ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک دوسری مثال سے ہمارے اس دعویٰ کی مزید تائید ہوتی ہے -

آیت " سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ ... الخ " کے تحت ڈپٹی صاحب نے لکھا کہ :

" جھوٹی باتوں کی کنسوئیاں لیتے پھرتے ہیں "

اس کا رَدّ کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں :

" جھوٹی باتوں سے کس کی باتیں مراد ہیں کافروں کی یا پیغمبر صلی اللہ علیہ و سلم اور مسلمانوں کی یا اگر کافروں کی باتیں مراد ہیں تو واقعی ان کے جھوٹ ہونے میں کوئی اشکال نہیں مگر کنسوئیاں لینا نہیں بنتا کیونکہ یہ لوگ تو مسلمانوں کی کنسوئیاں لیتے تھے نہ کہ کافروں کی اور وہ تو ان کے بھائی بند ہی تھے - کنسوئیاں کی حاجت ہی کیا ہوتی علاوہ اس کے یہ واقع بھی نہ تھا اور اگر جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی باتیں مراد ہیں جن کی وہ ٹوہ لگا کر سنتے تھے تو کنسوئیاں لینا تو بن گیا مگر ان کا جھوٹ ہونا کیا معنی - اس لئے یہ ترجمہ لغظ ہے -

پس " سَمّٰعُوْنَ " میں اگر کافروں کی باتیں سننا مذکور سمجھا جائے تو کذب سے مراد کافروں کی باتیں ہوں گی اور ترجمہ یوں ہوگا کہ جھوٹی باتوں کو خوب سننے والے ہیں - اور اگر یہاں پیغمبر صلی اللہ علیہ و سلم اور مسلمانوں کے سننے کا ذکر ہے تو کذب مصدر ہوگا اور یوں ترجمہ ہوگا کہ کنسوئیاں لیتے پھرتے ہیں جھوٹ بولنے کی غرض سے ، ان دونوں معنوں میں کوئی اشکال نہیں اور مفسرین نے انہی کو اختیار کیا ہے - [۱۸]

۱۸- ایضا - صفحہ ۱۳ ، ۱۲۰ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا تھانوی نے عقل و نقل کے آئینہ میں جس انداز سے گرفت کی ہے وہ بالکل درست ہے مگر اس رسالے میں ایک بات سے شاید دوسرے مذاہب کے لوگ سو فیصد اتفاق نہ کر سکیں ۔ وہ یہ ہے کہ مولانا تھانوی حنفی المسلک بزرگ تھے مسلک احناف کے خلاف جو بات ڈپٹی صاحب لکھتے ہیں اس پر بھی وہ بطور حنفی المسلک ہونے کے گرفت کرتے ہیں اور دلیل کے طور پر فرماتے ہیں کہ چونکہ اس علاقہ اور سرزمین پر اکثر مسلمان حنفی المسلک ہیں لہذا ان کی رعایت رکھی جائے ۔[19]

تاہم یہ رسالہ بہت ہی نافع اور قرآن فہمی پر نہایت عمدہ ہے ۔

التقصیر فی التفسیر :

اس رسالے کی دو قسمیں ہیں :

١۔ بعض تفاسیر کی اصلاح

٢۔ تفسیر کے بعض قواعد و ضوابط

مذکورہ رسالہ کی دونوں حیثیتیں اپنے اپنے مقام پر بہت اہم ہیں بلکہ اسے اسے اصول التفسیر میں ایک اہم اضافہ شمار کیا جا سکتا ہے ۔ تیس صفحات کا یہ رسالہ ایک مقدمہ اور کئی فصول پر محیط ہے یہ اصول تفسیر کا جامع ، تفسیر بالرائے اور علم اعتبار کی تحقیق میں نہایت مفید رسالہ ہے اس کی غرض و غایت یہ تھی کہ بعض معاصر اہل علم نے علم اعتبار کو تفسیر میں شمار کرتے ہوئے قرآن کی وہ تفسیر کی جو بعید از عقل و قیاس تھی۔

١٩۔ ایضاً ۔ صفحہ ٣ ، ٥ ، ٦ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس رسالہ میں مولانا تھانوی نے بجز مولانا عبید اللہ سندھی کے کسی اور مفسر کا نام نہیں ذکر کیا ۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ مولانا سندھی کے ذاتی عقائد و نظریات کے رد میں ہے مثلاً ناسخ و منسوخ میں مولانا سندھی سرے سے نسخ کے قائل نہیں ہیں ۔ آیاتِ نسخ میں ایک آیت نسخ آیتِ وصیت ہے مولانا سندھی نے اس کی توجیہہ یوں کی ہے ، وہ فرماتے ہیں :

"میری والدہ غیر مسلمہ تھیں اور میرے ساتھ ہی رہتی تھیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں سخت بیمار ہو گیا اور مجھے فکر لاحق ہوئی کہ اگر میں مر گیا تو اس بے چاری کو کوئی نہیں پوچھے گا ۔ اس وقت جو اس کی اتنی تواضع کی جاتی ہے وہ محض میری ہی وجہ سے ہے ۔ میرے مرتے ہی یہ بیچاری اس توجہ سے محروم ہو جائے گی ۔ اب میری سمجھ میں آیا کہ آیتِ وصیت میں عندالموت وصیت کا کیا مطلب ہے اگر اس طرح کے حالات پیش آ جائیں تو واقعی اس کے لئے وصیت کرنا لازم ہوگا لہذا اس آیت کو میں منسوخ قرار دینے کی اب ضرورت نہیں سمجھتا " ۔[۲۰]

یہ نقطہ نظر متقدمین و متاخرین دونوں کے خلاف ہے علامہ سیوطی نے الاتقان میں منسوخ آیات کی تفصیلی بحث کرتے ہوئے ابن عربی کے طریقہ کے مطابق متاخرین کے نزدیک منسوخ آیات کی تعداد اکیس[۲۱] بتائی ہے پھر ان میں سے آیت ، استیذان اور آیتِ وصیّت کے بارے میں کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ منسوخ نہیں ہیں اس طرح انیس[۱۹] رہ گئیں ان میں علامہ سیوطی نے ایک آیت " فاینما تولّوا فثم وجہُ اللّٰہ " کا اضافہ کیا ۔

۲۰۔ عبید اللہ سندھی ، شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک اور ان کا فلسفہ ، لاہور ، صفحہ ، ۲۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

جو حضرت ابن عباس کے نزدیک منسوخ ہیں اس طرح انہوں نے بیس آیات کو منسوخ قرار دیا ۔[21]

حضرت شاہ ولی اللہؒ، علامہ سیوطی کے اس بیان پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ان میں سے اکثر محلِ نظر ہیں اور بتایا کہ پانچ آیات کے سوا کوئی بھی آیت منسوخ نہیں ہے یعنی پانچ آیات کے نسخ کے شاہ صاحب قائل ہیں ۔[22]

مولانا عبید اللہ سندھی کے مسلک کے مطابق قرآن میں سرے سے نسخ کا وجود ہی نہیں ۔ مولانا سندھی کے بعض مخالف علماء کا یہ کہنا کہ مولانا سندھی کی مستقل عادت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو شاہ ولی اللہ کے افکار کے سانچے میں ڈھالنے کی بجائے خود شاہ صاحب کو اپنے افکار کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے نسخ کے باب میں انہوں نے وہ بات کردی ہے جو سراسر ان کی ذاتی رائے ہے ۔ میری یہ رائے ہے کہ مولانا سندھی کی وفات کے بعد مولانا سندھی کے نام پر بعض ان کے نام لینے والوں اور انکے تلامذہ نے بے شمار اقوال ان سے منسوب کر دیئے جن کا مولانا سندھی کی ذات سے اور ان افکار کا کوئی تعلّق نہیں ۔

ناسخ و منسوخ کے مسئلہ میں اس رائے میں مولانا سندھی تنہا نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ حسبِ ذیل حضرات و مفکرین بھی ہیں بعضوں نے اس موضوع پر متعدد

۲۱۔ سیوطی ، جلال الدین ، الاتقان فی علوم القرآن ، جلد دوم ، صفحہ ۲۳ ۔

۲۲۔ شاہ ولی اللہ ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ، لاھور ، صفحہ ۱۵ ، ۱۶ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کتب بھی لکھی ھیں اس طبقہ علماء کے سر خیل محمد بن بحر الاصفہانی مشہور بابی مسلم الاصفہانی ھیں جنھوں نے چودہ جلدوں میں " جامع التاویل لمحکم التنزیل علی مذھب المعتزلہ اور الناسخ والمنسوخ " علامہ الشیخ عبدالمتعال محمد الجبری نے " الفتح فی الشریعۃ الاسلامیہ ، ڈاکٹر مصطفی زید نے الاستاد الشیخ محمد الغزالی السقاء نے نظرات فی القرآن اور استاد عبدالکریم الخطیب نے " من قضایا القرآن " لکھیں ان کے علاوہ ان گنت کتب ناسخ فی القرآن کے عنوان سے شائع ھو چکی ھیں بعض کا ذکر ھو چکا ھے ---- اس پر مولانا تھانوی فرماتے ھیں :

" ظاھر عبارت سے نسخ کا انکار معلوم ھوتا ھے جو جمھور کی سخت مخالف ھے " ۔ [۲۳]

مولانا سندھی کے افکار کے حوالے سے علماء جانتے ھیں کہ وہ ایک ھمہ گیر معاشی انقلاب چاھتے تھے جس میں غریب و امیر کے سماجی تفاوت و دیواریں منہدم ھو کر مساوات کا پہلو نمایاں ھو اس لئے انھوں نے آیات کی تفسیر میں معاشی پہلو سامنے رکھا بقول مولانا تھانوی آیت ذیل کا مفہوم ان کی نظر میں یہ ھے ۔

" اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ " (مضمون سعی رزق) " کلوا مما فی الارض " یعنی اللّٰہ تعالیٰ بقدرت کاملہ خویش خزائن سماوی و ارضی پیدا کردہ است و انسان را عقل دادہ است کہ آن خزائن را حاصل کردہ وجہ معیشت کند درین فرمان عمل بدین آیت باشندگان مغرب بسیار کردہ اند " ۔

۲۳۔ اشرف علی تھانوی ، مولانا ، التقصیر فی التفسیر ، صفحہ ۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس پر تنبیہہ کرتے ہوئے مولانا تھانوی رقم طراز ہیں :

اس آیت کا سیدھا مطلب جو قرآن دیکھنے سے بلا تکلف ظاہر ہے یہ ہے کہ " اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ " میں دعویٰ توحید کیا گیا ہے اگلی آیت " اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ " میں اس دعویٰ پر دلیلِ عقلی قائم کی گئی اس کے بعد " وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ " میں شرک و اہل شرک کی مذمت فرمائی گئی ۔ اس کے بعد " يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ " الخ ۔ میں بعض رسوم شرکیہ کا رد ہے ۔ غرض تمام آیات کا حاصل تصحیحِ عقائد ہے مگر مترجم صاحب نے ایک عجیب ارتباط اختراع کیا کہ اصل مقصود " كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ " کو بنایا اور وہ بھی بحیثیت ابطالِ رسومِ شرک نہیں بلکہ مقصود بالذات ہونے کے طور پر اور " اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ " کو اس کا مقدمہ بنایا اور آیت کا پورا عامل انگریزوں کو قرار دیا تو گویا پورا قرآن مجید کسبِ دنیا کے اس درجہ کا حکم دے رہا ہے جس کو انگریز حاصل کر رہے ہیں ۔[۲۲]

مولانا تھانوی یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا محور صرف فکرِ معاش قرار دینا قرینِ انصاف نہیں ۔ وہ فرماتے ہیں :

" قرآن مجید کی اصل غرض اصلاحِ معاد معاش ، عقائدِ صحیحہ اور احکامِ مرضیہ ظاہرہ و باطنہ ہے ۔ باقی، معاش کا ایک حصہ بھی چونکہ معین فی الدین ہے بقدرِ ضرورت اس سے بھی تعرض کیا گیا ہے مگر نہ اس طرح کہ اس کے حاصل کرنے کی تدابیر بتلائی گئی ہیں بلکہ صرف اس طرز پر کہ خاص حدود و قیود کے ساتھ اس کی

۲۲- ایضاً ۔ صفحہ ۸ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تحصیل کی اجازت و ترغیب دی گئی ہے جیسے کتب دلبریہ کی اصل غرض تدابیرِ صحت کی

تعلیم ہے اور چونکہ ماکولات و مشروبات بقاء ہونے میں معین ہیں اس لئے بقدر ضرورت اس

کے احکام سے بھی تعرض کیا گیا ہے مگر نہ اس طرح کہ روٹی اور قورمہ پکانے کی ترکیب

بتلائی گئی ہو یا کہ صرف اس طور پر کہ خاص حدود و قیود کے ساتھ اس کے کھانے کی

اجازت و ترغیب دی گئی ہے اور یہ دعوٰی قرآنِ مجید میں نظر کرنے سے کالشمس فی نصف النہار

عیاں ہے - پس قرآنِ مجید سے تدابیر معاش کو ثابت کرنا اور اس کو حکم قرآنی قرار دینا

ایسا ہے جیسے کسی نے کافیہ کی جو نحو کی کتاب ہے مسائل تصوف کے ساتھ شرح کی ہے

کیا اس کو الحاد اور کج روی اور اتباع ہوی نہ کہا جائے گا - ۲۵

مولانا تھانوی کا یہ کہنا کہ قرآن مجید کی اصل غرض وظیفت اصلاح معاد ہے

اور اصلاحِ معاش بقدر ضرورت قرآنِ مجید اس سے بھی بحث کرتا ہے علماء سلف و خلف کے

نزدیک درست اور حقیقت ہے اس لئے آپ کا موقف ایسے مفسرین و مترجمین کے مقابلے

میں حقانیت کا آئینہ دار ہے -

۲۵- ایضاً -

toobaa-elibrary.blogspot.com

مزید اصلاحی کارنامے

قرآن اور تفسیر قرآن کے سلسلے میں مولانا تھانوی کی کاوشیں دو حصوں پر تقسیم کی جا سکتی ھیں ایک تو آپ نے بیان القرآن میں مواد تفسیر کو اس طرح ترتیب دیا ھے کہ اس کے ایک ایک طرز سے اعجاز جھلکتا ھے ۔ آپ نے تقریبا جدید و قدیم علوم سے استفادہ کیا اور انھیں ثبوت اعجاز کے طور پر اپنی گرانقدر تفسیر میں جگہ دی ۔

دوسری کاوش آپ کی یہ ھے کہ آپ نے ایسے تراجم و تفاسیر کی نشاندھی کی جو جز وقتی اثرات کے حامل تھے ۔ اس پر آپ نے متعدد رسائل لکھے ۔ اور عوام الناس اور علماء کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرائی کہ انھیں قرآن کی ایسی تعبیر اختیار کرنی چاھیے ۔ جو اثرات کے اعتبار سے دور رس اور نتیجہ خیز ھو ۔ چنانچہ مولانا تھانوی کے یہ رسائل اس انداز میں ترتیب دیئے کہ ان میں اعجاز کی مدافعت اور غیر اعجاز تعبیرات کی مخالفت ھے ۔ اعجاز پر مساعی کے طور پر شمار کئے جا سکتے ھیں نیز ان رسائل میں مولانا تھانوی صرف غیر اعجازی تعبیرات کی مخالفت کرتے ھیں بلکہ ان میں ھمیں اعجاز کے سلسلے میں قیمتی مباحث دیکھنے کا موقعہ بھی میسر آتا ھے ۔ ذیل میں چند رسائل کی تلخیص اور ان کے مہتم بالشان مباحث پر گفتگو کی جاتی ھے ۔

تقدیس القرآن الدمیر عن دھس التصاویر :

اس مختصر رسالۃ کی تصنیف کی غرض و غایت یہ تھی کہ منشی بہاؤ الدین سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک ہفتہ روزہ " صوفی " کے ایڈیٹر محمد الدین نے مولانا تھانوی کی خدمت میں عریضہ لکھا جس میں استفسار کیا گیا تھا ۔ کہ السؤال محی السنۃ حکیم الامت حضرت مولانا بعد سلام مسنون الاسلام عرض ہے کہ ایک صاحب کا ترجمہ قرآن کریم جلد دوم شائع ہوا ہے اس کے صفحہ ۳۰۰ پر یعنی صفحہ کی تصویر ذوالقرنین کی سورۃ الکہف کی تفسیر کے سلسلہ میں دیگئی ہے ۔ قرآن حکیم کے ساتھ ایسی تصویر کی اشاعت سے میرا دل جل گیا ۔ میں سورہ یوسف کا ترجمہ دیکھ رکھا تھا اور اس میں صاحب مذکور نے " ان کید کن عظیم " ۲۶ کی تفسیر میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس آیت کا یہ مفہوم ذہن کہ مکر عورتوں کے لئے خاص ہے ۔ بلکہ فریب دغا سب مردوں کا کام ہے ۔ ابھی اس مقام کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اتفاق سے تصویر پر نظر پڑی ۔ قرآن کریم میں تصویر کی اشاعت سے غضب و غصہ کی لہر بدن کے روئیں روئیں میں دوڑ گئی اور یہ ترجمہ جس دوست کا تھا بغیر پڑھے اس کے پاس بھیج دیا ۔ غالباً حضور کے پاس یہ واقعہ سب پہنچ گیا ہوگا اس کے متعلقہ کیا علاج کیا جاوے ۔

المستفتی

محمد الدین ایڈیٹر ، صوفی ، منڈی بہاءالدین پنجاب

اس کے جواب میں مولانا تھانوی نے مذکورہ صدر رسالہ لکھا ۔ اس رسالہ کے آغاز

۲۶۔ یوسف ۔ پ ۱۲ ، ۲۸

میں تین (۳) مقدمات درج ہیں ۔ مقدمۂ اولی میں آپ لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ تصویر ذی حیات بلحاظ علی الاطلاق حرام اور شدید معصیت ہے ۔ خواہ وہ ذی ظل یعنی مجسمہ ہو یا غیر ذی ظل یعنی منقوشہ ہو اس کی تائید میں آپ نے بخاری کی یہ حدیث نقل کی ہے ۔

عن عائشة رضی اللہ عنھا قالت قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سفر و قد سترت بقرام لی علی سہوة لی فیہ تماثیل فلما راٰہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھتکہ و قال اشد الناس عذابا یوم القیمة یضاھئون بخلق اللہ ، قالت فجعلناہ و سادة او و سادتین

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد بحوالہ امام نووی اجماع بیان کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں :

" ولا جماع قال النووی بعد نقل حرمة صنع تصاویر الحیوانات ما ظلہ ولا فرق فی ھذا کلہ بین مالہ ظل و مالا ظل لہ " جمہور علماء کا مسلک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" قال جما ھیر العلماء من الصحابة والتابعین و من بعد ھم و ھو مذھب الشوری ومالک و ابی حنیفة وغیرھم " بعض علماء کا کہنا ہے کہ ذی ظل کی تصویر حرام ہے اور غیر ذی کی تصویر بنانے میں کوئی حرج نہیں ۔ مولانا فرماتے ہیں :

toobaa-elibrary.blogspot.com

" و ھذا باطل " اور اس کی دلیل یہ ھے کہ " فان الستر الذی ستر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصورۃ فیہ لا یشک انہ مذموم و لیس صورتہ ظل مع باقی الاحادیث المطلقۃ فی کل صورۃ "

حدیث عائشہ میں استشہاد ھے کہ اس سے انہوں نے تکیہ وغیرہ بنا لیا تھا مولانا کہتے ھیں کہ دراصل یہ استشہاد دوسری نصوص صحیحۃ ، صریحۃ ، فقہ اور اجماع سے معارض ھے اور تاریخ معلوم نہیں اس لئے یا منسوخ ھے بناء بر قاعدہ " اذا تعارض المحرم والمبیح ترجح المحرم " اور یا مؤول ھے اور یا مقید ھے اور وہ تاویل یہ جس کو صاحب فتح نے ابن العربی سے نقل کیا ھے " ان کانت الصورۃ باقیۃ الشکل حرام و ان قطعت الرأس عرفت الاجزاء جاز و قال ھذا ھوالاصح " مولانا نے اپنے دعوی کی تائید میں بخاری سے حدیث عائشہ نقل کی ھے -

" عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یترک فی بیتہ شیئا فیہ تصالیب و تصاویر الا نقضہ "

اس میں تقیید کا تذکرہ ہوا ھے اسکی دلیل بھی بخاری کی حدیث ھے - باب من کرہ القعود علی الصور میں مذکور حدیث کے آخر میں یہ ھے - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا " ما ھذا الخرقۃ " صحابی کہتے ھیں کہ میں نے عرض کیا " قلت لتجلس علیھا و توسدھا ، آپ نے فرمایا ، ان اصحاب ھذہ الصور یعذبون یوم القیمۃ ، اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

تقیید کا قرینہ یہ ہے کہ عادۃ ثوب ممتہن ہوتا ہے - چنانچہ جو ثوب نہ تھا - جیسا حدیث اول میں ہے " قد سترت بقرام " اس میں آپ نے جائز نہیں رکھا اور فرضاً اگر استثناء رقم کے تعارض و مخالفت اجماع و تاویل و تقیید مذکور سے غض و بصر کر لیا جائے اور اس مذہب کو بھی محتمل الصحت مان لیا جائے - تب بھی کلیات شرعیہ سے ایک دوسری قید سے اس کی تقیید ضروری ہے -

مولانا تھانوی ایسی تقیید ذکر کرتے ہیں جو عقل و نقل سے بالکل ہم آہنگ ہے وہ فرماتے ہیں " تقیید یہ ہے اس سے کوئی مفسدہ لازم نہ آئے اور یہاں لزوم مفسدہ مشاہد ہے - چنانچہ اس توسع کا عوام پر یہ اثر ہوا کہ تصویر سے مطلق نفرت نہیں رہی مجسمہ تک کو جائز سمجھنے لگے - شہوت انگیز اور فحش تصویریں التذذ کے لئے رکھنے لگے - سو ایسی حالت میں تو مباحات متفق علیہا بھی حرام ہو جاتے ہیں - چنانچہ ایسے ہی عارض سے اجنبیہ کی چادر پر نظر کرنے کو فقہاء نے حرام فرمایا ہے اور تعجب نہیں کہ اوپر باب اخیر کی حدیث میں جو حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے جلوس و توسد کو بھی ناپسند فرمایا ہے - اس کا بھی محمل ہو -

کاغذ پر تصویریں حرام ہیں یا نہیں مولانا فرماتے ہیں :

" بہرحال کاغذ وغیرہ پر متعارف منقوش تصویریں مطلقاً حرام ہیں خواہ ممتہنا خواہ لغیرہا "-

قرآن پاک میں تصاویر سے کیا نقصان لازم آئے گا - مولانا فرماتے ہیں :

toobaa-elibrary.blogspot.com

" ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں جو تصاویر بنائی یا رکھی جائیں گی ۔ بوجہ مجاورت قرآن مجید کے وہ کسی طرح بھی ممتہن و متبذل نہیں ہو سکتیں تو اس میں اس قول پر بھی گنجائش نہیں نکل سکتی ۔ خصوصاً جب کہ وہ کسی معظم کی ہو تو وہاں تو خود اس کی ذاتی عظمت سے بھی اور مجاورت قرآن سے بھی بجائے ابتذال کے اس کی تعظیم کی جاویگی ۔ جو صریح مزاحمت و مصادمت ہے حکم شرعی کی کہ جس کی اہانت کا حکم تھا ۔ اسکی تعظیم کی جاتی ہے اور کسی معظم کے نامزد ہو جانے سے اس میں عظمت نہیں آ جاتی ۔ بیت اللہ میں حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تصاویر تھیں مگر آپ نے جو ان کے ساتھ معاملہ فرمایا وہ احادیث میں مذکور ہے ۔[27]

حاصل کلام یہ ہوا کہ قرآن باعظمت ہے اور کسی معظم کی تصویر اس میں لگا دی جاتی تو عظمت قرآنی تقسیم ہونے کا خطرہ ہے اور لوگوں کے دلوں میں اس تصویر کی عظمت قرآن کی طرح ہونے کا اندیشہ ہے ۔ جیسا کہ حضرت ابراھیم و اسماعیل علیھما السلام کی تصاویر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ سے نکلوایا کیونکہ یہ دونوں معظم تھے اور بیت اللہ کی عظمت اپنی جگہ مسلم ہے ۔ لھذا بیت اللہ کی عظمت کی بقاء کے لئے ضروری ہے کہ وہاں کسی اور معظم کی تصویر نہ ہو ۔ مولانا تھانوی کا یہ اجتہاد بہت عجیب اور نرالا ہے اور یہ حقیقت سے قریب تر ہے ۔ اس رسالہ کے

۲۷۔ مولانا اشرف علی تھانوی ، تقدیس القرآن المنیر عن تدریس التصاویر ، دھلی ، ۱۳۵۵ھ ، ص ۱ تا ۳ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مقدمہ ثانیہ میں بھی اسی بات کا تذکرہ ھے کہ تصویر تہر نی ظل سے شرک کا خدشہ ھے اور اسی تصاویر مفضی الی الشرک ھوتی ھیں - مولانا فرماتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں بتوں کو نکالا تاکہ بیت اللہ کی عظمت برقرار رھے -

مقدمہ ثالثہ میں ذکر کیا گیا ھے کہ قرآن کا درجہ اور اس کی عظمت خانہ کعبہ سے بدرجہا بلند اس کی دلیل ابن عمر کی حدیث مرفوع ھے -

" و قد نظر یوما" الی الکعبة فقال ما اعظمک وما اعظم حرمتک والمومن اعظم حرمة من اللہ منک "

مقصد یہ ھے کہ جب بیت اللہ سے مومن کی حرمت بڑھی ھوئی ھے تو مومن کی حرمت سے قرآن کریم کی حرمت و عظمت تو کہیں بلند اور ارفع ھے -

ان مقدمات ثلثہ کے بعد اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ھوئے - مولانا تھانوی فرماتے ھیں :

" حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے خانہ کعبہ میں تصاویر کو گوارا نہیں کیا تو قرآن مجید کے اندر جو کہ خانہ کعبہ سے افضل ھے کیسے گوارا ھو سکتا ھے - بلکہ سخت حرام اور معصیت شنیعہ و قبیحہ ھوگا - خصوصی ایسی حالت میں کہ ائمہ دین نے تجرید قرآن میں بیحد اھتمام فرمایا ھے - چنانچہ بعض روایات میں مولانا تھانوی نے اس دعوی کی تائید میں لکھی ھیں وہ لکھتے ھیں " قد اخرج النخعی انہ کان یکرہ العواشر و الفواتح و تصغیر المصحف و ان یکتب فیہ سورة کذا و کذا فقال اصح

toobaa-elibrary.blogspot.com

هذا قال ابن مسعود کان یکرهه و اخرج عن ابی العالیة انه کان یکره الجمل فی المصحف و فاتحة سورة و خاتمة سورة کذا ۔

گو عارضی ضرورت صیانت قرآن عن الغلط و الخلط کے سبب ایسی چیزوں کی اجازت دے دی گئی ۔ جس کو اس صیانت میں دخل تھا ------- جب آئمہ دین نے ایسی چیزوں سے تجرید قرآن کو ضروری فرمایا ہے جو فی نفسہ مباح تھیں تو اسباب و آلات معصیت کو قرآن کا جزو بنادے اس کا ان سے ملتبس کرنا کب جائز ہوگا نہ تلبس تو بوجہ تصاویر کے قاذورات معنویہ ہونے کے مشابہ القاء للمصحف فی القاذورات یا القاء قاذورات علی المصحف کے ہے جس کو فقہاء نے بعنوان اول کفر کہا ہے ۔ اتنا تفاوت ہوگا کہ قاذورات اگر حسی ہیں تو کفر حسی اور جلی ہوگا اور اگر قاذورات معنوی ہیں تو کفر خفی بمعنی مشابہ کفر جلی ہوگا ۔ جیسے حدیث میں اسی بناء پر ریا کو شرک خفی فرمایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ حرکات وغیرہ پر تصاویر کا قیاس بالکل غلط اور باطل ہے کیونکہ تصاویر کا اس میں کیا دخل جو کہ مقاصد قرآن کے صریح خلاف ہے ۔[۲۸]

تمام گفتگو کا حاصل درج ذیل چند اشیاء ہیں :

۱۔ تصویر ذی ظل و غیر ذی ظل حرام ہے ۔

۲۔ بیت اللہ میں تصاویر سے اس کی عظمت مجروح ہوتی تھی ۔

۲۸۔ ایضاً ، ۳۰ ، ۵۰ ، ۲ نیز دیکھئے بوادر النوادر ۔ ص ، ۷۸۷ ۔

۳- قرآن معظم ہے اور تصاویر اس کی عظمت کے منافی ہیں -

۴- مقاصد قرآن سے تصویر معارض ہے -

اور یہ تمام چیزیں اعجاز کے منافی ہیں اس لئے ہم اس رسالہ کو اعجاز قرآن کے لٹریچر میں شمار کرنے میں حق بجانب ہیں -

" قرآن کا حاصل قومی انحطاط کے باعث اور ترقی کے وسائل کی طرف توجہ دلاتا ہے - اہل سیاست بلا کسی شرط اور قید کے مسائل سیاسۃ کو قرآن سے سمجھنے کی اجازت دی ہے اور اسی غرض سے قرآن مجید کی یہ تبویب کی گئی ہے -[۲۹]

یہ رسالہ امداد الفتاوی کی ج ۲ ، صفحہ ۲۲۳ تا صفحہ ۲۲۷ تک ہے -

۴- توحید الحق :

اس رسالے کی تالیف کا سبب مولانا تھانوی کے الفاظ ہیں :

ہماری شامت اعمال سے ہم کو ایسا روز بد دیکھنا پڑا کہ ایک خاص داعی کی بناء پر ایک ایسے مسئلے پر بصورت تصنیف تحقیق مستقل لکھنے میں ضرورت ہوئی - جس کی ضرورت کی بعد بعثت محمدیہ علی صاحبہا الف صلوۃ السلام والتحیۃ سے آج تک کبھی خواب میں بھی کسی کو یہ وسوسہ نہ گزرا تھا کہ آیا اہل اسلام کے علاوہ اور اہل ادیان و ملل بھی ناجی ہیں ؟ جس کا صاف حاصل دوسرے الفاظ میں یہ ہے کہ کیا کفر بھی موجب نجات ہے -[۳۰]

۲۹- امداد الفتاوی ، جلد ۲ ، ص ، ۲۲۳ -

۳۰- امداد الفتاوی ، ج ۴ ، ص ، ۲۵۶ ، مولانا کا اشارہ سر سید احمد خان اور ان کے رفقاء کی طرف ہے سرسید نے اپنے رسالے طعام اہل الکتاب میں ایسی باتیں تحریر کی ہیں جو دین اسلام میں مروج نہیں تھیں -

toobaa-elibrary.blogspot.com

توحید الحق میں قرآن کی بیس آیات مقدسہ کی تفسیر معہ ترجمہ فرمائی گئی اور جا بجا احادیث متواترہ سے استدلال کیا گیا ہے اور ایسے مدعین کی تدلیس و تلبیس کا پردہ چاک کیا گیا ۔ یہ رسالہ امداد الفتاوی ج ۴ صفحہ ۶۲۰ سے صفحہ ۶۷۹ تک ہے ۔

ملاحۃ البیان فی فصاحۃ القرآن :

اعجاز قرآن پر یہ رسالہ بہت مفید اور اہم ہے اس کی غرض و غایت یہ رہی تھی کہ ضلع اعظم گڑھ کے ایک اہل علم کا ایک مضمون " اخبار الحدیث " میں ۱۸ جون ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا ۔ جس میں انہوں نے یہ دعوی کیا کہ قرآن کے بعض الفاظ غیر مناسب محض سجع کے لحاظ سے آئے ہیں اور موصوف کے حق میں لکھا گیا کہ یہ ان کی علمی غلطی ہے کفر و فسق نہیں ہے اس پر معاصر اخبار " اخباری محمدی " نے یکم جولائی ۱۹۳۷ء کو دار و گیر کی مدیر کے الفاظ یہ تھے ۔

۱۸ جون کے اہل حدیث میں بصفحہ نمبر ۱۲ سوال نمبر ۱۷۰ کے جواب میں جو کچھ لکھا ہے ہمارے خیال میں اس میں تسامح ہو گیا ہے ۔ لہذا فاضل مفتی صاحب نظر ثانی کریں تو بہتر ہے اصول زبان کی حیثیت سے بعض الفاظ قرآنی کی غیر انسب اور غیر احسن، کہنا اسماء سور کو بجائے رہیں کے غلط خیال پیدا کرنے والے کہنا سوائے دہریت کی راہنمائی کے اور اپنی نجیبیت کے اظہار کے اور لوگوں کے دلوں سے تعظیم قرآن دور کرنے کے کسی نیک نیتی پر محمول نہیں ہو سکتا ۔

پھر بہت کا علم کسی کو نہیں شرعی فتوے ظاہر پر ہے پھر شخص مذکور کی علمی غلطی کے ساتھ ہی اس کے فسق و فجور کا بھی اس میں بڑا دخل ہے -[۳۱]

دونوں اخباروں میں یہ بحث گرم رہی مولانا تھانوی کے پاس دونوں اخبارات کے تراشے جب پہنچے تو آپ نے علمی انداز میں مذکورہ رسالہ تحریر فرمایا چونکہ یہ رسالہ صراحۃً اعجاز قرآن کے بارے میں لکھا گیا ہے - اس لئے مناسب دکھائی دیتا ہے کہ اہل علم حضرات اس کا مکمل مطالعہ فرمائیں تاکہ اس سے مکمل استفادہ کر سکیں - مقالہ چونکہ اس کا متحمل نہیں ہو سکتا کہ اسے من و عن نقل کیا جائے - چند حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے -

مولانا تھانوی فرماتے ہیں " قال اللہ تعالی فی الکہف " انزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا ، عوج مقابل ہے استقامت کا کسی شئے کی استقامت یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا اختلال نہ ہو - پس عوج عام ہوگا کہ اختلال کو اور یہ نکرہ ہے تحت نفی کے پس ہر قسم کا عوج منفی ہوا اسی بناء پر روح المعانی میں اس کی تفسیر یہ ہے " ای شیئا من العوج باختلال اللفظ من جھۃ الاعراب و مخالفۃ الفصاحۃ و تناقض المعنی و کونہ " مشتملا " علی ما لیس بحق او داعیا لغیر اللہ و قال تعالی متحد یا " و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ " ان نصوص قطعیہ سے قرآن مجید کا ہر قسم کے نقص سے منزہ ہونا

۳۱- امداد الفتاوی ، ج ۴ ، ص ۲۰۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور اس تنزیہ میں اس کا معجز ہونا ثابت ہے نیز اس پر تمام امت کا ایسا اجماع ہے کہ اس درجۂ ضروریات دین سے سمجھا جاتا ہے کہ اس کے انکار پر بالاتفاق کفر کا حکم کیا جاتا ہے ۔[32]

مضمون نگار نے چند کتابوں کے حوالوں سے بہت لمبی چوڑی داستان بنائی اور قرآن پر اسے چسپاں کر دیا ۔ جس سے عام مسلمانوں میں شکوک و شبہات پیدا ہونے لازمی تھے ۔ مگر حضرت تھانوی کے اس علمی جواب نے تمام تر شکوک کو باطل کر دیا اس رسالے کے آخر میں وہ لکھتے ہیں :

اسی طرح ہر مقام کے متعلق خاص خاص تحقیقات ہیں جن کا موجب تطویل اور اجمال مطلوب فی السوال ہے اور ایک ان سب روایات کا مشترک جواب ہے ۔ جس کو اپنی تفسیر بیان القرآن حاشیہ عربیہ متعلقہ آیت " حتی تستاذنوا " سے نقل کرتا ہوں ۔

" والذی تحرر عندی فیہ رقیبا ورد من امثالہ علی تقدیر ثبوت ھذہ الروایات ان ھولاء رضی اللہ عنھم سمعوا القرأت التی اختاروھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یستمعوا القرأت المرجعۃ ثم ان تلک القرأت نسخت ولم یبلغھم الخبر فداموا علیھا و انکروغیرھا لمخالفۃ ظاھر القواعد و عدم سماعۃ کما ان ابو الدرداء یقرء والذکر و الانثی عائشۃ تقراء خمس مرضعات " اور اسماء سور میں سے متعدد کا اس بحث میں کچھ دخل نہیں ان میں تعارض ہی کیا مگر ان اسماء میں سے کسی کو

۳۲۔ ایضاً ۔ ص ، ۳۵۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

غیر مناسب کہنا بدعت شنیعہ ہے کیونکہ بعض اسماء خود احادیث صحیحہ مرفوعہ میں وارد ہیں علی ہذا احادیث کے ایسے مقامات کا جواب بھی ان اصول سے معلوم ہوتا ہے ۔ مثلاً سوزیات کی جگہ مازورات فرمانا یہ بھی ایک اصل میں دخل ہے اس اقل کا اصطلاحی نام اروح کما فی القاموس" ۔[۳۳]

یہ رسالہ امداد الفتاوی کی جلد نمبر ۳ میں صفحہ نمبر ۳۵۷ سے صفحہ نمبر ۳۶۱ تک طبع شدہ ہے ۔

اصلاح ترجمہ دہلویہ :

علمائے حق کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر اس چیز سے امت کو خبر دار کریں جو دین و ملت دینیت میں عقائد و اعمال میں آج یا کل کلاں فتنہ کا باعث بن جائے ۔ چنانچہ حضرت مولانا تھانوی نے اس فرض کو باکمال و خوبی نبھایا چونکہ فن تفسیر و فقہ میں آپ یدطولی رکھتے تھے ۔ اس لئے ان امور میں کڑی نگاہ رکھتے تھے ۔ جب اہل اہل ایمان تو بجائے خود رہے ۔ قرآن کے اس اعجازی کمال کا اقرار ہمیشہ کفار کو بھی رہا اگر نعوذ باللہ اس میں شائبہ بھی کسی قسم کے نقص کا ہوتا تو کیا وہ خاموش رہتے اور جس طرح اس کے اعجاز پر یہ نصوص دلیل نقلی قطعی میں ثبوتاً ودلالۃ بھی اسی طرح بڑے بڑے اساطین کلام کا عجز اس کی دلیل عقلی قطعی بھی

۳۳- ایضاً ۔ ص ۳۶۱

هے ۔ ثبوتاً بھی دلالۃً بھی اور قاعدہ متفق علیہ بین اہل ملت و بین اہل عقل ہے

کہ ایسے قطعی کا معارض ایسا قطعی تو ہو نہیں سکتا ۔ لا ستلزامہ الجمع بین

النقیضین اگر معارض ظنی ہو تو اگر معصوم سے منقول ہو تو ثبوت کا انکار رواۃ

کی غلطی سے واجب ہے اور دلالت کی تاویل واجب ہے اور اگر غیر معصوم سے ہو

اگر وہ محل حسن ظن نہیں تو رد و ابطال واجب اور اگر محل حسن ظن ہے تو سند

میں جرح یا تاویل مستحسن ہے ۔

اس مقدمہ کی تمہید کے بعد جتنی روایات و اقوال موہم تعارض پائی جاویں

یا تو وہ معارض نہیں جیسے بعض کلمات کا اصول کے خلاف ہونا کیونکہ درحقیقت

وہ مطلق اصول کے خلاف ہی نہیں ۔ صرف اصول مشہورہ کے خلاف ہیں تو اصول کا انحصار

مشہورہ میں یہ خود غلط ہے ۔ اکثر تو ان کے مقابل دوسرے اصول بھی پائے جاتے

ہیں اور اگر بالفرض اصول کے خلاف ہونا بھی معلوم ہو جاوے یا ثابت ہو جاوے ۔

اگرچہ یہ فرض تقریباً باطل ہے لیکن اس کو فرض کر لینے کے بعد بھی اصول کی عدم

کو ناقص کہا جاوے گا ۔ اصول کی مخالفت سے ایراد نہ کیا جاوے گا ۔ کیونکہ اصول

خود فصحائے اہل لسان کے کلام کے تتبع سے جمع کئے جاتے ہیں ۔ فصحائے اہل لسان

ان کے تابع نہیں ہوتے اور اس کے تسلیم میں کسی کو کلام نہیں ہوتا نہ ہو سکتا ہے ۔

جیسے اصول فقہ مجتہدین کے فروع سے مستنبط ہوتے ہیں ۔ مجتہدین اپنے فروع کو ان پر

مبنی نہیں کرتے یا اگر معارض ہیں تو واجب الروایات ماوّل ہیں اس تحقیق کلی سے تمام

toobaa-elibrary.blogspot.com

جزئیات کا فیصلہ ہوتا ہے ۔ بعضی جزئیات بطور مثال کے بھی ذکر کر دی جاتی ہیں ۔

مثلاً فواصل کی رعایت سے اصول کی مخالفت یہ محض بعض اصول کی مخالفت ہے ۔ مطلق اصول کی مخالفت نہیں کیونکہ اس رعایت کی تقدیم یہ بھی ایک صحیح اصل ہے ۔ کما فی صرح بہ فی الاتقان اور یہ اس وقت ہے ۔ جب صرف یہی رعایت موجب ہو مگر خود اسی میں کلام ہے ۔ قرآن مجید میں بے شمار مواقع ایسے ہیں کہ فواصل میں رعایت کا سلسلہ شروع ہو کر ایک آیت میں سلسلہ ٹوٹ گیا اور اس کے بعد پھر عود کر آیا اس سے معلوم ہوا کہ صرف رعایت فواصل کی اس مخالفت کی داعی نہیں بلکہ اس میں اور بھی اسباب غامض ہوتے ہیں ۔ چنانچہ اتقان " کی نوع ناسخ و خمسون میں ایسے امثلہ کے بعد عنوان تنبیہ " ابن الصائغ " کا قول نقل کیا ہے ۔ " لا یمتنع فی توجیہ الخروج عن الاصل فی الایات المذکورۃ امور اُخری مع وجہ المناسبۃ فانّ کما جآء فی الاثر لا تنقضی عجائبہ اور مثلاً ابن عباس سے ایک ایسی ہی روایت منقول ہے اس کی نسبت ابو حیان کہتے ہیں ۔ " من روی عن ابن عباس انہ قال ذالک فھو طاعن فی الاسلام ملحد فی الدین و ابن عباس بری من ذالک القول " (کذا فی روح المعانی) اور مثلاً ایک ایسی ہی روایت کے متعلق روح المعانی میں تحت آیت " اُظلم بعض الذین امنوا میں کہا ہے (اما قول من قال انّما کتبہ الکاتب الی اخرہ طعنۃ فروایۃ ذالک کما فی الدر المنثور عن ابن عباس) (غیر صحیحۃ) اور اس کے غیر صحیح ہونے کا ایک

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرینہ یہ بھی کہ " اتقان " نوع سادس و ثلاثون کی فصل سوم کے سوال عاشر کے جواب میں خود ابن عباس سے اس کے خلاف منقول ہے اسی طرح ہر مقام کے متعلق خاص خاص تحقیقات ہیں جن کا ذکر موجب تطویل اور اجمال مطلوب فی السؤال کے خلاف ہے اور ایک ان سب روایات کا مشترک جواب ہے جس کی اچھی تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ سے نقل کرتا ہوں -

" والذی تحرر عندی فیہ و فیما ورد من امثالہ علی تقدیر ثبوت ھذہ الروایات أن ھولاء رضی اللہ عنھم سمعوا القراءات التی اختار و ھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقرأوا القراءات الموجودۃ ثم أن تلک القراءات نسخت ولم یبلغھم الخبر فتمسکوا علیھا و انکروا غیر المخالفۃ ظاھر القواعد و عدم سماعۃ کما کان ابو الدرداء یقرأ والذکر والانثی و کانت عائشۃ تقرأ خمس رضعات "

اور اسماء سہو کے تحدد کا اس بحث میں کچھ دخل نہیں ان میں تعارض ہی کیا مگر ان اسماء میں سے کسی کو غیر مناسب کہنا بدعت شنیعہ ہو -[۳۲]

یہ رسالہ مذکورہ قرآن کے اعجاز پر نہایت اعلیٰ کاوش ہے اس کے بعد کسی کو ایسا کہنے کی جرأت نہیں ہو سکتی -

نظم میں ترجمہ قرآن کا حکم :

منظوم ترجمہ ، حق ترجمہ ادا نہیں کر سکتا اس کی وجوہات مولانا تھانوی کے

۳۲- امداد الفتاوی ، جلد ۴ ، ص ۳۵۹ تا ۳۶۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

دو (۲) وجہین ہین - ایک وجہ یہ ہے کہ آیات کا ترجمہ اگر منظوم کیا جائے تو صرف نقص ہی نہین بلکہ مفہوم بھی تبدیل ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور دوسرا استشہاد یہ ہے کہ اس سے پہلے بڑے بڑے اصحاب سخن گذرے ہین جو کہ قادر الکلام تھے - مگر انہون نے ایسا کرنے سے گریز کیا جس سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ یہ جانتے تھے کہ ایسا کرنے سے مطالب و مقاصد قرآن سے کماحقہ عہدہ بر آئی ناممکن ہے - اور یہ بات اعجاز قرآن کے منافی ہوگی -

مولانا فرماتے ہین کہ ۱۳۳۵ ہجری مین مجھے اتفاق سے مظفر نگر جانے کا اتفاق ہوا وہان ایک صاحب جو ایک معزز عہدے پر ہین مجھ کو قرآن مجید کے اول چار سپارے دیئے جن کا منظوم ترجمہ ہو چکا تھا - یہ دکھلا کر انہون نے میری رائے دریافت کی سفر مین دیکھنے کا موقعہ نہ ملا وطن واپس آ کر کہین کہین سے دیکھا -

مولانا فرماتے ہین کہ مجھے یہان دو مقام پر کلام ہے ایک تو یہ دیکھنا ہے کہ فی نفسہ یہ ترجمہ کیا ہے - دوسرے نظم مین ترجمہ کرنا کیا ہے - سو اول امر کی اجمالی کیفیت مترجم نے خود اپنے پہلے شعر مین منظوم کی ہے وہ لکھتے ہین -

اور وہ ڈپٹی نذیر احمد کا بھی

ترجمہ پیش نظر تھا -

سورۃ آل عمران کے آخر مین " رابطوا " کے تحت مترجم موصوف نے ڈپٹی نذیر احمد کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور ھین یون لکھتے نذیر احمد اسے

رھیسو تہار دشمن کے لئے

اصطلاح ترجمہ دھلویہ کے تحت تفصیل سے گزر چکا ھے کہ مولانا کے نزدیک وہ ترجمہ معیار اعجاز کے منافی ھے اور وھاں صرف زبان و بیان کے چٹخارون کے سواء کچھ نہین ۔ مولانا تھانوی کہتے ھین کہ جس طرح ڈپٹی نذیر صاحب کا ترجمہ غیر معتبر ھے ۔ بعینہ ان کے معتقد و بہی خواہ کا ترجمہ کیسے معتبر ہو سکتا ھے ۔ اس مین ان جیسی خامیون سے کنارہ کشی ممکن ھی نہین ھے ۔ دوسرے منظوم ترجمہ کیسا ھے ۔ اس پر ایک مثال دیتے ہوئے مولانا تھانوی فرماتے ھین کہ مترجم نے

۳۲-الف

"و اذا طلقتم النساء فبلغن اجلہن " کا ترجمہ یون کیا ھے :-

اور جب تم دوسری دیدو طلاق

عورتون کو اپنے پھر افتراق

اور دوسری قریبی آیت "

۳۲-ب

و اذا طلقتم النساء فبلغن اجلہن فلا تعضلوھن "

کا ترجمہ یون کیا گیا ھے :-

اور جب تم تیسری دیدو طلاق

عورتون کا پھر کامل افتراق

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا فرماتے ھین کہ آیت اولیٰ مین دوسری کی قید

۳۲- الف سورۃ البقرۃ آیت ، ۲۳۱ -

۳۲ - ب سورۃ البقرۃ آیت ، ۲۳۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور آیت ثانیۃ میں تیسری کی قید زیادت علی القرآن ہے ۔ جس کی کوئی دلیل سیاق و سباق اور قواعد شرعیۃ میں نہیں ہے ۔ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے مولانا تھانوی اصل تفسیر بیان فرماتے ہیں کہ :

" اس آیت اولی کے ما قبل یہ ہے " فان طلّقھا فلا تحلّ لہ " (سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۳۰) یہاں تیسری طلاق مراد ہے اور اس کے بعد کوئی ذکر پہلی طلاق کا نہیں جس کے قرینہ سے آیت ثانیۃ میں طلاق مراد لی جائے ۔ پھر جو حکم ان دونوں آیتوں میں مذکور رہے ۔ یعنی " فامسکوھن " آیت اولی میں " ولا تعضلوھنّ " آیت ثانیۃ میں وہ مخصوص نہیں دوسری اور تیسری کے ساتھ یعنی لف نشر کے طور پر بلکہ حکم اول مثل دوسری طلاق کے پہلی طلاق میں بھی ہے ۔ اسی طرح حکم دوم مثل تیسری طلاق کے پہلی اور دوسری میں بھی ہے جب کہ ازواج مراد نئے ازواج کئے جاویں اور اگر ازواج سابقین مراد ہیں جیسا کہ بہت سے مفسرین اس کی طرف گئے اور اسباب نزول بھی اس کے موافق ہیں تو پھر تیسری طلاق سے اس کی تفسیر کرنا محض باطل ہے کیونکہ تیسری میں یہ حکم ہے ہی نہیں ۔ ۳۵

ایسی کئی آیات کو بطور نمونہ کے مولانا تھانوی نے نقل کیا ہے اور اس کو موجودہ غیر محفوظ ترجمہ قرار دیا ہے ۔ منظوم ترجمہ کے مقاصد کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں ۔

۳۵- بوادر النوادر ، ص ، ۳۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسلمان لوگ ایسے ترجمہ کو بوجہ موزون و منظوم ہونے کے نہایت ذوق و
شوق سے مطالعہ کرین گے اور خاص کر اپنے بچون کو اور بچیون کو آئندہ بجائے مختلف
غزلیات و اشعار پریشان کے یاد کرایا کرین گے تو خود اس مصلحت مین مفاسد کے اقرار
ہے کہ انجام اس کا یہ ہوگا کہ غزلون کی جگہ اس کو گایا کرین گے کیونکہ بدون تغنی
اور الحان کے ذوق و شوق نہ ہوگا ۔ جو بناء ہے مطالعہ کی خصوصی پیشہ ور واعظین
جن کو ہمیشہ مجلس گرم کرنے کی فکر رہتی ہے اور بوجہ تعدید اثر ان واعظین کے عوام الناس
مین یہ طرز تغنی کا باعتقاد استحسان شائع ہو جاوے گا اور گانے کا حکم ظاہر ہے اور
پھر ترجمہ کو گانے سے قرآن مجید کی ہیبت و عظمت ختم ہو جائے گی ۔ یہی وجہ
ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہین ۔

" وما علمنہ الشعر وما ینبغی لہ " ۔ [٣٦]

ترجمہ : اور نہ ہم نے اسے شعر سکھایا اور نہ یہ اس کی شان کے لائق ہے ۔

اس لئے ایسی صورت مین منظوم ترجمہ مطلقاً غیر شرعی ہے ۔ [٣٧]

ان حقائق کے آئینے مین یہ کہنا درست ہوگا کہ منظوم ترجمہ پیش آنے والے
مفاسد و نتائج کی وجہ سے کوئی قابل قدر کاوش نہین ہو سکتی اور ایسے مفاسد قرآن
ہمہ جہت انداز کو مجروح کرنے کا باعث بن سکتے ہین ۔

٣٦۔ یسین ، پ ۲۳

٣٧۔ بوادر النوادر ، ص ، ٣١٦

toobaa-elibrary.blogspot.com

چھٹا باب

نظم و ربط قرآن

الفصل الاول : نظم و ربط قرآن کی تفسیر میں اہمیت اور مختصر پس منظر ۔

الفصل الثانی : بیان القرآن اور ربط قرآن

toobaa-elibrary.blogspot.com

الفصل الاول

نظم و ربط قرآن مجید

قرآنِ مجید کا نظم و ربط اس کے اعجاز کا ایک اہم پہلو ہے ۔ کئی ایک مفسّرین نے اس پہلو کو اپنی اپنی تفاسیر میں اجاگر کیا ۔ حتّی[1] کہ عصرِ حاضر کے تفسیری اسالیب و رجحانات میں سے ایک مستقل تفسیری مکتبِ تفسیر معرضِ وجود میں آیا ہے ۔ جس نے اسی بنیاد پر تفسیر کی ہے ۔ مولانا حمید الدّین فراہی اور ان کے شاگرد مولانا امین احسن اصلاحی نے اِسی بنیاد پر تفسیریں لکھیں ۔ مولانا امین احسن اصلاحی تفسیرِ قرآن کے ماخذ میں پہلے دو اصول قرآن مجید کا اندرونی اسلوب اور اس نظم قرار دیتے ہیں ۔ تفسیر القرآن بالقرآن ان کے نزدیک تفسیر کا تیسرا ماخذ ہے ۔[1]

مولانا فراہی لکھتے ہیں کہ دو اسباب ہیں جن کی بنا پر قرآنِ مجید کے نظم میں خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے ۔ ایک یہ کہ نظمِ قرآن ، قرآنِ مجید کا ایک اعجاز ہے اور اس سے تفسیرِ قرآن کے بہت سے مسائل اور اختلافات دور ہو جاتے ہیں ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مغرب کی جانب سے ایک اِلزام عائد کیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید ایک بے ربط اور بے نظم کتاب ہے ۔ لہٰذا ان کو اس کج فہمی کا جواب دینے کیلئے نظمِ قرآن کو اجاگر کرنا ضروری ہے ۔[2] ان کے علاوہ دیگر مفسرین نے بھی تفسیر لکھتے ہوئے اس پہلو پر توجہ دی ۔

۱۔ امین احسن اصلاحی ، مولانا ، مبادی تدبر قرآن ، صفحہ ۱۷۰ ، ۱۷۳ ، ۱۹۱

۲۔ فراہی حمید الدین ، مولانا ، مجموعہ تفاسیر فراہی ، (مترجم مولانا امین احسن اصلاحی) مکتبہ جماعت اسلامی ، لاہور ، طبع اول ، صفحہ ۵۴۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مثلاً مولانا مودودی نے تفہیم القرآن میں ، مولانا حسین علی نے جواہر القرآن میں اس پہلو کا تذکرہ بالالتزام کیا ہے ۔ بیان القرآن میں یہ خصوصیت موجود ہے ۔ آئندہ سطور میں ہم اس کے اس پہلو پر روشنی ڈالیں گے ۔

مولانا تھانوی کے نزدیک آیات کے درمیان ایک مناسبت اور ربط بھی قائم ہے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر آیات کے درمیان ربط و مناسبت کا اعتبار نہ کیا گیا ہوتا تو ترتیبِ تلاوت ترتیبِ نزول سے مختلف نہ ہوتی ۔ حالانکہ ترتیبِ تلاوت کا نزول سے مختلف ہونا محقق ہے اور ثابت شدہ بات ہے ۔[۳]

ربط کی ایک مثال :

" ولقد ارسلنا الی امم من قبلک ---- الی والحمد للہ رب العلمین ،

کا ربط اوپر کی آیت " قل ارءیتکم ان اتاکم عذاب اللہ --- الی قولہ تعالی و تنسون ما تشرکون " ۔[۴] سے بیان القرآن میں اس طرح تحریر کیا گیا ہے " اوپر مشرکین پر وقوع عذاب فرض کر کے اس بناء پر اس کے دعوی شرک کو باطل کیا گیا تھا ۔ آگے اس فرض کا غیر مستبعد ہونا ثابت کرنے کے لئے بعض امم سابقہ کا معذب و ہالک ہونا بیان فرماتے ہیں ۔ تاکہ مخاطبین کو اس فرض کے غلط کہنے کی گنجائش نہ ہو اور اس ہلاکت کا ذکر بھی ایک خاص طور سے فرمایا ہے ۔ جس سے کفار موجودین کے منشا انکار کا جواب بھی ساتھ ساتھ ہو جاوے ۔ کیونکہ بڑا منشأ انکار کا یہ ہوتا ہے

۳۔ اشرف علی تھانوی ، مولانا ، بیان القرآن ، مقدمہ ۵۰

۴۔ الانعام ۔ ۳۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ بعض مصائب آ کر نکل جاتے ہیں تو نادان کو دھوکا ہوتا ہے کہ یہ سزائے اصال نہ تھی ورنہ نہ ملتی ۔ اس لئے سنا دیا تاکہ ان ھالکین کی دار و گیر کی ترتیب بھی بھی ہوتی تھی کہ اول نزول بلیات ہوا کہ تضرع کریں پھر استدراجاً نزول نعم فرمایا گیا جب خوب کفر بڑھ گیا پھر ہلاک کر دیئے گئے تو ہم بعض بلیات کے مٹنے سے دھوکہ مت کھاؤ ۔[5]

ربط کی چند اور مثالیں :

ارشاد باری ہے " ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل "[6]

اکثر لوگوں کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس آیت کا پہلی آیت سے کوئی ربط و مناسبت نہیں کیونکہ اوپر کی آیت میں احکام روزے کے بیان ہیں اور یہاں ہے کہ حرام مال سے بچو ان دونوں میں کیا جوڑ ہے ؟ ۔

لیکن اگر غور کیا جائے تو ان کا آپس میں بڑا جوڑ ہے روزہ میں اشارہ ہے " و کلوا واشربوا الی قولہ تعالی " ثم اتموا الصیام الی اللیل " یعنی جب تک صبح صادق نہ ہو اس وقت تک کھاؤ پیو اور جب صبح صادق نکل آئے تو اس وقت کھانا پینا چھوڑ دو ۔ پھر جب کہ سورج غروب ہو جاے اس وقت روزے کو ختم کر دو سو روزہ ترموقت ہے کہ اس میں جو چیزیں چھڑائی گئی ہیں وہ ایک وقت خاص تک چھڑائی گئی ہیں کھانے پینے کی چیزیں خاص وقت تک حرام کر دی گئی ہیں ۔ مگر حرام سے بچنے کا روزہ کبھی ختم نہیں ہوتا گویا ایک روزہ کے ساتھ دوسرے روزہ کا ذکر فرمایا۔[7]

۵۔ بیان القرآن ، جلد سوم ، صفحہ ۹۳ ۔
۶۔ البقرۃ ۔ ۱۸۸
۷۔ بیان القرآن ، جلد هفتم ، صفحہ ۱۰۲ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ ربط نہایت لطیف ہے اور علامہ آلوسی بغدادی نے اس کا ربط یہ بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں " ولما ذکر سبحانہ الصیام وما فیہ عقبہ بالنھی عن الاکل الحرام المفضی الی عدم من عبادتہ من صیامہ و اعتکافہ "[8] ۔

سورۃ قیامۃ میں حق تعالی نے قیامت کا حال بیان فرمایا ہے کہ انسان اس وقت پریشان ہوگا اور بھاگنے کا موقعہ ڈھونڈے گا ارشاد ہے ۔ ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم و اخر بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ و لو القی معاذیرہ[9] اس میں تو قیامت کے بارے میں مضمون تھا آگے ارشاد ہے " لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ و قرانہ فاذا قرانہ فاتبع قرانہ ثم ان علینا بیانہ ۔ اس کے بعد پھر قیامت ہی کا ذکر ہے اور قیامت کا ذکر ہے درمیان میں ایک دوسرا مضمون ہے کہ قرآن پڑھتے ہوئے جلدی یاد کرنے کے لئے زبان کو حرکت نہ دیا کیجئے ۔ اور بعد میں پھر قیامت ہی کا تذکرہ کیا گیا ۔ ان میں کیا ربط ہے ؟ بہت سے لوگوں نے بہت سی توجیہات کیں چنانچہ بیان القرآن میں اس کا جو ربط تحریر کیا گیا ہے وہ یہ ہے ۔

اول الذکر آیات سے دو مضمون مستفاد ہوئے ایک یہ کہ اللہ تعالی تمام اشیاء کے عالم اور محیط ہیں دوسرا یہ کہ حق تعالی کی عادت ہے کہ جب حکمت مقتضی ہوتی ہے تو معلوم غائبہ کثیرہ کو ذہن مخلوق میں حاضر کر دیتا ہے کہ ان علوم غائبہ کا حاضر ہو جانا خلاف عادت طبعی ہو جیسا کہ قیامت میں اس کا وقوع ہ

۸۔ آلوسی ، روح المعانی ، جلد دوم ، صفحہ ۶۹ ۔

۹۔ القیامۃ ، ۱۵ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ما بعد سے ربط :

جب یہ بات ھے کہ وحی کے نزول کے وقت جیسا کہ اب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ سنتے تھے اور پڑھتے بھی تھے اور دھیان بھی رکھتے تھے ۔ تاکہ مضامین مستحضر رھیں اور ذھن سے نکلنے نہ پائیں ۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ ھم نے آپ کو نبی بنایا ھے اور آپ سے تبلیغ کا کام بھی لینا ھے تو یہاں مقتضائے حکمت بھی ھے کہ وہ مضامین آپ کے ذھن میں لکھے جائیں اور ھمارا محصی ھونا تو ظاھر ھی ھے اس لئے یہ مشقت برداشت نہ کیا کیجئے ۔[10]

یہ کچھ مثالیں آیات کے مابین ربط کی تھیں ذیل میں ایک ایسی مثال پیش کی جاتی ھے جس میں ایک ھی آیت کے اجزا میں بڑا عجیب اور نفیس ربط بیان کیا گیا ھے۔

ارشاد باری تعالی ھے ۔ " ولو یؤاخذ اللہ الناس بظلمھم ما ترک علیھا من دابۃ "[11] اس آیت میں بظاھر کوئی ربط معلوم نہیں ھوتا کیونکہ مواخذہ تو صرف لوگوں سے کیا جاتا ھے اور ھلاک جانوروں کو بھی کر دیا جاتا ھے ۔ مولانا تھانوی نے اس آیت کے ان اجزا کے درمیان یوں ربط بیان کیا ھے وہ لکھتے ھیں ۔

" تقریر ملازمت شرط و جزا میں احقر کے نزدیک یہ ھے کہ ظالم تو اپنے ظلم کی وجہ ھلاک ھوتے اور غیر ظالم اس لئے کہ حکمت خداوندی باعتبار اکثر اوقات اس عالم مجموعے کو آباد کرنے کی مقتضی ھے ۔ ورنہ نیکوں کی آبادی زمین پر بغیر ظالموں کے مثل آبادی ملائکہ کے آسمان پر ھوتی ۔ پھر آبادی زمین کوجدا کیوں کیا جاتا اور

10۔ بیان القرآن ، جلد بارہ ، صفحہ ۲۱

11۔ النحل ۔۔ ۶۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس مضمون کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جس میں ارشاد فرمایا گیا " لو لم یذنبوا لذھب اللّٰہ بکم " الخ " یعنی لو لم یکن فیکم مذنبون - اس لئے دیک بھی نہ رہتے اور چونکہ حیوانات انسان ہی کے منافع کے لئے مخلوق ہوتے ہیں یہ نہ ہوتے تو وہ بھی نہ ہوتے اور اکثر اوقات کی قید اس لئے لگائی کہ بعض اوقات دنیا میں صرف عمر ظالم ہی رہیں گے جیسے زمانہ عیسی علیہ السلام میں "[12]

اس کی تفصیل مولانا تھانوی کے ایک وعظ میں موجود ہے - وہ فرماتے ہیں بظاہر یہ کلام بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے - مقدم (ولو یوأخذ اللّٰہ تعالی) اور (ما ترک علی ظھرھا من دابۃ) میں بظاہر علاقہ نہیں معلوم ہوتا بلکہ ظاہر تو یہ ہے کہ مواخذہ فرماتے تو زمین پر کسی آدمی کو نہ چھوڑتے نہ کہ مواخذہ تو صرف آدمیوں سے فرماتے اور ہلاک جانوروں کو بھی کر دیتے - بظاہر یہ بالکل بے جوڑ معلوم ہوتا ہے بات یہ ہے کہ میں عتاب میں بھی ان کا شرف بتلایا ہے کہ مقصود بالخلق انسان ہی ہے اور دوسری چیزیں اسی کے واسطے بنائی گئی ہیں تو اگر ان سے مواخذہ کرتے تو اس میں سے کسی کو نہ چھوڑتے اور جب ان کو نہ رکھتے تو جانور نرے کیا کرتے - کیا رحمت ہے کہ عتاب میں بھی ہمارا شرف بیان کیا جا رہا ہے کہ انسان ہی اشرف المخلوقات ہے "[13]

ربط کی ایک مثال اور منصب نبوت کا احترام :

سورۃ ص کے دوسرے رکوع میں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس ان کے عبادت خانے میں دیوار پھاند کر اہل مقدمہ کے آنے کا ذکر کیا گیا اور قصے کے آخر میں فرمایا گیا ہے

---

۱۲ - بیان القرآن ، جلد ششم ، صفحہ ۴۷

۱۳ - اشرف علی تھانوی ، وعظ الصلوۃ ، کراچی ، صفحہ ۷۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

"وظن داود انما فتنه فاستغفر ربه ۔ الخ "[14] اس آیت کی تفسیر

قول مشہور کسی عورت سے نکاح کرنے کے واقعہ کی محققین نے باطل قرار دیا

ہے اور بعض نے داوٗد علیہ السلام کا " لقد ظلمک " بلا تحقیق کہہ دینا اس کی

تفسیر میں کہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ان کی گستاخیوں پر غصہ آ گیا تھا اس سے

استغفار کیا ۔[15] مگر یہ واقعات درست نہیں ہیں ۔

مولانا تھانوی کہتے ہیں کہ اصل بات یہ تھی " داوٗد علیہ السلام کے صبر و

تحمل کا امتحان مقصود تھا کہ آیا روز سلطنت میں متواتر گستاخیوں پر دار و گیر کرتے

ہیں یا غلبہ نور نبوت سے عفو فرماتے ہیں ۔ چنانچہ اس میں صابر ثابت ہوئے لیکن انبیاء

کی جلالت شان عدل کے جس درجہ عالیہ اور ذروہ قصوی کو مقتضی ہے اس سے

ظاہر ایک گونہ بعید اتنا خفیف سا یہ امر پیش آ گیا کہ بعد قیام برہان شرعی کہ وہ

بینہ ہو یا اقرار بجائے اس کے کہ صرف ظالم سے یہ خطاب فرماتے کہ تو نے ظلم کیا

اس مظلوم سے خطاب فرمایا کہ تجھ پر ظلم کیا جس سے ایک صورت طرف داری کی

متوہم ہوتی ہے اور گو مظلوم ہونے کی حیثیت سے یہ طرف داری بھی عبادت ہے ۔

خصوص مقدمہ ختم ہو چکنے کے بعد لیکن فریق ہونے کی حیثیت اور عدم تبدل

مجلس تخاصم اور مجلس واحد کے جامع المتفرقات ہونے کی حیثیت سے اس متوہم

طرفداری کا بھی نہ ہونا اعدل و اکمل تھا ۔ سو انہوں نے اپنے رب کے سامنے توبہ

کی اور سجدہ میں گر پڑے " مولانا اس توجیہ کے بعد لکھتے ہیں :

[16]

" بندہ نے جو تفسیر کی ہے اس کا مبنی خود خصوص قرآنی ہے "

۱۴- ص : ۲۴ (۱۵) حفظ الرحمن سیوہاروی ، قصص القرآن ، دہلی ، ۱۹۵۵ء ،
جلد دوم ، صفحہ ۸۱ ، (۱۶) بیان القرآن ، جلد اول ، صفحہ ۵۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

سورتوں کے درمیان ربط :

مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ نے آیات کے درمیان ربط کے التزام کے علاوہ بین السور روابط کی رعایت بھی برقرار رکھی ہے ۔ مثلا سورۃ فاتحہ سے سورت البقرہ کا ربط اس طرح بیان کیا ۔

سورۃ الفاتحہ سے اس سورت کا ربط یہ ہے کہ اس میں راہ ھدایت کی درخواست کی گئی تھی اور اس میں اس درخواست کی منظوری ہے کہ یہ کتاب ھدایت ہے اس پر چلو ۔[١٧]

اور سورۃ آل عمران کا سورۃ البقرہ سے ربط یوں کیا ۔

" میرے نزدیک وہ تمام سورت جملہ " فانصرنا علی القوم الکفرین " سے مرتبط ہے کیونکہ اس سورت کے زیادہ اجزا میں کفار کے ساتھ مجاھدہ بالسان و بالبیان مذکور ہے ۔ جیسا تتبع سے معلوم ھوتا ہے ۔[١٨]

الفصل الثانی

ربط کے بارے میں مولانا تھانوی کا محققانہ اسلوب :

مولانا تھانوی نے ربط کے سلسلے میں عربی رسالہ بھی تحریر کیا جس کا نام انھوں نے " سبق الغایات فی نسق الایات " تجویز کیا یہ رسالہ ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہے اس میں سورۃ الفاتحہ سے لے کر والناس تک اھل علم و فن کے لئے ربط آیات کے بارے میں عجیب و غریب ارشادات منقول ھیں اور بیان القرآن میں بھی آیات وسورۃ کے درمیان ربط کا خصوصی طور پر لحاظ رکھا گیا ہے ۔ تفسیر قرآن میں یہ ایک ایسا اضافہ

١٧- ایضاً ۔ جلد اول ، صفحہ ، ٩ ۔
١٨- ایضاً ۔ جلد اول ، صفحہ ، ١٢٦

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے جس نے حسن تفسیر کو دوبالا کر دیا ہے ۔ بقول مولانا عبدالباری ندوی سابق پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد :

" بیان القرآن نے یہ خدمت بقدر ضرورت بھی فرما دی کہ ہر چھوٹا اور بڑا حصہ اور ہر چھوٹی بڑی آیت دوسری سے اس طرح مربوط ہو گئی ہے کہ متن قرآن اور اس کے تحتانی ترجمہ کے بعد ہر آیت کا قوسین کے ساتھ جو ترجمہ فرما دیا گیا ہے ۔ اگر اس کو آپ ہی پڑھتا چلا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک بے تکلف ، مسلسل اور مربوط کتاب پڑھ رہا ہے ۔ [19]

اس کے علاوہ عمومی مواعظ میں بھی اس موضوع پر سیر حاصل بحث ایک وعظ میں مولانا فرماتے ہیں :

" واقع میں ترتیب نزول اور ترتیب تلاوت کے مختلف ہونے سے ربط کی ضرورت ثابت ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ باہم آیات میں کوئی مناسبت اور تعلق ضرور ہے ۔ لیکن اگر آیات ربط نہ بھی ہو تب بھی قرآن کریم پر اعتراض کی گنجائش نہ تھی ۔ کہہ سکتے تھے کہ قرآن میں طرز تصنیف نہیں اختیار کیا گیا ۔ بلکہ نصیحت مع لحاظ شفقت اختیار کیا گیا ہے اور اس میں ضرورت مخاطب کے لحاظ سے گفتگو کی جاتی ہے جس کی بے ربطی افضل ہوتی ہے ۔ مثال کے طور پر سمجھئے کہ نصیحت کرنے والا ایک تو استاد ہوتا ہے اور ایک باپ، ہوتا ہے استاد تو ضابطہ پورا کر دیتا مگر باپ ضابطہ پوری نہیں کر سکتا ۔ نصیحت کرتے ہوئے اس کا خیال رکھتا ہے کہ بیٹے کو ایسے

۱۹۔ عبدالباری ، ندوی ، مولانا ، تجدید دین کامل ، لکھنؤ ، ۱۹۵۹ء ، صفحہ ۸۷

عنوان اور ایسے طرز سے نصیحت کرین جو اس کے دل مین گھر کر لے ۔ اسی لئے باپ کا کلام نصیحت کے وقت کبھی بے ربط و بے ترتیب ہو جاتا ہے ۔ مثلاً باپ بیٹے کو کھانا کھاتے ہوئے نصیحت کرے کہ بری صحبت مین نہین بیٹھا کرتے درمیان مین اس نے دیکھا کہ بیٹے نے ایک بڑا سا لقمہ کھانے کو لیا تو وہ فوراً پہلی نصیحت کو قطع کر کے کہے گا کہ یہ کیا حرکت ہے ۔ لقمہ بڑا نہین لیا کرتے ۔ اس کے بعد پہلی بات پر گفتگو کر دیگا ۔ اب جس کو شفقت کی اطلاع نہ ہو وہ کہے گا کہ یہ کیسا بے ترتیب کلام ہے بری نصیحت سے منع کرنے مین لقمہ کا کیا ذکر مگر جو شخص کبھی کسی کا باپ بنا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ ترتیب کلام مرتب و مرتبہ کلام سے افضل ہے ۔ شفقت کا مقتضی یہی ہے کہ بات کرتے ہوئے اگر دوسری بات کی ضرورت ہو تو ربط کا لحاظ نہ کرے ۔ دوسری بات کا بیچ مین کہہ کر پہلے بات کو پورا کرے ۔[20]

ایک دوسرے وعظ مین مولانا فرماتے ہین :

" قرآن کا ایک مطب روحانی ہے اور ہم مریض ہین تو ہر آیت تمام امراض کا علاج ہے اور اسی وجہ سے قرآن مجید مین عجیب ترتیب ہے کہ اس مین ابواب و فصول نہین ہین ۔ بلکہ ہر مضمون مین ایسی جامعیت کا لحاظ ہے کہ جو آیت بھی لی جاوے وہ ہر مرض کے علاج کے لئے کافی و وافی ہے ۔ گو ہر مقام پر ظاہر نظر مین کسی خاص مرض کا علاج معلوم ہوتا ہے لیکن تعمق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر مرض کا علاج ہے اور یہین سے معلوم ہوا ہوگا کہ قرآن مجید کا طرز مصنفین کے کتب کے طرز پر کیون نہین ہے ۔ یعنی طبائع اس بات کی خوگر ہین کہ ہر بات مین جدا مضمون ہو نماز کا الگ زکوۃ کا

۲۰۔ اشرف علی تھانوی ، مولانا ، حسن العزیز ، کراچی ، صفحہ ۳۲۵ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

الگ ، علی ھذا فنون عقلیۃ مین بھی یہی بات ھے ۔ چنانچہ مولانا رومی نے کسی

معترض کا یہی قول نقل کیا ھے کہ اس نے کہا تھا کہ اس مین (مثنوی ھین) دیگر کتب

تصوف کے طور پر علیحدہ علیحدہ ھے جو چیز کا بیان نہین بلکہ مخلوط طور پر ھے تو

مولانا نے اس کا جواب دیا ھے کہ یہ نادانسی ھے یہ طرز تو قرآن کا بھی ھے ۔ [21]

سورتون کا خلاصہ :

مولانا تھانوی کی عادت ھے کہ وہ سورتون کا خلاصہ آغاز سورت مین ذکر دیتے ھین یہ خلاصہ بہت ھی مختصراً اور جامع مانع ھوتا ھے اس سے فائدہ یہ ھوتا ھے کہ پڑھنے والے کے ذھن مین اجمالی طور پر اس سورت کے مضامین آ جاتے ھین آئندہ سورت مین پیش آنے والے مضامین کا سرسری تعارف حاصل ھو جاتا ھے اور ایک تسلسل کا لطیف احساس بڑھ جاتا ھے ۔ سورت النساء کے مضامین کا خلاصہ بیان کرتے ھوئے مولانا تھانوی فرماتے ھین :

" اوپر کی سورت (آل عمران) مضمون تقوی پر ختم ھوئی ھے اس سورت مین اسی مضمون سے شروع کیا ھے لیکن اوپر کی سورت مین اس تقوی کے محل مین زیادہ تر وہ معاملات مذکور ھوئے تھے جو مخالفین کے ساتھ واقع ھوئے ھین جیسا بوجہ اوضح اس کی تفصیل گزر چکی ھے اور اس سورت مین ایک محل تو وھی معاملات ھین دوسرا محل معاملات باھمی ، تیسرا محل معاملات فیما بین اللہ والعبد یعنی اس سورت مین تین قسم کے مضامین ھین - ۱- معاملات باھمی جیسا کہ احکام رسائی ، ازدواج ، میراث ، سیاسیات ، تفصیل

۲۱- اشرف علی تھانوی ، مولانا ، استفتدی ، کراچی ، صفحہ ، ۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

محرمات و حدود ، حقوق اور دیگر احکام متعلقہ زوجین و والدین و یتامی و مساکین و جیران و اقارب و اصحاب و مسافرین و مالیک ، و امانات و احکام اسلام و عدل فی الحکم سلام و شفاعت و امثالھا ۔

اور دیانات جیسے بعض احکام توبہ و صلوۃ و جنایت و طہارت و تیمم و ہجرت اور معاملات مع المخالفین جیسے احکام جہاد و احوال منافقین و اہل کتاب ، وابطال عقائد مشرکین اور یہ سب مضامین بوجہ اس کے کہ ہر ایک حکم میں دوسرے احکام پر نظر رکھنا مطلوبات شرح سے ہے ۔ مختلف طور پر مذکور ہیں اور اکثر ایک مضمون کے ضمن میں دوسرے مضامین آ گئے ہیں ۔ جیسے احکام جہاد میں صلوۃ الخوف اور مثل اس کے اور خود ایک حکم بھی کئی کئی حکموں پر مشتمل ہے جس طرح میراث و محرمات و غیرھما میں کتنی صورتیں ہیں ۔ چنانچہ تدبر و امعان نظر یہ سب مضامین اسی ہیئت سے مجموعہ سورت میں لئے گئے ۔[22]

سورۃ الانعام کا خلاصہ یہ ہے ۔ مولانا فرماتے ہیں :

سورۃ سابقہ کے انجام اور اس (الانعام) کے آغاز میں تو مناسبت یہ ہے کہ دونوں مشتمل ہیں ابطال شرک اور اثبات توحید اور اس کے دلائل پر اور دونوں سورتوں کے مجموعہ میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں مشتمل ہیں شرائع پر گو سورت سابقہ میں شرائع سے فروع بھی مثل اصول کے کثیر ہیں ۔ چنانچہ بیس (۲۰) تک ان کا شمار پہنچا ہے ۔ اور اس میں تقریباً تمام سورت میں اصول ہی زیادہ ہیں اور فروع بہت کم ہیں کہ عدد مذکور کے ثالث سے متجاوز نہیں اور خود اس سورت کے باہم اجزاء میں مناسبت وارتباط یہ ہے کہ حاصل سورت کا چند امور ہیں ۔

۲۲- بیان القرآن ، جلد دوم ، صفحہ ۸۸ ، ۸۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

اثبات توحید اثبات رسالت ، توحید و رسالت کے اثبات کے لئے بعض قصص انبیاء علیہم السلام اثبات قرآن ، اثبات بعثت ، ان کے منکرین کا مفاد قولی و فعلی ان منکرین پر وعید ، ان وعیدوں کی تائید کے لئے بعض امم مکذبین کا حال ہلاکت ، ان منکرین سے مکالمت و محاجہ ، خود ان کے رسوم و عادات کی تقبیح ، ان کے ساتھ معاملہ رکھنے میں اعتدال کی تعلیم کہ تبلیغ میں کمی نہ ہو ۔ تشدد میں حد شرعی سے زیادہ نہ ہو ۔ مخالطت میں مداہنت نہ ہو ۔ دلجوئی یا ذکر ہدایت میں مبالغہ نہ ہو ان کے رسوم جاہلیت کے مقابلہ میں بعض مکارم اسلامیہ کا بیان اور یہ تمام تر گفتگو مشرکین سے ہے ۔ صرف دو تین جگہ مسئلہ نبوت و قرآن یا حلت و حرمت اشیاء کی بحث کی مناسبت سے ضمناً اہل کتاب خصوصاً یہود کی تقبیح آ گئی ہے" ۔ [۲۳]

بہی بیان القرآن میں دو سورتیں ایسی ہیں جن کے شروع میں خلاصہ سورۃ درج نہیں باقی جملہ سورتوں میں خلاصہ کا باقاعدہ اہتمام کیا گیا ہے اور اس میں مولانا تھانوی عصری تفاسیر میں منفرد ہیں ۔

۲۳۔ ایضاً ۔ جلد دوم ، صفحہ ۷۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

ساتواں باب

غیر مسلموں کے قرآن پر اعتراضات اور بیان القرآن

حضرت موسی علیہ السلام کے بارے میں چند اشکالات

قیامت کے روز کفار کی حالت کے بارے میں اشکالات

اختصاص علم غیب بحق تعالی

متفرق اشکالات

==========

toobaa-elibrary.blogspot.com

اعتراضات کے جوابات

بیان القرآن جس دور میں لکھی گئی اس میں ہندوؤں اور عیسائیوں کی جانب سے قرآن مجید پر بہت سے اعتراضات کئے گئے - مولانا تھانوی نے ان اعتراضات کے اس طرح مدلل جواب دیئے ہیں کہ یہ پہلو اس تفسیر کی بنیادی خصوصیت بن گیا - اس کی ترتیب یہ رکھی گئی ہے کہ بعض اوقات مولانا تھانوی سوال و جواب سے اور بعض اوقات شبہ و جواب شبہ کہہ کر اپنا مدعا بیان کرتے ہیں مثال کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں پیدا شدہ اشکالات کے جوابات مولانا تھانوی نے یہ دیئے ہیں -

اول :

جب اس وادی تیہ میں رہنا سزا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اس میں کیوں رکھے گئے خصوصاً " دعاء " فَافْرُقْ " کے بعد ؟

جواب :

یہ ہے کہ اصل عقوبت قلب کی تنگی اور پریشانی تھی اور یہ خاص بنی اسرائیل کے ساتھ اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام اس سے محفوظ تھے ان حضرات کا وہاں تشریف رکھنا قوم کی اصلاح و ہدایت کے لئے تھا - جو کہ ان کا منصبی کام اور عین سرمایہ راحت تھا جیسے دوزخیوں کا دوزخ میں ہونا اور طرز پر ہے اور ملائکہ عذاب کا ہونا اور طرز پر -

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوئم :

دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ بات قیاس سے بعید ہے کہ دن میں سورج اور رات کو ستارے یہ علامات علوی ہیں اور خود زمین پر درخت اور پہاڑ وغیرہ علامات سفلی ۔ یہ علامات موجود ہوں اور پھر بنی اسرائیل ان نشانوں سے نکلنے کی راہ نہ پا سکیں اگر کسی ستارہ ہی کی سیدھ میں چلتے تو کبھی نہ کبھی نکل ہی جاتے ؟

جواب :

یہ ہے کہ کسی علامت کا علامت ہونا یہ موقوف ہے قوٰی مدرکہ کی سلامتی اور صحت پر جس میں امراض سے گاہ بگاہ فتور آ جانا شاہد ہے ۔ سو اگر قہر خداوندی سے نہ قوائے مدرکہ ماؤف ہو جائیں تو کیا محل عجب ہے ۔

سوئم :

تیسرا سوال یہ ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السّلام نے دعا میں اپنے کو اور اپنے بھائی کو مستثنٰی فرمایا حالانکہ ان دونوں بزرگوں پر بھی بوجہ ان کے مطیع ہونے کے آپ کو اختیار حاصل تھا ؟

جواب :

یہ ہے کہ یہ کلام آپ نے تنگ دلی میں فرمایا اور تنگ دلی کے وقت کلام بھی لفظاً تنگ اور مختصر ہوتا ہے گو دلالۃً اس میں عموم اور توسیع ہو پس چونکہ وہ دونوں بزرگ بھی تابع تھے اس لئے معنی استثناء میں ان کو تبعاً داخل سمجھ لیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہی کافی ہے یا یوں کہا جائے کہ چونکہ ان بارہ میں اس کی حالت خلاف توقع نامحمود پائی ـ غایت رنج میں یہ احتمال ہوا گو بعید ہی سہی کہ گو یا اس وقت تو تابع ہیں مگر آئندہ عین وقت پر کیا بھروسہ اور احتمال ہارون علیہ السلام پر شک اس لئے نہیں ہو سکتا کہ نبی کے لئے عصمت لازم ہے ـ

چہارم :

چوتھا سوال یہ ہے کہ " کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ " کے جو لوگ مخاطب تھے ان کو تو وہ ملک نہیں ملا جو کہ تخلفِ وعدہ کو موہم ہے ؟

جواب :

یہ ہے کہ اگر " لَکُمْ " میں مخاطب خاص اشخاص کو کہا جائے تو کَتَبَ اللّٰہُ مشروط تھا ـ جہاد کے ساتھ " فاذا فات الشرط فات المشروط " اور اگر قوم کو مخاطب کہا جائے تو انکی اولاد بھی قوم میں داخل ہے اور ان کو وہ ملک عنایت ہو گیا پس تخلف وعدہ کسی صورت لازم نہیں آیا ـ

پنجم :

پانچواں سوال یہ ہے کہ اشکال نہیں بلکہ تحقیق ہے بمعنی بنی اسرائیل کا یہ قول " فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ الخ " کفر ہے یا نہیں ؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب :

یہ ہے کہ اگر تاویل نہ کی جائے تو کفر ہے اور اگر تاویل سے کہا ہو کہ آپ لڑئیے اور اللہ تعالیٰ مدد کریں اور مجازاً اس کو بھی " ذہاب " کہہ دیا ہو تو کفر نہیں ۔ البتہ معصیت مخالفتِ امر کی ظاہر ہے اور ہر حال میں اس سے توبہ کرائی ہوگی ۔ گو مذکور نہیں ۔ باقی اس شریعت کے قواعد و فروعِ جزئیہ کا پورا احاطہ نہیں کہ اس کے موافق کیا حکم ہوگا ۔

اس ایک مقام کی تقریر کے مطالعہ کے بعد مولانا تھانوی کی وقعتِ علمی کا اندازہ ہوتا ہے نیز ایسے اشکالات کے عمدہ جوابات دے کر انہوں نے قرآن کی حقانیت و صداقت کو اجاگر کیا ہے ایک اور مثال ملاحظہ ہو ۔

ارشاد باری تعالی ہے :

" وَ یَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا اَیْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۔ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ ۔ اُنْظُرْ كَیْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ "[1]

اس آیت کے تحت عنوان " کیفیت عدم فلاح مشرکین " تجویز کیا گیا ہے اس آیت کا بین القوسین ترجمہ یہ ہے ۔

" اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ان تمام خلائق کو (میدان حشر میں) جمع کریں گے پھر ہم مشرکین سے (بواسطہ یا بلا واسطہ توبیخ کے طور پر)

۱۔ الانعام : ۲۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہیں گے کہ (بتلاؤ) تمہارے وہ (قرار دیئے ہوئے) شرکاء جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے کہاں (غائب ہو) گئے (کہ تمہاری سفارش نہیں کرتے جن) پر تم کو بھروسہ تھا) پھر (اس سوال کے بعد) ان کے شرک کا انجام اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں (ثابت) ہوگا کہ وہ (اس شرک سے خود بیزاری اور نفرت کا اظہار کرنے لگیں گے اور غایت بدحواسی سے) یوں کہیں گے کہ قسم اپنے پروردگار کی ہم مشرک نہ تھے (یعنی جس کے برحق ہونے کا آج دعویٰ ہے اس کا انجام یہ ہوگا کہ خود ہی اس کو باطل سمجھنے لگیں گے - حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تعجب کی نظر سے ذرا دیکھو تو کس طرح (صریح) جھوٹ بولا انہوں نے اپنی جانوں پر (جو شرک ان سے ظاہر ہوا تھا اس کی صریح نفی کر دی) اور جن چیزوں کے (معبود ہونے کے دعویٰ) گو وہ کوئی کام نہ آئے گا) اس تقریر سے ظاہراً چند شبہات پیدا ہوتے ہیں جنہیں ذیل میں سوال و جواب سے واضح کیا جا رہا ہے -

سوال اول :

یہاں معلوم ہوتا ہے کہ وہاں شرکاء نہ ہوں گے اور دوسری آیت جب (اُحشُروا الَّذِینَ ظَلَمُوا وَ اَزوَاجَهُم وَمَا کَانُوا یَعبُدُونَ) سے معلوم ہوتا ہے وہ بھی موجود ہوں گے؟

جواب :

یہاں مقصود ان کا بحیثیت شریک و شفیع ہونے کے غائب ہوتا ہے یعنی اس وصف کا انتفاء ظاہر ہو جائے گا اور دوسری آیات مقصود ان کی ذات کا حاضر ہونا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

پس کچھ تعارض نہیں اور بعض نے جواب دیا ہے کہ حاضر ہو جانے کے بعد باہم تفریق مکانی کر دیئے جانے کے بعد یہ گفتگو ہوگی -

سوال دوئم :

یہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ ان سے بولیں گے اور کئی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کریں گے ؟ -

جواب :

جو کلام بطور شرف و اکرام ہو اس کی نفی کی گئی ہے اور یہاں اثبات ہے کلام توبیخی کا پس کوئی تعارض نہیں -

سوال سوئم :

قیامت میں حقائق منکشف ہو جائیں گے وہاں جھوٹ کیسے بولیں گے ؟

جواب :

غایت حیرت و دہشت سے اور کچھ نہ بن پڑے گا تو جھوٹ کا سہارا لینے کی کوشش کریں گے -

سوال چہارم :

مشرکین تو معاد کے قائل ہی نہ تھے - پھر وہ اصنام کو شفیع یوم قیامت کیسے سمجھتے تھے ؟ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب :

مطلق شفاعت عند الشرط کے تو قائل تھے اور اس شدت سے زیادہ کونسی شدت زیادہ ہو گی یا یوں کہا جائے کہ وہ بطور فرضی یہ کہتے تھے کہ اگر قیامت ہوئی تو ایسا ہوگا ۔

سوال پنجم :

یہاں انجام شرک کا یہ قول بطور حصر فرمایا حالانکہ انجام میں دوزخ بھی داخل ہے ؟

جواب :

حصر اضافی ہے جس سے بقاء علی الاعتقاد کی نفی مقصود ہے ۔[2]

اگر بین القوسین ترجمہ غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشکالات مولانا تھانوی نے اپنے ترجمہ میں دور کر دیئے تھے ؟ مولانا تھانوی کا یہ ترجمہ اس لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اس سے قرآن کے متعلقات کے ادراک اور دفعِ اشکالات میں بڑی مدد ملتی ہے ۔

معاملہ با منافقین بعد موت ایشان :

سورۃ توبہ کی مشہور آیت ولا تصل علی احد منھم مات ابداً ولا تقم علی قبرہ الی الآیۃ ۔[3]

۲۔ اشرف علی تھانوی ، مولانا ، بیان القرآن ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۲۷ ، ۳۲۸ ۔
۳۔ التوبۃ : ۸۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس آیت کی شانِ نزول پر اعتراض اور کچھ دوسرے اشکالات کے جوابات ملاحظہ ہوں مولانا تھانوی فرماتے ہیں :-

"اس کے شانِ نزول کے متعلق کچھ اشکال ہے اس کو مع جواب نقل کرتا ہوں - شانِ نزول اس کا حدیث شیخین میں ابنِ عمرؓ سے اس طرح منقول ہے کہ جب عبداللہ بن اُبَیّ رئیس المنافقین مر گیا تو اس کے بیٹے نے جو کہ صحابی تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اپنا قمیض دیجئے کہ میں اپنے باپ کو اس میں کفنا دوں - آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قمیض عنایت فرما دیا پھر درخواست کی کہ اس کے جنازہ کی نماز بھی پڑھا دیجئے - آپ پڑھنے کھڑے ہوئے تو حضرت عمرؓ نے آپ کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کی نماز پڑھتے ہیں ؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے (یعنی آیت مندرجہ بالا میں) آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اختیار دیا ہے (منع نہیں کیا) چنانچہ ارشاد ربانی ہے " اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ " میں سَبْعِيْنَ یعنی ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا - غرض آپ نے نماز پڑھی اس پر آیت " وَلَا تُصَلِّ ... الخ " نازل ہوئی پھر کبھی آپ نے منافقین کے جنازے پر نماز نہیں پڑھی -

اس میں اشکال ہے کہ آیت " اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ - الخ آیا مفید نہی عن الاستغفار کو ہے یا نہیں ؟ اگر مفید ہے تو آپ نے نماز کیوں پڑھی - کہ مقصود اس سے استغفار ہے اور پھر تخییر کیسے سمجھی اور اگر مفید نہیں تو حضرت عمرؓ نے جو کہ صاحبِ زبان

toobaa-elibrary.blogspot.com

تھے یہ کیسے سمجھا ؟

جواب یہ ہے کہ اصل میں یہ صیغہ تشبیہ کے لئے ہے نہ اس سے نہی مفہوم ہوتی ہے نہ امر تخییری یا غیر تخییری بلکہ امر و نہی کے لئے دلائل خارجی کی ضرورت ہوتی ہے ۔ جیسے اس آیت میں " سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ ـــــ " دوسری آیت " بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ـــــ سے امر انداز کا ثابت ہوا اب اس دلیل خارجی کی نسبت رائے کا اختلاف ہوا ۔ حضرت عمرؓ نے تو یہ سمجھا کہ " أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ " سے اس فعل کا عبث ہونا معلوم ہوتا ہے ۔ اور عبث کا صدور ایسے حکم کی شان کے اعتبار سے ممنوع ہے ۔ اس لئے " نَهَاكَ رَبُّكَ " کہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں چونکہ اس میں کئی حکمتیں تھیں ۔ چنانچہ دُرِّ منثور میں ہے ۔ قتادہ سے بروایت ابو الشیخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے ۔

" وما یغنی عنہ قمیصی ولا آتـی الا رجوا ان یسلم بـہ اکثر من الف من بنی الخزرج " یعنی میرے کُرتے سے اس کی نجات نہیں ہو سکتی ۔ لیکن مجھ کو امید ہے (کہ اس بات کو دیکھ کر کہ اپنے بدخواہوں کے ساتھ ایسی شفقت اور لطف کرں) کہ ایک ہزار سے زیادہ بنو خزرج کے لوگ مسلمان ہو جاویں گے ۔ (جو منافقین میں سے تھے) ۔

اس حکمت کے اعتبار سے آپ نے اس کا عبث سے خارج کر کے امر تخییری کے مقتضی پر عمل فرمایا پس نہ حضرت عمرؓ پر اشکال رہا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کا یہ ارشاد کہ میں ستر سے زیادہ استغفار کر لوں گا ۔ اس پر مبنی نہیں کہ آپ نے سمجھیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے تجدید مراد سمجھی کیونکہ یقینی بات ہے کہ اس سے مراد تکثیر ہے - بلکہ اصل میں

یہ قضیہ شرطیہ بصورت خبریہ ہے - چنانچہ دُرِّ منثور میں ہے - بخاری کی روایت ہے

" فلو اعلم انی زدت علی السبعین غفرلہ زدت علیہا " مطلب یہ ہے کہ اگر تجدید

مراد ہوتی تو زیادہ استغفار کر لیتا مگر چونکہ مراد تکثیر ہے - اس لئے اب زیادہ استغفار

نہ کریں گا - البتہ مطلق استغفار چونکہ حکمتِ مذکورہ کی متضمن صلٰوۃ جنازہ اس کو اختیار

کیا گیا لیکن ممانعت کی وجہ یہ ہوئی کہ گو اس میں مصالح ضرور تھے - لیکن آئندہ

مفاسد مرتب ہوتے - مثلاً مخالفین کو زجر نہ ہوتا اور موافقین کا دل نہ بڑھتا کہ یہاں

تو سب مساوی ہیں - [4]

مولانا سید حسین احمد مدنی فرماتے ہیں کہ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ آپ کے اس

عظیم مشفقانہ برتاؤ سے بنو خزرج کے ایک ہزار منافقین مشرف با اسلام ہوئے جو ہمہ وقت

اسلام کو مٹانے کی فکر میں رہتے تھے اور انہوں نے بعد میں اسلام کے لئے بے پناہ خدمات

انجام دیں - [5]

اختصاص علم غیب بحق تعالی :

۱- ارشاد باری ہے " إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ - الخ " کے تحت چند اشکالات

کا حق تعالیٰ کے لئے مختص ہے پھر ان اشیاء خمسہ کے تخصیص ذکر کرنے

کی کیا وجہ ؟

۴- اشرف علی تھانوی ، مولانا ، بیان القرآن ، جلد چہارم ، صفحہ ۲۱۱ ،

۵- حسین احمد مدنی ، مولانا ، رحمۃ العالمین ، کراچی ، صفحہ ۲۳ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کی دو وجوہات ہیں ۔

الف ۔ سؤال ان ہی اشیاء سے کیا گیا تھا کما ذکرہ" سیو علی عن مجاھد و عکرمہ

ب ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثر نفوس ان اشیاء کے علم کے زیادہ مشتاق ہوتے ہیں ۔ کذا فی الروح المعانی ۔

۲۔ بعض اوقات علامات سے جنین کا حال اور نزول غیث کا وقت دوسرے لوگ بھی جان لیتے ہیں ۔ پھر اختصاص کے کیا معنی ؟

جواب یہ ہے کہ یہاں اختصاص مطابق علم کا نہیں بلکہ اختصاص علم غیب کا مراد ہے ۔ خواہ مطلق علم کی بھی نفی دوسری دلیل سے ہو جیسے علمِ ساعت ۔ کہ مطلقاً" نفی ہے یا مطلق علم ثابت ہو جیسے محل مسئول عنہ میں کہ علم بواسطہ ہے جو علم غیب نہیں ۔

۳۔ "یُنَزِّلُ الْغَیْثَ" میں صرف تنزیل غیث کی اسناد حق تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے نہ کہ اس کے علم کی ۔

جواب یہ ہے کہ قرینہ مقام ہے اسی اسناد علم کا مقصود ہونا معلوم ہو گیا اور اس تعبیر میں یہ نکتہ ہے کہ تنزیل غیث کے ساتھ بہت سے منافع متعلق ہیں۔ " تنزیل " کی اسناد تقریبا" اس کے مہتم بالشّان ہونے پر دال ہے اگر " یعلم تنزیل الغیث " فرمایا جاتا ہے یہ اشارہ حاصل نہ ہوتا ۔

۴۔ " غیث " یا "مَا فِی الْاَرْحَامِ " کے علم سے اختصاص علم پر کیسے دلالت ہوتی جواب یہ ہے کہ قرینہ مقام سے ہوتی ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۵- علم ساعت کو جملہ اسمیہ سے اور "يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ" کو جملہ فعلیہ سے تعبیر فرمانے میں کیا نکتہ ہے ؟

جواب یہ ہے کہ ساعت کو ایک امر متعین ہے اور نزول غیث اور " مَا فِي الْأَرْحَامِ" امور متجددہ ہیں کہ وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے ہیں ۔ یہ وجہ اس تفاوت تعبیر کی ہوئی ۔

۶- اِثبات علمِ باری میں مادہ علم لایا گیا اور نفی علم خلق میں مادہ درایت اس میں کیا نکتہ ہے ؟ ۔

جواب یہ ہے کہ درایت کہتے ہیں اس علم کو جو حیلہ اور سعی سے حاصل ہو ۔ پس اس میں اشارہ ہو گیا کہ علم غیب حیلہ اور سعی سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا ۔

۷- " مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا " میں تخصیص اپنے مکسوب کی کرنے میں کیا نکتہ ہے ؟

جواب یہ ہے تاکہ مکسوب غیر کی نفی بدرجہ اولیٰ ہو جاوے ۔

۸- " بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ " میں علم مکان کی نفی کی گئی ہے حالانکہ زمان کا بھی علم نہیں ؟

جواب یہ ہے کہ مکان بعض اوقات دیکھا ہوا بھی ہوتا ہے اور موجود فی الحال تو ضرور ہی ہے ۔ بخلاف زمان کے پس اس کی نفی بدرجہ اولیٰ ہو گئی ۔

۹- اول جملوں میں اختصاص کو اثبات علم الباری سے تعبیر کیا اور آخیر کے جملوں میں اختصاص کو نفی علم عن الخلق سے تعبیر کیا ؟ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب یہ ہے کہ کسب اور موت اپنا حال ہونے کی وجہ سے اَقْرَبُ الی العِلْم ہے اور دوسرے معلومات دوسری اشیاء کا حال ہونے کی وجہ سے ابعد ہیں اور اقرب میں احتمال علم کا تھا ۔ اس لئے تصریحاً نفی کی گئی اور ابعد میں انتفاء خود ہی ظاہر ہے ۔ وہاں اپنے انتفاءِ علم سے شبہ ابعد یعنی علم الباری کا ہو سکتا تھا ۔ اس لئے تقریباً اثبات کیا گیا ۔

۱۰- حدیث میں مفاتح الغیب خمس آیا ہے ۔ مراد تمثیل ہے پس اول امر میں جو تحقیق کیا گیا ۔ حدیث سے وہ متعارض نہیں ۔ ۶۹

ان شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں میں اس شدّت سے رفع شبہات و اِشکالات کا اہتمام کیا ہے اور دیئے گئے تمام جوابات نہایت ٹھوس اور پختہ ہیں ۔ حتّٰی کہ اکثر جوابات کی بنیاد اور اَساس احادیثِ مرفُوعہ ہیں ۔ اور انہیں کوئی ردّ نہیں کر سکتا ۔ لیکن ایک کمی جس کا مسلسل احساس ہوتا رہا ہے ۔ وہ یہ ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی کی تحقیقات اور تخلیقات پر جدید انداز میں کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ عالم اسلام ہندوستان کے اس عالم جلیل کی دینی مساعی سے نہ صرف آشنا ہو بلکہ بھرپور استفادہ بھی کر سکے ۔

۲- ف سے فائدہ کا اضافہ :

اگرچہ مولانا تھانوی کی عادت یہ ہے کہ وہ بین القوسین توضیح و تشریح سے اپنا مدعا قاری پر واضح کر دیتے ہیں ۔ مگر بعض مضامین مزید تشریح کے متقاضی ہوتے ہیں

۶۹- بیان القرآن ، جلد نہم ، صفحہ ، ۲۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کے لئے مولانا تھانوی کا انداز وضاحت یہ رہا ہے کہ وہ " ف " لگا کر مضامین کی توضیح کرتے ہیں ۔ اور کبھی تو یوں ہوتا ہے کہ ایک مضمون پر کئی " ف " کا اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں ۔ مثلاً آیت و وصّٰی بِهَا اِبْرٰهِیْمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ (الی قولہ تعالی) فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ "۷ کا بین القوسین مفہوم یہ ہے " اور (اسی ملت موصوفہ پر قائم رہنے) کا حکم کر گئے ہیں ابراهیم علیہ السلام اپنے بیٹوں کو اور (اسی طرح) یعقوب علیہ السلام بھی (اپنے بیٹوں کی جس کا مضمون یہ تھا کہ) میرے بیٹو اللہ تعالیٰ نے اس دِین (اسلام و اطاعتِ حق) کو تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے سو تم (دمِ مرگ تک اس کو مت چھوڑنا اور بجز اِسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا) ۔

اس وصیت پر تاکید آئندہ آیات میں مذکور ہوئی ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

" اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ (الی قولہ) وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ "۸ ۔

اس کا بین القوسین ترجمہ و تفسیر بیان القرآن میں یہ کیا گیا ہے ۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں " کیا (تم لوگ کسی معتبر صحیح نقل سے دعوٰی مذکورہ کرتے ہو یا) تم خود (اس وقت) موجود تھے ۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا (اور) جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے (تجدیدِ معاهدہ کے لئے پوچھا کہ تم لوگ میرے (مرنے کے بعد) کس چیز کی پرستش کرو گے انہوں نے (بالاتفاق) جواب دیا کہ ہم اس (ذاتِ پاک) کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے بزرگ (حضرت ابراهیم و اسماعیل و اسحق علیہما السلام کرتے آئے ہیں ۔ یعنی وہی معبود جو وحدہ لا شریک ہے اور ہم (احکام میں) اسی کی اطاعت پر (قائم رہیں گے) ۔

۷۔ البقرہ : ۱۳۲

۸۔ ایضاً ۔ ۱۳۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآنِ کریم نے دعویٰ قائم کیا ہے کہ ابراھیم علیہ السّلام نے اپنے بیٹوں کو اطاعتِ اسلام پر استقامت کی تعلیم دی اور اسی کی دنیا سے روانگی کے وقت وصیت بھی کی - کسی دعویٰ کی تصدیق کے لئے عقل و نقل دونوں کی ضرورت ہوتی ہے -

آیت وَ قَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوا (الی قولہ) وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ -[9]

ما بین القوسین کا ترجمہ و توضیح مولانا تھانوی یہ کرتے ھیں :

" اور یہ (یہودی اور نصرانی) لوگ (مسلمانوں سے) کہتے ھیں کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ (یہ تو یہود نے کہا تھا) یا نصرانی ہو جاؤ (یہ نصاریٰ نے کہا تھا) تم بھی راہ (حق) پر پڑ جاؤ گے - (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ ہم تو (یہودی نصرانی کبھی نہ ہوں گے - بلکہ) ملّتِ ابراھیم (یعنی اسلام پر رھیں گے جس میں کجی کا نام نہیں - بخلاف یہودیت و نصرانیت کے جس میں علاوہ محرف ہونے کے اس کے منسوخ ہو چکنے کے سبب اب اس میں کجی آ گئی ہے اور ابراھیم علیہ السّلام مشرک بھی نہ تھے - یہاں دو فوائد مولانا تھانوی نے لکھے ھیں - وہ فرماتے ھیں :

فائدہ نمبر ۱ = اس اخیر کے جملہ سے یا تو یہ مقصود ہے کہ علاوہ منسوخ ہونے کے یہودیت و نصرانیت میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اس میں شرک کی آمیزش ہو گئی جیسا آیت " و قالت الیھود عزیر ابن اللہ و قالت النصری المسیح ابن اللہ (وغیرھا) سے مفہوم ہوتا ہے اور حضرت ابراھیم علیہ السلام موحد خالص تھے اس لئے بھی یہودیت و نصرانیت قابل اختیار کرنے کی نہیں رھی - اس صورت میں یہ جملہ خود ایک مستقل دعوے کی دلیل ہو جاوے گا اور یا مشرکین عرب کا رد کرنا مقصود ہے جو کہ بعض اعمال

---

۹ - البقرہ - ۱۳۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

ملت ابراھیمی مثل ختنہ و حج وغیرہ کی وجہ سے اپنے کو متبع ملت ابراھیمی کا سمجھتے تھے تو یہود و نصاری کے ساتھ استطراداً ان پر بھی رد فرما دیا کہ تم میں اور ان میں جب شرک و توحید کا تفاوت ھے سو صرف بعض اعمال فرعیہ کی شرکت سے اتباع کا دعوی کب صحیح ھو سکتا ھے ۔

فائدہ نمبر ۲ :- اور کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نبی مستقل صاحب شریعت مستقلہ ھیں تو پھر آپ کے ملت ابراھیمی پر ھونے کے کیا معنی اور اس سے بڑھ کر بعض آیات میں جو آپ کو امر ھے اتباع ابراھیم کا اس کے کیا معنی ؟

جواب یہ ھے کہ ملت ابراھیم کی تفسیر اوپر آ چکی ھے کہ اسکی اطاعت حق ھے جو کہ ملت مشترکہ ھے ۔ جمیع انبیاء علیھم السلام میں اطاعت حق کی خصوصیات بدرجہ ا موجود ھوتی ھیں ۔ احکام شریعت مختلف انبیاء علیھم السلام کے زمانوں میں بدلتے رھتے تھے کہ اب دین شریعت محمدیہ میں آ کر منحصر ھو گیا ۔ پس ملت ابراھیم ایک لقب ھے شریعت محمدیہ کا سو یہ کہنا ھم ملت ابراھیم پر رھیں گے اور یہاں یہ دونوں امر مقصود ھیں اور یہودیت و نصرانیت تو بہت بعد ظہور پذیر ھوئیں ۔ مگر قرآن نے انھیں مخاطب کیا جب کہ قرآن مجید نے یہ بھی دعوی کیا ھے کہ وہ سب کے سب مسلمان تھے ۔ حالانکہ اسلام تو ان انبیاء علیھم السلام کے وقت نہیں تھا یہ تو بعد کی بات ھے تو وہ کیسے مسلمان تھے ۔ ان تعلقات کی تشریح مولانا تھانوی نے ' ف ' کے فائدے سے یہ کی ھے ۔ وہ لکھتے ھیں ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

"ف" کسی امر منقول کردعوی کی صحت دو ہی طریق سے ہوسکتی ہے یا نقل صحیح یا اپنا مشاہدہ یہاں دونوں مفقود ہیں تو دعوی محض بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل عقلاً" بھی نقلاً" بھی دلیل عقلی کے خلاف تو اس واسطے کہ یہودیت نصرانیت حضرت موسی اور حضرت عیسی علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوئیں اور یہ حضرات سابقین ان دونوں صاحبوں سے بزمانہ دراز متقدم ہیں - جیسا کہ آیت " یا اہل الکتب لم تحاجوّن فی ابراہیم وما انزلت التوراۃ والانجیل الا من بعدہ افلا تعقلون " میں بھی مضمون ہے اور دلیل نقلی کے خلاف اس لئے کہ مخبر صادق یعنی قرآن کے خلاف اور جو صادق کے خلاف ہوگا ذب ہے - چنانچہ آیت " قل انتم اعلم ام اللہ " میں جو عنقریب آتی ہے میں بھی مضمون ہے -

اگر کسی کو شبہ ہو کہ اسی طرح اسلام شروع ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے اور آپ ان حضرات سے بہت بعد کے ہیں - پھر اسلام ان حضرات کی ملت کیسے ہوسکتی ہے -

جواب اس کا اوپر جو اسلام کے معنی اطاعت حق کئے گئے ہیں اس سے ظاہر ہے جس سے تمام انبیاء علیہم السلام کا ملت اسلام پر ہونا ثابت ہے - بخلاف یہودیت یا نصرانیت کے کہ وہ خاص مذہب توراۃ یا مذہب انجیل کا نام ہے - اور اگر اس کی کوئی لغۃ یا اصطلاحا عام کہنے لگے جس سے مرادف اسلام کا ہو جاوے تو ہم مناقشہ نہیں کرتے لیکن یہ معنی عام اتباع محمدی کے منافی نہ ہوں گے - پس اس دعوی سے ترک اتباع محمدی یہود و نصاری کو کچھ نفع نہ ہوگا اور نہ محمدیوں کو وجوب اتباع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوی میں کوئی تردد ہوگا - خوب سمجھ لو " ۱۰ [15]

۱۰- بیان القرآن ، جلد اول ، صفحہ ۷۲ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس فائدہ سے تمام اشکالات رفع ہو گئے ہیں ۔ جیسا کہ مذکور ہوا کہ مولانا

تھانوی بسا اوقات مضامین کی اہمیت کے پیش نظر دو یا دوسرے سے زائد " ف "

کا اضافہ کرتے ہیں جس کی ایک مثال حسب ذیل ہے یا یہ کہنا کہ تم ملت ابراہیم کا

اتباع کرو مرادف اور ہم معنی اسکا ہے کہ کہا جاوے کہ ہم شریعت محمدیہ پر رہیں گے

اور تم شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو چنانچہ ایک آیت میں اسی توجیہہ

سے سب انبیاء کے اتباع کا حکم فرمایا ۔ " فبھدا ھم اقتدہ " بس کوئی اشکال نہ رہا

یہ امر کہ جب ملت ابراہیم یعنی اسلام ملت مشترکہ بین الانبیاء ہے تو اس کو ملت موسی

اور ملت عیسی سے بھی ملقب کر سکتے ہیں پھر اس لقب کی تخصیص کیوں کی گئی سو

اس کی دو وجہ ہیں ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہود و نصاری اور مشرکین

سب مانتے تھے ۔ سو دوسری تعبیر میں بعض کو وحشت ہوتی ۔ دوسرے یہ کہ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت سے فروع عملیہ میں

بھی ایک سا طریق ہے بخلاف اور شرائع کے کہ ان سے اصول و عقائد میں تو اتحاد ہے

اور فروع میں اکثر تفاوت ہے " [۱۱]

فوائد رد شبہات :

گذشتہ تین مثالوں میں عیان ہو چکا ہے کہ مولانا تھانوی فوائد میں عموماً آیات

پر بظاہر پیدا شدہ شبہات و اشکالات کی تردید کرتے ہیں ۔ جب کہ بیان القرآن میں

رد شبہات کے عناوین جا بجا مرقوم دکھائی دیتے ہیں ۔ اس تناظر میں کہا جا سکتا ہے

۱۱۔ ایضاً ۔ جلد اول ، صفحہ ۷۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ فوائد اور رد شبہات در اصل ایک ہی مفہوم و مراد کے دو مرادف الفاظ ہیں - البتہ
جہاں واقعات مقصود ہوتے ہیں وہ بھی " ف " کے تحت لکھ دیئے جاتے ہیں اور کہیں فوائد
میں متعلقہ آیات کی تفسیر میں تنبیہات مقصود ہوتی ہیں تو ان کو ذکر کر دیا جاتا ہے
جیسا کہ ذیل کی ایک مثال سے مترشح ہو رہا ہے -

سورہ براۃ کے پہلے رکوع کے بین القوسین ترجمہ و تشریح کے بعد فائدہ میں
مولانا تھانوی نے تنبیہا" متعلقہ تفسیر آیات کا عنوان باندھا ہے - اس عنوان کے تحت وہ
فرماتے ہیں آیت اول میں عاھدتم ، کو کسی مدت کے ساتھ مقید نہ کرنا قرینہ ہے -
جماعت سوم مراد لینے کا پس ان کا حکم تو مدلول بعبارۃ النص اور جماعت چہارم کا حکم
بدلالۃ النص ثابت ہو جاوے گا - جیسا اثنائے ترجمہ میں اس کی تقریر کی گئی - اور آیت
ثالث میں جو " بری من المشرکین " آیا ہے - یہ " المشرکین " مقابل ہے - مابعد کی آیت کے
جزو یعنی الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم " کے اور قرینہ مقابلہ کا
استثناء ہے اس مقابلہ سے معلوم ہوا کہ آیت سابقہ میں مراد مشرکین ناقضین عہد ہیں -
اور وہ جماعت اول ہیں اور آیت رابع میں " لم ینقصوکم " اور الی عاھدتم " قرینہ ہے کہ
جماعت دوم مراد ہے اور جماعت اول کے ذکر میں براۃ کے ساتھ مدت " اربعۃ اشھر " نہ
ہونا جب آیت اول میں مذکور ہے قرینہ ہے کہ اس کے لئے کوئی مدت نہیں پھر آگے
آیت خامس میں وجود مانع پر متنبہ کر دیا کہ گو ان کے لئے کوئی میعاد امن کی نہیں
مگر اشھر حرم کی وجہ سے سردست اجازت نہیں خواہ تو اس وجہ سے کہ اس وقت تک ان
کی حرمت باقی ہوگی پھر منسوخ ہوگی - گویا ناسخ ہمارے علم میں متعین ہو لیکن اجماع

toobaa-elibrary.blogspot.com

نسخ پر دلیل ہے کہ کوئی ناسخ ہوگا جس کی وجہ سے سب کا اجماع منعقد ہو گیا

کیونکہ اجماع علی الضلالۃ مستقل شرعی ہے اور خواہ اس وجہ سے کہ گو اس وقت بھی

ان کی حرمت باقی نہ ہو مگر اس مصلحت سے کہ قریش بلکہ تمام عرب میں ان کی حرمت

پہلے سے مشہور و معمول تھی اور عنقریب ان کا اخراج حدود سے تجویز ہو ہی چکا

تھا تو تھوڑے دنوں کے لئے کیوں مسلمان بدنام کئے جاویں ۔ جیسا کہ روح المعانی میں یہ

احتمال نقل کیا ہے ۔ نیز سب جماعتیں کچھ کچھ میعاد کے لئے منتفع ہوں گی سو مناسب

ہے کہ ان کو بھی کچھ حصہ دیا جاوے گو ان کا استحقاق نہ ہو اور جماعت اول کے وجوہ

و حکم بیان کئے کہ بعد ارتفاع مانع کے جواز تقیید و تقلیل اور اسلام لے آنے کی صورت

میں تخلیۃ سبیل یہ دونوں حکم بقیہ جماعات میں بھی مشترک ہیں ۔ چنانچہ آیت ثانی و

ثالث میں " غیر معجزی اللہ " اس ترغیب و ترھیب کی طرف سے مشیر ہے ۔ البتہ رابع میں

شاید اس وجہ سے کہ کلام استثنائی ما قبل کا محتاج اور اس لئے اس کے ساتھ مثل متحد

کے ہوتا ہے اور ما قبل میں یہ ترغیب و ترھیب کا دو جگہ اشارہ مذکور ہونا اور ایک جگہ

صراحۃ ہونا شاید اس لئے ہو کہ یہ لوگ بوجہ نقض عہد کے اس تصریح کے زیادہ

محتاج ہیں اور یہاں حکم اسلام و اغراض پر اکتفا کرنا اور جزیہ کا ذکر نہ کرنا اس وجہ

سے ہے کہ کفار عرب سے جزیہ نہیں لیا جاتا ۔ پس اخذ و حصر سے مراد مقابلین کا استحقاق

نہ ہوگا البتہ دوسرے کفار کا استحقاق اور دلائل شرعیہ سے کالشمس فی نصف النہار ثابت

اور جن کو چار ماہ کی مہلت ہے ان کے لئے اس کی تصریح کہ جب چار ماہ گزر جاویں الخ ،

جب کہ ناقضین کے لئے " اذا انسلخ الاشھر " فرمایا ہے اس وجہ سے ہے کہ وہاں حاجت

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہ تھی کیونکہ " اربعۃ اشھر " کی قید خود اس پر دال ہے بخلاف ناقضین کے کہ عدم مہلت ان سے قتال فی الحال کو مقتضی تھا ۔ اس لئے مانع کی حد بتلائی غرض مطلق محتاج تقیید ہے نہ کہ تقیید اور ہر چند آیت اولیٰ میں بھی برات کا اعلان عام مقصود ہے ۔ لیکن آیت ثالثہ میں اس کی تصریح شاید اس لئے ہو کہ اس میں ناقضین عہد کا بیان ہے ۔ یہاں اعلان عام کی تصریح لفظاً بھی مناسب ہے ۔ اور ہر چند کہ اقامت صلوۃ وغیرہ قبول اسلام میں شرط نہیں ۔ لیکن یہ کنایہ ہے اظہار ہے جس پر عندالعباد مدار احکام ہے ۔ اور اقامت و ایتاء کی تخصیص تمثیلاً ہے اور برأت کی نسبت اللہ و رسول کی طرف باوجودیکہ عہد اور اسکا تعلق مسلمانوں سے اس بناء پر ہے کہ یہ نبذ مثل احکام مقصودہ کے واجب ہو گیا تھا ۔ صحابہ اس میں مخیر نہ تھے ۔ جب عام عقود و منسوخ میں مخیر ہوتے ہیں اور یہ حکم مشترک بین الجماعات کا بناء دو اور پھر ماًمن میں پہنچنے دو اب علماً کے نزدیک منسوخ ہے جیسا کہ روح المعانی میں سعید بن درویہ کا یہ ہی قول منقول ہے ۔ اور ناسخ انہوں نے " و قاتلوا المشرکین کافۃ " " کو کہا ہے کہ اس مسئلہ پر مولانا تھانوی کی اپنی تحقیق یہ ہے وہ فرماتے ہیں :

" احقر کہتا ہے کہ " ذلک بانھم " الخ اسی کا مفید ہے کیونکہ اب مضامین اسلام کی خبر عام ہو گئی عدم علم کی علت مرتفع ہو گئی اور مستحب ہے کہ مہلت دے مگر مقدار اس کی رائے امام پر ہے ۔

اور حج اکبر احتراز ہے عمرۃ سے کہ حج اصغر کہلاتا ہے اور اشہر حرم تفسیر مذکور میں اپنے ظاہری متبادر معنی پر محمول رہا اور کوئی تکلف بھی نہیں ہوا ۔ بخلاف ا

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے کہ " اشہر حرم " کو معنی لغوی پر محمول کر کے ربیع الآخر کی دس تاریخ پر اس کو ختم سمجھا جاوے یا معنی متبادر لے کر اس کی ابتداء زمانہ یعنی شوال سے لی جاوے کہ اول صورت میں تکلف ظاہر ہے اور دوسری صورت میں " اربعۃ اشہر " سے اس کا مراد ہونا خفی ہے جو وضع اعلان کے منافی ہے +[١٢]

مولانا تھانوی دقیق علمی مسائل کو علمی انداز میں حل فرماتے ہیں جسے سمجھنا ایک عام آدمی کے بس کی بات نہیں اور یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں کیونکہ انہوں نے مقدمہ بیان القرآن میں جیسا کہ خود تحریر کر دیا ہے کہ عام فہم آدمی اپنے مطالعہ پر اعتماد نہ کریں بلکہ مشکل مقامات کو علماء و متخصصین سے حل کروائیں ورنہ تو اندیشہ غلط فہمی ہے -

بیان القرآن میں ایک اور بات جو ہمیں پرکشش دکھائی دیتی ہے وہ اس کا اسلوب اختصار ہے عام مفسرین کی روش سے ہٹ کر مولانا تھانوی نے اپنی تفسیر میں لطائف نکات ، فضائل اور حکایات طویلہ سے مکمل اجتناب برتا ہے جو کہ غیر ضروری اور موجب طوالت ہے -

جہاں کہیں کچھ اعتقادی قسم کے اشکالات پیدا ہوتے ہیں وہاں ان کا ازالہ فرماتے ہیں - اشکالات کا ازالہ اس اعتبار سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ جس دور میں یہ تفسیر لکھی گئی اس دور میں عیسائیوں اور ہندوؤں نے اسلامی تعلیمات کے بعض جزئی مسائل پر ناسمجھی اور بدنیتی کے ملے جلے مقاصد کے تحت اس طرح کے اعتراضات کئے کہ بظاہر وہ اعتراض بڑا وزنی دکھائی دیتا ہے اور اس سے ایک ایسا مسلمان جسے دین

١٢- ایضاً - جلد اول ، صفحہ ٩٧-٩٨

کا کچھ زیادہ علم نہ ہو ، پھسل سکتا ہے ۔ لہذا مختلف اشکالات کا جواب لکھنے کے پس منظر میں تفہیم دین کا مقصد بھی کار فرما ہے اور بالواسطہ طور پر غیر مسلموں کے اعتراضات کا ازالہ بھی مقصود ہے ۔ اس طرح کی چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں ۔

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۶ میں فرمایا :

ان الذین کفروا سواء علیھم ءأنذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون ۔

ترجمہ : بے شک جو لوگ کافر ہو چکے ہیں ان کے حق میں برابر ہے کہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں (کیونکہ) وہ تو ایمان نہیں لائیں گے ۔

اس آیت کے ضمن مولانا تھانوی لکھتے ہیں :

کوئی یوں شبہ نہ کرے کہ (اس وقت کے) بہت سے کافر تو بعد میں ایمان لے آئے بلکہ بات یہ ہے کہ اس آیت میں سب کافروں کا ذکر نہیں ہے بلکہ خاص ان کافروں کا ذکر ہے جن کی نسبت اللہ تعالی کو معلوم ہے کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہوگا ۔ اس آیت سے یہ غرض نہیں کہ ان لوگوں کو عذاب الہی سے ڈرانے اور احکام سنانے کی ضرورت نہیں ہو تو رسول اللہ صلعم کا فرض منصبی تھا بلکہ یہاں مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے ایمان لانے کی فکر نہ کریں ان کے ایمان نہ لانے پر مغموم نہ ہوں ۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پھر ایسے لوگوں کو پیغام سنانا عبث ہوا اور عبث کام نبی کریم صلعم کو کیوں سونپا گیا ؟ بات یہ ہے کہ عبث وہ ہوتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہ ہو مگر یہاں تو صورت یہ ہے کہ اگر ان کافروں کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو نہ ہو ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو فائدہ ہو رہا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ ادائے پیغام کا ثواب مل رہا ہے - [13]

اس مسئلے کے دوسرے پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا تھانوی لکھتے ہیں :

" کوئی یوں نہ سمجھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت یہ خبر دے دی اور اللہ تعالیٰ کی خبر کے خلاف واقع ہونا محال ہے تو اب ایمان نہ لانے میں انہیں (کافروں کو) معذور سمجھنا چاہیئے - مولانا لکھتے ہیں کہ :

بات یہ ہے کہ یہ فرمانا تو ایسا ہے جیسے طبیب حاذق کسی مبتلائے دق کے بارے میں کہے کہ اس کی دق تو درجہ چہارم کو پہنچ چکی ہے یہ اب اچھا نہ ہوگا - سو ظاہر کہ وہ مریض اس طبیب کے اس طرح کہنے سے دق کا مریض نہیں بن گیا - وہ اس مرض کا مریض تو اپنی کسی بداحتیاطی کے سبب پہلے سے ہی مریض ہے بلکہ طبیب کا یہ کہنا خود اس کے مدقوق ہونے کی وجہ سے ہوا ہے - اسی طرح یہاں سمجھنا چاہیئے کہ اس کافر کا ناقابل ایمان ہونا اللہ تعالیٰ کی اس خبر دینے سے نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کا خود یہ خبر دینا اس کافر کے ناقابل ایمان ہونے کی وجہ سے واقع ہوا ہے - اور ناقابل ایمان ہونے کی یہ صفت خود اس کی شرارت و عناد و مخالفت حق کے سبب پیدا ہوئی ہے جیسا کہ مشاہدہ میں آتا ہے کہ جب آدمی کسی کی مخالفت پر آمادہ و کمر بستہ ہو جاتا ہے اور ہر وقت اسی کوشش میں رہتا ہے تو صلاحیت و استعداد موافقت و مصالحت کھٹتی چلی جاتی ہے حتیٰ کہ بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہے - اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر شخص میں اس کی پیدائش کے ساتھ حق کو قبول کرنے استعداد بھی رکھی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے -

---

۱۳- اشرف علی تھانوی ، بیان القرآن ، جلد اول ، صفحہ ۵ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

مگر یہ شخص خود اپنی ہوائے نفس اور خود غرضی کی وجہ سے حق کی مخالفت کرتا ہے۔ حتّی کہ یہ استعداد ایک وقت بالکل فنا ہو جاتی ہے اس وقت وہ ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ طبیب روحانی یوں کہہ سکے کہ "اب یہ حق کو قبول نہیں کرے گا کیونکہ اس کی استعداد درست نہیں رہی" [۱۴] ۔

ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم و علی ابصارھم غشاوۃ ۔

اللہ تعالی نے ان کے دلوں ، ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے ۔

اس جگہ بھی بظاہر اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالی نے ان دلوں پر مہر لگا دی ہے تو پھر لوگوں کا قصور تو ختم ہو گیا ۔ مولانا تھانوی اس سلسلے میں لکھتے ہیں :

درحقیقت انہوں نے شرارت اور عناد سے باختیار خود اپنی استعداد برباد کر لی ہے ۔ سو اس تباہی استعداد کا سبب و فاعل تو وہ خود ہی ہیں مگر چونکہ بندوں کے تمام افعال کا خالق اللہ سبحانہ ہے اس لئے اس آیت میں اپنے خالق ہونے کا بیان فرما دیا کہ جب وہ تباہی استعداد کے فاعل ہوئے اور اسے بقصد خود اختیار کرنا چاہا ہم نے بھی وہ بداستعدادی کی کیفیت ان کے قلوب وغیرھا میں پیدا کردی ۔ بند لگانے سے اسی بداستعدادی کا پیدا کرنا مراد ہے سو یہاں بھی ان کا یہ اس مہر کا سبب ہوا ۔ اللہ کا مہر لگانا اس کا سبب نہ ہوا پس ان کی معذوری کی کوئی وجہ نہیں [۱۵] ۔

اس مسئلہ کو مولانا ایک سادہ مثال سے یوں واضح کرتے ہیں کہ کسی امیر آدمی نے ایک شخص کی غربت کی وجہ سے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا مگر وہ بے وقوف تھا اور

۱۴- ایضاً ۔ جلد اول ، صفحہ ۵ ۔

۱۵- ایضاً ۔ جلد اول ، صفحہ ۵ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سو روپیہ لے کر فوراً کسی کنوین یا دریا مین پھینک دیا ۔ اسے اس نامعقول حرکت سے منع کیا گیا لیکن وہ باز نہ آیا ۔ جب سمجھانے بجھانے کی کوئی ترکیب کار گر نہ ہوئی تو اس رئیس نے اس بے وقوف کا روزینہ بند کر دیا ۔ اس پر اس بے وقوف نے نہ تو معذرت کی نہ ندامت محسوس کی ۔ اس وقت وہ امیر اپنی رعایا کو اطلاع دینے کیلئے کہے کہ اس نمک حرام نے ہمارے عطیے کی ناقدری کی ہے ۔ ہم نے بھی اسکا وظیفہ بند کر دیا ہے ۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس ساری کارروائی کا مورد ملامت وہ نمک حرام ہے نہ کہ وہ رئیس اور آقائے کریم ۔[۱۶]

تفسیر بیان القرآن مین ان اعتراضات کا جگہ بجگہ رد ملتا ہے جو ہندوؤن اور عسائیون کی جانب سے کئے گئے ۔ ان اعتراضات مین سے ایک یہ تھا کہ اللہ تعالی کی ذات گرامی بہت بلند ہے ۔ اس مناسبت سے اس کے کلام مین بھی بلند اور اعلی قسم کی مثالین ہوتی چاہئین جبکہ قرآن مجید مکھی اور مچھر کی مثالین پیش کرتا ہے ۔ (ان کا اشارہ قرآن مجید کی آیت مبارکہ کی جانب تھا ان اللہ لایستحی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما فوقھا (بے شک اللہ تعالی اس بات سے نہین شرماتے کہ بیان کرین کوئی مثال خواہ مچھر کی ہو یا مکھی کی یا اس سے بھی بڑھی ہوتی ہو) ۔ اس اعتراض کے رد کے حوالے سے مولانا تھانوی لکھتے ہین :

اس قسم کی مثال دینے کی وجہ یہ ہے کہ مثال کو مناسبت اس چیز سے ہونا چاہیے جس کی وہ مثال ہے نہ کہ مثال دینے والے سے مناسبت ہونا ضروری کہا جائے ۔ کیونکہ مثال سے غرض کسی شے کی حالت کی توضیح ہوا کرتی ہے ۔ سو جب تک اس شے

۱۶۔ ایضاً ۔ جلد اول ، صفحہ ۵ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے مناسب نہ ہوگی اس کی حالت کی توضیح کیلئے کافی نہ ہوگی ۔ سو قرآن مجید میں جہاں کہیں مکھی مکڑی کا ذکر آیا ہے وہاں بت پرستی کا لچر ہونا اور بتوں کا درماندہ ہونا بیان کیا ہے سو اس کا مثال میں حقیر و ضعیف چیزوں کا لانا مناسب ہوگا یا عرش و کرسی کا لانا زیبا ہوگا جو اللہ سبحان کی مناسب عظمت شان کے ہے ۔[۱۷]

اسی طرح کا ایک اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید کہتا ہے کہ یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیر (اس قرآن کی وجہ سے بہت لوگ ہدایت پاتے ہیں اور بہت سے گمراہ ہوتے ہیں) گویا قرآن گمراہ بھی کرتا ہے ۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا تھانوی لکھتے ہیں :

یہ ایسی مثال ہے کہ کسی طبیب شفیق نے عینک کے بہت سے شیشے تراش کر رکھے کہ اپنے ضعیف البصر مریضوں کو تقسیم کرے گا کہ باریک چیزوں کے اور دور کی چیزوں کے دیکھنے میں معین ہوں گے ان مریضوں میں سے ایک کوڑ مغز مریض نے وہ شیشے اٹھا اٹھا کر اپنی آنکھوں میں چبھونے شروع کر دیئے جس سے رہی سہی آنکھیں بھی پھوٹ گئیں اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ چشمے تو کسی کام ہی کے نہیں بلکہ یہ شیشے کے ٹکڑے آنکھ کو پھوڑ دیتے ہیں طبیب نے یہ سن کر اسے سمجھایا کہ یہ شیشے اس کے کام کے ہیں لیکن وہ اپنی ہی بات کئے جاتا ہے اور جان بوجھ کر طبیب کی ضد میں یہی پوچھے جاتا ہے کہ صاحب ان شیشوں کے بنانے سے آپ کا کیا مطلب ہے اس صورت میں اس جاہل بدمغز کو یہی جواب دیا جائے گا کہ ان شیشوں کا مطلب یہی ہے کہ فلانے کی آنکھ کی روشنی بڑھا دیں اور تیرہ آنکھیں پھوڑ دیں حالانکہ اصلی غرض صرف روشنی ہی ہے اور جو اثر

۱۷۔ ایضاً ۔ جلد اول ، صفحہ ۱۲۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس پرمغز مریض پر ظاہر ہوا یہ اس کے سوئے استعمال کا نتیجہ ہے ۔ اسی طرح مقصود اصلی یہاں صرف ہدایت ہی ہے جس کے واسطے قرآن نازل ہوا مگر یہ دوسرا نتیجہ اس بدمغز کی عناد و جہالت کا جواب ہے ۔

تحویل قبلہ کا واقعہ رونما ہوا تو لوگوں نے اس پر طرح طرح کے اعتراضات کئے ۔ ان لوگوں کو جواب دیا گیا کہ جس ہستی کی عبادت کی جاتی ہے وہ کسی خاص سمت سے ساتھ مخصوص اور محدود مقید نہیں ۔ اس لئے جس طرح بھی چاہے منہ کر کے نماز پڑھ لی جائے ، سب سمتیں اسی کی ہیں ۔

دور جدید میں اس سلسلے میں اعتراض کیا گیا ہے کہ " مسلمان کعبہ پرست ہیں" اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے مولانا تھانوی لکھتے ہیں :

" پرستش تو خاص اللہ تعالی ہی کی ہوتی ہے لیکن چونکہ عبادت کے وقت دل کی یکسوئی کی ضرورت ہے اور عابدین کی ہیئت اجتماعیہ کو بھی اس یکسوئی میں دخل ہے ۔ چنانچہ دونوں امر تجربہ و مشاہدہ سے ثابت ہیں اس یکسوئی اور اجتماعی ہیئت کے مقاصد کے حصول کیلئے جہت کا تعین مشروع ہوا ۔

مولانا لکھتے ہیں کہ :

" لوگ اپنی برأت کے اظہار کے طور پر کوئی کہے کہ " ہم بھی اقسام کو سامنے رکھنے سے یہی قصد رکھتے ہیں " ۔ تو اول اس برأت کے دعوے سے اہل اسلام پر یہ مذکورہ بالا اعتراض لاگو نہیں ہوتا ۔ دوسرے عام مسلمانوں اور عام کفار کی حالت کا جائزہ لینے سے اس عدم پرستش کی نیت کے دعوے میں مسلمانوں کا راست گو اور دوسری

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا جھوٹا ہونا ہر وقت ہر شخص کو معلوم ہو سکتا ہے ۔ تیسرے علی سہیل التنزل کہا جاتا ہے کہ بر تقدیر راستی اس دعوے کے پھر بھی اس تعیین و تقیید کیلئے کسی شریعت غیر منسوخہ کا حکم پیش کرنا ضروری ہے اور یہ اہل اسلام کے علاوہ دوسروں کے پاس مفقود ہے ۔

آپ لکھتے ہیں کہ احکام الہی کی حکمتیں مکمل طور پر کسی شخص کے ادراک میں نہیں آ سکتیں ۔ سو اس حکم میں بھی ہزاروں حکمتیں ہوں گی ۔ (۶۳ : ۱)

یوں تو مذکورہ صدر پہلو جا بجا پوری تفسیر میں موجود ہے لیکن بعض مقامات پر آپ نے اعتراضات و اشکالات کی وضاحت فرمائی ۔ اس سلسلے میں سورۃ الاعراف کی آیت و اذا اخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم .... (آیت نمبر ۱۷۲) میں بھی بہت سے اشکالات کی وضاحت کی گئی ہے ۔ اسی طرح سورۃ الحجرات کی آیت ۹ اور ۱۶ کے ضمن میں بھی بڑے بنیادی اشکالات کی وضاحت کی گئی ہے ۔[۱۸]

۱۸- ایضاً ۔ جلد ششم ، صفحہ ۲۳۰ ، ۲۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

آٹھواں باب

فقہی مسائل اور بیان القرآن

الفصل الاول: فقہ میں مولانا کی خدمات اور فقہی ذوق

الفصل الثانی: بیان القرآن کے فقہی مسائل

مسائل طہارت

مسائل صلوٰۃ

مسائل زکوٰۃ

مسائل صوم

مسائل حج

عائلی مسائل

کتاب الفرائض

کتاب القصاص و دیت

کتاب البیوع

مختلف دینی مسائل کے اسرار و حکم

عقائد ۔ عبادات

تعدد ازدواج

جدید مسائل

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوائی جہاز کا سفر

ریل گاڑی میں نماز

مسمریزم

حصص کمپنی

منی آرڈر

بنک کا سود

نظریۂ ڈارون کی تردید

رسالہ تصحیح العلم فی تقبیح القلم

انگریزی خواندن

خفیہ پولیس کا کافروں کی سی وضع اختیار کرنا

رسالہ تبیین المرائک فی تعیین اشتراک

جمہوریت

======

toobaa-elibrary.blogspot.com

الفصل الاول

فقہی مسائل ان کی حکمتیں اور جدید مسائل کا
حل مولانا تھانوی کی نظر میں -

مولانا تھانوی ایک جامع شخصیت کے حامل تھے آپ ایک بلند پایہ شیخ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فاضل مفسر - ممتاز محدث اور کامل فقیہہ تھے - علم تفسیر میں بیان القرآن ایک شاہکار ہے علم حدیث میں مولانا ظفر احمد عثمانی نے اعلاء السنن آپ کی فرمائش اور آپ کی نگرانی اور راہنمائی میں تصنیف کی - اس کتاب میں احادیث کو فقہی ابواب کی ترتیب سے جمع کیا گیا ہے جن سے فقہ حنفی ماخوذ ہے جبکہ علم فقہ میں "امداد الفتاوی" آپ کا ایک عظیم الشان علمی کارنامہ ہے - جو فقہی مسائل و مباحث کا ایک نادر مجموعہ ہے -

فقہ سے خاص ذوق :

فقہ سے آپ کو ابتداء ہی سے ذوق خاص حاصل تھا چنانچہ دارالعلوم دیوبند میں طالب علمی کے زمانہ میں آپ مختلف فقہی سوالات کے جوابات لکھتے اور ان کو فتاوی کی شکل میں درج کرتے تھے اور ہر سوال کا جواب حضرت مولانا محمد یعقوب کو دکھاتے اور ان سے تصحیح کرواتے تھے ان فتاوی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتداء سے آپ کو علم فقہ پر کافی عبور حاصل تھا اور آپ فقہی مسائل میں کافی تلاش و تحقیق کرتے تھے -

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا تھانوی نے افتاء کا منصب ایک ایسے زمانے میں سنبھالا جو فتوی کی ذمہ داری محسوس کرنے والے کسی بھی شخص کے لئے انتہائی نازک ، مشکل اور محنت طلب دور تھا یہ ٹھیک وہ زمانہ ہے جبکہ مغرب کے سیاسی اور فکری غلبے کے زیر اثر دنیا بھر کے انداز زندگی میں انقلابی تبدیلیاں ہو رہی تھیں نت نئی ایجادات کا ایک سیلاب پھوٹ رہا تھا تجارت و معیشت میں نئے نئے معاملات وجود میں آ رہے تھے طرز معاشرت اور رہن سہن کے طریقوں میں انقلاب آ رہا تھا اور ان تمام تبدیلیوں کے نتیجے میں ہر صبح ایک ایسا نیا فقہی مسئلہ لے کر نمودار ہوتی تھی جس کا صریح جواب فقہ کی قدیم کتابوں میں ملنا مشکل تھا اس پر مستزاد یہ کہ اگر حکومت اسلامی ہو مسلمان غیر ملکی تسلط سے آزاد ہوں اور اسلامی علوم اور اسلامی تہذیب اپنے فطری ارتقاء کی منازل طے کر رہی ہو تو نئے پیدا ہونے والے مسائل کا حل آسان ہو جاتا ہے اسلامی حکومت کی سرپرستی سے بہتسے مسائل از خود حل ہو جاتے ہیں لیکن مولانا تھانوی نے جس دور میں فقہ کا بیڑہ اٹھایا وہ انگریزی استعمار کا تاریک دور تھا اسلام اور مسلمانوں کے وجود و بقاء کے بارے میں حکومت کی نیت خراب تھی اور ایک مفتی کو قدم قدم پر یہ خیال رکھنا پڑتا تھا کہ اس کا کوئی فتوی غلط استعمال نہ ہو سکے ادھر یہ ایک فطری بات ہے کہ ایک ایسی مغربی طاقت کے زیر نگین رہتے ہوئے جو اپنا ایک مخصوص فکری نظام رکھتی تھی اگر نااہل لوگوں کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھول دیا جاتا تو یقیناً مسلمانوں کے اجتہادات اپنی حقیقی ضروریات کو پورا کرنے کی بجائے اس مغربی طاقت کی مرعوبیت اور اس کی تقلید کے آئینہ دار ہوتے - جس سے اسلام کی شکل و صورت ہی مسخ ہو جاتی

toobaa-elibrary.blogspot.com

چنانچہ جن کج فہم لوگوں نے اس دور میں تجدد اور اجتہاد کا پرچم اٹھایا

ان کے " اجتہادات " میں یہ فکری مرعوبیت ناقابل انکار طریقے پر نمایاں ہے اور

شاید علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے اسی طرف اشارہ کیا ہے :-

لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازہ تجدید

مشرق میں ہے تقلید فرنگی کا بہانہ

ان تمام وجوہ کی بناء پر اکثر علماء نے عین حکمت کے تقاضے کے تحت

حتی الامکان تقلید شخصی کی بالکل لفظ بہ لفظ پابندی ہی میں عافیت سمجھی

اور حضرت اہل فتوی نے وہ اختیارات بھی کم سے کم استعمال کئے جو اجتہاد فی المسائل

کے دائرے میں ایک متبحر مفتی کو حاصل ہو سکتے ہیں -

ایسے وقت میں مفتی کا فریضہ بقول مولانا تقی عثمانی یہ ہوتا ہے ایک طرف

اسے مسلمانوں کی اجتماعی مصلحتوں کا بھی خیال ہوتا ہے دوسری طرف یہ بات بھی

مدنظر رکھنی پڑتی ہے کہ مسلمانوں پر کوئی ناقابل برداشت تنگی نہ پیش آئے اور تیسری

طرف اس کا بھی خیال رکھنا ہوتا ہے کہ اس آزاد طرز فکر کو سہارا نہ ملے جو اجتہاد

کے نام پر دین کی ایک چولیں ہلانے کی فکر میں ہے[1] -

فتویٰ نویسی میں احتیاط :

جب آپ کے ابتدائی فتاویٰ منظرِ عام پر آ گئے تو پورے ہندوستان اور باہر

کے ممالک کے علماء اور عام لوگ ہر مشکل مسئلے کے بارے میں آپ سے بھی استفتاء کرنے

۱- البلاغ مفتی اعظم نمبر - کراچی ، ۱۳۹۹ھ ، صفحہ ۳۹۲ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

لگے اور روزانہ بے شمار خطوط موصول ہوتے جن میں مسائل کی بھرمار ہوتی تھی -

جب بھی آپ کے سامنے کوئی مسئلہ آتا تھا خواہ کتنا ہی سہل اور صاف ہوتا فتوی لکھنے سے پہلے اس کو بار بار بغور ملاحظہ کرتے پھر جہاں تک ممکن ہوتا فقہاء کے فتاویٰ میں اس کا صریح جزئیہ تلاش کرتے اور اس سے جواب تحریر کرتے جہاں جزئیہ میسر نہ آتا وہاں اصول و قواعد سے مسئلہ کا جواب لکھ دیتے اور آخر میں صریح تنبیہ کر دیتے کہ جواب قواعد و اصول سے لکھا گیا ہے - صریح جزئیہ نہیں ملا اس لئے دوسرے علماء سے بھی مراجعت کر لی جائے اور وہ اختلاف فرمائیں تو بندہ کو مطلع فرما دیا جائے -

جب تک آپ کے اساتذہ اور مشائخ موجود تھے اس وقت تک آپ اپنے فتاویٰ اور تصانیف میں ان سے استفادہ کرتے رہے جب مشائخ وفات پا گئے تو اپنے ہمعصروں اور شاگردوں سے مشورہ اور مذاکرہ کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنی مجلس میں تمام علماء کو تاکید تھی کہ اگر انہیں کوئی غلطی معلوم ہو تو ضرور متنبہ کیا جائے مکرر غور و فکر اور تحقیق کے بعد اگر رائے بدلجاتی تو فوراً اس کا اعلان اپنے ماہوار رسالہ " النور" میں شائع کر دیتے تھے یہ اشاعت " ترجیح الراجح " کے نام سے باقاعدہ جاری رہی (۲

فقہ پر تصنیفات :

نئے مسائل جو آلات جدیدہ کی ایجاد یا معاملات جدیدہ کے رواج سے پیدا ہوتے تھے ان میں مسئلہ کے ہر پہلو پر گہری نظر مکمل تحقیق اور اس کے ساتھ

---

۲ - الحسن مولانا تھانوی نمبر ، ص ۲۳۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابتلائے عامة اور عوام کی سہولت کو سامنے رکھنا آپ کا مخصوص طرز تھا - مولانا

تھانوی ہمیشہ اس بات کے لئے کوشاں رہتے کہ اصول فقہہ کے دائرہ میں رہتے

ہوئے عوام کو گنجائش یا سہولت دی جائے خصوصاً ان معاملات میں جن میں ابتلاء

اور اضطرار عام ہو - ایسے اہم اور جدید مسائل کو آپ نے ---- " حوادث الفتاویٰ "

کے نام سے ایک مستقل کتاب بنایا ہے - جو امداد الفتاویٰ کے ساتھ شائع ہوئی ہے

اس میں اس وقت کے تمام جدید مسائل کے بارے میں فتاویٰ درج ہیں جس کا بالتفصیل

تذکرہ آئندہ جدید مسائل کے حل میں ہوگا - اس کے علاوہ آپ نے " امداد الفتاویٰ "

مرتب کی جو چند جلدوں پر مشتمل ہے اس میں نفیس فقہی مباحث ہیں اور عہدِ حاضر

کے اہم مسائل کے حل کے لئے بہت مفید کتاب ہے مولانا مفتی محمد شفیع امداد الفتاویٰ

کے بارے میں رقمطراز ہیں -

" امدادی الفتاویٰ کی پہلی اشاعت ربیع الاول ۱۳۲۷ھ میں مطبع مجتبائی

دہلی سے ہوئی اس کے مقدمہ میں حضرت رحمة اللہ علیہ نے خود اپنے فتاویٰ کے تین

حصے قرار دیئے -

پہلا حصہ جو استاذ الکل حضرت مولانا محمد یعقوب کے امر سے ان کی

خدمت میں رہتے ہوئے لکھا گیا اور سب کا سب ان کی نظر و اصلاح اور تصدیق سے

مزین ہوا یہ ۱۲۹۲ھ سے ۱۳۰۱ھ تک کے فتاویٰ میں اکثر فتاویٰ کے آخر میں تاریخ لکھی

ہوئی ہے -

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسرا حصہ ہے جو ۱۳۰۱ھ سے ۱۳۱۵ھ کے اوائل تک کا ہے جو بزمانہ قیام کانپور لکھے گئے -

تیسرا حصہ ۱۳۱۵ھ سے ۱۳۲۵ھ تک کا ہے جن میں کثرت کے ساتھ حضرت گنگوہی قدس سرہ سے مراجعت کا موقع ملا اور ان کی نظر و اصلاح شامل ہوئی - یہ مجموعہ حسب دستور فقہاء چار جلدوں میں ابواب فقہیہ پر مرتب کر کے شائع کیا گیا - اس وقت تک نظر ثانی کرنے یا دوسرے حضرات کی توجہ دلانے سے فتاوٰی میں جو رد و بدل ہوا اس کو انہی جلدوں کے شروع میں بعنوان تصحیح امداد الفتاوٰی شامل کر دیا گیا ہے اس وقت تک " ترجیح الراجح " کا مستقل سلسلہ شروع نہیں کیا گیا تھا نیز حوادث الفتاوٰی کا مستقل عنوان بھی ان مرتب جلدوں میں نہیں رہا -

۱۳۲۶ھ کے بعد سے امداد الفتاوٰی کی اشاعت بعنوان تتمہائے امداد الفتاوٰی ہوئی اور پہلا تتمہ ۱۳۲۶ھ سے ۱۳۳۰ھ تک کے فتاوٰی پر مشتمل ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوا - اس کے بعد ۱۳۳۱ھ و ۱۳۳۲ھ کے فتاوٰی کا مجموعہ بنام تتمہ ثانیہ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ میں دہلی سے شائع ہوا - ان دونوں تتموں میں " ترجیح الراجح " کا مستقل عنوان شروع نہیں ہوا تھا بلکہ جس قدر اصطلاحات فتاوٰی میں عمل میں آئی ان کو آخر میں بعنوان " اصلاح تسامح " درج کیا گیا البتہ حوادث الفتاوٰی کا مستقل سلسلہ تتمہ ثانیہ سے شروع ہو گیا -

اس کے بعد ۱۳۳۳ھ کے فتاوٰی بنام تتمہ ثالثہ امداد الفتاوٰی ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ میں اور ۱۳۳۴ھ کے فتاوی بنام تتمہ رابعہ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ مطبع قیومی کانپور سے شائع ہوئے [۳]

[illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ تھی مختصر روئیداد امداد الفتاویٰ کی جو کہ مولانا تھانوی کے عظیم الشان علمی کارناموں میں نہایت منفرد اور اعلی ہے -

علماء کا بورڈ :

امداد الفتاویٰ تو ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو مولانا تھانوی نے خود تحریر کئے تھے لیکن سوالات کی کثرت کے باعث آپ نے خانقاہ تھانہ بھون کے بعض دوسرے علماء محققین کو بھی فتاویٰ نویسی پر مامور کر رکھا تھا جو آپ ہی کی رہنمائی سے لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے اور آپ کی نظر و اصلاح کے بعد وہ فتاویٰ روانہ کر دیئے جاتے - اشاعت کی غرض سے ہر عالم کے لکھے ہوئے فتاویٰ الگ الگ رجسٹروں میں درج کر کے محفوظ کر لئے جاتے تھے - اس طرح آپ کی رہنمائی میں جو فتاویٰ لکھے گئے ان کے مندرجہ ذیل تین مجموعے تیار ہو گئے جن کے نام آپ ہی نے تجویز کئے -

امداد الاحکام :

یہ ان فتاویٰ کا ضخیم مجموعہ ہے جو مولانا تھانوی کی حضوری اور رہنمائی میں آپ کے بھانجے اور شاگرد حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے تحریر کئے اور کچھ حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گنگوہی کے تحریر کردہ ہیں اور بعض فتاویٰ خود آپ کے لکھے ہوئے بھی ہیں اس کتاب میں دلائل کی تفصیل قدرے طویل ہے اور احادیث کے دلائل شرح و بسط سے محدثانہ اصول پر بیان کئے گئے ہیں حکیم الامت مولانا تھانوی اس کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں -

toobaa-elibrary.blogspot.com

" بعد الحمد و الصلوٰۃ " عرض ہے کہ ۱۳۲۰ھ میں جب برخوردار مولوی ظفر احمد سلمہ بقصد قیام مستقل تھانہ بھون آئے تو منجملہ اور کاموں کے میں نے فتاوٰی کا کام بھی ان کے سپرد کیا کیونکہ کثرت مشاغل کی وجہ سے مجھے کتابوں کی تلاش و تفتیش کی فرصت نہ ہوتی تھی - برخوردار سلمہ پر اس فتوٰی کی جس میں کچھ بھی کسی خصوصیت سے اہمیت ہوتی تھی اول بالالتزام مجھے دکھا لیتے تھے اور معمولی فتاوٰی خود لکھ دیتے تھے یہ فتاوٰی ہر اعتبار سے مکمل اور ذی شان ہیں - "[۲]

امداد الاحکام کے علاوہ امداد المسائل اور جمیل الفتاوی بھی آپ کسی زیر نگرانی مرتب ہوئیں اور دونوں غیر مطبوعہ اور محفوظ ہیں -

علم فقہ میں آپ کی دوسری کتاب "حیلۂ ناجزہ" ہے جس کا پورا نام الحیلۃ الناجزۃ ہے جس میں نکاح ، طلاق وغیرہ نیز لاپتہ - نامرد مجنون وغیرہ کی بحثوں سے متعلق فقہی مسائل تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں - اس کتاب کے لکھنے کی غرض و غایت اور وقتی محرک یہ تھا کہ ہندوستان میں شرعی قانون اور شرعی عدالتیں نہیں تھیں اس لئے نکاح اور طلاق کے مسائل میں شوہروں کے مظالم اور عورتوں کے مصائب میں ہر آئے دن اضافہ ہوتا جا رہا تھا - یہاں تک کہ پنجاب میں مسلم عورتوں کے ارتداد کی شہرت ہوئی یہ سن کر مولانا تھانوی کو بے حد صدمہ ہوا اور آپ نے ان مسائل کی مکمل تحقیق مذاہب اربعہ سے کرنے کا عزم کیا اور جب ان مسائل کی تحقیق مذاہب اربعہ سے کر لی تو علمائے حرمین مالکیہ سے رجوع کیا اور مسلسل خط و کتابت رہی پھر ہندوستان کے علماء سے مشاورت رہی - آخر اس نتیجے پر پہنچے کہ ہندوستان کے حالات کے پیش نظر نکاح ،

۲- مولانا ظفر احمد عثمانی ، مقدمہ امداد الاحکام ، کراچی ، ۱۹۸۰ء ، ص ۵۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

طلاق وغیرہ مسائل میں امام مالک کے مذھب کے مطابق فتوی دیا جائے تاکہ مظلوم عورتوں کو شرعی مداوی ملے ۔ اس کتاب میں تمام مباحث پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی جس سے مولانا تھانوی کی علمی وسعت اور مذھبی فراخدلی کا ثبوت ملتا ھے ۔

علم فقہ میں آپ کی تیسری کتاب " بہشتی زیور " ھے جو گیارہ حصوں پر مشتمل ھے جو آپ نے خاص طور پر عورتوں کی عائلی زندگی کی رھنمائی کے لئے لکھی تھی لیکن اس میں آپ نے فقہ کے جملہ ابواب کے مسائل کے ساتھساتھ عقائد اور تصوف کے چند مسائل بھی بیان کئے ھیں پیدائش سے لے کر موت تک کے تمام ضروری مسائل کا حل اس میں درج ھے یہی وجہ ھے کہ یہ کتاب عورتوں اور مردوں میں یکساں مقبول و مشہور ھیں اور کئی زبانوں میں اس کے تراجم چھپ چکے ھیں اور برصغیر میں سب سے زیادہ چھپنے والی کتابوں میں یہ شامل ھے ۔

علم فقہ میں آپ نے کئی ایک اور کتب تحریر کیں جن کا نام " تحذیر الاخوان عن الربا فی الھندوستان " اور "رافع الضنک عن منافع البنک " رکھا گیا ۔ ان میں آپ نے سود کے مسائل کو تفصیل سے بیان کیا ھے اور بینک کو بلا سود چلانے پر تجاویز پیش کی ھیں ۔ ایک اور کتاب آپ نے الاقتصاد فی التقلید و الاجتہاد " لکھی جس میں اجتہاد اور تقلید پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ھے فتاوی اشرفیہ کے نام سے آپ نے مسائل دینیہ کے تین الگ الگ حصے شائع کئے ۔

اس کے علاوہ آپ نے فقہی احکام اور خاص کر فقہ حنفی پر استدلات

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرآنیہ اور مواضع خلاف آئمہ کے جوابات پر ایک مستقل لکھنے کا ارادہ کیا تھا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ فقہ حنفی کی بنیاد قرآن کریم ہی ہے اور اس اعتبار سے اس کا نام " دلائل القرآن " علی مسائل النعمان " تجویز کیا اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کو یہ خدمت سپرد کی یہ کام بہت مشکل اور طویل تھا مفتی صاحب مرحوم نے اپنی فرصت کے موافق کرنا شروع کیا اس عرصہ میں مولانا ظفر احمد تھانوی صاحب " اعلاء السنن " سے فارغ ہو چکے تھے تو مولانا تھانوی نے یہ کام ان کے سپرد کیا لیکن اتفاقاً تھوڑے عرصہ بعد مولانا ڈھاکہ ملازم ہو کر چلے گئے اور یہ کام التواء میں پڑ گیا - ۱۳۲۱ھ میں اس کام کو ضرورت کا احساس بڑھا تو یہ کام چند حضرات پر تقسیم کر دیا چنانچہ دو منزلیں مولانا ظفر احمد تھانوی دو منزلیں مولانا مفتی محمد شفیع دو منزلیں مفتی جمیل احمد صاحب اور ایک منزل مولانا محمد ادریس صاحب کے سپرد کیں - مفتی شفیع صاحب تھانہ بھون میں اس کام میں مصروف ہو گئے مولانا روزانہ مجلس میں اس کے متعلق جو نکتے ان کو یاد آ جاتے تھے بیان فرماتے اور مفتی صاحب مرحوم اس کو اس مقام پر قلمبند کر دیتے تھے اب یہ کام مکمل ہو چکا ہے اور " احکام القرآن " کے نام سے یہ کتاب چھپ چکی ہے جو کہ فقہ حنفی کی بہترین کتاب شمار ہوتی ہے -

اس کے علاوہ آپ نے فقہ پر مندرجہ ذیل کتب و رسائل لکھے ان رسائل میں

" القول الصواب فی مسئلة الحجاب ، القول البدیع فی اشتراط المصر للتجمیع ، کشف المشرة عن رجة السر الشرة ، الحق الصراح فی تحقیق اجرة النکاح ، النقی فی احکام الرقی ، الاسداد الفتنة الارتداد بلوغ الغایة فی تحقیق خاتم الولایة ، اجر الصیام

toobaa-elibrary.blogspot.com

بلالحرام ، احکام الاموال اور حقوق البیت کا نام قابل ذکر ہے ۵

قانون سازی میں مدد :

ایک فقیہہ ہونے کی حیثیت سے مولانا تھانوی حکومت کے قانون ساز اداروں کو اسلامی قانون سازی میں مدد دیتے رہے یہاں چند ایک کا ذکر کرنا مناسب ہے -

چنانچہ جب عورتوں کی مشکلات دور کرنے کے لئے آپ نے " حیلۃ ناجزۃ " لکھی تو آپ نے ممبران اسمبلی کو ان کی نقول بھیجیں اور ان سے درخواست کی کہ ایک مسودۂ مسلم قانون فسخ نکاح کے نام سے اسمبلی میں پیش کریں - نتیجتاً آپ کی مساعی بار آور ثابت ہوئیں اور ممبران اسمبلی نے قانون میں ترمیم کی سعی و کوشش شروع کی اور ایک مسودۂ قانون اسمبلی میں پیش کیا مگر افسوس اس میں وہ تمام قیود و شرائط نظرانداز کر دیئے گئے جو آپ نے فقہی کتب کی مراجعت سے لگائے تھے -

اس کے علاوہ جب بعض اوقات میں متولیوں کی گڑ بڑ دیکھ کر بعض لوگوں کو موقع ملا کہ اوقاف کے متعلق قانون بنانے کی سعی کریں - چنانچہ ایک تحقیقاتی وفد مقرر ہوا جس کے سربراہ ایک بیرسٹر تھے جس نے ۱۹۳۰ء میں دورہ کیا تاکہ حالات دیکھنے کے بعد قانون بنایا جائے وہ وفد تھانہ بھون میں آیا اس موقع پر وفد کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے مولانا تھانوی نے کہا کہ حکومت کو قواعد شرعیہ کے مطابق ایسا قانون بنانے کا اختیار نہیں ہے مولانا تھانوی نے صاف صاف انکار کر دیا کہ چونکہ یہ ایک مذہبی فعل ہے اس لئے اس کے اندر غیر مسلم کا دخل دینا خود مذہبی

۵- فہرست تالیفات حکیم الامت ، ص ، ۲۲۰-۲۶۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

دست اندازی ہے جیسا نماز ایک خالص مذہبی فعل ہے اس کے اندر غیر مسلم کا دخل دینا خود مذہبی دست اندازی ہے جیسا نماز ایک خالص مذہبی فعل ہے اس کے اندر کسی طرح جائز نہیں ہوگا کہ کسی غیر مسلم سے دست اندازی کی درخواست کی جائے - اس کے جواب میں بیرسٹر صاحب نے کہا معاف کیجئے کہ وقف اور نماز میں فرق ہے اس لئے کہ نماز کا تعلق مال سے نہیں جبکہ وقف کا تعلق مال سے ہے اور اس وقت چونکہ متولیوں کی حالت خراب ہے اس لئے وہ وقف کے اندر بڑے گڑ بڑ کرتے ہیں اس کی آمدنی مصارف خیر میں صرف نہیں کرتے اور خود کھا جاتے ہیں -

مولانا تھانوی نے جواب دیا کہ اچھا اگر آپ کے نزدیک نماز کی نظیر ٹھیک نہیں تو زکوۃ ہی کو لے لیجئے کہ یہ ایک خالص مذہبی فعل ہے اور اس کا تعلق مال سے بھی ہے اور بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو اپنے مالوں کی زکوۃ بھی نہیں نکالتے مگر چونکہ یہ مذہبی فعل ہے اس لئے کسی غیر مسلم حکومت کی دست اندازی ناجائز ہے بیرسٹر صاحب نے کہا اچھا صاحب کیا نکاح اور طلاق بھی آپ کے نزدیک خالص مذہبی فعل ہے - مولانا نے کہا جی ہاں اس پر انہوں نے کہا بہت اچھا اگر ایک عورت کو شوہر نے طلاق دی مگر اب وہ عورت مرد سے جدا ہونا چاہتی ہے اور مرد اس کو جانے دیتا بلکہ روکتا ہے اور اطلاق سے انکار کرتا ہے تو ایسی صورت میں کیا اس عورت کو جائز نہیں کہ عدالت میں اس کے متعلق استغاثہ دائر کرے - وہ شہادت سے طلاق کو ثابت کر کے حکومت سے اپنی آزادی میں مدد حاصل کرے - تو دیکھئے کہ نکاح و طلاق مذہبی فعل ہیں مگر اس میں غیر مسلم کا دخل جائز ہوا -

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ نے کہا کہ آپ نے اس میں غور نہیں کیا یہاں دو چیزیں جدا جدا ہیں۔
ایک وقوع طلاق ہے اور دوسرا اثر طلاق یعنی وہ حق جو عورت کو مرد کے طلاق دینے
سے حاصل ہو گیا ہے اور مرد اس حق کو چھیننا چاہتا ہے جس میں عورت کافر ہے
تو یہاں وہ عورت غیر مسلم حکومت کا دخل قصداً خود طلاق میں نہیں چاہتی بلکہ
طلاق سے جو اسے آزادی ملی ہے جس کے استعمال نہ کر سکنے سے اس کو ضرر پہنچتا
ہے اس ضرر کو دفع کرنے کے لئے وہ عورت عدالت میں مدد چاہتی ہے۔

بیرسٹر صاحب نے کہا معاف فرمائیے۔ اسی طرح ہم یہاں بھی کہہ سکتے
ہیں کہ جیسے یہاں عورت کا ضرر ہے اسی طرح اوقاف کے اندر گڑ بڑ ہونے میں مساکین
کا ضرر ہے اس لئے غیر مسلم حکومت کا دخل یہاں بھی درست ہے تاکہ ضرر نہ ہو۔

مولانا تھانوی نے فرمایا کہ آپ نے غور نہیں کیا کہ وہاں تو شوہر کے قید
کرنے سے اس عورت کا ضرر ہے اور یہاں اوقاف میں متولی کی خیانت مساکین کا ضرر
نہیں بلکہ صرف عدم النفع ہے اور ضرر اور چیز ہے اور عدم النفع اور چیز ہے،
اس کو ایک مثال سمجھئے۔

مثلاً آپ کی جیب میں ایک سو روپئے کا نوٹ تھا ایک شخص نے آپ سے
چھین لیا تو یہ ضرر ہوا اور اگر میں آپ کو ایک نوٹ دینا چاہتا ہوں مگر کوئی اس
نوٹ کو دینے سے منع کر دے تو اس میں آپ کا ضرر کچھ نہ ہوا بلکہ صرف عدم النفع
ہوا۔[۲]

۲۔ الحسن ۔ جلد ۱ ، ص ۲۵۰ - ۲۵۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا تھانوی اور استحسان :

مولانا تھانوی اکابر دیوبند کے مسلک کے مطابق تقلید شخصی کے نہ صرف قائل تھے بلکہ اس دور ہوا و ہوس میں اسی کو سلامتی کا راستہ سمجھتے تھے البتہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ بہت مشہور ہے کہ " تقلید شخصی کوئی شرعی حکم نہیں بلکہ ایک انتظامی فتوی ہے ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ چاروں آئمہ مجتہدین برحق ہیں اور ہر ایک کے پاس اپنے موقف کے لئے وزنی دلائل موجود ہیں لیکن ہر شخص کو اگر کھلی چھٹی دے دی جائے کہ وہ جب چاہے کسی امام کے مسلک کو اختیار اور ترک کر دے اور اس طرح اتباع نفس کا دروازہ کھل جائے گا ۔" [1]

لیکن اس کے ساتھ ساتھ مولانا تھانوی ہمیشہ اس بات کے کوشاں رہے کہ ایسے مسائل کے حل کی طرف توجہ دی جائے جن میں عموماً لوگ تنگی کا شکار ہوتے ہیں اور آپ نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ لوگوں کو آسانی میسر ہو خواہ اس کے لئے اپنا مسلک ہی کیوں نہ چھوڑنا پڑے ۔ قرآن کریم میں ہے ۔

" یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر "

فقہاء نے مختلف قواعد و ضوابط بنائے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ قانون سازی میں لوگوں کی آسانی پیش نظر رکھی جائے اور ہر ضرر کا ازالہ ہو خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی اگرچہ اجتماعی ضرر کو انفرادی ضرر پر ترجیح دی جائے گی ۔ کسی بھی فقیہہ نے یہ نہیں کہا ہے کہ صرف اس کی رائے صحیح ہے اور باقی آراء صحیح نہیں ہیں بلکہ ہر امام نے اپنی سی کوشش کی ہے اور ایک رائے دی ہے

1۔ [illegible] البلاغ کراچی [illegible] ۱۹ [illegible] ص ۵۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور اس نے زمان و مکان کی رعایت روا رکھی ہے - یہی وجہ ہے کہ جب عباسی خلفاء ابو جعفر منصور اور ہارون الرشید کے زمانے میں وسائل و مسائل کی ترقی ہوئی اور حالات اچانک بدل گئے اور لوگوں میں اختلاف پڑ گئے اور مختلف آراء گردش کرنے لگیں - ہارون الرشید نے موطا امام مالک میں موجود فقہی مسلک کو سرکاری مذہب کا درجہ دینے کے لئے امام مالک سے مشورہ کیا تو امام صاحب نے انکار کیا اور فرمایا " میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا تھا اور ان میں سے ہر ایک الگ رائے رکھتا تھا اور وہ مختلف شہروں اور قصبوں میں پھیل گئے اور سب برحق تھے -[8]

امام ابو حنیفہ استحسان کے قائل تھے - استحسان اچھائی کے تلاش کرنے کو کہتے ہیں نیز استحسان قیاس خفی کو بھی کہتے ہیں - جب کہ امام مالک مصالح مرسلہ کو تسلیم کرتے تھے - مصالح مرسلہ یا غیر مشروط عمدگی کو کہتے ہیں نیز ایسی مصلحت کو بھی کہتے ہیں جس میں کسی قسم کی قید نہ ہو -[9]

مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے تھے کہ مولانا تھانوی کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے وصیت کی تھی کہ آج کل معاملات پیچیدہ ہو گئے ہیں اور اس کی وجہ سے دیندار مسلمان تنگی کا شکار ہیں اس لئے خاص طور پر بیع و شراء اور شراکت وغیرہ کے معاملات میں جہاں ابتلائے عام ہو وہاں آئمہ اربعہ میں سے جس امام کے مذہب میں عام لوگوں کے لئے گنجائش کا پہلو ہو اس کو فتویٰ کے لئے اختیار کیا جائے -[10]

چنانچہ مولانا تھانوی نے اپنے شیخ کی نصیحت پر ہمیشہ عمل کیا اور دوسروں کے لئے کئی مثالیں چھوڑ گئے -

---

۸- الحسن ، ج ۱ ، ص ۲۵۲ (۹) تشریح مزید اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ ، ص ۳۸۲ تا ۳۹۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا تھانوی کے زمانے میں بعض علماء تقلید میں غلو کرتے تھے اور غیر منصوص مسائل میں وہ سوائے امام ابو حنیفہ کے کسی کے قول کو حجت تسلیم کرنے کے روادار نہیں ہوتے تھے اس ضمن میں آپ نے " الاقتصاد فی الاجتہاد و التقلید " لکھی اور اس میں میانہ روی کی تلقین کی اور ایک فوری ضرورت کے پیش نظر آپ نے تقلید کے بارے میں ایک علمی قدم اٹھایا اور ثابت کیا کہ تقلید محض جامد چیز نہیں ہے اگر مفاد عامہ کی خاطر ضروری ہو تو ایک خاص مسئلہ میں ایک امام کی تقلید چھوڑ کر دوسرے کی تقلید کی جا سکتی ہے اس ضرورت پیش آمدہ کی تفصیل گزشتہ اوراق میں مذکور ہو چکی ہے صورت مذکورہ میں ایسے آدمی کی بیوی کو مسلک احناف کے فیصلے کے مطابق نوے سال انتظار کرنے کی بجائے امام مالک کے مسلک کے مطابق صرف چار سال انتظار کرنے کے فیصلے کو قبول کیا -

ایک جگہ مولانا تھانوی لکھتے ہیں کہ بعض مسائل قطعی ہوتے ہیں اور ان میں کچھ اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی اور کچھ اجتہادی و ظنی ہوتے ہیں ان میں سلف سے خلف تک شاگرد نے استاد سے ، پیر نے مرید سے اور واحد نے متعدد کے ساتھ اختلاف کیا ہے اور علمائے امت نے اس پر تنکیر نہیں فرمائی اور نہ ایک نے دوسرے کو ضال اور عاصی کہا ہے اور نہ کسی نے اپنے ساتھ ملنے پر دوسرے کو مجبور کیا ہے اور نہ اختلاف کے ہونے ، بحث مباحث ، مجادلہ اور مناظرہ کی نوبت آئی -[11]

۱۱- العسن ، جلد ۱ ، ص ۲۵۴

مذکورہ بالا تمام شواہد اس بات کے غماز ہیں کہ مولانا تھانوی ماہر فقیہہ کے مرتبے پر فائز ہیں کلیات سے جزئیات تک تمام احکام پر آپ کی گہری نظر ہے۔ نیز فقہ حنفی کے پیروکار ہوتے ہوئے مذہبی فراخدلی و وسعت نظر آپ کی بصیرت علمی پر دال ہے اس تمہید سے مقصود یہ دکھانا تھا کہ مولانا تھانوی فقہ میں کس قدر عبور رکھتے تھے۔ اس طرح بیان القرآن میں موجود فقہی مسائل کے استناد پر دلیل قائم کرنا تھا کہ وہ مسائل کہیں دسقل شدہ نہیں بلکہ وہ سب کے سب قطعیت کے ترازو میں تل کر منظر عام پر آئے ہیں۔ اب ہم بیان القرآن کے فقہی مسائل کی طرف آتے ہیں۔

بیان القرآن کے فقہی مسائل :

جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے کہ حضرت مولانا تھانوی حنفی المسلک ہیں اور آپ نے آیات احکام میں اسی فقہ کے مطابق مسائل لکھے ہیں دیگر مسالک کو آپ نے حاشیائی نوٹس میں ترتیب دیا ہے ذیل میں فقہی ابواب کی ترتیب پر بیان القرآن کے فقہی مسائل کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱) کتاب الطہارۃ

وضو کے مسائل :

ارشاد باری ہے :

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ
إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۔ [۱۲]

ترجمہ : اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت اور اپنے سروں پر ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت ۔

اس آیت میں وضو کے چار فرائض کا تذکرہ ہے اور اس آیت میں لفظ "وارجلکم" سے شبہ ہوتا ہے کہ کہیں اس کا عطف " برؤوسکم " پر نہ ہو ایسی صورت میں جس طرح سر پر مسح کیا جاتا ہے پاؤں پر بھی مسح ہوگا اور یہ عقیدہ جمہور اہلسنت کے خلاف ہے ۔ مولانا تھانوی اس کی تحقیق میں رقم طراز ہیں ۔ یہ چار چیزیں فرض ہیں وضو میں باقی امور مسنون و مستحب ہیں ۔ ایک قرات ، ارجلکم " مجرور ہے جس سے بعضوں کو شبہ ہوا ہے کہ پاؤں کا بھی مثل مسح سر کے مسح ہے لیکن چونکہ دو قراتوں کا مثل دو آیتوں کے موافق ہوتا بلکہ اس سے بھی زیادہ متحد المعنی ہونا ضروری ہے اور ان میں تعارض محال ہے اس لئے لامحالہ غسل ارجل اور مسح ارجل سے ایک ہی معنی مراد ہیں گے اور ابو زید انصاری وغیرہ اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ

۱۲۔ سورۃ المائدۃ : پ ۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسح بمعنی غسل آتا ہے چنانچہ متوضی کو مسح بھی کہتے ہیں ۔ اور " مسح الارض المطر " بولتے ہیں جب بارش سے زمین دھل جائے ۔[13]

تیمم کے مسائل :

ارشاد ہے :

" فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا " ۔۔۔ الی آخرہ [14]

ترجمہ : یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو ۔ پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو ۔ یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو ۔ بلا شبہ اللہ تعالی بڑے معاف کرنے والے ، بڑے بخشنے والے ہیں ۔

اس آیت میں طہارت کے احکامات وغیرہ بیان ہوئے ہیں ۔ احکام جو کہ آیات احکام سے مستنبط ہوتے ہیں ان کے بیان کا طریقہ مولانا تھانوی نے یہ رکھا ہے کہ ایک تو وہ بین القوسین تفسیر میں انہی مسائل کو ذکر کرتے ہیں اور دوسرا طریقہ یہ رہا کہ لفظ " مسئلہ " سے ہر مسئلہ کو مستقل بنیادوں پر انحصار کے ساتھ لکھ دیتے ہیں ۔

مندرجہ بالا آیات احکام میں یہ مسائل مستنبط ہوتے ہیں مولانا لکھتے ہیں :

جس مرض میں پانی کے استعمال سے مرض کے اشتداد یا امتداد کا ڈر ہو اس میں تیمم درست ہے " مرضی " میں یہ دونوں صورتیں داخل ہیں ۔ (۱۵۵)[15]

بہشتی زیور میں مولانا تھانوی کی عبارت یہ ہے " اگر بیماری کی وجہ سے پانی نقصان کرتا ہو تب بھی تیمم درست ہے ۔[16]

۱۴- بیان القرآن ، جلد ۳ ، ص ۳۸۵ ، (۱۴) سورۃ النساء ۔ پ ۵

۱۵- تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں ہدایہ جلد ۱ ، ص ۵۰ ، نیز فتاوی عالمگیری ج ۱ ، ص ۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسئلہ نمبر (۲) :

جس شخص سے پانی ایک میل شرعی یا اس سے زیادہ دور ہو خواہ وہ شخص مسافر ہو یا غیر مسافر اس کو تیمم درست ہے اور میل شرعی، میل انگریزی سے تقریباً ۱½ زیادہ ہوتا ہے [۱۷]

مسئلہ نمبر (۳) :

اگر پانی دور نہیں لیکن ڈول اور رسی نہ ہونے کی وجہ سے اس کا لانا ناممکن نہیں - اس کا لانا کسی خوف کے باعث ممکن نہ ہو " و لم تجدوا " میں عموم مجاز ہے -

مسئلہ نمبر (۴) :

تیمم ہر اس چیز سے جائز ہے جو جنسِ زمین سے ہو اور جنسِ زمین وہ ہے جو آگ میں نہ جلے اور نہ گلے لیکن چونکہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ وہ باوجودیکہ آگ میں جل جاتا ہے لیکن اس سے تیمم درست ہے اور راکھ اس سے مستثنیٰ ہے اس سے تیمم درست نہیں ہے - درِّ مختار میں ہے " و یجوز التیمم عند ابی حنیفة و محمد بکل ما کان من جنس الارض کالتراب والرمل و الحجر و الزرنیخ و الکحل ولا یجوز عندنا بما لیس من جنس الارض کالذهب والفضة والحدید والرصاص والحنطة و سائر المحبوبات و الاطعمة ولو کان علی هذه الاشیاء غبار یجوز بغبارها عند ابی حنیفة و فی احدی الروایتین عن محمد " - [۱۸]

۱۷- انگریزی میل سے شرعی میل ایک فرلانگ اور دس گز زیادہ ہوتا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ بہشتی زیور - ص ۸۷ -

۱۸- [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسئلہ نمبر (۵) :

تیمم غسل اور وضو کا ایک ھی طرح ھے ۔ صرف نیت الگ الگ ھے ۔

مسئلہ نمبر (٦) :

تیمم میں دو ضربیں ھیں ۔[19]

غسل کے مسائل :

ارشاد باری ھے :

وَإِنْ كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ۔[20]

ترجمہ : اور اگر تم جنابت کی حالت میں ھو تو سارا بدن پاک کرو ۔

غسل کے مسائل مولانا تھانوی نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت فقط یہ اشارہ کیا ھے کہ اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کی جائے ۔[21]

حیض کے مسائل :

ارشاد باری ھے :

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ .... يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۔[22]

ترجمہ : اور لوگ آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ھیں آپ فرما دیجئے کہ وہ گندی چیز ھے ۔

۱۹۔ بیان القرآن ، ج ۲ ، ص ۲۹۲-۲۹۳

۲۰۔ سورۃ المائدہ ، پ ٦

۲۱۔ بیان القرآن ، جلد ۳ ، ص ۳۵۸

۲۲۔ سورۃ البقرۃ ، پ ۲ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تم حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہا کرو اور ان سے قربت مت کیا کرو - جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں - جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آ جاؤ - جس جگہ سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے ، اور محبت رکھتے ہیں صاف پاک رہنے والوں سے -

اس آیت سے مولانا تھانوی یہ مسائل مستنبط کرتے ہیں -

مسئلہ نمبر (۱) :

حالت حیض میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن کو دیکھنا اور ھاتھ لگانا بھی درست نہیں -

مسئلہ نمبر (۲) :

اگر حیض پورے دس دن گزرنے پر موقوف ہو تو فوراً ہی صحبت درست ہے - اور اگر دس دن سے پہلے حیض موقوف ہو جائے اور عادت کے موافق موقوف ہو تو صحبت تب درست ہوتی ہے کہ عورت یا تو غسل کرے یا ایک نماز کا وقت گزر جائے - اگر عادت کے دن پورے نہ ہوئے ہوں تو بدون ایّامِ عادت کے گزرنے صحبت درست نہیں ہے -

"فتاوی ھندیہ" کی یہ عبارت مولانا تھانوی کے مذکور بیان کی مؤید ہے ؛

" ولو انقطع دمھا دون عادتھا یکرہ قربانھا و ان اغتسلت حتی تمضی عادتھا و علیھا ان تصلی و تصوم الاحتیاط "[۲۳]

۲۳- فتاوی ھندیہ ، جلد ۱ ، ص ، ۲۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسئلہ نمبر (۳) :

اگر غلبۂ شہوت سے حالت حیض میں صحبت ہو گئی تو خوب توبہ کرنا واجب ہے اور اگر کچھ خیرات بھی دے دے تو زیادہ بہتر ہے -

مسئلہ نمبر (۴) :

پچھے کے موقعہ میں اپنی بی بی سے بھی صحبت کرنا حرام ہے - [۲۴]

(۲) کتاب الصلوۃ :

ہم یہاں نماز باجماعت ، پانچ نمازوں کا ثبوت اور اوقات نماز پر جو آیات وارد ہوئی - فقط انہیں پر اکتفا کریں گے -

نماز باجماعت کا حکم :

ارشادِ باری ہے :

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ - [۲۵]

ترجمہ : اور قائم کرو نماز اور دو زکوۃ اور عاجزی کرو عاجزی کرنے والوں کے ساتھ

نماز باجماعت کے بارے میں یہ امر صریح ہے اور کسی تشریح کا محتاج نہیں - [۲۶]

پانچ نمازوں کا ثبوت :

ارشاد باری ہے :

۲۴- بیان القرآن ، جلد ۱ ، ص ، ۱۲۷

۲۵- سورۃ البقرۃ ، پ ۱ ، ...

۲۶- بیان القرآن ، جلد ۱ ، ص ...

toobaa-elibrary.blogspot.com

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ ـــ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔ ـ ۲۷

ترجمہ : آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیا کیجئے۔ اور صبح کی نماز بھی بے شک صبح کی نماز حاضر ہونے کے وقت ہے اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی سو ۔ اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو آپ کے لئے زائد چیز ہے امید ہے آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا ۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ پہلی آیت میں پانچوں نمازیں آ گئی ہیں ۔ آپ لکھتے ہیں :

آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیجئے (اس میں ظہر ، عصر ، مغرب ، عشاء چار نمازیں آ گئی ہیں) اور صبح کی نماز تو صریحاً آ گئی ہے ۔ بے شک صبح کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے اور اس کے بعد نماز تہجد کا تذکرہ ہے ۔ ۲۸

اوقات نماز :

ارشاد باری ہے :

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ ۔ ـ ۲۹

ترجمہ : اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے ۔ آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے اور اوقات شب میں تسبیح کیا کیجئے اور دن کے اول و آخر ۔ ۳۰

۲۷- سورۃ بنی اسرائیل ۸، پ ۱۵ (۲۸) بیان القرآن جلد ۲ ، ص ۲۱۸ ،

۲۹- سورۃ طٰہٰ ، پ ۱۶ ، (۳۰) بیان القرآن جلد ۷ ، ص ۲۹۸ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا تھانوی نے ترجمہ ھی اس انداز سے کیا ہے کہ اوقات خمسہ ظاھر و باھر ھو گئے ھیں ان اوقات کی تفصیل مندرجہ ذیل کتب سے ملاحظہ ھو (فتاوٰی عالمگیری ج ۱ ، ص ۲۱ - شرح التنویر ج ۱ ، ص ۳۶۹ - ردّ المختار ج ۱ ، ص ۳۷۱ ، دُرِ مختار ج ۱ ، ص ۳۱۷ نیز ملاحظہ ھو بہشتی زیور ص ، ۱۳۰ -

(۳) کتاب الزکوٰۃ

صدقات کے مصارف :

ارشاد باری ہے :

"اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ ۔۔۔ حکیم " - [۳۱]

ترجمہ : صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ھیں اور جن کی دلجوئی کرنا ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرضہ داروں کے قرضہ میں اور جہاد میں اور مسافروں میں - یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالی بڑے علم والے بڑی حکمت والے ھیں -

یہ کل آٹھ مصارف صدقات یا زکوٰۃ ھیں ان کے متعلقہ مسائل کا تذکرہ مولانا تھانوی یوں کرتے ھیں -

(مسئلہ نمبر (۱) :

" مُؤَلَّفَۃُ الْقُلُوْبُ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زکوٰۃ

۳۱- سورۃ التوبۃ ، پ ۱۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

دی جاتی تھی گو وہ مسلمان نہ ھوں مگر ان کے مسلمان ھونے کی امید ھو یا محض ان کے شر و فتنہ سے بچنے کے لئے اور مسلمان ھوں مگر غریب ھوں محض ان کو اسلام سے محبت پیدا کرنے کے لئے صحابہ کے وقت میں اجماع ھو گیا ان کے عدم استحقاق پر جو علامت ھے حکم سابق کے منسوخ ھو جانے کی ۔

مسئلہ نمبر (۲) :

اسلام اور قدر نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیۃ کا مالک و قابض نہ ھونا سب شرط ھے بجز عاملین و محصلین زکوٰۃ کے جو سلطان اسلام کی طرف سے مقرر ھوں ۔ ان کو باوجود غنی ھونے کے بھی اس زکوٰۃ میں سے بطور اجرت کے دینا جائز ھے ۔

مسئلہ نمبر (۳) :

بنی ھاشم میں سے نہ ھونا تمام اصناف میں شرط ھے ۔

مسئلہ نمبر (۴) :

فقراء اور مساکین کی تفسیر میں گو اختلاف ھے ایک کے معنی ھیں جس کے پاس کچھ نہ ھو اور ایک کے معنی ھیں جس کے پاس نصاب سے کم ھو مگر حکمِ زکوٰۃ میں کوئی اختلاف نہیں ۔

مسئلہ نمبر (۵) :

گردن چھڑانے کا مطلب یہ ھے کہ کسی غلام کو اس کے آقا نے کہہ دیا ھو کہ تو اتنا روپیہ دے دے تو آزاد ھے اس غلام کو زکوٰۃ دی جائے تاکہ آقا کو دے کر آزاد ھو جائے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسئلہ نمبر (۶) :

جس کے پاس دس ہزار روپئے موجود ہو اور گیارہ ہزار کا مثلاً قرضدار ہو اس کو زکوۃ دینا درست ہے ۔

مسئلہ نمبر (۷) :

مجاھد اپنے گھر مال و سامان رکھتا ہے مگر گھر سے جدا ہے اور یہاں سامان نہیں ہے اس کو زکوۃ دینا درست ہے یہی حکم مطلق ہے مسافر کا ۔

مسئلہ نمبر (۸) :

سب مصارف مذکورہ میں یہ شرط ہے کہ جن کو زکوٰۃ دی جائے ان کو مالک کر دیا جائے بدون تملیک زکوۃ ادا نہ ہوگی ۔

مسئلہ نمبر (۹) :

یہ سب احکام ، احکام صدقہ فرض کے ہیں ۔ [۳۲] ( )

یہ تمام مسائل مولانا تھانوی فقہی کتب سے اخذ کرتے اور ان کو اچھے انداز میں مرتب کرتے ہیں ۔

(۳) کتب الصیـام

روزہ اور اعتـکاف کے مسائل :

ارشادِ باری ہے :

---

۳۲ [illegible] بیان القرآن [illegible] مفتاح [illegible] ص ۱۰۸ مزید دیکھئے فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ [32]

مندرجہ بالا آیات سے جو مسائل مولانا تھانوی نے اخذ کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں :

مسئلہ نمبر (۱) :

جس بیماری میں روزہ رکھنا نہایت شاق ہو یا مضر ہو اس میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے ۔

مسئلہ نمبر (۲) :

سفر شرعی حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اپنے مقام قیام سے تین منزل کے قصد تک سفر کرے تو رستہ میں تو یہ مسافر ہو گیا اب منزل مقصود پر پہنچ کر اگر پندرہ روز یا زیادہ قیام کا ارادہ کر لیا تو مسافر نہ رہا اور اگر پندرہ روز سے کم قیام کا ارادہ کیا تو پھر یہ مسافر ہے غرض جو شخص شرعی مسافر ہو اس کو جائز ہے کہ باوجود روزہ رکھ سکنے کے وہ روزہ نہ رکھے ۔ لیکن ایسی حالت میں زیادہ افضل یہی ہے کہ روزہ رکھے ۔

سفر شرعی یہ ہے کہ " السفر الذی یتغیر بہ الاحکام ان یقصد مسیرۃ ثلثۃ ایام و لیالیھا " ۔[33]

وہ سفر جو کہ احکام میں تغیر پیدا کرنے کا موجب ہے وہ یہ ہے کہ تین دن اور رات کی مسافت چلنے کا قصد کرے ۔ " شرح ہدایہ " کی اس عبارت سے مولانا تھانوی نے سفر شرعی کے متعلق جو نظریہ پیش کیا ہے اس کی تائید ہوتی ہے ۔

---

۳۲ ۔ سورۃ البقرہ ۔ ۲ : ۲

۳۳ ۔ شرح الہدایہ [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسئلہ نمبر (۳) :

یہ مریض اور مسافر جتنے دن روزہ نہ رکھیں ان دنوں کا شمار یاد رکھیں اور جب مرض اور سفر ختم ہو جائے بعد رمضان گزر جانے کے اتنے دنوں کا روزہ بہ نیت قضا رکھیں اور یہ قضا روزے خواہ ایک دم سے رکھیں اور خواہ ایک ایک دو دو کر کے رکھیں -[۳۵]

مسئلہ نمبر (۳) :

شروع اسلام میں جب لوگوں کو بتدریج روزہ کا خوگر کرنا منظور تھا یہ حکم ہو گیا تھا کہ باوجود استطاعت روزہ کے فدیہ کی اجازت تھی اب یہ حکم منسوخ ہے۔ البتہ جو شخص بہت بوڑھا ہو یا ایسا بیمار ہو کہ اب صحت کی توقع نہیں ایسے لوگوں کے لئے یہ حکم اب بھی باقی ہے کہ فی روزہ ایک مسکین کو یا تو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں یا خشک جنس دینا چاہیں تو فی روزہ اسی (۸۰) کے سیر سے ایک مسکین کو پونے دو سیر گیہوں دیا کریں اس سے کم درست نہیں -[۳۶]

حکم اعتکاف

مسئلہ نمبر (۱) :

حالت اعتکاف میں بیوی کے ساتھ صحبت اور اسی طرح بوس و کنار سب حرام پھر اگر بوس و کنار میں انزال بھی ہو گیا تو وہ اعتکاف جاتا رہے گا اور بجائے

35- شرح البدایہ، جلد اول، صفحہ 201

36- بیان القرآن، جلد اول، صفحہ [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کے دوسرا قضاء کرنا ہوگا اور اگر بلا شہوت اس نے اس کو یا اس نے اس کو ہاتھ لگا دیا یا بدن دبا دیا تو درست ہے ۔

مسئلہ نمبر (۲) :

اعتکاف صرف ایسی مسجد میں جائز ہے جس میں پانچ وقتوں کی جماعت سے نماز کا اہتمام ہو ۔

مسئلہ نمبر (۳) :

جو اعتکاف رمضان کے اعتکاف کی قضا میں کیا جائے گا اس میں بھی روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا ۔

مسئلہ نمبر (۴) :

اعتکاف والے کو بغیر ضرورت شدیدہ کے مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے ۔

مسئلہ نمبر (۵) :

عورت اگر اعتکاف کرنا چاہے تو جو جگہ اس کی نماز کی مقرر ہے اسی جگہ اعتکاف بھی درست ہے ۔[۳۷]

۵- کتاب الحج

ایامِ حج کا تذکرہ :

ارشاد باری ہے :

۳۷- بیان القرآن ج ۱ ، ص ۱۰۱ ، مفید تشریح کے لئے الہدایۃ ، ج ۱ ، ص ۲۰۷-۲۰۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

الحج اشهر معلومٰت ۔۔۔ ان اللہ غفور رحیم ۔ ۳۸ ۲

مولانا تھانوی لکھتے ھین :

مسئلہ نمبر (۱) :

اَفعال حج شروع ھوتے ھین اِحرام سے ، سو شوال کے مھینے سے اِحرام باندھ لینا بلا کراھت درست ھے اور اس سے پہلے مکروہ ھے ۔ اسی لئے شوال سے حج کے مھینے شروع سمجھے گئے ھین اور اَفعال حج مین جو چھ ھین ھین ان مین اخیر فعل طواف زیارت ھے وہ دسوین تاریخ ذی الحجہ کو ھوتا ھے اس لئے اس تاریخ کو ختم قرار دیا گیا اور بعضے افعال پھر بھی واجب رہ جاتے ھین جو بعد کی تاریخون مین ادا ھوتے ھین ۔

مسئلہ نمبر (۲) :

فحش باتین دو طرح کی ھین ایک وہ جو پہلے ھی سے حرام ھے ۔ وہ حالت حج مین زیادہ حرام ھو گیئی ۔ دوسرے وہ کہ پہلے سے حلال تھی جیسے اپنی بی بی سے بے حیائی کی باتین کرنا ، حج مین یہ بھی درست نہین ۔

اسی طرح بے حکمی دو طرح کی ھے ایک وہ جو پہلے بھی حرام ھے جیسے تمام گناہ ، یہ حالت حج مین زیادہ حرام ھو جاوین گے ۔ دوسرے وہ امور جو خاص حج کی وجہ سے ممنوع ھو گئے ۔ جیسے خوشبو لگانا بال کاٹنا وغیرہ ۔ اسی طرح رفیقون سے لڑنا بھی برا ھے اور حج مین یہ اور برا ھو جاتا ھے ۔

[illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسئلہ نمبر (۳) :

بے خرچ لئے ہوئے حج کو جانا ایسے شخص کو درست نہیں جس کے نفس میں قوت توکل نہ ہو اور اس کو غالب گمان ہو کہ میں شکایت و بے صبری میں مبتلا ہو جاؤں گا اور سوال کر کے لوگوں کو پریشان کروں گا ۔[۲۹]

طواف زیارت

ارشاد باری ہے :

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۔[۳۰]

طواف زیارت فرض ہے ۔[۳۱]

مقام ابراہیم پر دوگانہ :

ارشاد ہے :

"وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۔"[۳۲]

ترجمہ : اور مقام ابراہیم علیہ السلام کو نماز پڑھنے کی جگہ بنایا کرو "

مولانا تھانوی فرماتے ہیں مقامِ ابراہیم ایک خاص پتھر کا نام ہے جس پر کھڑے ہو کر آپ نے کعبہ کی عمارت بنائی تھی وہ کعبہ کے پاس ایک محفوظ جگہ پر رکھا ہوا ہے وہاں نفلیں پڑھنا ثواب ہے اور جب طواف کرے تو اس وقت دو رکعت پڑھنا امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے ۔[۳۳]

---

(۲۹) بیان القرآن جلد ۱ ، ص ۱۱۱-۱۱۲ (۳۰) سورۃ الحج : ۳۳

[illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

السعی بین الصفاء والمروۃ :

إِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ ... عَلِيمٌ ۝ [۳۳]

صفا اور مروہ کی سعی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے اور ترک پر ایک بکری کا دم لازم آتا ہے امام مالکؒ و شافعیؒ کے نزدیک یہ فرض ہے اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک یہ سنّت ہے اور سب کی دلیل یہ حدیث ہے جو الطبرانی عن ابن عباسؓ سے بیان کی گئی قال سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم فقال ان اللّٰہ کتب علیکم السعی فاسعوا ۔ [۳۵]

امام احمد بن حنبلؒ "فلا جناح" سے استدلال کرتے ہوئے اسے استحباب و سنت پر محمول کرتے ہیں اور امام شافعیؒ و مالکؒ اسے فرضیت پر محمول کرتے اور امام ابو حنیفہؒ اسے وجوب لیتے ہیں ۔ [۳۶]

یہ مسئلہ بہت اہم ہے اور اسے طویل تشریح سے مزین کرنا ضروری تھا مگر مولانا تھانوی نے بہت اختصار کے ساتھ کام لیا ہے ۔

عمرہ کا بیان :

ارشاد باری ہے :

۝ وَ أَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۔ [۳۷]

اور مکمل کرو حج اور عمرہ کو اللّٰہ کے لئے

مولانا تھانوی نے اس کی تشریح میں اشارہ کیا ہے کہ عمرہ واجب نہیں ۔ البتہ استطاعت ہونے پر حج فرض ہے اور حج کو عمرہ کے ساتھ ادا کرنا بہتر ہے کیونکہ حدیث

۳۳- البقرۃ : ۱۵۸ (۳۵) بیان القرآن بحوالہ طبرانی صفحہ ۸۹

۳۶- [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں بھی اس کی تائید کی گئی ہے ۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔

عن ابی مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم تابعوا بین الحج والعمرۃ فانھما ینفیان الفقر و الذنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید والذھب والفضۃ و لیس للحجۃ المبرورۃ ثواب الا الجنۃ ۔ [۲۸]

اس کے بعد مولانا تھانوی نے مزید مسائل حج کیلئے قارئین کو کتب فقہ کی طرف مراجعت کا مشورہ دیا ہے ۔

حالت احرام میں شکار حرام ہے :

ارشاد باری ہے :

" یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ ۔۔۔ ذُوانْتِقَام " ۔ [۲۹]

ترجمہ : اے ایمان والو وحشی شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالتِ احرام میں ہو ۔ اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے ۔ جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کریں خواہ وہ پاداش خاص چوپاؤں میں سے ہو بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دے دیا جائے اور خواہ اس کے برابر روزے رکھ لئے جائیں تاکہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ چکھیں ۔

اس سے جو مسائل نکلتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں ۔

۲۸۔ شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی ، مشکوۃ المصابیح ۔
ص ۲۲۲ ،

۲۹۔ [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسئلہ نمبر (۱) :

حرام کے جانور کے بھی یہی احکام ہیں البتہ اگر یہ قاتل مُحرِم نہ ہو تو آگے جو روزے کا حکم آتا ہے وہ اس کے لئے کافی نہیں -

مسئلہ نمبر (۲) :

صید جو کہ حرم اور اِحرام میں حرام ہے عام ہے خواہ ماکول ہو یا غیر ماکول لِاِ طلاق - الایۃ -

مسئلہ نمبر (۳) :

البتہ جو دلیل سے مستثنٰی ہو گئے ہیں ان کو پکڑنا - قتل کرنا حلال ہے- جیسے دریائی جانور کا شکار بوجہ الایۃ اور خشکی کے بعض نقصان دہ جانور -

مسئلہ نمبر (۴) :

صید وحوش ہی کو کہتے ہیں پس جو خِلقۃً اهلی ہیں جیسے بھیڑ بکری گائے اونٹ ان کا ذبح کرنا اور کھانا حلال ہے -

مسئلہ نمبر (۵) :

جو حلال شکار غیر حرام اور غیر حرم میں کیا جائے اس کا کھانا محرم کو جائز ہے جبکہ یہ اس کے قتل میں معین یا مشیر نہ ہو -

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسئلہ نمبر (۶) :

جیسے تعمد میں جزاء واجب ہے اسی طرح خطاء و نسیان میں بھی ۔

مسئلہ نمبر (۷) :

جیسا پہلی بار میں جزاء واجب ہے اسی طرح دوسری ، تیسری بار بھی ۔

مسئلہ نمبر (۸) :

حاصل جزاء کا یہ ہے کہ جس زمان اور جس مکان میں یہ جانور قتل ہوا ہے بہتر تو یہ ہے کہ دو عادل شخص اور جائز یہ بھی ہے کہ ایک عادل سے اس جانور کی قیمت کا تخمینہ کرائے پھر اس میں تفصیل ہے کہ وہ مقتول جانور اگر غیر ماکول ہے تب تو یہ قیمت ایک بکری کی قیمت سے زیادہ واجب نہ ہوگی اور اگر وہ جانور ماکول تھا جس قدر تخمینہ ہوگا ۔ وہ سب واجب ہوگا اور دونوں حال میں آگے اس کو تین صورتوں میں اختیار دیا گیا ہے ، خواہ اس قیمت کا کوئی جانور حسب شرائط قربانی خرید لے اور حدود حرم کے اندر ذبح کر کے فقراء کو بانٹ دے اور یا اس قیمت کے برابر غلہ حسب شرائط صدقہ فطر کے فی نصف صاع فقراء کو دیدے اور یا بحساب فی مسکین نصف صاع جتنے مساکین کو وہ غلہ پہنچ سکتا اتنے شمار سے روزے رکھ لے اور تقسیم غلہ اور روزوں میں حرم کی قید نہیں ہے اور اگر قیمت نصف صاع سے بھی کم واجب ہوئی ہے تو اختیار ہے خواہ ایک مسکین کو دے دے یا ایک روزہ رکھ لے اسی طرح فی مسکین نصف صاع دے کر نصف صاع سے کم بچے گا تو بھی یہی اختیار ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

آیت مذکورہ کے " مجزاء مثل " کے جملہ پر احناف و شوافع میں سخت اختلاف ہے مگر مولانا تھانوی نے مسلک احناف ذکر کرتے ہوئے شوافع کے مسلک کی طرف نہ متن میں اور نہ ہی حاشیہ میں تذکرہ کیا ہے -[50]

ان مذکورہ مسائل کے علاوہ قرآن مجید میں حج کے احکام جہاں کہیں مذکور ہوئے ہیں تقریباً اسی طرز پر ان کی تشریح و تفسیر کی جاتی ہے - باقی مسائل کو انہیں پر قیاس کیا جائے -

(۲) کتاب نکاح

==========

کن عورتوں سے نکاح حرام ہے :

ارشاد باری ہے :

" وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ------- كان غفورا رحيما " -[51]

آیت اول کی تشریح میں مولانا تھانوی رقم طراز ہیں :

اور تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ ، دادا یا نانا نے نکاح کیا ہو مگر جو بات گزر گئی - آئندہ کبھی ایسا نہ ہو بے شک یہ بات عقلاً بھی بڑی بے حیائی ہے اور اہل طبائع سلیمہ کے عرف میں بھی نہایت نفرت کی بات ہے اور شرعاً بھی بہت برا طریقہ ہے -

فقہی طور پر اس کی پوزیشن واضح کرتے ہوئے مولانا تھانوی فرماتے ہیں :

[illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسئلہ :

نکاح شرعاً حکم وطی میں ھے جب باپ کی موطوئہ حکمیہ سے نکاح حرام ھے تو جو اس کی موطوئہ حقیقیہ ھو کر بلا نکاح ھو اس سے بدرجہ اولٰی نکاح حرام ھے اور یہی مذھب ھے امام ابو حنیفہ کا ، کہ جس عورت سے باپ نے زنا کیا ھو اس سے بیٹا نکاح نہیں کر سکتا اسی طرح جہاں نکاح سے تحریم ثابت ھو جاتی ھے زنا سے بھی ھو جاتی ھے -

آیت ثانیہ میں محرمات کی اقسام کا تذکرہ ھے مولانا لکھتے ھیں :

اول ، محرمات نسبیہ :

یہ ھیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور ان میں سب اصول و فروع بواسطہ و بلا واسطہ سب داخل ھیں اور تمہاری بہنیں خواہ عینی ھوں یا علاتی یا اخیافی اور تمہاری پھوپھیاں اس میں باپ کی اور سب مذکر کی تینوں قسمیں آ گئی ھیں اور تمہاری خالائیں ، اس میں ماں کی اور سب مونث اصول کی تینوں قسمیں آ گئیں اور بھتیجیاں اس میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد بوساطہ اور بلا واسطہ سب آ گئے اور بھانجیاں اس میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد بواسطہ و بلا واسطہ سب آ گئے -

دوم - محرمات ، رضاعیہ :

یہ ھیں تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ھے اور تمہاری وہ بہنیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

جو دودھ پینے کی وجہ سے ہیں یعنی تم نے ان کو حقیقی یا رضاعی ماں کا دودھ پیا ہے یا اس نے تمہاری حقیقی یا رضاعی ماں کا دودھ پیا ہے گو مختلف وقت میں پیا ہو ۔

سوئم ۔ محرمات یا مصاہرہ :

وہ یہ ہیں تمہاری بیبیوں کی مائیں اس میں زوجہ کے سب مؤنث اصول آ گئے اور تمہاری بیبیوں کی بیٹیاں اس میں زوجہ کے سب مؤنث فروع آ گئے جو کہ عادتاً تمہاری پرورش میں رہتی ہیں مگر اس میں ایک قید بھی ہے وہ یہ کہ وہ لڑکیاں ان بیبیوں سے ہیں جن کے ساتھ تم نے صحبت کی ہو یعنی کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے اس کی لڑکی حرام نہیں ہوتی ۔ بلکہ جب اس عورت سے صحبت بھی ہو جائے تب لڑکی حرام ہوتی ہے اور اگر ہنوز تم نے ان بیبیوں سے صحبت نہ کی ہو گو نکاح ہو چکا ہو تو ایسی بیبی کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے میں تم کوکوئی گناہ نہیں ۔

چہارم :

وہ عورتیں جو کہ شوہر والی ہیں مگر اس قسم میں مستثنٰی ہیں جو کہ شرعاً تمہاری مملوک ہو جائیں اور ان کی حربی شوہر دارالحرب میں موجود ہیں اور بعد ایک حیض آ جائے یا وضع حمل کے حلال ہیں ۔ (کذا فی الهدایۃ)[54]

مہر کا بیان :

قرآن مجید میں تقریباً تین مقامات پر مہر کا بیان ہوا ہے ہم یہاں سورۃ الاحزاب کی آیت پر اکتفا کرتے ہیں ارشاد باری ہے :

toobaa-elibrary.blogspot.com

" قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ ۔۔۔ غَفُوراً رَّحِيماً " ۔ [53]

ترجمہ : ہم کو وہ احکام معلوم ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیبیوں اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کئے ہیں تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ غفور بھی ہے اور رحیم بھی ہے ۔

اس آیت کا بین القوسین ترجمہ اور تشریح اس انداز میں کی گئی ہے کہ یہاں پر جو فقہی مسئلہ پیش آتا ہے اس کا حل ہو گیا ہے ۔ مولانا فرماتے ہیں :

" ہم کو وہ احکام معلوم ہیں اور آیات اور روایات میں اوروں کو بھی معلوم کرا دیئے ہیں جو ہم نے ان عام مؤمنین پر ان کی بیبیوں اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کیے ہیں جو ان احکام سے متمایز ہیں جن میں سے نمونہ کے طور پر ایک اوپر بھی آیت " اذ نکحتم " میں مذکور ہے جس میں " فَمَتِّعُوهُنَّ " سے مہر کا لزوم نکاح کے لئے تسمیتاً یا وجوباً حقیقتاً یا حکماً ثابت ہوتا ہے ۔" [54]

" اصول الشاشی " میں ہے (هذه الاية) خاص فی التقدیر الشرعی فلا یترک العمل به باعتبار انه عقد مالی فیعتبر بالعقود المالية " ۔ [55]

فقہ حنفی میں نکاح کو عقد ثانی کے مساوی درجہ دیا گیا ہے اور مہر کے بغیر نکاح کا تصور نہیں ہے اگرچہ نکاح کے موقعہ پر مہر کا ذکر ہو یا نہ ہو مگر حق مہر ضرور ادا کرنا ہوگا ۔ شرح الہدایہ میں ہے " و یصح النکاح و ان لم یسم فیه فهو ثم المهر واجب شرعا ابانة لشرف المحل فلا يحتاج الى ذكره لصحة النكاح " ۔ [56]

---

۵۳ ۔ الاحزاب : ۵۰ ۔ ۵۴ بیان القرآن ، جلد نہم ، صفحہ ۵۹

۵۵ ۔ الشاشی ، نظام الدین ، کراچی ، صفحہ ۷

۵۶ ۔ شرح ہدایہ ، جلد ... صفحہ ۳۲۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کے بعد اس آیت سے متعلقہ فقہی مسائل اور ان اصلاحات کی پردہ کشائی ملاحظہ ہو ۔

" ف " جن دو شخصوں میں باہم اس طرح قول و قرار ہو جائے کہ ہم ایک دوسرے کے اس طرح مددگار رہیں گے کہ اگر ایک شخص کے ذمہ کوئی دیت لازم آئے تو دوسرا اس کا متحمل ہو اور جب مر جائے تو دوسرا اس کی میراث لے ۔ یہ عہد عقد موالاۃ " ہے ۔ اور ان میں ہر شخص مولی الموالاۃ کہلاتا ہے ۔ یہ رسم عرب میں اسلام سے پہلے بھی تھی ۔ اس میں وہ لوگ قسم بھی کھایا کرتے تھے ابتداء اسلام میں جب تک کہ اکثر مسلمانوں کے رشتہ دار مسلمان نہ ہوئے تھے اور اس وجہ سے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہم انصار و مہاجرین سے عقد اخوت جس کا اثر اسی " موالاۃ " کا سا تھا منعقد فرمایا تھا اس وقت میں اسی رسم قدیم کے موافق حکم رہا کہ انصار و مہاجرین میں باہم میراث جاری ہوتی تھی پھر جب لوگ بکثرت مسلمان ہو گئے اس میں اول وہ ترمیم ہوئی جو اس آیت میں مذکور ہے یعنی چھٹا حصہ اس مولی الموالاۃ کو اور باقی دوسرے ورثہ کو دلایا جاتا تھا پھر بعد چندے سورۃ احزاب کی آیت " و الوا الارحام بعضھم اولی ببعض " سے بالکل ہی اس مولی الموالاۃ کا حصہ منسوخ ہو گیا ۔ شاید تدریج نسخ کی حکمت سے اول چھٹا رکھا پس یہ آیت منسوخ ہے بخاری اور قسطلانی اور روح المعانی حضرت ابن عباس اور بروایت طبری قتادہ سے اور بروایت ابن جریر نیز قتادہ سے ۔۔۔ یہ روایت مذکور ہے جن کے مجموعے سے یہ تقریر اخذ کی گئی ہے یہ ان تک تو تمام آئمہ امت متفق ہیں کہ دوسرے ورثہ کے ہوتے ہوئے خواہ وہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسئلہ :

علامت بلوغ کی انزال اور حیض ہے اور یہ نہ ہو تو مرد کی عمر اٹھارہ سال اور عورت کی سترہ سال کی اور بقول علماء مفتی یہ دونوں پندرہ سال ہیں ۔

مسئلہ :

البتہ اس کے دماغ میں ایسا فتور ہو جس کو "جنون" یا "عتہ" کہتے ہیں ۔ اس کا حکم تمام عمر مثل نابالغ کے رہے گا یہ سب مسائل ہدایہ میں ہیں ۔

دفع شبہ :

امام صاحب کے اس مسئلہ پر کہ بعد پچیس سال کے اس کا مال دیا جائے شبہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے تو "رشد" پر مدار رکھا ہے اور ابھی رشد ہوا نہیں ہے ؟

جواب یہ ہے کہ یہاں رشد مقابل سفہ کے ہے اور سفہ سے مراد مطلق سفہ نہیں بلکہ وہ سفہ جو اثر صبا یعنی طفولیت کا ہے ۔ چنانچہ نابالغوں کا ذکر اس کا قرینہ ہے اور احقر (اشرف علی) نے ترجمہ سفہاء میں لفظ "ان" سے اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ پس ابتداء بلوغ میں تو اس کو عمر سابق کا بقیہ سمجھیں گے اور جب پچیس سال کی عمر ہو گئی جس میں آدمی دادا بن سکتا ہے اب طفولیت کا اثر قطعاً نہ رہا اس وقت کی بے عقلی دوسری قسم کی ہے پس وہ سفہ نہ رہا تو اس کا مقابل یعنی رشد آ گیا جس کو بوجہ تنکیر کے ایک گونہ رشد سے تفسیر کیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

مقدار مہر کیا ہونا چاہیئے فقہ حنفی میں اس کی تفصیل یہ بیان کی گئی ہے

" اقل المھــر عشرة در اھم مضروبة او غیــر مضروبة ثم الاصل فی التسمیة انھــا اذا صحت و تقررت یجب المسمی ثم ینتظــر ان کان المسمی عشرة فما صدا و لیس لھا الا ذالک و ان کان دون العشرة یکمل عشرة ولــو طلقھــا قبل الدخــول بھا تجب خمسة و ان طلقھا قبل الدخول والخلوة فلھا نصف المسمی "۔ [٥٧]

(٧) کتاب الــرضاع

ارشاد باری ھے :

" وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ ـــ ـــ ـــ اَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ " ۔ [٥٨]

اس آیت کے تحت مولانا تھانوی لکھتے ھیں :

مسئلہ :

ماں اگر کسی وجہ سے معذور نہ ھو تو اس کے ذمہ دیانةً یعنی عنداللہ واجب ھے کہ بچہ کو دودھ پلائے جبکہ وہ منکوحہ ھو یا عدّت میں ھو اور اجرت لینا درست نہیں ۔ " وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ " میں بھی یہی مسئلہ مذکور ھے اور اگر طلاق کے بعد عدت گزر چکی ھو تو اس پر بلا اجرت دودھ پلانا واجب نہیں ۔ چنانچہ دونوں صورتوں میں اجرت مانگنے کا حکم آگے آتا ھے اور " والوالدات " اگرچہ لفظاً اس دوسری صورت کو بھی عام ھے مگر اگلے جملہ " و علی المولود له رزقھن و کسوتھن " کے سبب سے یہ

٥٧۔ فتاوی عالمگیری ، ج ۱ ، ص ۳۱۲ ،

٥٨۔ البقرة ۲ : ۲۳۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

وجوب ارضاع مفید ہو گیا وجوب رزق و کسوۃ کے ساتھ اور وجوب رزق و کسوۃ دو حالت میں ہے ۔ نکاح میں اور عدت میں ۔ لھذا یہ وجوب ارضاع بھی نکاح اور عدت کی حالت میں ہوگا (کذا فی فتح القدیر)" ۔[59]

مولانا تھانوی نے کوزے میں دریا بند کیا ہے اور جامعیت کے اعتبار سے یہ خوب صورت بیان ہے ۔

(۸) کتاب الطلاق

طلاق ثلثہ کا ذکر :

"اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ" میں طلاق بائن کا تذکرہ ہوا ہے اور مندرجہ ذیل آیت میں طلاق ثلثہ اور اس کے بعد حلالہ کا تذکرہ ہے ۔ ارشادِ باری ہے :

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ[60]

ترجمہ : پھر اگر کوئی طلاق دے دے عورت کو تو پھر وہ اس کے لئے حلال نہ رہے گی اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند سے نکاح کرے ۔

" اس کو حلالہ کہتے ہیں جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر پھر دوبارہ اس کے ساتھ نکاح کرے یہی حلالہ کا طریق شرط ہے اور جن ہر طلاقوں کے ساتھ یہ تیسری طلاق ہوگی خواہ وہ دونوں طلاق رجعی ہوں یا بائن یا ایک رجعی، ایک بائن پھر تیسری بھی خواہ صریح لفظ سے ہو یا غیر صریح لفظ سے ۔ جس کو

---

۵۹ - بیان القرآن ، ج ۱ ، ص ۱۳۲ ، مزید رد المختار ، ج ۱ ، ص ۳۰۵ ، مزید [illegible]

۶۰ - [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

کنایہ کہتے ہیں اس میں عنداللہ نیت کی ضرورت ہے پھر یہ تینوں طلاق خواہ بالدفعات ہوں یا دفعۃً واحدۃ ہوں اور ایک ہی کلمہ سے ہوں یا متعدد کلمات سے سب کا حکم یہی ہے "۔[٦١]

(۹) کتاب الفرائض

آیت " وابتلوا الیتمٰی حتّٰی اذا بلغوا النکاح "[٦٢]

کے تحت مولانا تھانوی لکھتے ہیں :

ف ۔ مسئلہ :

قبل بلوغ آزمائش کا جو طریقہ بتلایا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ اگر خرید و فروخت کرے باذن ولی جائز ہے ۔

مسئلہ :

ایک گونہ تمیز کی جو تفسیر کی گئی ہے اس تمیز نہ ہونے کو " سفہ " کہتے ہیں جو مانع تفویض مال ہے خواہ سلیقہ ہو یا نہ ہو مگر اس سلیقہ سے کام نہ لیتا ہو یعنی انتظام نہ کرتا ہو بلکہ مال کو اڑاتا ہو ۔ دونوں صورتوں میں مال ابھی نہ دیا جائے گا اور اوپر جو کہا ہے " ذرا سمجھدار " اس " ذرا " سے بھی یہی خاص تمیز مراد ہے ۔

---

٦١ ۔ بیان القرآن ، ج ۱ ، ص ۱۳۲ ، مزید ملاحظہ ہو رد المختار ، باب الرجعۃ ، ج ۲ ، ص ۸۲۱

٦٢ ۔ سورۃ النساء ...

toobaa-elibrary.blogspot.com

گیا ہے اور رشد پر تفویض مال کا حکم منصوص ہے پس مال دے دیا جائے گا ۔

ایک اور شبہ اس پر یہ ہے کہ اس کے بعض تصرفات نافذ ہو جائیں گے شبہ یہ ہے کہ پھر مال نہ دینے سے کیا فائدہ ہوا ؟

جواب یہ ہے کہ اکثر اتلاف مال تبرعات میں ہوتا ہے اور وہ نافذ نہیں ہوتے ہیں یہ فائدہ کافی ہے ۔ یہ سب تقریر ہدایہ سے ماخوذ ہے ۔[۲۳]

ترجمہ میراث مولی الموالاۃ :

ارشاد باری ہے :

" و لکل جعلنا موالی مما ترک الوالدن و الاقربون والذین عقدت ایمانکم فاتوھم نصیبھم ان اللہ کان علی کل شی ء شھیدا " ۔[۲۴]

اس کا بین القوسین ترجمہ یہ کیا گیا ہے ۔ مولانا تھانوی لکھتے ہیں :

" اور ہر ایسے مال کے لئے جس کو والدین اور (دوسرے) رشتہ دار لوگ (اپنے مرنے کے بعد) چھوڑ جائیں ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں اور جن لوگوں سے تمہارے عہد " پہلے سے) بندھے ہوئے ہیں (اسی کو مولی الموالاۃ کہتے ہیں) ان کو (اب جبکہ شرع سے رشتہ دار لوگ وارث مقرر ہو گئے ۔ ساری میراث مت دو بلکہ صرف) ان کا حصہ (یعنی ایک ششم) دے دو ۔ بے شک اللہ ہر چیز پر مطلع ہیں (پس ان کو ساری میراث نہ دینے کی حکمت اور ششم حصہ مقرر کر دینے کی مصلحت اور یہ کہ یہ ان کو کون دیتا ہے کون نہیں دیتا ان سب کو اس کی خبر ہے) ۔

---

۲۳ [illegible] القرآن [illegible]
۲۴ النساء [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

ذوی الفروض نسبیہ ہوں یا عصبہ ہوں یا ذوی الارحام ہوں اس مولی الموالاۃ کو کچھ میراث نہیں ملے گی لیکن جب کوئی نہ ہو اور ایسا شخص ہو تو اس میں اختلاف ہے ۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کو کل میراث ملے گی البتہ اگر قبل اس کے کہ اس کی طرف سے دوسرا دیت ادا کرے اس عہد کو فسخ کر دے تو فسخ ہو جائے گا اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ عہد ایک طرف سے ہو اور دوسری طرف سے نہ ہو اس وقت یہ احکام ایک طرف سے ہو جائیں گے ۔ کذا فی الهدایہ اور ابن عباس " نصیب " کی ایک تفسیر خیر خواہی یا استحبابا وصیت منقول ہے پس یہ ایتاء نصیب منسوخ نہ ہوگا ۔[٦٥]

اس مندرجہ بالا مسئلہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا تھانوی اصطلاحات فقہیہ کو قدرے تفصیل سے ذکر کرتے اور صورت مسئلہ بھی خوب سمجھاتے ہیں لیکن مذاہب مختلفہ کی تفصیل ذکر کرنے سے گریز کرتے ہیں نیز فقہ حنفی کا موقف تو بیان کرتے ہیں لیکن اسکے دلائل سے گریز کرتے ہیں ۔

۱۰۔ کتاب القصاص

مسئلہ دیت :

دیت کا مسئلہ فقہی مسائل میں بڑی اہمیت کا حامل ہے مولانا تھانوی نے اس کو بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے ، وہ لکھتے ہیں :

مسئلہ : قتل کی تین قسمیں ہیں :

---

٦٥ بیان القرآن ، جلد دوم ، صفحہ 287

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱) عمد :

جو ظاهرا قصد سے ایسے آلہ کے ذریعہ سے واقع ہو جو آہنی یا تفریق اجزاء میں بجائے آہنی کے ہو جیسے دھار والا بانس یا دھار والا پتھر یا آگ ۔

(۲) شبہ عمد :

جو قصدا تو ہو مگر ایسے آلہ سے نہ ہو ۔

(۳) خطاء :

یا تو قصد و ظن میں کہ دور سے آدمی کو شکاری جانور یا حربی سمجھ کر نشانہ لگا دیا یا فعل میں کہ نشانہ تو جانور ہی کو لگایا لیکن آدمی کے جا لگا اس آیت میں خطاء سے مراد " غیر عمد " ہے پس دوسری تیسری دونوں قسمیں اس میں آ گئی ہیں ۔ دونوں میں دیت بھی ہے اور گناہ بھی مگر ان دونوں امر میں دونوں قسمیں متفاوت میں دیت دوسری قسم کی سو اونٹ ہیں چار قسم کے ۔ یعنی ایک ایک قسم کے پچیس اور دیت تیسری قسم کی سو اونٹ ہیں پانچ قسم کے یعنی ایک ایک قسم کے بیس بیس البتہ اگر دیت میں نقد دیا جائے تو دونوں قسموں میں ایک ہزار دینار شرعی اور دس ہزار درہم شرعی ہیں اور گناہ دوسری قسم میں زیادہ ہے بوجہ قصد کے اور تیسری قسم میں کم صرف بے احتیاطی کا ۔

اس تقریر کے بعد جو مسائل یہاں مستنبط ہوئے ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسئلہ :

یہ مقدار مذکورہ دیت کی جب ہے کہ مقتول مرد ہو اور اگر عورت ہو تو اس کی نصف ہے کذا فی الھدایۃ ۔ دلیل اس کی حدیث بیہقی کی ہے ۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ المراۃ علی النصف من دیۃ الرجل ، کذا فی شرح النقایۃ اور قرآن مجید میں دیت مجمل ہے پس حدیث سے یہ تفصیل و تفاوت مذکور مفسر ہو گئی ۔

مسئلہ :

دیت مسلم اور ذمی کی برابر ہے دلیل اس کی حدیث ہے " قال علیہ السلام دیۃ کل ذی عہد فی عہدہ الف دینار ، کذا فی الھدایۃ اخرجہ ابو داؤد فی مراسیلہ عن سعید بن المسیب کذا فی شرح النقایۃ اور ظاھرا" قرآن مجید سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ دونوں جگہ دیت کو ایک ہی عنوان سے ذکر فرمایا ہے اور ظاھرا" کی قید اس لئے لگائی کہ قائلین بالتفاوت کہہ سکتے ہیں کہ دوسرے دلائل سے ہم کو معلوم ہوا کہ دونوں عنوانوں کا معنی مختلف ہے ۔

مسئلہ :

کفارہ یعنی تحریر رقبہ یا صیام خود قاتل کو ادا کرنا پڑتا ہے اور دیت قاتل کے اہل نصرت پر ہے جن کو شرع کی اصطلاح میں " عاقلہ " کہتے ہیں ۔ تفصیل اس کی کتب فقہ میں ہے دلیل اس کی حدیث ہے ۔ اور قرآن سے یہ حدیث معارض نہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

کیونکہ اصل وجوب قاتل پر ھی ھے لیکن بوجہ اس کے کہ اس قاتل کا جرم خطا مین باعتبار خطا ھونے کے اور شبہ عمد مین بنظر آلہ کے موضوع قتل کے لئے نہین خفیف ھے اس لئے اتنی بڑی رقم اس کے ذمہ ڈالنا مناسب نہین اور عاقلہ کی تخصیص اس لئے ھے کہ آدمی اپنے انصار کے زور پر ایسی بے احتیاطی کرتا ھے آئندہ کو وہ لوگ بھی اس کا انسداد کرین گے اور اس کی حفاظت مین کوتاھی نہین کرین گے پس یہ انصار اس کے وجوب مین اس کے قائم مقام ھین اور یہ نہین کہ اس پر وجوب نہین چنانچہ قاتل بھی اس مین داخل ھوتا ھے ۔

کذا فی الھدایۃ اور اگر آیت مین " علیہ " مقدر نکرین صرف " فالواجب " مقدر ھو تو " علیہ و علیھم " دونون کو شامل ھو جائے گا ۔ پس معارضہ کا شبہ بھی نہ رھے گا ۔

رھا آیت " ولا تزر وازرۃ وّزر اخری " سے تعارض کا شبہ وہ اس تقریر سے رفع ھو گیا کہ ان کی جانب سے ایک گونہ مین حفاظت مین تقصیر رھی یا " لا تزر " کو گناہ کے ساتھ خاص کہا جائے تو سرے سے شبہ ھی نہین رھتا ۔

مسئلہ :

کفارہ مین لونڈی غلام برابر ھین لفظ " رَقَبَۃٌ " عام ھے البتہ صحیح الاعضاء ھو کیونکہ مطلق سے مراد کامل ھوتا ھے ۔ کذا فی کتب الفقھیۃ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسئلہ :

دیت مقتول کی شرعی ورثہ میں تقسیم ہوگی اور جو اپنا حصہ معاف کر دے گا اس قدر معاف ہو جائے گا اگر سب نے معاف کر دی تو ساری معاف ہو جائے گی ۔ کذا فی کتب الفقہیہ ۔

مسئلہ :

اہل میثاق کے باب میں جو دیت واجب ہے ظاہر یہ ہے کہ اہل کے باوجود کے وقت ہے اور اگر اہل نہ ہوں یا وہ اہل مسلمان ہوں کہ بجائے نہ ہونے کے ہے تو اگر وہ ذمی ہے تو دیت ہوگی اور بیت المال میں آئے گی کیونکہ ذمی کا ترکہ بیت المال میں آتا ہے۔

مسئلہ :

ہندوستان میں رقبہ نہیں ملتا ظاہر ہے " لم یجد " صادق آئے گا ۔

مسئلہ :

صیام میں اگر مرض وغیرہ کی وجہ سے تتابع نہیں رہا تو از سر نو رکھنے پڑیں گے البتہ عورت کا حیض قاطع تتابع نہیں ۔

مسئلہ :

اگر عذر سے صیام پر قدرت نہ ہو تو قدرت تک توبہ کیا کرے ۔

مسئلہ :

قتل عمد میں یہ کفارہ نہیں توبہ کرنا چاہیئے ۔[٢٦]

---

٢٦ - [illegible] القرآن ج ۳ ، ص [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

١١- كتاب البيوع

نہی از وصول بقایا سود :

ارشاد باری ہے :

٦٧
یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الربو - الی الایۃ

اس آیت میں سودی مسائل کا تذکرہ مولانا تھانوی اپنے مخصوص انداز میں یوں کرتے ہیں - اس آیت میں حسب ذیل تفصیل ہے -

مسئلہ :

سود نہ چھوڑنا اگر اس طرح ہے کہ اس کو حلال بھی سمجھتا ہے تب تو وہ کافر ہے جس طرح کافروں سے جہاد ہوتا ہے اسی طرح اس سے بھی ہوگا -

مسئلہ :

سود نہ چھوڑنا اگر اس طرح پر ہے کہ اسے حلال نہیں سمجھتا تو وجہ جہاد یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو مسلمان کسی خاص حکم شرعی کے خلاف کرے اور امام کے کہنے سے باز نہ آئے تو اس پر جبر کرنا چاہیئے دو چار پر تو جبر چل جائے گا اور اگر وہ جبر کو نہ مانے بلکہ گروہ بنا کر بمقابلہ پیش آئے تو ان پر جہاد کرنا چاہیئے - گو وہ امر سنت کیوں نہ ہو - اسی لئے فقہاء نے ترک اذان اور ترک ختان پر قتال کا حکم دیا ہے اور ایسے لوگوں کا حکم باغیوں کا سا ہوگا اور اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ اگر تم توبہ

٦٧- البقرۃ ۲۷۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرو تو تمہارا راس المال ملے گا اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں راس المال بھی نہ ملے گا ۔ اس میں یہ تفصیل ہے ۔

مسئلہ :

اگر یہ توبہ کرنا اس طرح ہے کہ سود کو حلال سمجھنے لگا تو چونکہ اس کے قبل یہ شخص مسلمان ہے ۔ جیسکہ یایہا الذین امنوا " اس کا قرینہ بھی ہے اور سود کو حلال سمجھنا کفر ہے اور اسلام کے بعد کفر کرنا ارتداد ہے اس لئے یہ شخص مرتد ہو جائے گا ۔ کہ اگر ازسر نو اسلام قبول نہ کرے تو اس کو قتل کر دیا جاتا ہے اور اس کا تمام مال اس کی ملک سے زائل ہو جاتا ہے پھر اس میں جتنا ارتداد سے پہلے کا حاصل کیا ہوا ہے وہ تو اس کے مسلمان وارثوں کو تقسیم ہو جاتا ہے اور جو ارتداد کی حالت میں حاصل کیا ہے وہ بیت المال میں داخل کر دیا جاتا ہے ۔

مسئلہ :

اور اگر یہ توبہ نہ کرنا اس طرح ہے کہ اس کو حلال نہیں سمجھا مگر ترک نہیں کیا تو اوپر مذکور ہوا ہے کہ اگر یہ بمقابلہ پیش نہ آیا تب تو جبر کر کے ترک کرا ہی دیں گے تو یہ نہ کرنے کی شق میں یہ صورت داخل ہی نہیں اور اگر مقابلہ پیش آیا تو باغی ہے اور باغی کے احکام میں سے یہ ہے کہ ان میں جو قتل سے بچا رہے گا اس کا مال اس کی ملک سے تو زائل نہیں ہوتا مگر اس کے قبضہ سے نکال لیا جاتا ہے یعنی چھین کر اپنے قبضہ میں امانت کے طور پر رکھا جاتا ہے وہ لوگ جس وقت توبہ کر لیں ان کے اموال ان کو واپس کر دیئے جائیں گے یہ سب مسائل ہدایہ میں موجود ہیں ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسئلہ :

جو احقر نے اس آیت سے سمجھا ہے دارالحرب میں حربی سے سود لینا حرام ہے کیونکہ یہ بقایا سود زمانہ جاہلیت کا تھا جبکہ مکہ دار الحرب تھا اگر یہ معاملہ حلال ہوتا تو حلال معاملہ سے جو حق واجب ہو اس کا مطالبہ ہر حال میں درست ہے گو مطالبہ کے وقت وہ معاملہ ناجائز ہو مثلاً ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی سے ایک روپیہ کی شراب خریدی ۔ ان کے لئے معاملہ حلال تھا پھر دونوں مسلمان ہو گئے باوجودیکہ اب ایسی بیع و شراء درست نہیں مگر پچھلا روپیہ وصول کرنا درست ہے پس جب ربوا میں پچھلا بقایا لینے کی اجازت نہ ہوئی ۔ معلوم ہوا کہ اس وقت بھی حلال نہ تھا پھر حربی میں درست نہ ہوا تو مسلم اور حربی میں کیسے درست ہوگا رہا لیا ہوا واپس نہ ہونا یہ تخفیف تھی بعذر عدم علم تحریم کے واسطے دفع حرج کثیر کے اور فقہی روایت جو اس کے متعلق مشہور ہے اور احقر کے نزدیک اس کی خاص تفسیر ہے جس کی سود کی حلت لازم نہیں آتی ۔[68]

یہ تھا بیان القرآن میں فقہی مسائل کا تعارف ۔ جن کا احاطہ شاید ممکن ہی نہیں تاہم جتنے حوالے دیئے گئے ہیں وہ علمی اعتبار سے مستند ہیں اگر مولانا تھانوی مذاہب اربعہ کا مکمل تذکرہ بمعہ دلائل کرتے تو اس سے اس تفسیر کے استناد کے باب میں ایک اچھا اضافہ ہوتا ۔

ایک اور کام جس کی طرف اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ

۶۸۔ بیان القرآن، اول، صفحہ ۱۶۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

رحمة اللہ علیہ نے توجہ مبذول کی وہ تھا احکامات اسلام کی حکمتوں کا تو شاہ صاحب نے حجة اللہ البالغہ لکھی اور ان کے بعد ہندوستان بھر میں مولانا تھانوی دوسرے آدمی ہیں جنہوں نے اس نازک موضوع پر قلم اٹھایا خود فرماتے ہیں :

" اس بحث میں ہمارے زمانہ سے کس قدر پہلے زمانہ میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب حجة اللہ البالغہ لکھ چکے ہیں جسکا اردو ترجمہ ہو چکا ہے مگر عوام کو اس کا مطالعہ مناسب نہیں کہ غامض زیادہ ہے اور اس ہمارے زمانہ میں بھی ایک مصری فاضل ابراھیم آفندی اعلی مدرس بالمدرسة الخذیویہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام اسرار الشریعة ہے اور جو ۱۳۲۸ھ میں مصر کے مطبع الواعظ میں چھپی ہے اور اس سے قبل ایک رسالہ حمیدیہ شائع ہو چکا ہے مگر یہ دونوں نئی کتابیں عربی زبان میں ہیں جن میں سے حمیدیہ کا ترجمہ اردو تو کئی سال ہوئے شائع ہو چکا ہے ۔ اور اس دوسری کتاب " اسرار الشریعة " کا ترجمہ کاندھلہ میں مولوی حافظ محمد اسماعیل صاحب کر رہے ہیں میرے اس مجموعہ کے ساتھ ان کتابوں کا مطالعہ کرنا معلومات میں ترقی دے گا ۔ [۶۹]

اس کتاب کا نام مولانا تھانوی نے " المصالح العقلیة فی الاحکام الاسلام " تجویز کیا اور اس کا اردو میں بھی نام ہے جو مذکور ہو چکا ہے اب ہم اس کتاب سے چند اقتباسات بیان کرتے ہیں ۔

احکام الہی میں وجوہ و اغراض متعددہ ہونے کی حکمتیں :

یہ بات ثابت و مسلم ہے کہ خدا کی پیدا کردہ اشیاء میں مصالح و اغراض

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

۶۹ ۔ [illegible]

متعددہ ہوتے ہین ایسا ہی اس کے احکام مین بھی متعدد حکمتین و اسرار و رموز ہین

چنانچہ ایک ایک جڑی بوٹی اور دوا مین اس کے صدہا اوصاف خواص رکھے ہین حتی کہ

ایک ہی دوا سے کئی کئی امراض کا دفعیہ ہو جاتا ہے لہذا باقاعدہ مذکور ذیل

مین جس قدر وضو کی حکمتین و اسرار ہم بیان کرین گے وہ سب اس مین پائی جاتی ہین

بلکہ اور بھی بہت سی حکمتین اس مین اور دوسرے احکام مین ایسی بھی ہین جہان

تک ہمارا علم نہین پہنچتا ۔

اول حکمت وضو ترک غفلت :

اب ہم ترتیب وار وضو کی حکمتین آیاتقرآنی و احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم و کتب علم الابدان سے لے کر بطور خلاصہ لکھتے ہین لہذا واضح ہو کہ وضو انسان کو ظاہری و باطنی گناہون اور غفلت ترک کرنے پر آمادہ کرتا ہے اگر نماز بغیر وضو کے پڑھنی شروع ہوئی تو انسان اسی طرح پردہ غفلت مین سرشار رہتا ہے اور غافلانہ نماز مین داخل ہو جاتا ہے دنیاوی ہموم و شواغل مین پڑ کر نشیلے آدمی کی طرح ہو جاتا ہے لہذا اس نشہ غفلت کو اتارنے کے لئے وضو شروع ہوا ہے تاکہ انسان باخبر و باحضور ہو کر خدا کے آگے کھڑا ہو ۔

دوم حکمت وضو حفظ ماتقدم :

مشاہدہ و طبی تجارب اس امر کے شاہد ہین کہ انسان کے اندرونی جسم کے زہریلے مواد اطراف بدن سے خارج ہوتے رہتے ہین اور وہ ہاتھ پاؤن یا اطراف

toobaa-elibrary.blogspot.com

منہ و سر پر آ کر ٹھہر جاتے ھین اور مختلف اقسام کے زہریلے پھوڑے و پھنسیون کی شکل مین ظاہر ہوتے رہتے ھین یا تو جسم کے اندر ھی ان کا جوش پانی سے بجھ جاتا ہے یا خارج ہوتا رھتا ھے ۔

سوم حکمت وضو حصول حب الہی :

یہ نیت اطاعت الہی ظاہری و باطنی نظافت کا پابند خدا تعالی کا محبوب بن جاتا ھے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ھے " ان اللہ یحبّ التّوابین و یحبّ المتطہّرین "
(ترجمہ) ۔ یعنی خدا تعالی باطنی و ظاہری طہارت و صفائی کرنے والوں کو دوست رکھتا ھے پس جس صفت سے انسان کو خدا تعالی کا محبوب بننے کا شرف عطا ھو چاھیئے کہ اس سے متصف رھے ۔

چہارم حکمت وضو غلبہ ملکیت پر بہیمیت :

جب طہارت کی کیفیت نفس مین راسخ ھو جاتی ھے تو ھمیشہ کے لئے نور ملکی کا ایک شعبہ اس مین ٹھہر جاتا ھے اور بہیمیت کی تاریکی کا حصہ مغلوب ھو جاتا ھے ۔

پنجم حکمت وضو از دیار عقل :

طہارت سے طبیعت مین عقل کا مادہ بڑھتا رھتا ھے اور جہان عقل تام ہو گئی وہان حضور الہی بھی تام ہوگا ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ششم حکمت وضو عود نور و سرور :

گناھون اور کسل کے باعث جو روحانی نور و سرور اعضاء سے سلب ھو چکا تھا ۔ وضو کرنے سے دوبارہ ان مین عود کر آتا ھے یہی روحانی نور قیامت مین اعضاء وضو مین نمایان طور پر درخشان ظاھر ھوگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم فرماتے ھین " ان امتی یاتین یوم القیامۃ غرا محجلین " مین اثار الوضو فمن استطاع منکم ان یستطیل غرتہ فلیفعل " ، (ترجمہ) ۔ یعنی قیامت کے دن میری امت جب آئے گی تو وضو کے آثار سے ان کے ھاتھ پاؤن اور چہرے روشن ھون گے اس لئے تم مین سے جو کوئی اپنی روشنی بڑھا سکے وہ بڑھائے ۔

ایک دوسری حدیث مین آیا ھے " تبلغ الحلیۃ من المومن حیث یبلغ الوضوء

ترجمہ : یعنی جہان تک وضو کا پانی پہنچے گا وھان تک مومن کو جنت کا نور پہنایا جائے گا ۔

ھفتم حکمت وضو قرب ملائکہ :

طہارت کی وجہ سے انسان کو فرشتون کے ساتھ قرب و اتصال ھو جاتا ھے لہذا وہ اس قابل ھو جاتا ھے کہ خدا تعالی کے دربار مین اس کو شرف باریابی عطا ھو کیونکہ طہارت کی وجہ سے انسان کو شیاطین سے بعد ھو جاتا ھے ۔

ھشتم حکمت وضو شعار الہی مین بطہارت داخل ھونا :

چونکہ نماز عظیم الشان شعار اللہ مین سے ھے لہذا اشعار الہی مین داخل

toobaa-elibrary.blogspot.com

ھونے کے لئے وضو لازم ٹھہرایا گیا ھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ھین

" مفتاح الصلوۃ الطہور یعنی نماز کی کنجی وضو ھے ۔

نہم حکمت وضو عرض حال :

رعایا کو بغرض عرض مطلب و حال اور احکام شاھانہ سننے کے لئے دربار شاھی مین جانے کی ضرورت ھوتی ھے اور اس وجہ سے تمام آداب و تعظیمات جو وقت حضوری دربار بجا لاتے ھین وہ سوال ھی کی مد مین شمار کئے جاتے ھین مگر جیسے عرض مطلب کے لئے زبان اور حکم سننے کے لئے کان چاھیئین ایسا ھی حضور دربار کے لئے ھاتھ منہ پاؤن کا دھونا اور درستی لباس کی ضرورت ھے اور یہ سب کچھ مد سوال و عرض حال ھی مین شمار کئے جاتے ھین پس جب امراء سلاطین کے حضور مین جاتے یا کسی عمدہ یا پاکیزہ کام کا قصد کرتے ھین تو ان اعضا وضو کو دھو لیتے ھین کیونکہ ان پر اکثر گرد و غبار میل کچیل کا اثر بوجہ ان کی برھنگی کے ھوتا رھتا ھے اور باھم ملاقات کے وقت بھی یہی اعضا نظر پڑتے ھین ۔

دھم حکمت وضو حصول تقویت و بیداری اعضائے رئیسہ :

تجربہ سے شہادت ملتی ھے کہ ھاتھ پاؤن کے دھونے سے اور منہ اور سر پر پانی چھڑکنے سے نفس پر بڑا اثر ھوتا ھے اور اعضائے رئیسہ مین تقویت و بیداری پیدا ھو جاتی ھے ۔ غفلت اور خواب اور نہایت بیہوشی اس فعل سے دور ھو جاتی ھے اس تجربہ کی تصدیق حاذق اطباء سے ھو سکتی ھے ۔ کیونکہ جس کو غشی ھو یا زیادہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسہال آتے ہوں یا کسی کی فصد لی گئی ہو اس کے اعضاء مذکور پر پانی چھڑکنا تجویز کرتے

ہیں چنانچہ علامہ قرشی نے اپنی کتاب موجز میں اور دیگر اطباء نے بھی لکھا ہے :

" فائدہ ینعش الحرارة الغریزة و یقویها و ینفع الغشی الحادث عن الکرب

الحمامی وغیرہ "

ترجمہ : یعنی منہ ہاتھ پاؤں پر پانی چھڑکنا حرارت غریزہ کو تازہ اور قوی کر دیتا

ہے اور حمام وغیرہ کی تکلیف سے جو بیہوشی پیدا ہو اس میں یہ امر نافع

ہے "

یہی وجہ ہے کہ انسان کو امر ہوا کہ اپنے نفس کی کاہلی اور پژمردگی و

سستی و کثافت کو بذریعہ وضو دور کرے تاکہ خدا تعالی کے حضور میں کھڑے ہونے کے

لائق ہو سکے - کیونکہ وہ سدا ہوشیار و بیدار ہے - چنانچہ وہ فرماتا ہے :

" لا تأخذہ سنة ولا نوم "

ترجمہ : یعنی خدا تعالی کو غفلت و نیند نہیں پکڑتی -

پس غافل و کاہل اس کے حضور میں کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہو سکتے ہیں

یہی وجہ ہے کہ نشہ و مستی کی حالت میں نماز پڑھنا مشروع نہیں ، چنانچہ خدا تعالی

فرماتا ہے -

" لا تقربوا الصلوة و انتم سکاری "

ترجمہ : نماز کے نزدیک نہ جاؤ جب کہ تم نشہ کی حالت میں ہو -

کسی نشہ باز کو کسی ظاہری حاکم و بادشاہ کے دربار میں بحالت نشہ جانے کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

اجازت نہیں دی جاتی ۔ پس جب کہ نشہ باز و شرابی بحالت نشہ و غفلت ایک دنیاوی حاکم کے دربار میں باریاب نہیں ہو سکتا تو جو شخص نشہ باز و غافل جیسے حالت بنائے ہوئے اس کو احکم الحاکمین کے دربار میں کب شرف باریابی عطا ہو سکتا ہے ۔ نشہ کی حالت میں نماز اسی لئے ممنوع ہو گئی کہ نشہ باز کو بحالت نشہ معلوم نہیں ہوتا کہ منہ سے کیا کہہ رہا ہے اور اس کے دل میں کیا گزر رہا ہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے :

• حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ •

ترجمہ : یعنی نماز اس حالت میں پڑھو کہ تمہارے دل کو معلوم ہو جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہو یعنی ان کلمات سے تمہارے دل کا واقف ، دانا ہونا ضروری ہے جو تمہارے منہ سے نکل رہے ہیں اور جن کو تم اپنی زبان سے پڑھ رہے ہو ۔

<u>اختتام وضو پر دعائے توبہ پڑھنے کا راز :</u>

وضو میں ساتوں انداموں کو دھونا سات قسم کے گناہوں کو ترک کرنے کی طرف ایماء اور رجوع الی اللہ کی صورت اور صفائی ظاہر و باطن کی استدعا اور زبان حال کی دعا ہے اور اس کے بعد دعائے توبہ کو زبانِ قال سے پڑھنا رحمتِ الٰہی کو جذب کرنے کے لئے بہت ہی مناسب و موکد مدعا ہے کیونکہ جب انسان کا ظاہر پانی سے پاک ہو جاتا ہے تو یہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ اس کا دل بھی اسی طرح پاک

toobaa-elibrary.blogspot.com

و صاف ہو جائے ۔ مگر وہاں تو دست قدرت الٰہی کے سوا کسی اور کی دسترس نہیں ہو سکتی ۔ اس لئے اس مقصد کے حصول کے لئے اسی کے آگے دست سوال پھیلایا جاتا ہے۔

اللھم اجعلنی من التوابین و اجعلنی من المتطھرین "

ترجمہ : یعنی اے خدا مجھے تائبین اور پاکیزہ دلوں کے گروہ میں شامل کیجیو "

جواب اس سوال کا کہ وضو کی ترتیب کیوں مامور بہ ہے :

وضو کی ترتیب منصوص کا خلاف اس لئے ناجائز ہے کہ انسان سے احکام الٰہی کی مخالفت و گناہ کا ظہور اسی ترتیب سے ہوتا ہے جو قرآن کریم میں مذکور ہے لہذا اعضائے وضو کو بترتیب منصوص دھونا ان کو گناہوں اور خدا کی نافرمانیوں سے دھونے اور تائب کرنے کی طرف اشارہ ہے ۔ مثلاً جس اندام کے ذریعہ سے انسان سے اولاً گناہ سرزد ہو اس کو سب سے پہلے دھونا سب سے پہلے اس کے ترک گناہ اور توبہ کی طرف ایماء ہے ۔

اللہ تعالٰی نے سب سے پہلے چہرے کے دھونے کا امر فرمایا جس میں منہ ناک آنکھیں شامل ہیں پہلے کلی کے ذریعہ منہ کو صاف کیا جاتا ہے جس میں توجہ زبان کی طرف اشارہ ہے کیونکہ انسان کی زبان مخالفت احکام الٰہی میں سارے اندامون سے سبقت لے جاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں " اکثر خطا یا ابن آدم فی لسانہ " یعنی بنی آدم سے اکثر گناہ اس کی زبان کے ذریعہ صادر ہوتے ہیں اس سے الفاظ کفر و غیبت و نمیمت و سب شتم اور صدہا قسم کے لاطائل اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

بے جا کلمات نکلتے ہیں پھر ناک میں پانی ڈال کر اس کو صاف کیا جاتا ہے جو کہ مشمومات ممنوعہ اور دماغی کبر و غرور سے توبہ کرنے کی علامت ہے ۔ پھر سارے چہرے کو معہ دونوں آنکھوں و پیشانی کے دھویا جاتا ہے جو کہ مواجہہ کے سارے گناہوں اور آنکھوں کی بدنظری کے چھوڑنے کی طرف اشارہ ہے ۔ پھر دونوں ہاتھوں کو دھویا جاتا ہے جو ہاتھوں کے ترک ذنوب کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جب انسان باتیں کرتا اور آنکھیں دیکھتی ہیں تو ہاتھ پکڑتے یا چھوتے ہیں پھر سر کا مسح کیا جاتا ہے اور اس کو دھویا نہیں جاتا کیونکہ سر سے بذاتہ کوئی مخالفت صادر نہیں ہوتی بلکہ باتباع زبان اور آنکھ اور ان کے مجاورت کے باعث ہوتی ہے لہذا سر کے لئے ایسا حکم ملا جو دھونے اور نہ دھونے کے درمیان ہوا اور وہ مسح ہے اور پھر کانوں کا مسح کیا جاتا ہے کیونکہ اکثر اوقات انسان کے کانوں میں بلا اختیار بغیر قصد آواز پڑتی ہے لہذا ان کے لئے بھی دھونے اور نہ دھونے کے درمیان یعنی مسح کا حکم ملا اور ایسا ہی مسح گردن کو سمجھو ۔ ان ہر سہ اندامہائے مسوحہ یعنی سر ، کان گردن کے مسح میں سرکشی گردن اور عدم سماعت حق کے قبیح اعمال سے توبہ کی طرف ایما ہے دوسری وجہ ان مذکورہ بالا اندامون کے مسح کرنے کی یہ ہے کہ ان کو دھونے کا امر ہوتا تو بڑا حرج ہوتا تو لوگ سخت تکلیف میں مبتلا ہوتے کیونکہ جس شخص کو پانچوں نمازوں میں پانچ بار وضو کی حاجت ہوتی اور اس کو سر پر پانچ بار پانی ڈالنا پڑتا تو بلاشبہ یہ فعل اس کے لئے سخت حرج میں داخل ہے حالانکہ خدا تعالی نے فرمایا ہے " ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج " یعنی خدا تعالی نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی حرج ڈالے " پھر پاؤں کو دھویا جاتا ہے کیونکہ آنکھیں دیکھتی اور زبان باتیں کرتی اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہاتھ حرکت کرتے اور کان سنتے ہیں ۔ اور سب کے بعد پاؤں چلتے ہیں لہذا پاؤں کو دھونا سب سے آخر ٹھہرا کیونکہ ان سے مخالفت الہی کی حرکت سب سے آخر میں سرزد ہوتی ہے پس سب سے آخر ان کی توجہ کی نیت آتی ہے اور تین بار ہر اندام کو دھونا توبہ کے ارکان ثلثہ ندامت بر گناہ و ترک اور آئندہ گناہ کو ترک کرنے کے لئے عزم بالجزم کی طرف ایماء ہے ۔ [۷۰]

اس طویل اقتباس سے ہمیں یہ معلوم ہو گیا ہے کہ مولانا تھانوی نے اس میدان میں بھی گہرے نقوش چھوڑے ہیں اور ایسی حکمتوں کے تذکرے سے عام مسلمانوں کے ایمان میں زیادتی اور غیر مسلمین کے لئے راہ ہدایت کھلتی چلی جاتی ہے ۔ اس کے بعد اس کتاب میں نکاح کے مسائل میں مولانا موصوف نے لاجواب بحث کی ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے انہوں نے مقاصد نکاح اور تعداد ازواج کو عقلاً ثابت کیا ہے اور بتلایا ہے کہ پاکیزہ معاشرہ اسلام کے انہی اصولوں پر قائم کیا جا سکتا ہے ۔

وہ فرماتے ہیں ۔

مقاصد نکاح :

خدا تعالی قرآن کریم کے پارہ نمبر ۲۱ میں فرماتے ہیں " خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً " ترجمہ ۔ یعنی خدا تعالی نے تمہارے لئے تم میں سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان سے آرام پکڑو اور تم میں دوستی و نرمی رکھ دی اور فرمایا " نساءکم حَرْثٌ لَّكُمْ " یعنی تمہاری عورتیں (تمہاری اولاد پیدا ہونے کے لئے) بمنزلہ تمہاری کھیتی کے ہیں اور فرمایا " حفظت للغیب " یعنی

[illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

تمہاری بیبیان تمہاری عندم موجودگی مین (تمہارے مال و عزت و دین کی) حفاظت کرنے والی ہین -

۱- بی بی آرام و سکون کے لئے بنائی گئی ہے اور غمگسار اور ہزارون افکار مین آرام کا موجب ہے انسان مین طبعی طور پر دوستی اور محبت کرنا فطری امر ہے اور دوستی اور محبت بچون کے لئے ، بی بی عجیب و غریب چیز ہے - عورت نازک بدن اور ضعیف الخلقت ہے اور بچون کو جننے اور گھر کا انتظام رکھنے مین ذمہ دار اور ایک عظیم الشان بازو ہے - پس اس کے متعلق رحم سے کام لو - خدا تعالی نے اس کو رحم کے لئے بنایا ہے اس کی غلطیوں اور فطرتی کمزوریون پر چشم پوشی کرو -

۲- آدمیون مین قدرتی طور پر شہوت کا مادہ ہے قدرت نے اس کا محل بی بی کو بنایا ہے خدا تعالی فرماتا ہے کہ عورت کھیتی ہے اور بیج بونے کے قابل ہے - جس طرح کھیتی کا علاج معالجہ ضرور ہوا کرتا ہے اور اس مین خاص غرض ہوا کرتی ہے اس طرح عورت مین بھی خاص اغراض ہین جس سے متمتع ہونا چاہیئے -

۳- عورت ننگ و ناموس اور مال و اولاد کی محافظ اور مہتمم ہے -

۴- نیز قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ شادی عفت پرہیز گاری و حفظ صحت و حفظ نسل کے لئے ہوتی ہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے - " ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیہم اللہ من فضلہ -(ترجمہ) یعنی جو لوگ

toobaa-elibrary.blogspot.com

نکاح کی طاقت نہ رکھیں (جو کہ پرہیز گار رہنے کا اصل ذریعہ ہیں) تو ان کو چاہیئے گا کہ اور تدبیروں سے طلب عفت کریں " چنانچہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو نکاح کرنے پر قادر نہ ہو اس کے لئے پرہیز گار رہنے کی یہ تدبیر ہے کہ وہ روزہ رکھا کرے اور فرمایا اے نوجوانوں کے گروہ جو کوئی تم میں سے نکاح کی قوت رکھتا ہو تو اسکو چاہیئے کہ نکاح کرے - نکاح آنکھیں کو خوب نیچا کر دیتا ہے اور شرم کے اعضاء کو زنا وغیرہ سے بچاتا ہے ورنہ روزہ رکھو کہ شرح اس کی یہ ہے کہ جو خواہش مرد کے دل میں عورت کی طرف سے یا عورت کے دل میں مرد کی طرف ہے وہ تقاضائے فطرت انسانی ہے اور اس خواہش کو نکاح کے ذریعہ سے پورا کرنا انسان کے دل میں سچی محبت اور پاکیزگی کے خیالات کو پیدا کرتا ہے اور اس کا ناجائز تعلقات سے پورا کرنا انسان کو ناپاکی کی طرف لے جاتا ہے اور اس کے دل میں بد خیالات پیدا کر دیتا ہے پس نکاح کو پاکیزگی کی طرف لے جانے اور اسے ناپاکی سے دور رکھنے کا ایک ذریعہ ہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ فطری خواہش جو مرد اور عورت کے دل میں ایک دوسرے کے لئے موجود ہے اس کو گندی یا ناپاک خواہش کے نام سے منسوب کرنا سخت غلطی ہے کیونکہ اس خواہش کو فطرت انسان میں پیدا کرنے والا خود خدا تعالی ہے اور اس نے اپنی مصلحت اور حکمت سے بعض اغراض کے لئے اس خواہش کو انسان کے نفس میں مرکوز فرمایا ہے ہاں اس کا برا استعمال یعنی ناجائز طریقوں سے اس کا پورا کرنا بے شک انسان کو ناپاکی میں بدی کی طرف لے جانے والا ہے -

toobaa-elibrary.blogspot.com

الغرض نکاح کا بڑا مقصد وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر

فرمایا ہے کہ پرہیزگاری ہی کی غرض سے نکاح کرو اور اولاد طلب کرنے کے لئے دعا کرو جیسا کہ

ارشاد ہے " محصنین غیر مسافحین " یعنی چاہیئے کہ تمہارا نکاح اس نیت سے ہو کہ تم

تقویٰ اور پرہیز گاری کے قلعہ میں داخل ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ حیوانات کی طرح

محض نطفہ نکالنا ہی تمہارا مطلب ہواور فرمایا " وابتغوا ما کتب اللہ لکم " یعنی بی بی

کی قربت سے اولاد کا قصد کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر فرمایا ہے نیز

نکاح کرنے سے انسان پابند ہو جاتا ہے مستعدی کے ساتھ کمانے کی فکر کرتا ہے

اور بیجا کام کرنے سے ڈرتا رہتا ہے محبت ، حیاء ، فرمانبرداری اس میں پائی جاتی ہے

وہ نہایت کفایت کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اور بے شمار امراض سے بچا رہتا ہے۔

یہ امر مفید صحت ، اطمینان بخش ، راحت رساں ، سرور افزا ، کفایت آمیز

ترقی دارین کا سبب ہے اخلاق مذہبی نگاہ سے اس امر پر غور کرو گے تو اس کو سراسر

فائدوں سے معمور پاؤ گے - تمدن کے لئے اس سے بہتر کوئی صورت نہیں حب الوطنی

کی بھی جڑ ہے - اور ملک و قوم کے لئے اعلیٰ ترین خدمات میں سے ہے - بیماریوں سے

بچانے اور صدہا امراض سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ ایک طبعی نسخہ ہے - اگر یہ

قانون الٰہی بنی آدم میں نافذ نہ ہوتا تو آج دنیا سنسان ہوتی۔ نہ کوئی مکان نہ کوئی

باغ نہ کسی قوم کا نشان باقی رہتا -

وجوہ تعدد ازدواج :

۱- منجملہ وجوہ تعدد ازدواج سب سے مقدم تقویٰ یعنی پرہیزگار رہنا اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

بدی سے بچنا ہے ۔ تقوی ایک ایسی چیز ہے کہ اس کا خیال ہر انسان کو اور سب باتوں سے مقدم رکھنا چاہیئے قدرت نے بعض آدمیوں کو معمولی آدمیوں کی نسبت زیادہ قوی الشہوت بنایا ہے اور ایسے آدمیوں کے لئے ایک عورت کافی نہیں ہو سکتی اور اگر ان کو دوسرا یا تیسرا یا چوتھا نکاح کرنے سے روکا جاوے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تقوی کو چھوڑ کر بدکاری میں مبتلا ہو جائیں گے ۔ زنا ایک ایسی بدکاری ہے جو انسان کے دل سے پاکیزگی طہارت کا خیال دور کر دیتی ہے اور اس میں ایک روحانی بیماری پیدا کر دیتی ہے اس لئے ان لوگوں کے لئے جو قوی الشہوت ہیں ضرور کوئی ایسا علاج ہونا چاہیئے جس سے وہ زنا جیسی سیاہ کاری میں پڑنے سے بچیں رہیں ۔ باقی رہا یہ امر کہ قوی الشہوت آدمیوں کو ایک سے زیادہ عورت کی حاجت پڑے گی یہ اظہر من الشمس ہے ۔

۲۔ عورت ہر وقت اس قابل نہیں ہوتی کہ خاوند اس سے ہم بستر ہو سکے کیونکہ اول تو لازمی طور پر ہر ایک عورت پر ہر ایک مہینے میں کچھ دن ایسے آتے ہیں یعنی ایام حیض جن میں مرد کو اس سے پرہیز کرنا چاہیئے ۔ دوسرے ایام حمل عورت کے لئے ایسے ہوتے ہیں خصوصاً اس کے پچھلے مہینے جن میں عورت کو اپنے اور اپنی جنس کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ وہ مرد کی صحبت سے پرہیز کرے اور یہ صورت کئی ماہ تک رہتی ہے پھر جب وضع حمل ہوتا ہے تو پھر بھی کچھ مدت تک عورت کو مرد کی صحبت سے پرہیز کرنا لازمی ہے اب ان تمام اوقات میں عورت کے لئے تو یہ قدرتی موانع واقع ہو جاتے ہیں مگر خاوند کے لئے کوئی امر مانع نہیں ہوتا تو اب اگر کسی مرد کو غلبہ شہوت کا ان اوقات میں ہو تو بجز تعدد ازواج کا کیا علاج ہے ۔ ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ کثرت سے ایسے مرد ہیں جو ان وقتوں میں دوسری عورت کرنے کے بغیر بھی تقوی کو قائم رکھ سکتے ہیں لیکن ساتھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہی ہم یہ کہنے کو تیار ہیں اور کوئی عقلمند اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ دنیا میں قوی الشہوت آدمی بھی موجود ہیں اور اس قوت کا زیادہ ہونا کسی صورت میں ان کے لئے باعث الزام نہیں ہے پس اگر ان ایام یا اس قسم کے اور وقفات میں دوسری عورت سے نکاح کی اجازت نہ دی جائے تو پھر اس خواہش کے تقاضا کرنے کے لئے وہ ضرور ناجائز ذرائع استعمال کریں گے ۔

۳۔ گرم ملکوں میں عورتیں آٹھ نو دس سال کی عمر میں شادی کے قابل ہو جاتی ہیں اس لئے ان ممالک میں شادی کا زمانہ عمر کے لحاظ سے بچپن کا زمانہ ہوتا ہے ۔ بیس سال کی عمر میں وہ بوڑھی ہو جاتی ہیں اس لئے عقل اور خوبصورتی دونوں ایک وقت ان کے اندر جمع ہوتیں ۔ جب خوبصورتی کا یہ تقاضا ہوتا ہے کہ عورت حکومت کرے اس وقت عقل اور تجربہ کا نہ ہونا اس دعوی کا مانع ہوتا ہے اور جب عقل میں تجربہ حاصل ہوتا ہے تو خوبصورتی نہیں رہتی اس لئے عورتوں کو لازمی طور پر ایک محکومی کی حالت میں رہنا پڑتا ہے کیونکہ عقل اور تجربہ بوڑھاپے کے وقت وہ حکومت پیدا نہیں کر سکتی جو جوانی اور خوبصورتی میں کر سکتی تھی پس ہر حال میں عورت بزبان حال اپنے ناکافی ہونے کا اقرار کرتی ہے کیونکہ مرد کو ان دو وصفوں کے جمع کرنے کی ضرورت قدرتی طور پر ہے اور کوئی ایک عورت ان دو وصفوں کی جامع نہیں اس لئے مرد اس ضرورت کو دو عورتوں کے جمع کرنے سے بھی کرتا ہے جن میں سے ایک میں سے ایک میں حسن خو اور ایک میں تجربہ دونوں کے مجموعہ سے اس طرح متمتع ہو ایک اس کے نفس کو خوش کرے دوسری اس کی خدمت کرے اس لئے یہ ایک بالکل قدرتی امر ہے کہ ان ممالک میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

تعدد ازواج کا رواج ہے -

۴- ہر ملک میں مردوں کی نسبت عورتیں کے فوری بڑھاپے سے جلدی متاثر ہوتے ہیں - پس جہاں مرد کے قوی بالکل محفوظ ہوں جیسا کہ وہ اکثر حالات میں ہوتے ہیں اور عورت بوڑھی ہو چکی ہو دوسری عورت سے نکاح کرنا بعض حالات میں مرد کے لئے ایسا ہی ضروری ہوگا جیسا کہ پہلے کسی وقت پہلی عورت سے نکاح کرنا ضروری تھا پس جو قانون تعدد ازدواج سے روکتا ہے وہ مردوں کو یہ راہ بتاتا ہے کہ وہ ان قسوی کے تقاضا کو زنا کے ذریعہ سے پورا کریں ایسا قانون عام انسانی کی حالتوں کے مطابق کیونکر ہو سکتا ہے -

۵- مذکورہ بالا ضروریات تو مردوں کو ہیں مگر خود عورتوں کو بعض وقت ایسی مجبوریاں آ پڑتی ہیں کہ اگر ان کے لئے یہ راہ کھلی نہ رکھی جائے کہ وہ ایسے مردوں سے نکاح کر لیں جن کے گھروں میں پہلی عورتیں موجود ہیں تو اس کا نتیجہ بدکاری ہوگا - ایک ہی امر پر غور کرو کہ کس طرح ہر سال دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں لاکھوں مردوں کی جانیں لڑائیوں میں تلف ہو جاتی ہیں حالانکہ عورتیں بالکل محفوظ رہتی ہیں اور ایسے واقعات یعنی جنگوں میں مردوں کی جانوں کا تلف ہونا ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں اور جب تک دنیا میں مختلف قومیں آباد ہیں ایسے واقعات ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے اور ہمیشہ اس سے مردوں کی تعداد میں کمی ہو کر عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی تو ایک اس امر سے اگر یہ بھی فرض کر لیں کہ عورتوں کی تعداد کی یہ زیادتی کسی قوم میں ہمیشہ کمی نہیں رہتی تاہم اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ایک مدت تک مردوں کی اس کمی

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا اثر ضرور رہے گا ۔ اب یہ عورتیں جو مردوں کی تعداد سے زیادہ ہوں گی ان کے لئے کیا سوچا گیا ہے ۔ تعدد ازواج کی ممانعت کی صورت میں ان کا کیا حال ہوگا کہ ان کو یہی جواب نہیں ملے گا کہ جس کے دل میں مرد کی طرف وہ خواہش پیدا ہو جو قدرت نے فطرت انسان میں رکھی ہے وہ ناجائز طریقوں کو جو اس طرح لڑائیوں کے سبب سے بیوہ ہو گئیں یا جن کے لئے نکاح کے ذرائع نہیں رہے کیا یہی جواب نہ دینا پڑے گا مانعین تعدد پر افسوس ہے کہ ایک غلط اصول کی حمایت میں انسانی ضروریات پر ایک لمحہ کے لئے بھی غور نہیں کرتے تو وہ نہیں سوچتے کہ تعدد ازواج کے سوائے اور کوئی ایسی راہ نہیں جو ان ضروریات کو پورا کر سکے ۔

۶- گزشتہ مردم شماری میں بعض محاسبین میں صرف بنگال احاطہ کے مردوں و عورتوں کی تعداد پر نظر کی تھی تو معلوم ہوا تھا کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے جو کہ قدرتی طور پر تعدد ازواج پر ایک بین دلیل ہے جس کو شک ہو وہ علیحدہ علیحدہ مردوں و عورتوں کی تعداد کو سرکاری کاغذات مردم شماری ہند میں ملاحظہ کریں تو عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ثابت ہوگی اس کے ساتھ ہی اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں کہ یورپ میں جس کو سب ممالک سے بڑھ کر تعدد ازواج کی ضرورت سے منزّہ و مبرّہ سمجھا جاتا ہے عورتوں کی تعداد مردوں سے کس قدر زیادہ ہے چنانچہ برطانیہ کلاں میں برادروں کی جنگ سے پہلے بارہ لاکھ انہتر ہزار تین سو پچاس (۱۲۶۹۳۵۰۰) عورتیں ایسی تھیں جن کے لئے ایک بیوی والے قاعدہ کی رو کوئی مرد میسر نہیں ہو سکتا ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرانس میں ١٩١٢ء کی مردم شماری میں عورتوں کی تعداد مردوں سے چار لاکھ تئیس ہزار سات سو نو (٤٢٣٧٠٩) زیادہ جرمنی میں ١٩٠٠ء کی مردم شماری میں ہر ہزار مرد کے لئے ایک ہزار تیس عورتیں موجود تھیں گویا کل آبادی میں آٹھ لاکھ ستاسی ہزار چھ سو اڑتالیس (٨٨٧٦٤٨) عورتیں ایسی تھیں جن کے ساتھ شادی کرنے والا کوئی نہ تھا -

سویڈن میں ١٩٠١ء کی مردم شماری میں ایک لاکھ بائیس ہزار آٹھ سو ستر (١٢٢٨٧٠) عورتیں ہسپانیہ میں ١٨٩٠ء میں چار لاکھ ستاون ہزار دو سو باسٹھ (٤٥٧٢٦٢) عورتیں اور آسٹریا میں ١٨٩٠ء میں چھ لاکھ چوالیس ہزار سات سو چھیانوے (٦٤٤٧٩٦) عورتیں مردوں سے زیادہ ہیں -

اب ہم سوال کرتے ہیں کہ اس بات پر فخر کر لینا تو آسان ہے کہ ہم تعدد ازواج کو برا سمجھتے ہیں مگر یہ بتا دیا جائے کہ ان کم از کم چالیس لاکھ عورتوں کے لئے کون سا قانون تجویز کیا گیا ہے کیونکہ ایک بیوی کے قاعدے کی رو سے ان کو یورپ میں تو خاوند نہیں مل سکتے ہمارا سوال یہ ہے کہ جو قوانین انسان کی ضروریات کے لئے تجویز کئے جاتے ہیں وہ انسانی کی ضروریات کے مطابق بھی ہونے چاہیئیں یا نہیں - وہ قانون جو تعدد ازواج کی ممانعت کرتا ہے ان چالیس لاکھ عورتوں کو یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی فطرت کے خلاف چلیں اور ان کے دلوں میں مردوں کے لئے کبھی خواہش پیدا نہ ہو لیکن یہ تو ناممکن امر ہے جیسا کہ خود تجربہ شکایت کر رہا ہے پس نتیجہ یہ ہوگا کہ جائز طریق سے روکے جانے کے باعث وہ ناجائز طریق استعمال کریں گے اس طرح ان میں زنا کی کثرت ہوگی اور یہ تعدد ازواج کی مخالفت کا نتیجہ ہے -[71]

٧١- ایضاً - ص ١٣٥٠ تا ١٣٢

toobaa-elibrary.blogspot.com

جدید مسائل کا حل

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی اپنے دور کے عظیم ترین علمی شخصیت شمار ہوتے ہیں ان کے علم تقوی ، زہد ان کی مہارت ، حذاقت ، قابلیت اور خداداد صلاحیتوں کا لوہا چہار دانگ عالم میں مانا ہوا ہے حضرت تھانوی کی جہاں اور صلاحیتیں ہیں جو ان کی عظمت و رفعت میں اضافہ کر رہی ہیں وہاں ایک خاص وصف ہمیں ملتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت رحمت اللہ علیہ کی حالات حاضرہ پر گہری نظر تھی اور حوادثات زمانہ کے پیدا کردہ نئے مسائل کے حل کرنے میں انہیں اللہ کی طرف سے خصوصی ملکہ عطا کیا گیا تھا انیسوین صدی کے اختتام اور بیسوین صدی کے آغاز کے ساتھ ہی ترقی کی رفتار اتنی تیز ہو گئی کہ پرانی زندگی اور اس کے لوازمات اس جدیدیت کے سامنے بہت کم گھروندے ثابت ہوئے ۔ ذرائع آمد و رفت میں پیش رفت ہوئی جس سے نئے مسائل نے جنم لیا ۔ ان کے حل کے لئے جو محنت کی وہ تاریخ کے اوراق پر منقش ہے اسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا ۔ آپ نے دین کے ہر شعبے سے متعلق تمام پیش آمدہ نئے مسائل اور حالات کا تجزیہ کیا اور مسلمانوں کو درست سمت کی نشاندھی کی ۔ یہ مسائل ہمہ قسم کے مسائل کو محیط ہیں ۔ معاشرت ، معاش ، سیاست اور عبادات ہر شعبے میں ان کے مسائل کے حل کرنے میں آپ کی کوشش بے شمار ہیں ان میں چند یہ ہیں ۔

ہوائی جہاز پر نماز :

کیا ہوائی جہاز میں نماز فرض ہے ؟ اگر فرض ہے تو قبلہ کا تعین کیسے

toobaa-elibrary.blogspot.com

سکی ہو گا ؟ اسی طرح ریل گاڑی میں قبلہ کا تعین کیسے ہوگا ؟ مسئلہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت اہم ہے لیکن حضرت تھانوی نے اس کا ایسا جواب دیا کہ پھر کسی کو حیل و حجت کی ضرورت پیش ہی نہیں آ سکی وہ فرماتے ہیں " فی رد المختار ہو رای السجود لغۃ الخضوع قاموس و فسرہ فی المغرب بوضع الجبھۃ فی الارض و فی البحر و حقیقۃ السجود وضع بعض الوجہ علی الارض "۔ (۴۲)

" و فیہ تحت قول الدر المختار و ان یجد حجم الارض ما نصہ تفسیرہ الساجد لو بالغ لا للیغل راسہ ابلغ من ذالک فصح علی طنفسہ و حصیر و حنطۃ و شعیر و سریر و عجلۃ ان کانت علی الارض لا علی ظہر حیوان کبساط مشدود بین اشجار " ان روایات سے معلوم ہوا کہ سجدہ میں وضع جبہ یا وضع وجہ ارض پر شرط ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چیز مستقر علی الارض ہو وہ تبعا بحکم ارض ہے ۔ دو شرط سے ایک وجدان حکم بالتفسیر المذکور اور اسی واسطے بساط مشدود و بین الاشجار پر جائز نہیں اور دوسرے یہ کہ وہ چیز جاندار نہ ہو کیونکہ جاندار میں بوجہ متحرک بالارادہ ہونے کے ایک گونہ استقلال ہے وہ مثل جمادات کے ثابت الارض نہیں ہے اس لئے حیوان پر بلا عذر جائز نہیں اور سریر ر عجلہ وغیرہ میں تبعیت مع دونوں شرطوں کے پائی جاتی ہے ۔ اس پر جائز ہے پس یہاں چار چیزیں نکلیں : ۱۔ ارض ۲۔ سریر ، ۳۔ عجلہ ، ۴۔ بساط مشدود و مثلہ ، حیوان ، اولین پر جائز ہے اور آخر پر ناجائز الا بعذر فی الحیوان " ۔ (۴۳)

اس تمہید کے بعد اصل مدعا بیان فرماتے ہیں ۔

۴۲۔ رد المختار ۔ ج ۱ ، ص ۳۶۵ ۔

۴۳۔ بوادر النوادر ، ص ۳۳۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

" یہ تو ظاہر ہے کہ ہوائی جہاز ارض ہے نہیں اور بساط مشدود بین الاشجار

کی مثل بھی نہیں بوجہ تفاوت وجدان و عدم وجدان حجم کے اب دو احتمال رہ گئے :

ایک یہ کہ مثل عجلہ کے ہو

دوسرے یہ مثل حیوان کے ہو ۔

تو گو ظاہراً مثل عجلہ کے معلوم ہوتا ہے کہ بواسطہ ہوائیے مستقر علی الارض

کے وہ بھی مستقر علی الارض ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ وہ ہوا پر مستقر ہے

اور نہ ہوا ارض پر مستقر ہے ۔ چنانچہ ہوا کا میلان الی المحیط ظاہر ہے تو وہ ارض

پر کیسے مستقر ہے اور اتصال اور چیز ہے اور ہوا کا مادہ رقیقہ بھی جہاز کے ثقل کا حامل

نہیں ہو سکتا چنانچہ اگر اس میں سے گیس نکل جائے تو فوراً زمین پر گر پڑے پس وہ

حقیقت ارض پر غیر مستقر ہوا اور جو کہ حقیقت میں مستقر تھا مگر حکماً مستقر نہ تھا جب

اس پر بلاعذر نماز جائز نہیں تو جہاز پر کہ حقیقتاً غیر مستقر ہے کس طرح نماز جائز

ہوگی الابعذر معتبر فی الصلوۃ علی الحیوان نیز ہوائی جہاز بحری جہاز کی مثل نہیں

کیونکہ یہ بواسطہ پانی مستقر علی الارض ہے ۔ "[۷۳]

ریل گاڑی پر نماز :

ٹرین پر مسافر نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں ؟ فقہائے ہند میں اس پر اختلاف

رہا تھا مگر تھانوی کی تحقیق اول ہونے کے ناطے قابل عمل ہے وہ فرماتے ہیں

" جائز است ، قال فی رد المختار شرح در المختار من باب الوتر والنوافل تحت قولہ ،

۷۳۔ ایضاً ۔ ص ۲۲۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

و ان لم يكن طرف العجلة على الدابـة جاز لو واقفة الخ كـذا قيده في شرح المنية

و لم اره لغيره يعني اذا كانت العجلة على الارض ولم يكن طرف العجلة على الدابة جاز

او واقفة الخ كـذا قيـده في شرح المنية وام ازه لغيره يعني اذا كانت العجلة

على الارض ولم يكن شئ منها على الداية و انمـا لها حبل مثلا تجرهـا الدابة تصح

الصلوة عليها لانهـا حينئذ كالسرير الموضوع على الارض و مقتضى هذا التعليل انها

لو كانت سائرة في هذه الحالة لاتصح الصلوة عليها بلا عذر و فيه تامل كان جرها

بالحبل و هي على الارض لا تخرج به عن كونها على الارض و يفيـده ، عبارة التاتار خانية

عن المحيط و هي لو صلى على العاجلة ان كان طرفها على الدابـة و هي تسير تجوز

في حالة العذر لا في غيرها و ان لم يكن طرفهاء لى لدابة جازت و هي كالسير انتهى

فقوله و ان لم يكن طرفها الـخ يقيـدها قلنا لانه ، راجع الى اصل المسئلة و قـد

قيـدها بقوله و هي تسير ولو كان الجواز مقيـدا بعدم السير لقيـده به فتامل انتهى

اقول و كـذا يفيـد ما افادنا السيد قدس سيره عن عبارة المحيط عبارة فتاوى قاضيخان

و هي اما الصلوة على العجلة ان كا طرف العجلة على الدابة و هي تسير اولا تسيرفـة

صلوة على الدابة تجوز حالة العذر ولا تجوز في غيرها و ان لم تكن طرف العجلة على الدابة

جاز و هي بمنزلة الصلوة على السرير انتهى قبل باب صلوة المريض فلما جازت الصلوة

على العجلة اذ الم يكن شئ منها على الدابـة و هي تشير اولا تيسر بدون العذر و كانت

بمنزلة السرير في الحالتين فبا لطريق الاولى تجوز على المركب الدخاني الذي جرى على الارض

حال كونـه سائرا بدون العذر فظهران ما في غايـة الاوطار " (١ ٧٥

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کے بعد مولانا تھانوی نے اپنی رائے دیتے ہوئے فرمایا :

و یقول العبد الضعیف ان هذا منه عجیب جدا فان مکان الصلوٰة فیما نحن المجلة ولو خص الواحها دون الارض التی تحتها الاتری ان الصلوٰة علی السفینة السائرة جائزة و اعتبارا العذر هنا لانها لما کانت علی الماء دون الارض فکانت کالدابة الا لعدم اتحاد مکان الصلوٰة فان الحکم فی السفینة المربوطة بالشاط اذا کانت علی القرار و من الماء و لم یکن شئی منها مستقل علی الارض ایضا کذا لک ان قیل قد نقل ان بعض الائمة اذا صرح بقید وجب اتباعه قلت اذا کان من اهل الترجیح و ابن امیر الحاج ــــ شارح المنیة لیس من اهل الترجیح (کذا فی الحموی شرح الاشتباه من الفن الثالث فی احکام الخنثی) بل هو من نقلة المذهب فکان علیه عزوالقید المذکور الی کتاب من الکتب المعتبرة الی آخرة [46] ۔

یہ طویل ترین عبارت اور یہ خوب صورت طریقہ استنباط اور دقت نظری نیز ان کے یہ دلائل قویہ ایسے ہیں جنہیں جنہیں رد کرنا ممکن نہیں ۔ مولانا تھانوی کے فقیہہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں ۔

حکمت حکم مسمریزم :

مولانا تھانوی کے زمانہ میں برصغیر پاک و ہند میں ہند و فلسفہ یوگ سے متاثر افراد نے اپنی ذھنی نشو و نما کامل توجہ اور دوسروں کو عمل مسمریزم سے مسحور کرنے کے لئے مسمریزم میں دلچسپی لینا شروع کی اور یہ فتنہ وباء کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے

۴۶۔ ایضاً ۔ ص ۲۷۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

اہل نظر مسلمانوں کے سامنے اس کے نتائج میں یہ بات تھی ، کہ فلسفہ یوگ سے متاثر مسلمان

کبھی بھی اسلام کو خیر باد کہہ سکتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ اسے تصوف کا حصہ

خیال کیا جاتا ہے اس کی روک تھام کے لئے مولانا تھانوی نے شرعی و عقلی حل پیش کیا

وہ فرماتے ہیں :

" تصوف نہ یکسوئی کا نام ہے نہ مکاشفات کا نہ تصرفات کا اور نہ واردات کا

بلکہ اس کی حقیقت ہے اصلاح ظاہر و باطن پس مقاصد اس کے اعمال قالبیہ و قلبیہ ہیں

اور غایت اس کی قرب و رضا حق ہے اور یکسوئی اس کا مقدمہ ہے جبکہ مقصود مذکور اس پر

مرتب ہوا اور واردات مثل وحدۃ الوجود وغیرہ اس کے عوارض و آثار غیر لازمہ ہیں اور

مکاشفات کونیہ مثل کشف القبور وغیرہ اور تصرفات مثل سلب الامراض وغیرہ کو اس سے کوئی

مس نہیں ۔ ریاضت پر اس کا ترتب ہو سکتا ہے چنانچہ کفار بھی اس میں شریک ہیں اور

مسمریزم میں کل تین چیزیں ہیں بعض مخفیات کی خبر دینا کچھ تصرفات کرنا اور اس کی

مہارت کے لئے یکسوئی کی مشق کرنا ۔ سو اول تو اس میں مخفیات کی خبر دینا اکثر تابع

خیال عامل کے ہوتا ہے چنانچہ اگر ایک واقعہ غائبہ کو دو عاملوں کے سامنے جدا جدا

مختلف طور پر بیان کر کے ہر ایک کو یقین دلا دیا جائے اور پھر کوئی شخص جدا جدا

مجلسوں میں اس واقعہ کی نسبت عاملوں سے دریافت کرے تو وہ دونوں اپنے قواعد و طریق

کو استعمال کرنے کے بعد الگ الگ جواب دیں گے جب چاہے اس کا امتحان کر لیا جائے

اور اگر فرض کر لیا جائے کہ احیاناً انکشاف واقعی کبھی ہو جاتا ہے تو کشف کا تصوف

سے تعلق نہ ہونا اوپر معلوم ہو چکا ہے اسی طرح تصرفات کا اس سے تعلق ہونا نہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہونا اب رہی بات یکسوئی کی سو وہ مقدمہ تصوف میں جب ہی ہے جب تصوف اس پر مرتب ہوا اور جب مسمریزم میں یہ نہیں تو وہ مقدمہ تصوف بھی نہ ہوا پس محقق ہو گیا کہ تصوف سے اس کو اصلاً تعلق نہیں ۔ اب رہا اس سے قطع نظر کر کے اس کا جواز یا ناجواز تو چونکہ مشاہدہ سے اس پر مفاسد کثیرہ کا ترتب معلوم ہوا ہے جیسے انبیاء اور اولیاء کے کمالات کو اسی قبیل سے سمجھا چنانچہ ایسا ہی تو ہم اس سوال کا منشاء بھی ہوا ہے یا ان کے ساتھ دعویٰ و زعم مساواۃ و مماثلت کا کرنا اور عامل میں عجب پیدا ہو جانا بعض امور جن کا تجسس حرام ہے ان پر مطلع ہونے کی کوشش کرنا ان انکشافات پر جو کہ شرعی حجت نہیں ہیں بلا دلیل شرعی حجت بینہ و اقرار و مشاہدہ کے یقین کر لینا اسی بناء پر کسی پر چوری کا شبہ کر لینا بعض اغراض غیر مباحہ میں تصوف سے کام لینا و غیر ذالک من المفاسد العدیدۃ الشدیدۃ یہ فن بذات خود کہ قبیح نہیں لیکن مندرجہ بالا عوارض کی بناء پر حرام ہے۔[۷۷]

حصص کمپنی :

کسی نے سوال کیا کہ " اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ شریک ہو کر کمپنی بناتے ہیں اور تجارتی کاروبار کرتے ہیں ان کمپنیوں کے حصص اکثر فروخت ہوتے رہتے ہیں جو لوگ حصص خریدتے رہتے ہیں جو ان پر سالانہ منافع جس قدر کمپنی کو ہو تقسیم کر دیا جاتا ہے کبھی کم کبھی زیادہ اسی طرح اگر کمپنی کو نقصان ہو تو حصہ داران اپنے حصوں کی نسبت سے نقصان کے ذمہ دار ہوتے ہیں ایسے حصص خرید کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز ؟[۷۸] "

---

۷۷ ایضاً [illegible] (۷۸) امداد الفتاویٰ [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کا جواب مولانا تھانوی نے دیا وہ ان کی فقہی و حکیمانہ حذاقت و مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے انہوں نے فرمایا " تجارتی کمپنی جس میں مختلف کاروبار ہوتے ہیں اور سودی معاملات بھی ہوتے ہیں اور جس کے حصے فروخت ہوتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ چونکہ ہر حصہ دار اپنے حصہ کا مالک ہے اور عملہ کاروبار میں ان حصہ داروں کا وکیل ہوتا ہے اور شرعاً ان کا فعل حصہ داروں کی طرف منسوب ہو گیا اگر وہ ناجائز تجارت کریں گے اور یقیناً کرتے ہیں حتی کہ مسلمانوں سے بھی سود لیا جاتا ہے تو ایسا ہو ہوگا جیسے خود حصہ دار کریں اس لئے ایسی کمپنی میں شرکت ناجائز ہے ۔ اسی طرح حصص خریدنا چونکہ نہ روپیہ کا مبادلہ روپیہ سے ہے اور دست بدست نہیں ۔ اس لئے جائز نہیں اور قرض کی تاویل بھی قواعد پر منطبق نہیں ہوتی " [۷۹]

منی آرڈر کے متعلق شبہات کا حل :

منی آرڈر کے متعلق سینکڑوں شکوک و شبہات عام لوگوں میں پائے جاتے تھے اور اس معاملہ کو اجارہ اور اس کی فیس کو اجرت کہا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

حضرت تھانوی نے جو جواب مرحمت فرمایا وہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالی نے آپ میں جدید مسائل کو حل کرنے کے سلسلہ میں بڑی صلاحیت عطا فرمائی ۔ وہ فرماتے ہیں :

" یہ تاویل صحیح نہیں ہے انہیں دو شبہوں کی وجہ سے جو سوال میں مذکور ہیں اور ان کے جو جوابات دیئے گئے ہیں ان میں سے اول کا جواب تو بالاجماع صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ عدم تعیین صرف عقود میں ہے باقی امانات و غصوب میں نقود بھی متعین ہیں

۷۹- [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہی وجہ ہے کہ کسی کا روپیہ کسی کے پاس امانت ہو تو اس کو بلا اذن مالک کے یہ جائز نہیں کہ اس کے روپے کو خرچ کرے کہ دوسرا اس کا عوض دے دیں گا البتہ اگر اذن سے ایسا کیا تو پھر وہ قرض ہو جائے گا اسی طرح اگر کسی کا روپیہ غصب کر لیا اور اس کے موجود رہتے ہوئے چاہیئے کہ وہ واپس نہ کریں اپنے پاس سے دوسرا دے دیں تو مالک کو انکار کر دینے کا اور بعینہ اپنا روپیہ لینے کا حق حاصل ہے اور دوسرے مثلیات غیر نقود میں تو یہ حکم بہت زیادہ ظاہر ہے۔

مثلاً کسی نے کسی کے پاس مرغ کے دس انڈے امانت رکھے یا یہ کہ اس نے اس سے غصب کر لئے اور ان کے ہوتے ہوئے وہ امین یا غاصب بدون رضائے مالک کے یہ چاہے کہ وہ انڈے نہ دیں بلکہ دوسرے انڈے پاس سے دے دیں تو اس کو یہ حق حاصل نہیں اور اگر رضا سے ایسا ہوا تو رد امانت یا رد مغضوب نہیں رہے گا۔ بلکہ مبادلہ اور بیع میں داخل ہو جائے گا۔ اور ذوات القیم میں یہ حکم اور بھی زیادہ ظاہر ہے گو نظر ظاہری میں کوئی چیز مثلی معلوم ہوتی ہے مثلاً کسی نے کسی کے خاص نمبر کی چھتری امانت رکھی یا اس نے اس سے غصب کر لی یہ امین یا غاصب اگر یہ چاہے کہ وہ چھتری خود رکھ کر دوسرے کسی نمبر کی دے دیں تو یہ حق اس کو حاصل نہیں۔ جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ متعین ہے بہرحال امانات و غصوب میں خود نقود بھی متعین ہوتے ہیں ...

خلاصہ یہ کہ جواز منی آرڈر میں کوئی تاویل نہیں چل سکتی۔ اور یہ معاملہ اقراض و استقراض میں داخل ہے البتہ فیس کو اجرت کتابت و روانگی کہہ کر حرمت تفاضل رفع کی جا سکتی ہے اور دل بھی یہی چاہتا ہے کہ ایسا ہو جائے۔[٨٠]

٨٠۔ امداد الفتاوی، ج ٣، ص ١٢٠

toobaa-elibrary.blogspot.com

حکم سود از بنک :

حکومت برطانیہ نے ہندوستان میں بینکوں کو رواج دیا اور مخصوص رقوم پر کافی مقدار میں سود دینا شروع کیا - جس کی وجہ سے عام مسلمان بھی اس میں دلچسپی لینا شروع ہو گئے چونکہ یہ نئی چیز تھی جو اس سے پہلے یہاں مروج نہ تھی اس لئے شکوک و شبہات لوگوں کے اذہان میں پیدا ہوئے اس کے متعلق مفتیان ہند سے فتاوی لئے گئے - حضرت تھانوی سے بھی استفتاء کیا گیا تو آپ نے ایسا علمی تجزیہ کیا جو شاید کوئی اور نہیں کر سکا اور یہ حضرت تھانوی کی آخری تحقیق لاجواب ہے - ذیل میں کئے گئے اس علمی فقہی اور اجتہادی کی مکمل بحث درج کی جاتی ہے -

سوال :

علماء احناف رحمھم اللہ تعالی سے سوالات ذیل ہیں - ان کے جوابات بحوالہ اسناد تحریر فرمائے جائیں -

سیونگ بینک اور بنگال بینک اور لندن بنک کہ جس کی شاخیں اکثر مقامات پر ہندوستان میں ہیں کہ جو خالص گورنمنٹ انگلشیہ کے سرمایہ سے ہیں اس میں روپیہ داخل کر کے اس کا سود لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ گورنمنٹ انگلشیہ کو ملک ہندوستان میں کسی قسم کا قرضہ دینا اور اس کا سود لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ آمدنی وقف کا ایسے بینکوں میں یا ایسے قرضوں میں صرف کر کے اس کا سود مصارف وقف میں صرف کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا و توجروا -

toobaa-elibrary.blogspot.com

الجواب :

مقدمہ اولی :

اولا چند اصول بطور مقدمات کے عہد کرتا ہوں پھر جواب عرض کروں گا جو مسئلہ ہمارے اصحاب میں مختلف فیہ ہو اس کی قواعد ترجیح میں بعد تطبیق بین الاقوال المختلفۃ یہ فیصلہ ہے کہ جو شخص قوت دلیل کو سمجھ سکتا ہے وہ اس قول کو لئے جو دلیلاً اقوی ہو فی مقدمۃ در المختار رسم المفتی ان ما اتفق علیہا صحابنا فی الروایات الظاہرۃ یفتی بہ قطعا و اختلف فیما اختلفوا فیہ و الاصح کما فی السراجیۃ و غیرہا انہ یفتی بقول الا ما علی الاطلاق ثم بقول الثانی ثم بقول الثالث ثم بقول زفر و الحسن بن زیادۃ صحیح فی الحاوی القدسی قوۃ المدرک فی رد المختار قوۃ المدرک ای الدلیل و بہ عبر فی الحاوی قال والذی یظہر فی التوفیق ای بین ما فی الحاوی وما فی السراجیۃ ان من کان انہ قوۃ ادراک بقوۃ المدرک یفتی بالقول المدرک و الا فالترتیب اقول یدل علیہ قول السراجیۃ و الاول اصح اذا لم یکن المفتی مجتہد فھو صریح فی ان المجتہد یعنی من کان اھلا للنظر فی الدلیل یتبع من الاقوال ما کان اقوی دلیلا و الا اتبع الترتیب السابق و من ھذا تراھم قد یرجحون قول بعض اصحابہ علی قولہ کما رجحوا قول زفر وحدہ فی سبع عشرۃ مسئلۃ نتبع ما رجحوہ لانھم اھل النظر فی الدلیل -

مقدمہ ثانیہ :

مسئلہ ربوا بین المسلم و الحربی مختلف فیہ ہے امام صاحب اور امام محمد چند قیود کے ساتھ جواز کی طرف گئے ہیں اور ابو یوسف اور آئمہ ثلاثہ عدم جواز کی طرف

toobaa-elibrary.blogspot.com

فی الدر المختار باب الربوا ولا بین حربی و مسلم مستأ من ولو بعقد فاسد او قمار ثمة مباح فیحل برضاہ بلا عذر خلا فاللثانی والثلثة و حکم من اسلم فی دار الحرب ولم یھاجر کحربی فلا مسلم الربا معہ خلافا لھما الی اقوالہ قلت و مقرنہ بہ یعلم حکم من اما ماثم ولبیھا جرا فی رد المختار احترز بالحابی عن المسلم الا علی والذی و کذ عن المسلم الحربی اذا ھا جر الیاتم عاد الیھم فانہ لیس للمسلم ان یرابی معہ اتفاقا کما یذکرہ الشارح -

مقدمہ ثالثہ :

اعانت علی المعصیۃ معصیت ھے قال اللہ تعالی تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان -

مقدمہ رابعہ :

اگر کسی کا قول یا فعل دوسرے کے لئے سبب وقوع فی المعصیت کا ھو جائے ، اور وہ حد ضرورت تک نہ پہنچا ھو تو اس کا ترک اس پر واجب ھے - فروع کثیرہ اس اصل پر مبنی ھیں -

مقدمہ خامسہ کا تتمۃ للرابعۃ :

مواقع تہمت و بدنامی سے بچنا ضروریات سے ھے -

toobaa-elibrary.blogspot.com

مقدمہ سادسہ :

اسباب دہی کے مختلف و متعدد ہو سکتے ہیں تو ایک کے رفع سے باقی کا رفع لازم نہیں آتا و ھذا ظاہر -

مقدمہ سابعہ :

کسی کے فتوی کے جواز کے بعد اس فعل کو ترک کرنا صاحب فتوی کی مخالفت نہیں ہے البتہ فتوی وجوب کے بعد اس فعل کو ترک کرنا یا فتوی حرمت کے بعد اس فعل کا ارتکاب کرنا یہ بیشک مخالفت ہے -

بعد تمہید ان مقدمات کے اب جواب عرض کرتا ہوں کہ مقدمہ ثانیہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور قائلین بالجواز کے نزدیک بھی اس میں اتنی قیود ہیں -

۱- وہ محل دارالحرب ہو ، (۲) - معاملہ ربوا کا حربی سے ہو (۳) مسلم اصلی سے نہ ہو اور نہ ذمی سے ہو اور مسلم اصلی وہ ہے جو دارالحرب میں آنے سے قبل اسلام لایا ہو خود یا تبعا للاباء ، (۴) معاملہ کرنے والا وہ مسلم ہو جو دار الاسلام سے دار الحرب میں امن لے کر آیا ہو وہ مسلم ہو جو دار الحرب ہی میں اسلام لایا ہو وہ مسلم اصلی نہ ہو جو خود دارالحرب میں رہتا ہو اس قید رابع کی تصریح کہیں نظر سے نہیں گذری مگر اس قاعدہ کی تصریح ہے کہ روایات فقہیہ کے مفاہیم حجت ہیں - اس بناء پر اوپر کی روایات سے یہ قید لازم ہے اس کے بعد جو دونوں قولوں کے دلائل میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

دظر کی گئی تو ابو یوسف کے دلائل قوی ھین چنانچہ مفصلاً رسالۃ تحذیر الاخوان مین ذکر کیا گیا ھے ان مین سے صرف ایک دلیل اس وقت ذکر کرتا ھون ۔ آیات تحریم ربوا مین ارشاد ھے :

" یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی الربوا ان کنتم مومنین "

اور ظاھر ھے کہ اس بقیۂ ربوا کا معاملہ جس وقت ھوا ھے لینے والے دینے والے سب حربی تھے تو تحریم کے بعد اگر حربی سے ایسا معاملہ جائز ھو تو تحریم کے قبل تو بدرجہ اولی جائز ھوتا اور وہ رقم حلال ھوتی تو اس کا ترک کرنا کیون فرض ھوتا اور یہ نص قطعی ھے۔ ثبوتاً بھی دلالۃ بھی اور طرفین کی دلیل یا خبر واحد ھے یا قیاس جو کہ ظنی ھین اور قطعی کی تقدیم کا وجوب ظنی پر اجتماعی ھے گو امام صاحب پر سے اعتراض اس طرح مدفوع ھو سکتا ھے کہ اس قطعی مین سے بعض افراد مخصوص ھو جانے سے دلالۃ ظنی ھو گیا لیکن یہ عذر گو دافع اعتراض ھو سکتا ھے مگر نافع قوت دلیل نہین ھو سکتا تو اس دلیل مین ثبوتاً کلام ھے اور دلالۃ یہ احتمال ھے کہ اس حدیث کے الفاظ یہ ھین لا ربوا بین المسلم و الحربی اس مین احتمال ھے کہ یہ نفی نہین کے لئے ھو جیسا قرآن مجید مین ولا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج مین بعینہ یہی معنی ھین چونکہ حربی کے مال کے غیر معصوم ھونے سے شبہ اس کے جواز کا ھو سکتا تھا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواز کی نفی فرما دی ھو ۔ چنانچہ خود کتب فقہیہ مین اس قسم کی کی عبارت اس معنی مین وارد ھے ۔ ففی الدر المختار عقیب الروایات المذکورۃ فلوھما جرالینا ثم عاد الیھم فلا ربوا اتفاقا جوھرۃ فی رد المختار لا یجوز الربوا معہ فھو نفی

toobaa-elibrary.blogspot.com

معنی النہی کما فی قولہ فلا رفث ولا فسوق فافہم جب ابو یوسف کے اس قول کا قوی ہونا ثابت ہو گیا تو اس پر عمل ہوگا جیسا مقدمہ اولی میں ذکر کیا گیا تو اس قول پر اب اس کے متعلق سب سوالوں کا جواب یہ ہے کہ لایجوز اور اگر علی سبیل التنزل امام صاحب ہی کے قول کو لیا جائے تب بھی وہ مقید ہے قیود مذکورہ کے ساتھ اور ان میں حسب ذیل کلام ہے :

۱- ہندوستان کو بہت علماء نے دارالاسلام کہا ہے - دلیل اس قول کی رسالہ تحذیر الاخوان میں مذکور ہے -

۲-۳ دارالحرب ہونے کی تقدیر پر بھی بہت سے لوگ غیر حربی سے معاملہ کرتے ہیں - یعنی مسلم اصلی سے یا ان غیر مسلموں سے جو دارالسلام ہونے کے وقت سے ذمی چلے آ رہے ہیں -

۴- اس سے بھی قطع نظر کر کے جو مسلمان یہ معاملہ کرتے ہیں وہ یہاں ہی رہتے ہیں کسی دارالسلام سے یہاں نہیں آئے - اس میں بینک سے معاملہ کرنے والے بھی داخل ہیں کہ یہ قید چہارم ان میں نہیں پائی جاتی تو اس بناء پر خود امام صاحب کے قول پر بھی یہ معاملہ جائز نہ ہوا اور اگر ان قیود سے کلاً یا بعضاً قطع نظر بھی کر لی جائے تب بھی بینک کے معاملہ میں یہ تفصیل ہو گی کہ جس بینک میں روپیہ داخل کیا ہے آیا وہ علی الاطلاق سرمایہ اور سود کا ذمہ دار ہے خواہ اس کو نفع ہو یا نقصان یا ایسا نہیں بلکہ نقصان ہونے سے حصہ داروں پر بھی نقصان ڈالا جاتا ہے اگر صورت ثانیہ ہے تو اس کی حقیقت شرکت ہے - قرض نہیں اور ایک شریک یا اس کے ملازمین دوسرے شریک کا وکیل ہوتا ہے اور وکیل کا فعل شرعاً موکل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور بینک والے جیسا حصہ داروں کو سود دیتے ہیں اسی

toobaa-elibrary.blogspot.com

طرح دوسرے قرض خواہوں سے سود لیتے ہیں اور ان قرض خواہوں میں کوئی قید اسلام اصلی یا غیر اصلی یا کفر کی نہیں ۔ پس وکالت کے واسطے سے گویا اس حصہ دار نے مطلقاً مسلمانوں سے بھی سود لیا جو کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں اور پہلی صورت میں یہ محذور تو لازم نہیں آیا کیونکہ یہ بنک والوں کے ذمہ قرض اور ان کی ملک ہو گیا لیکن دوسرا یہ محذور ضرور لازم نہیں آیا کہ اس شخص نے ایسے لوگوں کو قرض دیا جو اس سے ربوا کا نفع حاصل کریں گے تو یہ ان کی اعانت ہوئی معصیت پر جو کہ مقدمہ ثلثہ کی رو سے معصیت ہے پھر اس قول کے لینے سے اس وقت جو مفاسد اعتقادیہ و عملیہ شائع ہوتے ہیں مشاہدہ ہیں کہ عوام سب قیود سے قطع نظر کر کے اس صورتوں کے مرتکب ہونے لگے ہیں جو بالاجماع ناجائز ہیں اس لئے کسی کو اس قول پر عمل کرنے کی اجازت نہ ہوگی جیسا کہ مقدمہ رابعہ میں مذکور ہوا پھر یہ بھی مشاہدہ ہے کہ کفار کی زبانوں میں عموماً مسلمان اور جہلاء کی زبانوں پر خصوصاً علماء سخت بدنام ہوئے ہیں کہ ان لوگوں نے سود کو حلال کر دیا اور تفصیل و تنقید کو کون ذکر کرتا ہے اس تہمت سے بچنا بھی واجب ہے ۔ اور وہ موقوف ہے اس قول کے ترک پر جیسا کہ مقدمہ خامسہ میں مذکور ہوا اب یہاں سے یہ دو شبہے بھی زائل ہو گئے کہ اگر ہم سب قیود کی رعایت کر لیں تو اجازت ہونا چاہیئے یا یہ کہ اس قول کے ترک سے امام صاحب کی مخالفت لازم آتی ہے جواب اول کا یہ ہے کہ قیود کی رعایت سے غایت ما فی الباب یہ لازم آیا کہ ایک سبب نہی کا مرتفع ہو گیا مگر اس سے دوسرے اسباب نہی کا ارتفاع لازم نہیں آیا جن کا ذکر مقدمہ ثالثہ و رابعہ و خامسہ میں ہے اور نہی کے لئے ایک سبب کافی ہے پس نہی باقی رہی جیسا کہ مقدمہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

سادسہ میں مذکور ہوا اور دوسرے کا جواب یہ ہے کہ امام صاحب نے اس کو واجب نہیں فرمایا کہ اس کا ترک مخالفت سمجھا جائے ۔ جیسا کہ مقدمہ سابعہ میں مذکور ہے ۔[81]

ڈارون کی تردید :

ڈارون نے دنیائے انسانیت کو ایک ایسے فلسفہ سے روشناس کر دیا جس نے انسان کی عزت و تکریم کو خاک میں ملا دیا حالانکہ انسان تو اشرف المخلوقات ہے اور اللہ تعالی نے تمام مذاہب میں عزت انسان کو اجاگر کیا اور اسے اس کا عزت والا مقام عطا کیا ۔ قرآن نے تو یہ کہہ کر عزت و عظمت آدم کو اوج ثریا تک پہنچا دیا کہ " ولقد کرمنا بنی آدم "[82] ہم نے بنی آدم کو قابل تکریم بنایا ۔ ڈارون کے اس نظریہ کا چرچا عام تعلیمی درس گاہوں میں ہونا شروع ہوا اور لوگ اس مفروضے پر یقین کرنے لگے ۔ اس کا حضرت تھانوی نے بھرپور علمی جائزہ لیا اور اسے شرعاً عقلاً غلط ثابت کیا وہ فرماتے ہیں :

کتنے افسوس کی بات ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم تو فرمائیں کہ انسان کی اصل انسان ہے اور ڈارون جو ایک ملحد ہے وہ کہے کہ سب سے پہلے ایک مادہ مطلقہ موجود تھا اور پھر تحریک سے اس میں حرارت پیدا ہوئی اور شمس وغیرہ بنا اور اس کے بعد نباتات بنے پھر حیوانات بنے ان میں بندر بنا اور بندر یکایک جست کر کے

۸۱- ایضاً - ج ۳ ، ص ۱۲۷ تا ۱۵۹

۸۲- سورۃ بنی اسرائیل - پ ۱۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

انسان بن گیا اسی طرز پر وہ تمام حیوانات و نباتات میں اسی کا قائم ہے کہ ایک دوسرے
سے نکلتے چلے آئے ہیں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر تو شبہ کیا جاتا ہے
اور ڈارون کے کہنے پر یقین کر لیا جاتا ہے یہی ایمان ہے ؟ ڈارون تو صانع کا قائل
نہیں تھا اس لئے ایسی بعید اور بیہودہ تاویلیں کرتا تھا مگر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے
کہ صانع کو مانتے ہیں اور پھر ایسی مہمل تاویلوں سے قرآن پر شبہ کرتے ہیں شاید کوئی
یہاں یہ کہے کہ ہم کو تحقیقات جدیدہ سے قرآن پر شبہ اس سے ہوتا ہے کہ حکماء کا
تو مشاہدہ ہے اور اسی بناء پر ہم کو قرآن پر شبہ ہے کہ آپ مشاہدہ کی حقیقت کو
ہی نہیں جانتے ۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ بھی مشاہدہ ہے کہ مادہ خود بخود متحرک
ہو کر اس سے ایک صورت پیدا ہو گئی ۔ پھر شمس و کواکب ہوئے نباتات ہو گئی اور
نباتات سے حیوانات اور حیوانات میں ایک خاص نوع بندر بھی تھا پھر بندر یکایک
جست کر کے انسان ہو گیا یہ سب ڈھکوسلے ہیں ۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ خود ان
مقربین بالقردیتہ کو بھی بندر نہ بننے دیں آدمی ہی بنائیں یہی مشاہدات انہی ڈھکوسلوں
اور مہمل اور وہمی باتوں کو مشاہدات قرار دے کر خدا اور رسول پر شبہات اور اپنے
کو مسلمان کہتے ہیں افسوس کی بات ہے کیا یہ مشاہدہ ہے کہ آفتاب کو سکون ہے
زمین کو حرکت ہے خیر ہمیں اس سے بحث نہیں کہ کس کو سکون ہے اور کس کو حرکت ۔
کیونکہ یہ قرآن کے مخالف نہیں مگر یہ سوچ کر لو کہ اتنا بڑا دعوی کس بناء پر ہے دلیل
کچھ بھی نہیں مگر ہم کہیں گے کہ والشمس تجری چونکہ قرآن میں وارد ہوا ہے اس لئے

toobaa-elibrary.blogspot.com

آفتاب کو ساکن محض ماننے سے گناہ گار ہوں گے - زمین کو آپ چاہے ساکن نہ مانئے متحرک محض

مانیئے مگر آفتاب کو بھی متحرک ماننا پڑے گا - شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ " و جعلنا فی

الارض رواسی الخ " سے تو زمین کا سکون ثابت ہوتا ہے پھر یہ کیوں کہتے ہو کہ حرکت ارض کا

ماننا قرآن کے خلاف نہیں جواب یہ ہے کہ اس سے نفی حرکت اضطرابیہ کی مراد ہے

غیر اضطرابیہ کی نفی مراد نہیں غرض کہ آپ کو اجازت ہے کہ زمین کو اگر جی چاہے متحرک مانیں

کچھ حرج نہیں - اسی طرح اس کی خبر دی گئی ہے کہ آسمان موجود ہے یا کون سے مشاہدہ

کے خلاف ہے کہ اس نظام طلوع و غروب کے لئے سموت کی ضرورت نہیں - لیکن نظام خاص میں

ضرورت نہ ہونا نفی کی تو دلیل نہیں ہو سکتی - آسمان دوسری مستقل دلیل سے ثابت ہے -

اس کی نفی کرنا جائز نہیں یہ کس مشاہدہ سے ثابت ہوا کہ آسمان نہیں ہے بلکہ ہم آپ کے

ممنون ہیں کہ آپ نے اس نیلگوں صورت کو حد نظر مان کر آسمان کی نفی کا ہمیں جواب دکھا دیا

کیونکہ قرآن مجید میں کہیں یہ نہیں آتا کہ یہ نیلا جو نظر آتا ہے یہی آسمان ہے پس اگر

آپ کہیں گے کہ اگر آسمان کوئی چیز ہے تو نظر کیوں نہیں آتا - ہم کہیں گے کہ نظر اس لئے

نہیں آتا کہ آپ نے اسی سقف نیلی کو حد نظر مان لیا پس جب یہ حد نظر ہے تو آسمان

اس کے آگے ہے اور چونکہ نظر کی یہاں تک انتہا ہو جاتی ہے اس لئے آگے کچھ نظر نہیں آتا

اب آپ کو آسمان کی نفی کرنے کی بالکل گنجائش نہیں رہی اب اس شبہ کی گنجائش نہ رہی

کہ ہم حکماء کے قول پر قرآن کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ مشاہدہ کی بناء پر جس کی مثال

میں یہ پیش کیا کرتے ہیں کہ مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے کہ غروب کے وقت آفتاب زمین کے اندر

نہیں جاتا اور قرآن مجید میں سکندر ذوالقرنین کے قصہ میں مذکور ہے کہ آفتاب کو کیچڑ اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

دلدل میں غروب ہوتے پایا ۔ بھلا دیکھو کتنا مشاہدہ کے خلاف ہے ۔ آفتاب ایک جرم عظیم ہے زمین سے کتنا ہی حصے بڑا ہے کہیں زمین کی دلدل اور کیچڑ میں غروب ہو سکتا ہے لیکن اگر عقل ہو گی تو اس میں جواب نظر آئے گا ۔ یعنی قرآن مجید میں وجدھا الخ وارد ہوا ہے یعنی اس کو بادی النظر میں ایسا پایا یعنی اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیچڑ میں دھنس رہا ہے یہ نہیں فرمایا غربت فی حمئۃ جہاز پر سوار ہو کر دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب سمندر میں سے نکلتا ہے اور اسی میں ڈوب رہا ہے ۔ اسی طور پر ہم روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں ۔ آفتاب کے طلوع و غروب کا یہی معلوم ہوتا ہے کہ زمین ہی سے نکلا زمین ہی میں گھس گیا پھر مشاہدہ کے خلاف کیا ہوا اب فرمائیے مشاہدہ سے کہاں تعرض ہے تعرض کہیں بھی نہیں پھر افسوس ہے کہ مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور قرآن اگر فیثا غورث کے قول کے مخالف ہو تو قرآن پر خلاف مشاہدہ کا شبہ کرتے ہیں فیثا غورث کے قول پر خلاف واقع ہونے کا شبہ نہیں ہوتا ۔ اسلام کی عظمت قلوب سے جاتی رہی ۔ غرض یہ ہے کہ نئے مذاق میں یہ خرابی پیدا ہو گئی ہے کہ سائنس والے جو کہہ دیں اس پر " امنا و صدقنا "(۸۳،۱)

مونوگراف ۔ سوال :

آلہ مونو گراف جو مثل انسان کے باتیں کرتا ہے اس میں دو قسم کی آوازیں بھری ہوتی ہیں ایک تو کلام اللہ دوسرے راگ باجے وغیرہ پھر دونوں کی دو صورتیں ہیں ۔

ایک تو یہ کہ بعض اپنی آمدنی کے لئے بازار میں رکھتے ہیں اور مقدار معین سنانے پر ایک پیسہ اجرت لیتے ہیں دوسرے یہ کہ کوئی آسودہ شخص شوقیہ مختلف قسم

۸۳۔ [illegible] ص ۳۵۸ تا ۳۶۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی آوازین بھروا کر اپنے یہان رکھ لیتا ھے اور کبھی خود اور کبھی دوست احباب کو سناتا ھے ۔ پہلی صورت مین راگ باجے کا کیا حکم ھوگا ؟ اور کلام اللہ سننے کا کیا حکم از روئے شروع ھوگا ۔ اور جو شخص اس سے کماتا ھے وہ عاصی ھو گا یا نہین اور جو پیسہ دے کر سنتا ھے وہ عاصی ھے یا نہین اور دوسری صورت راگ باجے مین کیا حکم رکھتی ھے اور کلام اللہ کی صورت مین کیا حکم ھے ۔ اگر اس صورت مین کلام اللہ کو ناجائز قرار دیا جائے تو بندہ کا اعتراض یہ ھے کہ اگر یہی آلہ امام غزالی وغیرہ بزرگان دین کے وقت ایجاد ھوتا اور ان کے مواعظ اس مین اب تک محفوظ ھوتے تو بڑے بڑے علماء اس وقت مین ضرور سنتے بلکہ اجرت دے کر سنتے ؟

الجـواب :

مولانا تھانوی نے اس کا یہ جواب دیا ، وہ فرماتے ھین :

اس مسئلہ مین دو مقام پر کلام ھے ۔ اول یہ کہ جس صوت کو اس مین بند کیا گیا ھے اس کا فی نفسہ سننا جائز ھے یا نہین ۔ دوسرا یہ کہ جس صوت کا فی نفسہ سننا جائز ھے یا کسی عارض کی وجہ سے ناجائز ھو جاتا ھے یا نہین ؟ سو امر اول کی تحقیق یہ ھے کہ اگر راگ باجہ اس مین بند کیا گیا تو اس کا سننا اور سنانا سب ناجائز ھے یا تو اس وجہ سے کہ وہ حکایت محکی عنہ کی بالکل مماثل ھے تو جو مفاسد مدار نہی سماع محکی عنہ کے ھین وہ ھی مفاسد حکایت مین پائے جاتے ھین ۔

مثلاً تحریک قوی شہوہ وغیرہ اور یا اگر تامل کیا جائے تو حقیقت مین یہان

toobaa-elibrary.blogspot.com

حکایت و محکی عنہ کا تفاوت ھی نہیں بلکہ وہ صوت بعینہ مسموع ھوتی ھے جس سے ھوا متکیف ھو جاتی ھے جیسا اصل تکلم کے وقت بھی سننے کی یہی علت ھے اور اس کو ماھر طبیعات بہت آسانی سے مان سکتا ھے بہرحال ناجائز ٹھہرا اور اگر قرآن یا کوئی وعظ یا کوئی کلام مباح السماع اس میں بھرا گیا ھے تو اس کا سننا فی نفسہ جائز ھے - اب یہاں امر دوئم کی تحقیق کی ضرورت ھوگی کہ کلام جائز السماع فی نفسہ کا سننا کسی عارض سے سنانا جائز ھو سکتا ھے یا نہیں- سو اس میں تفصیل یہ ھے کہ اس کا مدار نیت پر ھے اگر مقصود تلہی و تلعب ھو سو جس کلام کو آلہ تلہی و تلعب بنانا - جائز نہیں اس کا سننا اس عارض کی وجہ سے ناجائز ھوگا جیسے قرآن سننا اکثر کو مقصود نہیں ھوتا اور وعظ کے مضامین خود بالسماع ھوتے ھیں لہذا قرآن سننے کو منع کریں گے اور سماع وعظ و قصص مباحہ کو جائز کہیں گے -

جب جائز اور ناجائز کی تعین ھوگی پس جائز کا سننا اور سنانا جائز اور جائز پر اجرت بھی لینا جائز اور ناجائز پر ناجائز اور جس کا لینا ناجائز اور اس کا بلا اضطرار دینا بھی ناجائز اور جس کا لینا جائز اور دینا بھی جائز اس سے تمام صورت مسئول عنہا کا جواب ہو گیا -[٨٣]

رسالہ تصحیح العلم فی تقبیح القلم :

سوال = کیا فرماتے ھیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بائسکوپ کے پردہ پر خلفائے اسلام و شاھان اسلام اور راھنمایان اسلام کی تصویریں متحرک بولتی گاتی

٨٣- ایضاً - ج ٥٠ ، ص ٢٢٣-٢٢٢

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور ناچتی دکھائی جائیں اور خواتین اسلام کو بائسکوپ کے ذریعہ سے پبلک میں بے پردہ پیش کیا جائے تو کیا شریعت اسلامیہ اس فعل کو جائز قرار دیتی ہے ؟ یا شریعت کے نزدیک یہ فعل حرام ہے ۔ اور کیا حکم دیتی ہے شریعت اسلامیہ ان حضرات کے بارے میں جو اس فعل کے جواز کی حمایت میں پروپیگنڈا کرتے ہیں اور مسلمانوں کو متحرک تصاویر اور بولتی تصاویر کی طرف رغبت دلاتے ہیں ۔

مولانا تھانوی نے اسکے جواب میں مختصر رسالہ رقم کیا جو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے ۔

الجواب :

شریعت اسلامیہ میں جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً معصیت ہے خواہ کسی کی تصویر ہو اور خواہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ ، فی جمع الفوائد عن السنۃ عن عائشۃ قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم من سفر و قد سترت بقرام علی سھوۃ لی فیہ تصاویر فنزعہ و قال اشد الناس عذابا یوم القیمۃ الذین یضاھون بخلق اللہ ، اور کسی مسلمان کی تصویر بنانا اور زیادہ معصیت ہے کہ اس میں ایسے شخص کو آلہ معصیت بنانا ہے جو اس کو اعتقاداً قبیح جانتا ہے اور اسی اصول پر حق تعالی کی قسم معصیت پر کھانے پر خاص تشنیع فرمائی گئی ۔

" فی تفسیر الجلالین ، " ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لا یمانکم ، نصبا لھا بان تکثروا الحلف بہ ان لا تبروا و تتقوا و تصلحوا بین الناس ، فی الکمالین ، نصبا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ای علما للایمان فی القاموس النصب بضمتین کل ما فعل علماء ای لا تجعلوا اللہ معرضا لایمانکم "

اگرچہ اس تصویر کی طرف کوئی امر مکرمہ بھی منسوب نہ کیا گیا ہو محض تفریح و تلذذ ہی کے لئے ہو کیونکہ محرمات شرعیہ سے تلذذ بلانظر بھی حرام ہے ۔

" فی الدر المختار ، کتاب الاشربۃ و حرم الانتفاع بھا (ابا الخمر) ولو تسقی دواب او لطین او نظر للتلھی" ۔

اور اگر اس کی طرف کسی نقص یا عیب کو بھی منسوب کیا جائے تو اس میں بھی ایک دوسری معصیت یعنی غیبت منضم ہو گئی کیونکہ غیبت صرف کلام ہی میں منحصر نہیں ، نقوش قلم یعنی کتابت سے بھی ہوتی ہے اسی طرح اس عیب کی ہیئت بنانے سے بھی ہوتی ہے بلکہ یہ سب سے اشد ہے ۔

" فی احیاء العلوم بیان ان الغیبۃ لا تقتصر علی اللسان ، اعلم ان الذکر باللسان انما حرم لان فیہ تفھیم الغیر نقصان اخیک و تعریضہ بما یکرھہ ، فالتعریض بہ کالتصریح والفعل فیہ کالقول و الاشارۃ و الایماء والغمز والھمز والکتابۃ والحرکۃ و کل ما یفھم المقصود فھو داخل فی الغیبۃ وھو حرام فمن ذالک قول عائشۃ دخلت علینا امراۃ فلما ولت اومات بیدی انھا قصیرۃ فقال علیہ السلام اغتبتیھا .... و کذالک الغیبۃ بالکتابۃ فان القلم احد اللسانین و ذکر المصنف شخصا معینا و تھجیر کلامہ فی الکتاب غیبۃ ۔

اسی طرح اس منسوب الیہ کی تصویر کی کوئی خاص ہیئت بنانا بھی ایسا ہی ہے جیسے خود اس شخص کی طرف اس وصف کو منسوب کرنا مثلاً مستورات کی تصاویر

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو بے پردہ کرانا ۔

" فی صحیح البخاری ، غزوۃ الفتح ، عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لما قدم الی ان یدخل البیت و فیہ الالھۃ فامر بھا اخرجت فاخرج صورۃ ابراھیم و اسماعیل فی ایدیھما من الازلام فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قاتلھم اللہ لقد علموا ما استقبلنا بھا قط ثم دخل البیت (الحدیث) ۔

اگر وہ نقص یا عیب واقع میں بھی اس میں ہو تب بھی اس کی غیبت باقسامھا حرام ہے اور اگر واقع کے خلاف ہو تو غیبت سے بڑھ کر وہ بہتان ہے۔

" عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما الغیبۃ ؟ قالوا اللہ و رسولہ اعلم ، قال ذکر احدکم اخاہ بما یکرہ فقال رجل ارایت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ماتقول فقد اغتبتہ و ان لم یکن فیہ ما تقول فقد بھتہ (جمع الفوائد عن ابی داود و الترمذی) ۔

اور جس کی طرف کوئی عیب یا نقص منسوب کیا گیا ہے اگر علاوہ مسلمان ہونے کے اس میں اور کوئی وجہ بھی احترام کی ہو جیسے سلاطین اسلام میں ان کی اہانت اور زیادہ موجب انتقام خداوندی ہے الحدیث " من اھان سلطان اللہ فی الارض ، اھان اللہ (ترمذی) اور جس کی تنقیص یا اہانت مذموم ہے اس کی طرف جو چیزیں خصوصیت کے ساتھ منسوب ہیں ان کی اہانت کا بھی وہی حکم ہے جیسے ان کی بیبیاں و غیرھا ۔ چنانچہ کفار عرب حضرات صحابہ کی بیبیوں کے نام اپنے اشعار میں عشق بازی کے عنوان سے ذکر کرتے تھے اللہ تعالی نے اس کو ایذاء قبیح میں شمار فرمایا ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

فی الجلالین والتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من ربکم ، الیهود والنصاری

و من الذین و اشرکوا من العرب اذی کثیرا من السب بنسائکم ، اور زوجیت یا قرابت

کی نسبت تو بڑی چیز ہے استعمال کی نسبت بھی حرمت تخفیص کے لئے کافی ہے - جیسے

کسی کے استعمال کے کپڑے میں عیب نکالنا -

فی احیاء العلوم بیان معنی الغیبة و اما ثوبه فکقولک انه واسع الکم

طویل الذیل و تسخ الثیاب "

اور اگر وہ تصویر کسی مشتہاۃ کی ہو تو نظر بد کی معصیت کا اس میں

اور اضافہ ہو جاتا ہے اور تصویر تو صاحب تصویر کی بڑی حکایت ہے اجنبیہ کے تو

کپڑے کو بھی بدنفسی سے دیکھنا حرام ہے -

" فی رد المختار باب الخطر و الا باحة مفاده ان رویة الثوب بحیث یصف

حجم العضو ممنوعة ولو کثیفا لاترٰی البشرة منه و فیه فی بحث النظر الی الاجنبیة من المراۃ

والماء بخلاف النظر لانه انما منع منه خشیة الفتنة و الشهوة و ذالک موجود ههنا و

فیه فی احکام ستر العورة ان النظر الی ملاۃ الاجنبیة بشهوة حرام "

بالخصوص اگر غیر مسلمین کو خواتین مسلمات کی تصاویر کی طرف بدنفسی

کے ساتھ نظر کرنے کا موقع دیا جائے کیونکہ بدنفسی سے نظر کرنا شریعت میں ایک گونہ

بدکاری ہے بنص الحدیث اور ایسی بدکاری کو مرد غیر مسلم ہو اور عورت مسلم بلکہ ایسے

موقع پر نکاح بھی اس درجہ اور شدید ہے کہ اس کے احکام علماء مجتہدین کے لئے محل بحث

ہو گئے ہیں اور جس کو مسلمان کے مرتد بنانے کی اور اسلام اور قرآن میں طعن کرنے اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

حربیوں سے سازش کرنے کے برابر قرار دیا گیا ہے ۔ نمونہ کے طور پر اس کے متعلق ایک روایت نقل کی جاتی ہے ۔

" فی الدر المختار فصل الجزیۃ ، قلت و مذھب الشافعیۃ ما فی المنھاج و شرحہ لابن حجر ولو زنی بمسلمۃ او اصابھا بنکاح او دل اھل الحرب علی عورۃ المسلمین او فتن مسلما عن دینہ او طعن فی الاسلام او القرآن ، الخ ۔

اور ان سب سے بڑھ کر شناعت میں وہ صورت ہے جس میں مقتدایان دین کی اہانت ہو کہ درحقیقت وہ اہانت اسلام کی ہے جس کا تحمل طبعاً اور شرعاً ممکن نہیں ۔

" فی جمع الفوائد عن الکبیر عن ابی امامۃ رفعہ ، ثلثۃ لا یستخف بھم الامنافق ذو الشیبۃ فی الاسلام و ذو العلم و امام مقسط و فیہ عن الترمذی عن عبداللہ ابن مغفل مرفوعا اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم من بعدی غرضا ..... من اذا ھم فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ و من اذی اللہ فیوشک ان یاخذہ "

اور جب ایسی فلموں کے نتائج معلوم ہو گئے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ بقدر اپنی قدرت کے گو وہ قدرت حکومت سے استمداد ہی کے طور پر ہو ۔ ان کے انسداد میں کوشش کریں ورنہ اندیشہ ہے کہ سب عتاب خداوند میں گرفتار ہوں ۔ ٨٥

جواب استدلال از آیت بہ حرکت زمین :

سوال ۔ اخبار وطن لاہور مورخہ ۳ مارچ ۱۹۰۵ء صفحہ نمبر ۲ میں مضمون ایڈیٹر کی طرف سے علماء کی قابل توجہ سوال درج ہے سورۃ نمل کے آخری رکوع میں ہے " و تری الجبال

---

٨٥ - امداد الفتاوی [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

تحسبها جامدة و ھی تمر مر السحاب " کے ترجمہ پر بحث کی ھے مولوی نذیر احمد صاحب ، مرزا حیرت صاحب دھلوی نے اور اکثر مقدمین علماء نے تمر کے معنے مستقبل مین لے کر آیت شریفہ کو قیامت کے متعلق سمجھا ھے لیکن بعض مقدمین علماء نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کلمہ کے معنے اپنی فارسی ترجمہ قرآن شریف مین بصیغہ حال لیا ھے ۔ جناب ایڈیٹر صاحب بصیغہ حال زیادہ موضوع و صحیح خیال فرما کر آیہ شریفہ کو زمین کی گردش کے ثبوت کی موید بتلایا ھے چونکہ گذشتہ زمانہ مین علماء کو زمین کی گردش کا علم نہین تھا انہون نے تاویلین کر کے قیامت کے متعلق تصور فرمایا تھا اور اب اس زمانہ مین جبکہ گردش زمین کا ثبوت ھو چکا ھے اس کے معنے حال لینے سے قرآن شریف کی حقانیت کا ثبوت ھے کہ جس مسئلہ کو بہت تحقیق کے بعد جدید اھل فلسفہ نے اب دریافت کیا ھے ۔ ھزارون برس پہلے سے وہ مسئلہ اسلام مین حل ھو چکے ھین ایڈیٹر وطن فرماتے ھین کہ اگر یہ آیت شریفہ قیامت کے متعلق ھوتی تو تحسبھا " کا لفظ استعمال نہین ھوتا بلکہ یہ اس سے معلوم ھوتا ھے پہاڑ جو ساکن معلوم ھوتے ھین ۔ حقیقت مین وہ مثل بادلون کے زمین کے ساتھ چلتے ھین۔ حضور صلی اللہ علیہ و سلم کی رائے مین ایڈیٹر وطن کا خیال کیا ھے۔

جواب :

شاہ ولی اللہ صاحب کا ترجمہ اس وقت مجھے کو ملا نہین ورنہ اس کی عبارت کے متعلق کچھ لکھتا ۔ لیکن اگر صیغہ حال سے ترجمہ کیا بھی ھو تب بھی اس سے یہ لازم نہین کہ انہون نے حرکت ارضیہ پر اس کو محمول فرمایا ھے ۔ اس لئے کہ قریب قریب سب زبانون کے محاورہ مین مستقبل و ماضی کو بھی حال سے تعبیر کرنے کی عادت ھے ھماری زبان

toobaa-elibrary.blogspot.com

مین بھی اس طرح بولتے ھین ۔ مثلاً مین سال گذشتہ کلکتہ گیا ، دیکھتا کیا ھون کہ ایک مجمع عظیم جمع ھے اور دو شخصون مین مناظرہ ہو رہا ھے اور لوگ شور و غل مچا رہے ھین ۔ یا مثلاً دیکھتا ھون کہ ایک ھاتھی مست آیا ھے اور لوگ سامنے سے بھاگ جاتے ھین اور یقیناً یہان ماضی مراد ھے یا مثلاً نوکر سے کہا کہ تم ایک مہینہ کے بعد بمبئی فلان بازار مین جانا جس دوکان پر دیکھو کہ کثرت سے امراء سواریون پر آتے ھین اور اسباب خریدتے ھین اس دوکان کو فلان سیٹھ کی دوکان سمجھنا ۔ یہان یقیناً مستقبل مراد ھے اور نکتہ اس مین یہ ھے کہ جس ماضی یا مستقبل کا استحضار ذھن مخاطب مین مقصود ھوتا ھے اس کو حال سے تعبیر کرتے ھین تو ممکن ھے کہ شاہ صاحب نے اسی محاورہ کے موافق حال کے صیغہ سے ترجمہ فرمایا ہو غرض یہ اس کی دلیل نہین کہ شاہ صاحب حرکت ارض کے قائل ھین اور اگر ترجمہ سے قطع نظر کر کے کوئی شخص خود قرآن کی اس آیت سے اس مسئلہ کا اثبات کرنا چاھے تو اس کے ذمے ھے کہ قیامت کے ساتھ اس کے متعلق ھونے کی دلیل سے باطل کرے ۔ جب تک دلیل قائم نہ ھوگی اور تعلق بالقیامت کا احتمال بھی باقی رہے گا استدلال صحیح نہ ھوگا اور بحیثیت مدعی ھونے کے دلیل کا مطالبہ اس کے ذمہ رہے گا اور اس عدم پر جو استدلال کیا ھے کہ اگر یہ آیت قیامت کے متعلق ھوتی تو " تحسبھا " کا لفظ نہ استعمال ھوتا ۔ الخ ۔ سو اس کی تقریر واضح کرنا چاھیئے کہ تقدیر مذکور پر استعمال مذکور مین کیا خرابی ھے یہ گفتگو تو تھی اس مسئلہ کے قرآن کے ساتھ متعلق ھونے کی رھی تحقیق خود اس مسئلہ کی سو کسی نص شرعی نے نہ اس کا اثبات کیا ھے۔ نہ نفی کی ھے پس اثباتاً یا نفیاً یہ مسئلہ اسلامی اور شرعی نہین ۔ محض ایک عقلی

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسئلہ ھے ۔ دونوں جانب احتمال اور گنجائش ھے اور کسی احتمال پر کسی آیت و حدیث پر کوئی اشکال لازم نہیں ھوتا البتہ عقلی طور پر دونوں جانب مخالف کے ابطال پر بھی وجوہ لاتے ھیں جیسا کہ کتب کلامیہ میں مبسوط ھے اور یہ دعوی کہ گذشتہ زمانہ میں علماء کو زمین کی گردش کا علم نہیں ۔ الخ ۔ محض غلط ھے ۔ اگر علم نہ تھا تو اپنے مولفات میں اس مذھب کو نقل کیسے کیا اور پھر اس کو باطل کیسے کیا ۔ چنانچہ شرح مواقف میں بھی اس کی بحث مذکور ھے اور خود یہ مذھب بھی کوئی جدید فلاسفر نے تحقیق نہیں کیا ۔ اصل میں فیثا غورث سے یہ قول منقول ھے جس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا معاصر بتایا جاتا ھے نیز یونانی سے جو عربی زبان میں کتب فلسفہ و ریاضیہ کا ترجمہ ھوا ھے ان میں یہ مذھب منقول ھے ۔ جس میں قدامت اس مسئلہ کو معلوم ھوتی ھے البتہ چونکہ گم ھونے کے بعد ایک قوم نے اس کو پھر تازہ اور زندہ کیا ھے اس لئے اس قوم کی طرف اس کی نسبت کی جانے لگی اور محض اس فخر کے حاصل کرنے کو یہ تشہیر کرتا ھے کہ جس مسئلہ کو بہت تحقیق کے بعد جدید فلسفہ نے اب دریافت کیا ھے ھزاروں برس پہلے وہ مسئلہ اسلام میں حل ھو چکا ھے محض فضول ھے ۔ اول تو بعد اثبات قدامت اس مسئلہ کے کوئی مخالف یہ شبہ کر سکتا ھے کہ اسلام نے اپنی تحقیقات میں قدما ، حکماء سے اقتباس کیا ھے ۔ سو یہ فخر کی بات ھے یعنی اثبات توحید و اثبات معاد و اصلاح ظاھر و باطن اگر سائنس کا ایک مسئلہ بھی اس میں نہ ھو کوئی عیب نہیں ۔ (۸۲)

انگریزی خواندن

==========

سوال :

بغرض حصول دنیا انگریزی پڑھنا کیا ھے اور کس درجہ کا گناہ کبیرہ ھے یا

---

۸۲ ۔ الافاضات [illegible] ۱۲۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

صغیرہ یا کفر کے قریب ہے ؟ امید ہے اس کا جواب مشرح دین گے -

الجواب :

رسالہ تحقیق تعلیم انگریزی مین مفصل جواب لکھا ہے مختصر یہ ہے کہ انگریزی مثل اور زبانون کے ایک مباح زبان ہے مگر تین عوارض سے اس مین خرابی آ جاتی ہے - اول بعض علوم اس مین ایسے ہین جو شریعت کے خلاف ہین اور علم شریعت سے واقفیت ہوتی نہین - اس لئے عقائد خلاف ہو جاتے ہین جس مین بعض عقائد قریب کفر بلکہ کفر ہین - دوسرے اگر ایسے علوم کی بھی نوبت نہ آئے تو اکثر صحبت بد دینون کی رہتی ہے ان کی بددینی کا اثر اس شخص پر آ جاتا ہے کبھی اعتقاداً جس کا حکم اوپر معلوم ہو چکا ہے کبھی عملاً جس سے نوبت فسق کی آ جاتی ہے - تیسرے اگر صحبت بھی خراب نہ ہو یا وہ موثر نہ ہو تو کم از کم اتنا ضرور ہے کہ یہ نیت رہتی ہے کہ ذریعہ معاش بنا دین گے - خواہ طریقہ معاش حلال ہو یا حرام اور یہ مسئلہ عقلاً و نقلاً ثابت ہے کہ جو مباح ذریعہ کسی حرام کا بن جائے وہ حرام ہو جاتا ہے پھر ایسا عزم خود معاصی قلب سے ہے تو اس صورت مین فسق ظاہری کے ساتھ فسق باطنی بھی ہے ان عوارض کی وجہ سے گاہے کفر الحاد تک کا ہے فسق ظاہری تک گاہے صرف فسق باطنی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اگر کوئی ان عوارض سے مبرا ہو یعنی عقائد بھی خراب نہ ہون جس کا آسان طریقہ بلکہ متعین طریقہ یہی ہے کہ علم دین حاصل کر کے یقین کے ساتھ اس کا اعتقاد رکھے اور اعمال بھی خراب نہ ہوں اور عزم بھی یہ رہے کہ اس سے وہی معاش حاصل کرین گے

toobaa-elibrary.blogspot.com

جو شرط جائز ہوگی اور پھر اس کے موافق عملدرآمد بھی کرے تو ایسے شخص کے لئے انگریزی مباح اور درست ہے اور اگر اس سے بڑھ کر یہ قصد ہو کہ اس کو ذریعہ خدمت دین بنا دین گے تو اس کے لئے عبادت ہوگی لیکن اس اخیر صورت میں پاس حاصل کرنے کی کوشش کرنا اس دعوی کا کذب ہوگا کیونکہ اس خدمت کے لئے صرف استعداد کافی ہے حاصل یہ کہ انگریزی کبھی حرام ہے کبھی مباح کبھی عبادت ۔ [۸۷]

خفیہ پولیس کا کافرون کی سی وضع اختیار کرنا :

السوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ :

نمبر (۱) ۔ زید بوجہ پیشہ خورد و نوش (بھروپیہ) ایسے روپ میں ملتا ہے جس سے اس کے ہندو ہونے کا یقین ہوتا ہو مثلاً کبھی ہندو کمہار ، کبھی ہندو فقیر، کبھی ہندو سیٹھ مہاجن بنتا ہے ماتھے پر تشقہ لگاتا ہے ۔ گلے میں مالا ڈالتا ہے یہ تو محض اس کے افعال ہوتے ہیں جس سے عوام اس کو ہندو جانتے ہیں مگر کبھی وہ خود کو ہندو بتاتا ہے مثلاً ہندو کا بھیس بدل کر آتا ہے ۔ اور خواہش کرتا ہے کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں ۔ گویا خود ہندو بیان کر کے دھوکہ دینا اور انعام حاصل کرتا ہے ۔ ایسی حالت میں اس کے مسلمان رہنے اور نکاح قائم رہنے کے متعلق کیا حکم ہے اگر نکاح ساقط ہوتا ہے تو بغیر حلالہ کے نکاح ثانی ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

۸۷۔ ایضاً ۔ ص ، ۱۵۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمبر (۲) ۔ بکر بوجہ ملازمت سرکاری سی آئی ڈی (خفیہ پولیس) کسی مفرور ملزم کی تلاش یا کسی معلومات واقعہ کے لئے اپنا فرض منصبی ادا کرنے کی غرض سے ایسا روپ بدلتا ہے کہ کوئی انجان آدمی اس کو دیکھ کر شبہ کے ساتھ بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مسلمان ہے بلکہ ہندو ہونے کا یقین ہوتا ہے اگرچہ وہ اپنی زبان سے ہندو ہونے کا اقرار نہ کرتا ہو تو ایسی حالت میں اس کے اسلام اور نکاح کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :

" فی البحر باب احکام المرتدین و (بکفر) بوضع قلنسوۃ المجوسی علی راسہ علی الصحیح الا لضرورۃ فی الحر و البرد و بشد الزنار فی وسطہ الا اذا فعل ذالک خدیعۃ فی حرب و طلیعۃ للمسلمین و فیہ (یکفر) بقول المعتذر بغیرہ کنت کافرا فاسلمت عند بعضہم و قیل لا و فیہ عن المسامرۃ ولاعتبار التعظیم المنافی الا استخفاف کفر الحنفیۃ بالفاظ کثیرۃ ...... ان روایات سے درج ذیل امور معلوم ہوئے ۔

اول ۔ کفار کی وضع بلا ضرورت قویہ حسیہ کدفع الحرو البرد یا شرعیہ کخدع اہل الحرب والتجس للمسلمین افعال کفر ہے ۔

ثانی ۔ ایسے افعال بالذات کفر نہیں بلکہ ان کے کفر ہونے کی علت استخفاف بالدین ہے اور جہاں استخفاف بالدین یقیناً منفی ہو ۔ مثلاً فاعل کے علم و قصد میں اس کا مبنی ضرورت یا مصلحت ہو اور واقع میں ضرورت توبہ نہ ہو اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کے کفر ہونے کا علم بھی نہ ہو وہاں ارتفاع علت سے حکم بالکفر بھی منتفی ہوگا مگر مستقل دلائل سے معصیت کا حکم کیا جائے گا ۔ علی اختلاف درجۃ الافعال مثلاً شد زنار و نحوہ میں شدت کا حکم ہوگا اور دوسرے اوضاع غیر مذہبی میں جیسا عام طور پر عوام جہلا دیہاتی لوگ اس میں مبتلا ہیں ایسی شدت نہ ہوگی اور ہر حال میں توبہ واجب ہوگی ۔

ثالث ۔ وقع مذکور کے کفر ہونے میں اختلاف بھی ہے گو معصیت شدیدہ ہے ۔

رابع ۔ زبان سے کفر کا اقرار جبکہ ساتھ ہی اسلام کا اقرار ہو کفر اختلافی ہے ۔

خامس ۔ کفر اختلافی میں کفر کا یا بینونۃ زوجہ کا فتی نہ دیا جائے گا البتہ احتیاطاً تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم کیا جائے گا اور اس تجدید کے لئے حلالہ کی ضرورت نہیں کذا فی در المختار نیز چونکہ تجدید نکاح کا حکم احتیاط کے سبب ہے اگر وہ اس پر راضی نہ ہو تب بھی اس کی زوجہ کو دوسرے سے نکاح جائز نہ ہوگا البتہ معصیت ہونے کی صورت میں توبہ واجب ہوگی۔

اب سمجھنا چاہیئے کہ ان تینوں سوالوں میں نہ کفر اتفاقی کا کوئی فعل پایا گیا نہ کفر اتفاقی کا کوئی قول پایا گیا جو فعل محتمل کفر کا تھا اس میں استخفاف یقینی منفی ہے اگر بعض میں تلعب ہے تو تلعب بالدین نہیں بلکہ تلعب بالحاضرین ہے ایسی حالت میں یہ افعال اتفاقاً کفر نہیں اسی طرح قول کفر کے ساتھ قول اسلام بھی مقترن ہے پس وہ کفر بھی اختلافی ہے اس لئے کسی صورت میں کفر کا فتی نہ دیا جائے گا اور کفر اختلافی ہونے کے سبب تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم احتیاطاً دیا جائے گا اس سے

۸۸، ۸۰/

زائد فتی دینا حدود احتیاط سے متجاوز ہے ۔

[illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

رسالہ تلبین العرائک فی تہجین اسٹرائک :

السوال ـ کیا فرماتے ھین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ مذھبی درس گاھون مین متعلمین

کا مقابلہ معلمین و منتظمین در بارہ امور نظم احتجاجی طور پر اسٹرائـک

تعلیمی کرنا شرعاً کیسا ھے اگر مطلقاً اس پر کوئی حکم شرعی اثبات یا منفی کے متعلق ھو

تو بدلائل تحریر فرمایا جائے اور اگر اس مین کچھ تفصیل ھو تو ظاھر فرمائی جائے وجوہ سوال

یہ ھے کہ بماہ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ دارالعلوم دیوبند مین طلباء نے ایک ھفتہ تک اسباق

پڑھنے سے ھڑتال کر کے مقاطعہ تعلیمی کر دیا تھا تو کیا ان طلبہ کو اس مقاطعہ کا

شرعاً حق تھا یا نہین اور ان کا یہ فعل شرعاً کیسا تھا بدلائل شرعیہ واضح فرمایا

جائے ـ

الجواب :

اسٹرائک مذکور فی السوال کی ایک حیثیت ھے اور ایک اس کے عوارض ھین

حقیقت اس کی قطع تعلقات ھے ایسی جماعت سے جو اس قاطع کی تعلیم دینی مین معین

ھین تعلیماً یا اھتماماً جیسا کہ مطلق اسٹرائک کی حقیقت مطلق قطع تعلقات ھے جس

سے یہان بحث نہین اور تعلیم دین عبادت ھے اوراس کے معین معاون فی العبادات اور

مصداق آیت " تعاونوا علی البـّر والتقوی اور حدیث الدنیا ملعونۃ وما فیھـا ملعون الا

ذکر اللہ ومـا والاہ او عالم او متعلم وہ نیز اس کے محسن ھین اور عموماً اپنے محسن

سے تعلق محبت رکھنا بمقتضائے حدیث " من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ " اور خصوصیات

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے ساتھ اپنے معلم سے اور بانضمام فقیدۃ الشی فی حکم ذلک الشئی " اپنے معاون فی الدین سے تعلق عظمت رکھنا بفحوائے حدیث " من علم عبدا ایت من کتاب اللہ فھو مولاہ لاینبغی ان یخذلہ ولا یستاثر علیہ " (جمع الفوائد عن الکبیر) مامور بہ ہے اور تعلقات مامور بہا کا قطع کرنا بنص و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسدون فی الارض " داخل فساد اور محل و عید ہے اس سے اس رسم کا مذموم اور ممنوع ہونا ثابت ہو گیا یہ تو حکم شرعی ہے اس مقاطعہ کا باعتبار اس کی ذات کے اور اس کا دوسرا حکم باعتبار عوارض کے ہے سو وہ عوارض مفاسد کی ایک طویل فہرست ہے جو مشاھدہ سے مدرک ہوتی ہے اس میں چند امور بطور نمونہ کے معروض ہیں -

نمبر(۱) - غرض اس کی جبر ہے ایسے مطالبات میں جو ان مخالفین کا حق واجب نہیں اس جبر فی التبرع کی حرکت معلوم ہے اگر کہا جائے کہ وہ مطالبات کو ان مقاطعین کا حق نہ ہوں مگر حقوق الہیہ واجبہ تو ہیں اور ان کے ترک پر قطع تعلقات و ہجران مشروع ہے سو یہ بھی غلط ہے اسٹرائیک کرنے والے ان کے وجوب و عدم وجوب پر ہرگز بھی نظر نہیں کرتے اپنی خواہش انسانی کے خلاف ہونے کی بناء پر شورش برپا کرتے ہیں پھر صرف قطع تعلقات ہی پر اکتفا نہیں کرتے - جس کی صورت یہ تھی کہ مدرسہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جاتے بلکہ اہل خیر کی جماعت کو بدنام کرتے ہیں ان پر تہمیں لگاتے ہیں ان کی غیبتیں کرتے ہیں جو مطلقاً" اہل کے ساتھ بھی شرعاً" جائز نہیں چہ جائیکہ اہل خیر کے ساتھ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمبر (۲) - ان کے طبقہ میں جو لوگ یکسو رہنا چاہتے ھیں ان پر جبر کرتے ھیں جس سے ان کا دینی (یعنی مالی و اعانت مالیہ میں المدرسہ) اور دینی یعنی علمی ضرر ھوتا ھے جس سے وعید و یصدون عن سبیل اللہ اور لاضرار فی الاسلام " کے مورد بنتے ھیں بلکہ بعض اوقات ضرر شخص سے گزر کر خود تعلیم گاہ کے خطرے میں پڑ جانے سے ضرر جمہوری تک نوبت پہنچ جاتی ھے۔

نمبر (۳) - اپنی اغراض کی تحصیل و تکمیل کے لئے اشجاع و فجار سے مدد لیتے ھیں جو اس جماعت مقطوعہ کے منکرات مزعومہ سے کہیں زیادہ منکرات حقیقیہ میں مبتلا ھوتے ھیں اور ان پر نکیر کی توفیق نہیں ھوتی جس سے " وعید و یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت اور وکانوا لا یتناھون عن المنکر فعلوہ و غیر ھما " کے محل ھوتے ھیں -

نمبر (۴) - اور اھل باطل کے طریق کو اھل حق کے طریق پر اعتقاداً یا عملاً ترجیح دیتے ھیں جس سے وعید یومنون بالجبت والطاغوت و یقولون للذین کفروا ھؤلاء اھدی من الذین امنوا سبیلا کے مصداق ھوتے ھیں -

نمبر (۵) - مقطوعین کی ضد و عداوت میں مدت محدودہ تک یا ھمیشہ کے لئے علوم دینیہ سے محروم ھو جاتے ھیں جس سے مشابہ مصداق آیت "بئسما اشتروا بہ انفسھم ان یکفروا بما انزل اللہ بغیاً" ان ینزل اللہ من فضلہ علی من یشاء ، الخ ، کے ھو جاتے ھیں -

toobaa-elibrary.blogspot.com

و فی مفاسد هذا العمل کثرة لا تحصی ۔ و علی من تتبع و استقرا لا تخفی

یہ کافی کلام تھا اس عمل کے عدم جواز کے دلائل میں اور اس کے دلائل جواز کے جواب

میں اور اس کافی سے بڑھ کر وافی کلام ان دونوں جزوؤں میں دو فاضلوں کا ہے جس کو

جواب ھذا کے ساتھ علی الترتیب ملحق کرتا ہوں ۔ اما فی الجزء الاول فمن المولوی

حبیب احمد الکبیر انوی و وصل الی بلا واسطة وما فی الجزء الثانی فمن مولوی بشیر احمد

الدیوبندی و حصل لی بواسطة المستفتی فاتبعوا ۔

الجـزا الاول :

اسٹرائیک ایک یورپین کی ایجاد ہے اور مسلمانوں میں نہ کبھی اس کا وجود

ہوا اور نہ اس کو جانتے ہیں اس لئے صراحة تو اس کا حکم قرآن و حدیث اور کتب فقہ

میں ملنا مشکل ہے ہاں اصول شرعیہ سے اس کا حکم معلوم ہو سکتا ہے اس لئے کہا جاتا ہے

کہ طلبہ مدارس کی اسٹرائیک منتظمین کے خلاف قواعد شرعیہ کی رو سے ناجائز ہے ۔ اولاً

اس لئے کہ اسٹرائیک کا مقصود منتظمین پر دباؤ ڈال کر ان کو اپنے مطالبات کے ماننے پر

مجبور کرنا ہے اور طلبہ کو کسی حالت میں اس قسم کے دباؤ ڈالنے کا حکم نہیں ہے ۔

کیونکہ طلبہ محکوم ہیں اور منتظمین حاکم اور محکومین پر حاکم کی اطاعت اس وقت تک لازم

ہے جب تک کہ ان کو کسی خلاف شرع امر کا حکم نہ دیا جائے ۔ پس طلباء کا منتظمین

پر حکومت کرنا قلب موضوع اور شریعت کے حکم کو بدل دینا ہے لہذا اسٹرائیک جائز

نہیں ہو سکتی ۔ دوسرے جسوقت طالب علم مدرسہ میں داخل ہوتا ہے اس وقت وہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

مدرسہ کے قانون کا التزام کرتا ہے اور جبکہ وہ اسٹرائک کرتا ہے تو مدرسہ کے قانون کو توڑتا ہے یہ صریح بدعہدی ہے اس لئے اسٹرائک کی اجازت نہیں ہو سکتی - تیسرے اسٹرائک کی ابتدا یوں اہم ہے کہ ایک یا متعدد سرغنے باقی طلباء کو اپنے فریب آمیز تقریروں سے قانون شکنی پر آمادہ کرتے ہیں اور جو ان کی فریب آمیز تقریروں سے بھی متاثر نہیں ہوتے ان کو ناجائز دباؤ ڈال کر اپنے اثر میں لاتے ہیں اور یہ تمام امور شرعاً ناجائز ہیں - اس لئے بھی اسٹرائک جائز نہیں ہو سکتی الغرض اسٹرائک میں چند مفاسد شرعیہ ہیں -

مثلاً اس کا یورپین بدعت ہونا حکم شریعت کو بدلنا مدرسہ کے قانون کو توڑ کر بدعہدی کا ارتکاب کرنا - دوسروں کو فریب دینا ان کو عہد شکنی پر آمادہ کرنا - منتظمین پر دباؤ ناجائز ڈالنا ناموافق طلبہ پر جبر کرنا مدرسہ کے انتظام پر ایسی خرابی پیدا کرنا جس کی اصلاح ناممکن ہو کیونکہ جب طلباء اسٹرائک کے خوگر ہو جائیں گے تو وہ منتظمین کا کوئی ایسا حکم نہ چلنے دیں گے جو ان کی خواہش کے خلاف ہوگا اور ان کا نتیجہ فساد ظاہر ہے اور کوئی مدرسہ ایسی حالت میں قائم نہیں رہ سکتا اور اس لئے گویا مدرسہ کو توڑ دینا وغیرہ اور یہ امور ایسے ہیں جن کے ناجائز ہونے میں شبہ نہیں ہو سکتا اس لئے اسٹرائک ناجائز ہے پھر چونکہ مدرسہ کا اصلی مقصود تعلیم ہے اور مدرسہ کی عمارات انہی طلبہ کے آرام کے لئے ہیں جو کہ مدرسہ میں تعلیم پائیں - ایسی حالت میں طلبہ کا تعلیم چھوڑ کر مدرسہ کی عمارات پر قبضہ رکھنا ایک غاصبانہ قبضہ ہے جو کہ جائز نہیں ہو سکتا پھر چونکہ مدرسہ دیوبند کا موضوع خالص دینی اور مذہبی تعلیم ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور طلبہ کی ان کارروائیوں سے جو انہوں نے اسٹرائیک اور دوسری شر انگیزیوں کے متعلق کی ہیں ثابت ہوتا ہے کہ ان پر یورپین تعلیم کا اثر ہے اور دین کا ان پر کوئی اثر نہیں ۔ اس لئے جب تک وہ اپنے خیالات کو مدرسہ دیوبند کے بانیوں کے اغراض کے موافق نہ بنا لیں اس وقت تک ان کے لئے مدرسہ دیوبند موزوں نہیں ہو سکتا بلکہ ایسے طالب علموں کے لئے ندوۃ العلماء یا علی گڑھ کالج موزوں ہے ۔[89]

جمہوریت :

جمہوریت نے کثرت رائے کو سب کچھ قرار دیا ہے اور جمہوریت میں کثرت کا فیصلہ رد کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے ۔ چنانچہ اسی بنیاد پر یورپی ممالک میں آئے دن بد سے بدتر قوانین اکثریت کے ہاتھوں مجبور ہو کر بنائے جا رہے ہیں جس میں زنا اور بدکاری کو قانونی پشت پناہی دی گئی ہے اور اس شنیع عمل کو سند جواز جمہوریت نے عطا کی ہے اکثریت ضروری تو نہیں کہ حق کا فیصلہ کرے گی بلکہ قرآن مجید میں اس کی تردید کی گئی ہے ارشاد باری ہے ۔

" و ان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ "[90]

اور اگر آپ زمین والوں کی اکثریت کی اطاعت کریں گے تو وہ آپ کو حق کے راستے میں ہٹا دیں گے ۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نے جمہوریت کے خوشنما لبادے میں دبو استبداد و آمریت کو مختلف مواعظ و تقاریر میں واضح کیا وہ فرماتے ہیں " آج کل یہ عجیب وہ مسئلہ

۸۹۔ ایضاً ۔ ص ۲۰۱ تا ۲۰۲

۹۰۔ سورۃ الانعام ۔ پ ۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

دکلا ہوا ہے کہ جس طرف کثرت رائے ہو وہ بات حق ہوتی ہے صاحبو ۔ یہ ایک حد تک صحیح ہے مگر یہ بھی معلوم ہے کہ رائے سے کس کی رائے مراد ہے ؟ کیا ان عوام کا لانعام کی ؟ اگر ادہی کی رائے مراد ہے تو کیا وجہ کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کی رائے پر عمل نہیں کیا ۔ ساری قوم ایک طرف رہی اور حضرت ہود علیہ السلام ایک طرف ۔ آخر انہوں نے کیوں توحید کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار نہ کی ؟ کیوں تفریق قوم کاالزام سر لیا ؟ اسی لئے وہ قوم جاہل تھی اس کی رائے جاہلانہ تھی ۔

حضرت حکیم الامت نے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا :

" مولانا حسین الہ آبادی نے سید احمد خان سے کہا تھا کہ آپ لوگ جو کثرت رائے پر فیصلہ کرتے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ حماقت کی رائے پر فیصلہ کرتے ہو ۔ کیونکہ قانون فطرت یہ ہے کہ دنیا میں عقلاء کم ہیں اور بیوقوف زیادہ ، تو اس قاعدے کی بناء پر کثرت رائے کا فیصلہ بیوقوفی کا فیصلہ ہوگا ۔[1]

حضرت تھانوی نے اس موضوع پر اکثر الاوقات اپنے خیالات کا اظہار کیا ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا :

" غزوہ احد میں ان پچاس آدمیوں میں جو پہاڑ کی گھاٹی پر متعین تھے اختلاف ہوا بعض نے کہا کہ ہمارے بھائیوں کو فتح حاصل ہو گئی ہے ۔ اب ہم کو گھاٹی پر رہنے کی ضرورت نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس غرض کے لئے ہم کو یہاں متعین کیا تھا وہ غرض حاصل ہو چکی ہے ۔ اس لئے حکم قرار بھی ختم ہو گیا ۔ اب یہاں سے ہٹنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصود کی مخالفت نہ ہوگی اور ہم نے اب تک جنگ میں کچھ حصہ نہیں لیا تو کچھ ہم کو بھی کرنا چاہیئے ہمارے بھائی کفار کا تعاقب کر رہے ہیں ۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

[1] مجالس حکیم الامت [illegible]

هم کو مال غنیمت جمع کر لینا چاھیئے بعض نے اس رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا تھا کہ بدون میری اجازت کے ہرگز نہ ہٹنا چاھیئے ۔ مگر پہلی رائے والوں نے نہ مانا اور چالیس آدمی گھاٹی سے ہٹ کر مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے ۔ یہ ان سے اجتہادی غلطی ہوئی اور گھاٹی پر صرف دس آدمی اور ایک افسر ان کے رہ گئے (اس واقعہ میں کثرت رائے پر غلطی پر تھی اور قلت رائے صواب پر تھی جو لوگ کثرت رائے کو علامت حق سمجھتے ہیں وہ اس سے سبق حاصل کریں ۔[92]

ایک اور وعظ میں ارشاد فرمایا :

" اول تو کثرت رائے میں احمقوں کو جمع کیا جاتا ہے ان کی کثرت تو حماقت ہی کی طرف ہو گی پھر ان سے بھی پہلے اپنی رائے منوا لی جاتی ہے اور سبق کی طرح پڑھا دیا جاتا ہے کہ ہم یوں کہیں گے تم یوں کہہ دینا ۔ جیسے وکیل گواہوں کو پڑھایا کرتے ہیں اب وہ کثرت کیا خاک ہوئی ۔[93]

جمہوریت جدید دور کا بہت بڑا مسئلہ ہے اس کے خطرات سے مولانا تھانوی نے کما حقہ آگاہ فرمایا ہے ۔ مفکر پاکستان علامہ ڈاکٹر محمد اقبال جمہوریت کے متعلق فرماتے ہیں ۔

۹۲۔ ایضاً ۔ ص ، ۶۱۸

۹۳۔ ایضاً ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا تھانوی جہاں فقہ حنفی کے پیروکار ہیں وہاں خود بھی ایک جید عالم ہیں ۔ عقل و نقل پر ان کی گہری نگاہ ہے وہ مفتی کے طور پر فتاوی بھی جاری کرتے رہے ۔ لوگ ان کے تبحر علمی دین میں ان کی عمیق نظری کی بنا پر ان کی طرف تی کھلتے رجوع کرتے رہتے ۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ذاتی طور پر علم کا حامل ہوتے اور گہری بصیرت کی دولت سے مالا مال ہونے کے باوجود آپ ہمیشہ کوئی فتوی جاری کرنے سے احتراز ہی فرماتے ۔ گویا آپ دین کے اس اصول پر کار فرما تھے من قال فی القرآن برأیہٖ او بما لا یعلم فلیتبوّ مقعدہ من النار ...... قال من قال فی القرآن برأیہٖ فقد اخطأ ...... من قال فی کتاب اللّٰہ برأیہٖ فاصاب فقد اخطأ لانہ تکلف مالا علمَ لہ بہ وسلک غیر ما اُمِرَ بہٖ ۔[۹۲]

ہم دیکھتے ہیں کہ آپ میں احتیاط کا پہلو کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور فتوی جاری کرتے وقت ہمیشہ کوشش فرماتے کہ میری علاوہ کسی اور ہی سے فتوی حاصل کر لو ۔

آپ نے بیان القرآن میں جہاں کہیں مسائل فقہ بیان فرمائے ہیں وہاں نہایت اختصار اور جامعیت کو ملحوظ رکھا ہے ۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ مسائل فقیہہ بیان فرماتے ہوئے ایک عام آدمی کے عملی اور روزمرہ مسائل کو سامنے رکھتے ہیں کہ اسے عملی طور پر کن مسائل کی ضرورت ہوگی ۔ فقہی مسائل کے بیان میں زیادہ طول اور پیچدار بحثوں سے اجتناب کیا ہے ۔ اس سے ایک قاری کسی رشد و ہدایت کی کتاب ہے ، یہ اگرچہ ہماری زندگی کے

۹۲- ابن کثیر ، تفسیر القرآن العظیم ، جلد اول ، صفحہ ۱۲ (مقدمہ) ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

هر شعبہ مین راهنمائی کرتی هے لیکن بهرحال فقه کی کتاب نہین هے ۔ مولانا تهانوی کے ذهن مین بهی بات موجود دکهائی دیتی هے کہ ضرورت کے مطابق تو فقہی مسائل بیان کئے جائین لیکن فقہی موشگافیون سے اجتناب کیا جائے ۔

ایک طرف آپ کے بیان کردہ فقہی استنباطات ایک عام آدمی کیلئے راهنمائی کا ذریعہ هین تو ساتھ هی اهل علم کیلئے بهی مفید هین کیونکہ آپ پہلے فقہ کی بنیادی کتب کے حوالے بهی دیتے هین ۔ اس سے ایک طرف یہ واضح هو جاتا هے کہ آپ کے بیان کردہ مسائل آپ کی ذاتی ذهن کی تخلیق نہین هین بلکہ آپ فقہ کی مستند کتابون سے هی استفادہ فرماتے هین ۔ آپ کے فقہی مآخذ مین رد المختار ۔ درّ مختار ۔ هدایہ ۔ کنز الدقائق وغیرہ کتب هین ۔ ان کتابون پر خصوصاً فقہائے احناف نے اور عام طور پر تمام علماء نے اعتماد کیا هے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نواں ــــ باب

=============

تصوف اور بیان القرآن

=================

الفصل الاول: صوفیانہ تفاسیر اور تصوف کے بارے میں مولانا تھانوی کے افکار

الفصل الثانی: اساسیات تصوف اور بیان القرآن

=======

toobaa-elibrary.blogspot.com

الفصل الاوّل

صوفیانہ تفاسیر اور تصوف کے بارے میں مولانا تھانوی کے افکار

صوفیاء نے بھی اپنی اُفتادِ طبع کے مطابق اَسرارِ قرآن مجید میں غوّاصی کی ہے اور تصوّف کے اصول و ضوابط قرآنِ مجید سے اخذ کرنے کی کوششیں جاری رکھی ہیں شاہ ولی اللہؒ نے بھی جن تفسیری رجحانات کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے ایک طریقہ صوفیاء پر لکھی گئی تفاسیر ہیں ۔ تفسیر "بیان القرآن" میں صوفیانہ رُجحان بھی پایا جاتا ہے اس مناسبت سے ہم صوفیانہ تفسیر کے ارتقاء کا مختصر خاکہ ابتداء میں پیش کریں گے ۔

صوفیانہ انداز پر لکھی گئی تفسیر کو اصطلاح میں "تفسیرِ اشاری" کہا جاتا ہے اس تفسیری انداز کا باقی تفاسیر سے رنگ اور مقصد بالکل مختلف ہوتا ہے ۔ اس کی تعریف اور اس کے نمایاں خصائص اس طرح بیان کئے گئے ہیں :

اَلتَّفْسِيْرُ الصُّوْفِي الِاشَارِيّ هُوَ تَأْوِيْلُ آيَاتِ الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ عَلٰى خِلَافِ الظَّاهِرِ بِإِشَارَاتٍ تَظْهَرُ لِبَعْضِ اَرْبَابِ السُّلُوْكِ مَعَ اِمْكَانِ التَّوْفِيْقِ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ مَدْلُوْلِ لِلَّفْظِ الْعَرَبِيّ ۔[1]

تفسیر اشاری کا مطلب یہ ہے کہ پوشیدہ اشارات کی بناء پر اُصحابِ تصوّف قرآن کی تفسیر بیان کرتے ہیں جو آیاتِ قرآن کے ظاہری مفہوم کے خلاف ہوتی ہیں ۔ البتہ ظاہری اور باطنی مفہوم میں جمع و تطبیق کا امکان موجود ہوتا ہے ۔ نیز مدلول لفظ عربی میں بھی توفیق و موافقت ممکن رہتی ہے ۔

۱۔ نشاۃ التفسیر و مناھجھا ۔ ص ۲۹۳ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بناء برین نظری تفسیر اور اشاری تفسیر مین دو طرح کا فرق نمایان ہے۔

۱- نظری تفسیر چند علمی مقدمات پر مبنی ہوتی ہے - جو پہلے صوفی کے ذہن مین آتے ہین اور اس کے بعد وہ قرآن کو ان پر محمول کرتا ہے - بخلاف اس کے تفسیرِ اشاری کی اساس علمی مقدمات پر نہین رکھی جاتی - بلکہ یہ روحانی ریاضت کے زیر اثر ہوتی ہے - صوفی ریاضت کرتے کرتے ایسے مقام پر جا پہنچتا ہے جہان اس پر عبادات کے پردے مین کچھ اشاراتِ قُدسیہ منکشف ہونے لگتے ہین اور اس طرح آیات مین جو معارف و حقائق ہوتے ہین وہ ابرِ غیب سے اس پر برس پڑتے ہین -

۲- دوسرا فرق یہ ہے کہ نظری مفسر کسی آیت کی جو تفسیر کرتا ہے اس کے بارے مین اس کا خیال یہ ہوتا ہے کہ آیت اس کے سوا کسی دوسرے مفہوم کی متحمّل ہی نہین اس کے برعکس تفسیرِ اِشاری مین صُوفی کا خیال یہ ہوتا ہے کہ آیت مین دوسرے معنیٰ کی گنجائش ہے بلکہ وہ ظاہری معنیٰ ہین اور ذہن انسانی سب سے پہلے اس کی جانب متوجہ ہوتا ہے -[۲]

کیا تفسیر اشاری کی کوئی شرعی اَساس ہے ؟ نیز اس کی کوئی تاریخ ہے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآنِ عزیز کے معانی و مطالب کے اظہار و بیان مین تفسیر اشاری کا انداز نیا نہین بلکہ یہ اس وقت سے جانا پہچانا طریق ہے جب آنحضور

۲- تاریخ تفسیر و مفسرین - ص ۵۳۲۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

صلی اللہ علیہ و سلم پر قرآن نازل ہوا کرتا تھا ۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے آگاہ کیا تھا اور صحابہؓ اس سے آگاہ و آشنا تھے ۔ ذیل مین ایک مثال درج کی جاتی ہے ۔

" اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا " ۔ [۳]

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآنِ عزیز پر تدّبر نہین کرتے یا ان کے دلون مین تالے لگے ہوئے ہین ۔

اس آیت کا یہ مطلب نہین کہ یہ کفار الفاظ و مفہومِ قرآن نہین سمجھتے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ نفس قرآن نہین سمجھ پاتے ۔ [۴]

اشاری تصوّف بڑی حد تک تفسیری تقاضون کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور عجب بات یہ ہے کہ جب ہم اس طبقہ کے افراد کی تفاسیر اور ان کی کاوشون پر نظر ڈالتے ہین تو یون محسوس ہوتا ہے کہ ایک نئی فکر، نیا ذائقہ اور عجب سکون و راحت سے قلب و دماغ آشنا ہو رہے ہین ۔ بطور نمونہ ایک مثال پیش کی جاتی ہے ۔

" سہل تستری " [۵] بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم " کی تفسیر مراد بہاء اللہ سین سے مراد ثناء اللہ اور م سے مراد ، مراد اللہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے ۔ اور لفظ اللہ اسم اعظم ہے جو سب اسرار کو شامل ہے ۔ اس کے الف ولا م کے درمیان ایک حرف پوشیدہ ہے جس کے راز سے وہی شخص آگاہ ہو سکتا ہے ۔ جو میل کچیل سے پاک ہو اور حلال روزی

۳۔ سورۃ محمد ۔ پ ۲۶

۴۔ تاریخ تفسیر و مفسرین ۔ ص ، ۵۳۵

۵۔ ھو سھل ابن عبداللہ ابو عبداللہ کنیت و مشہور بالتستری ولد فی سنۃ ۲۰۰ھ و کان زاھدا و عارفا و لقی ذوالنون المصری فی مکۃ و توفی فی سنۃ ۲۸۳ھ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پر قناعت کرنے والا ہو رحمٰن ایک اسم ہے جس میں الف و لام کے مابین پوشیدہ حرف کی خصوصیت پائی جاتی ہے - رحیم کے معنٰی ہیں اپنے بندوں کو رزق دے کر ان پر رحم کرنے والا - ان کا پیدا کرنے والا اور اپنے قدیم علم کے مطابق ان کو شفقت کی نگاہ سے دیکھنے والا -[۶]

ہمیں ظاہری تفسیر کی اشاری تفسیر کے ہمرکاب کرنا ضروری دکھائی دیتا ہے ورنہ قرآن کی بہتر تشریح و توضیح نہیں ہو سکے گی -

مولانا تھانوی کا نظریہ :

تصوف کے اصول صحیحہ قرآن و حدیث دونوں میں موجود ہیں - مولانا تھانوی رقم طراز ہیں - " اے صاحبو - کیا غضب کرتے ہو خدا سے ڈرو اس کے متعلق میں نے خاص مضمون پر دو مستقل کتابیں لکھی ہیں ایک تو " حقیقۃ الطریقۃ " جس میں مسائل تصوف کی حقیقت احادیث سے ثابت کی گئی ہے - ایک رسالہ مستقل " مسائل السلوک " جس میں صاف طور پر ظاہر کیا گیا ہے کہ تصوف کے مسائل قرآن مجید سے ثابت ہیں ان دونوں کتابوں سے معلوم ہوگا کہ قرآن و حدیث تصوف سے لبریز ہیں اور واقعی وہ تصوف نہیں جو قرآن و حدیث میں نہ ہو - غرض جتنے صحیح اور مقصود مسائل تصوف کے ہیں وہ سب قرآن و حدیث میں موجود ہیں -[۷]

۶- ایضاً - ص ، ۵۳۳

۷- وعظ طریق القلندر - ص ، ۲۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ حدیثوں میں تصوّف نہیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث ہی نہیں جس میں تصوّف نہیں ہے ۔ یعنی ہر حدیث میں تصوّف ہے مگر لوگ تصوّف کی حقیقت کو نہیں جانتے ۔[8]

میں نے قرآن و حدیث سے تصوّف کے تقریباً دو ہزار مسئلے صاف صاف دلالت سے ثابت کر دیئے ہیں اور اگر غور کرتا تو اتنے ہی اور ثابت کر سکتا تھا ۔[9]

حقیقت تصوف کے دیباچے میں حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں ۔

" شریعت کے اندر جن اَعمال کے کرنے اور جن کے نہ کرنے کا حکم ہے وہ دو قسم کے ہیں بعض کا تعلّق ظاہر بدن یا ظاہری چیزوں سے ہے جیسے کلمہ پڑھنا ، نماز ، روزہ ، حج ، زکوٰۃ اور ماں باپ کی خدمت کرنا ۔ ان کو مامورات کہتے ہیں اور کلمات کفر کہنا شرک کے افعال کرنا ، زِنا ، چوری ، سُود خوری ، اور رشوت وغیرہ ، ان کو منا ہی کہتے ہیں بعض اَعمال ایسے ہیں کہ جن کا تعلّق باطن سے ہے ۔ جیسے ایمان و تصدیق ، عقائدِ حقّہ ، صبر و شکر، توکل و رضا ، بقضا تفویض و اخلاص محبتِ خدا اور رسول وغیرہ ان کو مامورات و فضائل کہتے ہیں اور عقائد باطلہ و بے صبری ، ناشکری ، ریاء ، تکبّر اور عُجب وغیرہ یہ مناھی و رذائل ہیں جن سے شریعت نے منع کیا ہے ۔ جس طرح قرآن پاک میں " وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ و اٰتُوا الزَّکٰوۃَ " موجود ہے ۔ اسی طرح " یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا " اور " وَاشْکُرُوا لِلّٰہِ " بھی موجود ہے ۔

۸۔ حسن العزیز ۔ ص ۱۰۰ ، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ، ملتان ۔

۹۔ اشرف السوانح ۔ جلد ۳ ، ص ۲۰۷ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

صوفیانہ تفاسیر کے بارے میں مولانا تھانوی لکھتے ہیں :

====================================

حضرات صُوفیہ پر جو بعض تفاسیر کی وجہ سے اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ قرآن کی نئی تفسیرین کرتے ہیں۔ یہ درحقیقت ایک غلط فہمی ہے۔ صوفیہ نے ان باتون کو تفسیر کے طور پر بیان نہیں کیا محض " تنظیر تشبیہ " کے طور پر بیان کیا ہے اور صوفیہ کے معتقدین جو اس کو تفسیر سمجھتے ہیں ۔ وہ غلطی کرتے ہیں مثلاً " اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی " کے تحت صُوفیہ نے لکھا ہے کہ " اذ ھب یا روح الی النفس فھا ھدھا انھا وقد طغت " بعض ناواقفون نے اس کو تفسیر سمجھ لیا پھر ان میں جو معتقد تھے وہ یہ کہنے لگے کہ قرآن میں موسیٰ علیہ السّلام اور فرعون علیہ اللعنہ کا قصّہ مذکور ہی نہیں بلکہ موسیٰ سے مراد " روح " ہے مگر یہ سراسر جہل ہے ۔ واللہ صوفیہ کی یہ مراد ہرگز نہیں اور جو ان کی طرف یہ بات منسوب کرے وہ جھوٹا ہے ۔ بخدا قرآن میں مُوسیٰ و فرعون سے روح و نفس ، ہرگز مراد نہیں بلکہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام ہی کا قصّہ فرعون کے ساتھ مراد ہے جو کہ ظاہری مدلول ہے ورنہ اگر ظاہری مدلول مراد نہ ہوا تو پھر قرآن سے نماز ، روزہ ، حج اور زکواۃ کچھ ثابت نہ ہو سکے گا ۔[10]

اگر یہ صحیح ہے کہ صوفیا نے بعض ایسی تعبیرات کی ہیں جو ظاہری مدلول کے خلاف ہیں اور ان سے استشہاد کر کے بعد میں کچھ لوگون نے ظاہری مدلول کا انکار کر دیا ہے تو پھر صوفیاء نے جو کچھ کہا ہے اس کی کیا حقیقت ہے ؟

۱۰- حقیقت تصوف ۔ ص ۲۰-

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا تھانوی نے اس بحث کو بڑے اچھے انداز میں پیش کیا ہے ۔ یہ طویل تقریر ہے تاہم عام افادیت کے نقطہ نظر سے اسے پیش کیا جاتا ہے ۔ وہ لکھتے ہیں :

بعض ملحدین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ قرآن میں " صلوٰۃ " سے مراد نمازِ شرعی نہیں بلکہ " روح صلوٰۃ " مراد ہے یعنی سخائے نفس " اسی طرح تمام نصوص میں تاویل کی ہے اور کہا ہے کہ اعمال کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ، علماء نے قرآن کو ظاہر پر محمول کیا ہے اور ہم اس کو باطن پر محمول کرتے ہیں اور ان لوگوں نے مولانا رُومی کا ایک قول اپنی دلیل میں بیان کیا ہے ۔

پنج وقت آمد نماز اے رهنمون

عاشقان هم فی صلوۃ دائمون

کہ دیکھو مولانا فرماتے ہیں کہ عوام تو پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں اور عُشاق ہمیشہ ہی نماز میں رہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ صلوٰۃ شرعیہ کا تحقق دائماً نہیں ہو سکتا کیونکہ اکل و شرب ، بول و براز اور سونے کی حالت میں نمازِ ظاہر نہیں ہو سکتی تو وہ کون سی نماز ہے جس میں عُشاق دائماً مشغول ہیں جدا نہیں ہوتا ۔ میں کہتا ہوں کہ مولانا کے کلام سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عُشاق ظاہری نماز ادا نہیں کرتے بلکہ مولانا کے کلام کے معنیٰ عُشاق کے لئے دو نمازوں کا ثابت کرنا ہے ۔ پس انہوں نے اوّل یہ فرمایا کہ عوام تو پانچ ہی وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں اس کے بعد عُشاق کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ ہر وقت نماز ہی میں رہتے ہیں ۔ اس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ وہ ان

toobaa-elibrary.blogspot.com

پانچ نمازوں کو بھی ادا کرتے ھیں اور انھی پانچ نمازوں پر اکتفاء نہیں کرتے - بلکہ ہر دم نماز میں رہتے ھیں - اس سے یہ سمجھنا کہ مولانا نے عُشاق سے ظاھری نماز کی نفی کی ھے - اس کے کلام میں تحریف ھے - بلکہ مولانا نے اس کے ساتھ تو عُشاق کے لئے ایک زائد بات بیان فرمائی ھے - جس کی وجہ سے ان کے لئے دائماً مشغولئی صلوٰۃ ثابت ھو رہی ھے - اور وہ زائد بات کیا ھے ؟ وہ نماز کا شوق و انتظار ھے - مطلب یہ ھے کہ عوام تو نماز پڑھ کر اس سے غافل ھو جاتے ھیں اور عُشّاق نماز کے بعد دوسری نماز کے فکر و انتظار میں بے تاب رہتے ھیں اور حدیث میں ھے کہ نماز کے انتظار میں لگا رہنے والا نماز ھی میں ھے - اس لئے عُشّاق ہر وقت نماز ھی میں ھیں یعنی ان کو ہر وقت نماز کا ثواب ملتا رہتا ھے - اس سے یہ کہاں ثابت ھوا کہ عُشّاق کی نماز کوئی دوسری خاص ھے اور وہ پانچ وقت کی نماز نہیں پڑھتے - یہ تو مولانا کے کلام سے استدلال کا جواب تھا - رہا ان کا یہ کہنا کہ اعمال کے لئے ایک ظاھر ھے اور ایک باطن، یہ مُسلّم ھے لیکن اس سے یہ کیونکر لازم آیا کہ اعمال کی صورت اور ظاھر مطلوب نہیں دیکھو اس کی تو ایسی مثال ھے جیسے آپ کے بیٹے کا ایک ظاھر ھے یعنی " قالب " اور ایک باطن ھے جیسے روح کیونکہ انسان صرف ظاھر سے انسان نہیں بلکہ اپنی روح کے ساتھ انسان ھے - اگر روح نہ ھو تو یہ " قالب " مٹی میں دفن کرنے کے قابل ھے لیکن کیا آپ یہ کہہ سکتے ھیں کہ صرف روح ھی مطلوب ھے - اور قالب بالکل مطلوب نہیں اگر یہ ھے تو پھر اپنی بیوی بچوں کا گلا گھونٹ کر مار دو کیونکہ روح تو پھر بھی رھے گی اس کو تو گلا گھونٹنے سے موت نہیں آئے گی - صرف قالب کو موت آئیگی تو کیا حرج ھے - یہ تو مطلوب ھی نہیں -

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس پر آپ شاید یہ کہیں کہ مطلوب تو در حقیقت روح ہی ہے مگر روح بدون قالب کے پاس نہیں رہ سکتی ۔ اس لئے بدن بھی مطلوب ہے ۔ پس ہم یہی کہتے ہیں کہ جس چیز کو آپ روحِ صلوٰۃ سمجھ بیٹھے ہیں وہ روح آپ کو بدون نماز کے اس صورت و قالب کے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی ۔ وہ روح اسی صورت کے ساتھ لگی ہوئی ہے اگر اس کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس صورت کو لازم پکڑو ورنہ بدون اس کے جو شخص روح صلوٰۃ کے حصول کا مدعی ہو تو وہ یقیناً جھوٹا ہے یہ تو معتقدوں کی حالت تھی کہ انہوں نے صوفیہ کے ان اقوال کو تفسیر سمجھ لیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ مقصود صرف باطن ہی ہے ۔ ظاہر مراد ہی نہیں اور جو لوگ ان کے معتقد نہ تھے وہ ان پر فتویٰ لگانے لگے کہ صوفیہ کی مراد تفسیر کرنا نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ " اے قرآن پڑھنے والے تو قرآن کے قصوں کو محض قصہ سمجھ کر نہ پڑھ بلکہ ان سے سبق حاصل کر کیونکہ قرآن میں جو قصے مذکور ہیں ۔ وہ عبرت حاصل کرنے کے لئے بیان کئے گئے ہیں ۔ جیسا قرآن میں ارشاد ہے ۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلَٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۔

ترجمہ : ان انبیاء و امم سابقین کے قصہ میں سمجھ دار لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے یہ قرآن (جس میں قصے ہیں کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں (کہ اس سے عبرت نہ ہوتی) بلکہ اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں ہو چکی ہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ ان کی تصدیق کرنے والا ہے اور ہر ضروری) بات کی تفصیل کرنے والا

ہے اور ایمان والوں کے لئے ذریعہ ہدایت و رحمت ہے ۔

پس جب سالک حضرت موسٰی علیہ السّلام کے قصّے پر پہنچے تو اس سے یہ سبق

حاصل کرے کہ تیرے اندر بھی ایک چیز حضرت موسٰی علیہ السّلام کے اور ایک چیز فرعون

کے مشابہ ہے ۔ یعنی روح اور نفس ۔دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ انسان کے اندر دو قوتیں

ہیں ایک داعی الی الخیر جو مشابہ حضرت موسٰی علیہ السّلام کے ہے ۔ دوسری داعی الی

الشّر جو مشابہ فرعون ملعون کے ہے ۔ پس تو بھی اپنی روح کو نفس پر غالب کر۔مجاہدہ

اور تبلیغ سے تو نفس کو آیاتِ الہیہ یاد دلانا کہ اس کو خوفِ الہی پیدا ہو ۔ اور

نافرمانیوں سے باز آ جائے یہ علم اعتبار ہے کہ دوسرے کے قصہ کو اپنی حالت پر منطبق کر کے

سبق حاصل کیا جائے ۔ پس اِس آیت سے روح و نفس کی حالت پر حکم کرنا استدلال کے

طور پر نہیں بلکہ بطور اعتبار کے ہے ۔ استدلال تو مفہوم لغوی سے ہوتا ہے ان طرق کے

ساتھ جو اہل معانی و اصول نے بیان کئے ہیں اور اعتبار تشبیہ و اشارہ کے طور پر ہوتا

ہے اور ان دونوں کی اصل قرآن سے ثابت ہے ۔ لیکن قرآن میں دلیل و استدلال کا لفظ

صراحۃً نہیں آیا بلکہ اس کے مرادفات آتے ہیں ۔ چنانچہ ارشاد ہے ۔ " قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ

اور ارشاد ہے ۔ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ " (آپ کہیئے کہ تمہارے پاس کوئی دلیل ہے)

چونکہ برہان اور علم،دلیل کے معنی میں ہے اس لئے اس کا نام استدلال رکھنا

صحیح ہو گیا ۔ جیسے " اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ " کے معنی یوں کہنا کہ حق تعالٰی نے نماز کو

فرض کیا ہے ۔ صحیح ہے ۔ حالانکہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃ " میں اللہ اور فرض کا لفظ صراحۃ نہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

مگر اس کا قائم مقام موجود ہے ۔ اور دوسرے طریق کا نام خود قرآن میں "اعتبار" آیا ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہے " فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ " اس سے اوپر بنی نظیر کے (جو یہود کا ایک قبیلہ ہے) جلا وطن کئے جانے کا قصہ مذکور ہے ۔ جس کے بیان کرنے کے بعد یہ فرمایا ہے کہ " اے بصیرت والو اس سے عبرت حاصل کرو یعنی اگر تم ایسی حالت کرو گے جو ان لوگوں نے کی ہے تو اپنے واسطے بھی اس عذاب کو تیار سمجھو اور بس تم علم اعتبار ہے کہ دو چیزوں میں مشابہت ہو تو ایک نظیر سے دوسری نظیر کا استحضار کیا جائے اور بس عبرت حاصل کرنے کے معنٰی ہیں کہ دوسرے کی حالت کو اپنے اوپر منطبق کیا جائے کہ اگر ہم نے اس جیسے اعمال کئے تو ہمارا بھی وہی حال ہوگا جو اس کا ہوا ہے ۔ رہا یہ سوال کہ جس طرح صوفیہ نے علم اعتبار کا استعمال کیا ہے کیا نصوص میں بھی استعمال آیا ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ " بحمد اللہ " اس کی نظیر نصوص میں بھی موجود ہے اور میں یہ بات خود نہیں کہتا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے قول سے میں اس کا ثبوت دیتا ہوں ۔ اور وہ اتنے بڑے محقق ہیں کہ بعض لوگوں نے ان کو غیر مقلِّد سمجھ لیا ہے کہ وہ آئمہ کی تقلید بھی نہ کرتے تھے مگر یہ غلط ہے وہ مقلِّد ہی ہیں مگر مقلِّد محقق ہیں ۔ لکیر کے فقیر نہیں ، جیسے سالکین و مجذوبین کے سلوک و جذب میں مراتب ہیں کہ بعض سالک مجذوب ہیں ۔ بعض سالک محض ہیں بعض مجذوب ہیں ۔ ایسے ہی تقلید و تحقیق کے بھی مراتب ہیں کہ بعض مقلِّد محض ہیں اور بعض محقق محض ہیں اور بعض مقلد محقق ہیں ۔ تو شاہ صاحب مقلد محض نہ تھے بلکہ مقلد محقِّق تھے ۔ اس لئے بعض کو ان پر غیر مقلِّد کا شبہ ہوا اتنے بڑے محقق نے دو حدیثوں کے متعلق الفوز الکبیر میں یہ لکھا ہے کہ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " نے علم اعتبار کا استعمال فرمایا ہے ۔ " صحیحین میں حدیث ہے کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ تقدیر کا مسئلہ ارشاد فرمایا " ما منکم من احد الا وقد کتب لہ مقعدہ من النار و مقعد من الجنۃ قالو یا رسول اللہ افلا نتکل علی کتاب بناء ندع العمل " یعنی ہر شخص کا ٹھکانا جنت مین یا دوزخ مین پہلے ھی سے لکھ دیا گیا ھے ۔ اس پر حضرات صحابہ رضی اللہ تعالی عنھم" نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر عمل کی کیا ضرورت ھے؟۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ " اعملوا فکل میسر لما خلق لہ اما من کان من اھل السعادۃ فیسر لعمل السعادہ و ما من کان اھل الشقاوۃ فیسر لعمل الشقاوۃ ثم قرغ فاما من اعطی و اتقی و صدق بالحسنی الا یۃ متفق علیہ " (مشکوۃ شریف) ۔

کہ عمل کرتے رھو ھر شخص کے لئے یہ عمل آسان کر دیا گیا ھے ۔ جس کے لئے وہ پیدا ھوا ھے جو شخص اہل سعادت سے ھوگا اس کے لئے وہ عمل سعادت آسان ھوگا اور جو شقاوت سے ھوگا اس کے لئے عمل شقاوت آسان ھوگا ۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے یہ آیت پڑھی " فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَاتَّقٰی وَ صَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡیُسۡرٰی وَ اَمَّا مَنۡ مَنۡ بَخِلَ وَ اسۡتَغۡنٰی وَ کَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡعُسۡرٰی ۔

(ترجمہ) جو شخص (اللہ کی راہ مین) صدقہ دے اور تقوٰی اختیار کرکے اور اچھی بات (یعنی دینِ اسلام) کی تصدیق کرے تو ھم اس کے لئے راحت کی چیز (یعنی جنت) کا سامان کر دین گے اور جو بُخل کرے اور بے پرواھی اختیار کرے اور اچھی بات (یعنی دینِ اسلام) کی تکذیب کرے ھم اس کے لئے تکلیف کی چیز (یعنی جہنم) کا سامان دین گے اب اس پر سوال ھوتا ھے کہ اس آیت مین تقدیر

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا ذکر کہاں ھے ۔ آیت کا مدلول تو یہ ھے کہ اعطاء و تقوٰی سے جنت آسان ھو جاتی ھے اور بخل و استغناء سے دوزخ آسان ھو جاتی ھے اس کا جواب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے بطور علم اعتبار کے اس آیت کے مضمون سے حدیث کے مضمون پر استشہاد فرمایا ھے اور مقصود تشبیہ دینا ھے ۔ کہ جیسے بواسطہ اعمال کے بعض کے لئے جنت اور بعض کے لئے دوزخ کو آسان کر دیا ھے ۔ اسی طرح بواسطہ تقریر کے بعض کے لئے اعمال صالحہ کو بعض کے لئے معاصی کو آسان کر دیا ھے اور یہ تشبیہ محض توضیح کے لئے ھے کہ تقدیر سے تدبیر ویسی ھی ھو جاتی ھے ۔ جیسی اس آیت میں تیسیرِ اعمال سے مذکور ھے پس مقصود تشبیہ سے توضیح ھے مشبہ کی اسی لئے تشبیہ میں شرط کے مشبہ بہ میں وہ صفت اوضح و اشہر ھو گو قوی نہ ھو ۔ اب یہاں سے تشبیہ کے متعلق ایک مشہور سوال کا بھی حل ھو گیا وہ یہ کہ " اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ " میں جو صَلٰوۃ علٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو صلوۃ ابراھیم کے ساتھ تشبیہ دی گئی ھے تو اس پر بعض لوگوں کو شبہ ھوتا ھے ۔ صَلٰوۃ ابراھیمیہ کے افضل و اکمل ھونے کا صلوٰۃ محمدیہ صلی اللہ علیہ و سلم سے منشاء اس کا وھی ھے کہ عام طور پر لوگوں نے یہی سمجھ رکھا ھے کہ تشبیہ میں شبہ بہ کا مشبہ سے اقوٰی و افضل ھونا شرط ھے ۔ حالانکہ یہ مقدمہ ھی غلط ھے ۔ بلکہ صرف اَوضح و اَشہر ھونا ضروری ھے ۔ اَفضل و اَکمل ھونا ضروری نہیں اور اس کی دلیل خود قرآن میں موجود ھے ۔ فرماتے ھیں ۔ " اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ " (اللہ تعالٰی

toobaa-elibrary.blogspot.com

نور (هدایت) دینے والا ھے آسمانوں اور زمین کا اس کے نورِ هدایت کی حالت عجیبہ ایسی ھے ۔ جیسے (فرض کرو) ایک طاق ھے (اور اس مین ایک چراغ رکھا ھے) ۵

اس مین اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے نور کو چراغ کے نور سے تشبیہہ دی ھے ۔ حالانکہ چراغ کے نور کو نورِ حق سے کیا نسبت؟ مگر بوجہ وُضُوح کے تشبیہہ دیگئی ھے ۔ کیونکہ نورِ مصباح لوگون کے ذھن مین پہلے سے حاضر ھے ۔ اس پر اگر یہ سوال ھو کہ لوگون کے ذھن مین تو نور شمس و قمر بھی حاضر ھے اور ان دونون کا نور چراغ کے نور سے زیادہ قوی ھے تو ان کے ساتھ تشبیہہ کیون دی گئی ۔ اس کا جواب یہ ھے کہ سورج اور چاند کا نور اگرچہ چراغ کے نور سے اقوی ھے ۔ مگر سورج مین ایک عیب یہ ھے کہ اس پر نگاہ نہین جمتی اس کے ساتھ تشبیہہ دی جاتی تو سامعین کو شبہ ھوتا کہ شاید خدا کا نور بھی ایسا ھی ھوگا کہ اس پر نگاہ نہ جم سکے تو جنت مین بھی دیدار سے مایوسی ھوتی اور قمر سے اس لئے تشبیہہ نہین دی کہ اس کے متعلق یہ بات مشہور ھے کہ "نُورُ القمر مستفاد من نور الشمس" تو اس کے ساتھ تشبیہہ دینے مین اس کا شبہ ھوتا کہ نورِ حق بھی کسی سے مستعار ھے ۔ پھر چراغ مین ایک صفت شمس و قمر سے زیادہ یہ ھے کہ وہ دوسرون کو بھی منور بنا دیتا ھے ۔ کہ ایک گھنٹہ مین ایک چراغ سے ایک لاکھ چراغ روشن ھو سکتے ھین اور اس کے نور مین کچھ کمی نہین آتی اور شمس و قمر سے دوسرون کو صرف روشنی پہنچتی ھے یہ نہین ھوتا کہ دوسری شے نور بن کر کسی اور کو بھی منور کر سکے ۔ (اگر کہا جائے کہ آئینہ آفتاب یا چاند کے سامنے کیا جائے ۔ تو وہ خود بھی نورانی ھو جاتا ھے اور در و دیوار کو بھی منور کر دیتا ھے ۔ تو اس کا جواب یہ ھے کہ وہ محض واسطہ فی العروض ھوتا ھے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

واسطہ فی الثبوت نہیں ہوتا اور چراغ واسطہ فی الثبوت ہو جاتا ہے ۔ جیسا کہ نورِ حق
واسطہ فی الثبوت ہوتا ہے ۔ مگر یہ تشبیہہ من کل الوجوہ نہیں کہ اس سے کوئی نعوذ
باللہ دوسرا خدا تصنیف کرنے لگے مطلب صرف یہ ہے کہ نورِ حق دوسروں کو منور بھی کرتا
ہے ۔ اور خود منور ہے گو دوسروں کی تنویر اس درجہ کی نہ ہو اور یہ بات چراغ ہی میں
ہے شمس و قمر میں نہیں ہے اور یہ سب نکات ہیں مقاصد نہیں ہیں ۔ ہر شئے کو
اپنی حد میں رکھنا چاہیے اور چونکہ یہ نکات ہیں اس لئے علماء سے ان کے پوچھنے کا بھی
کسی کو حق نہیں ۔ اگر وہ خود بتلا دیں تو ان کا احسان ہے ۔ یہ چٹنی مربے ہیں
اور دعوت پلاؤ زردہ کی ہوتی ہے ۔ چٹنی مربے کی دعوت نہیں ہوتی وہ تو غذا کو
لذیز بنانے کے لئے خود مقصود نہیں یہ تفصیل آیت کی تفسیر میں بھی جو استطرادا*
مذکور ہو گئی ۔ مجھے اس آیت کے ذکر سے صرف یہ مقصود تھا کہ اس میں نورِ حق کو
نورِ مصباح سے تشبیہہ دی گئی ہے ۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ نورِ مصباح کو نورِ حق
سے کچھ نسبت نہیں ۔ پس ثابت ہو گیا کہ تشبیہہ کے لئے مشبہ بہ کا مشبہ سے اقویٰ
ہونا لازم نہیں صرف اوضح و اشہر ہونا شرط ہے ۔ پس درود شریف میں بھی جو صلوٰۃ
محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صلوٰۃ ابراھیمیہ کے ساتھ تشبیہہ دی گئی ہے ۔ اس کی بناء
بھی اس پر ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام پر خاص رحمت و صلوٰۃ کا نازل ہونا اھل ادیان
میں مشہور تھا ۔ تشبیہہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ صلوۃ ابراھیمیہ صلوٰۃ محمدیہ صلی اللہ
صلی اللہ علیہ و سلم سے افضل و اکمل ہو ۔ بہر حال شاہ صاحب نے حدیث کی شرح میں
علم اعتبار کی اصل قرآن سے بتلائی ہے ایک حدیث وہ تھی جس کے متعلق بیان ہو چکا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسری حدیث مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یہ اعمال جو کر رہے ہیں یہ پہلے سے مقدر ہو چکے ہیں کہ کون کیا کرے گا یا ہر شخص ابتداءً عمل کرتا ہے - حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا " بل شی قضی علیھم و مضی فیھم و تصدیق ذلک فی کتاب اللہ عز و جل وما سواھا فالھمھا فجورھا و تقوٰھا " (ترجمہ) اور (قسم ہے انسان کی) جان کی اور اس ذات کی جس نے اس کو درست بنایا پھر اس کی بدکرداری اور پرہیز گاری دونوں باتوں کا اس کو القا کیا) کہ نہیں بلکہ یہ وہ اعمال ہیں جو ان کے لئے پہلے ہی مقدر ہو چکے ہیں -

یہی وہ بات ہے جس کو ایک حدیث میں اس عنوان سے بیان فرمایا ہے -

" جف القلم بما ھو کائن "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اس مسئلہ کے ذکر میں بھی علم اعتبار کا استعمال فرمایا ہے - یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

" انتم فی عمل قد فرغ منہ و تصدیق ذلک فی کتاب اللہ و نفس و ما سواھا " کہ جو اعمال تم کر رہے ہو- یہ وہ ہیں جن سے فراغت ہو چکی ہے - یعنی سب سے پہلے ہی مقدر ہو چکے ہیں - اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ اس کی تصدیق قرآن میں موجود ہے - اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں " وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰاھَا " قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی جس نے اس کو پیدا کیا - بمعنی "من" ہے اور یہاں نفس کے ساتھ قسم قسم بالرب پر جو مقدم کیا گیا ہے تو اس میں اشارہ ہو سکتا ہے اس امر کی طرف کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ " (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے رب کو پہچانا) کہ نفس بڑی چیز ہے یہ ہماری قسم کا مقسم بہ بننے کے قابل ہے
تم اس کو پہچانا اگر اس کو پہچان لو گے تو تم کو بھی پہچان لو گے چونکہ معرفت نفس
وسیلہ ہے ۔ معرفت رب کا ۔ اس لئے نفس کی قسم کو مقدم کیا گیا ہے ۔ جیسے مقدمہ
ذکر مین مقدم ہوتا ہے گو مقصودیت مین موخر ہو اور یہ بھی نکتہ ہے کوئی علم
مقصود نہین ۔

اس حدیث مین حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے مسئلہ تقدیر کو بیان کرنے کے
بعد صراحۃً یہ ارشاد فرمایا کہ اس کی تصدیق کتاب اللہ کی اس آیت مین پہلی حدیث مین
یہ صراحت نہ تھی صرف اتنی بات بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے مسئلہ تقدیر کے
بعد ایک آیت تلاوت کی تو وہان اس بات پر کہ مسئلہ تقدیر کو اس آیت کے مضمون سے
مناسبت حاصل ہے ۔ صرف قرینہ حالیہ تھا اور یہان قرینہ مقالہ موجود ہے ۔ مگر اب سوال
یہ ہوتا ہے کہ اس آیت مین بھی تقدیر کے مسئلہ کا ذکر نہین ہے ۔ بلکہ صرف یہ مضمون
ہے کہ اللہ تعالی نے نفس اور خالق نفس کی قسم کھائی ہے ۔ اور اس کے ساتھ یہ
ارشاد فرمایا کہ :

" فالھمھا فجورھا و تقواھا "

ترجمہ : کہ خدا نے نفس کو پیدا کر کے اس کو خیر و شر کا الہام کیا " ۔

یعنی انسان کے نفس مین نیکی اور بدی کی دو طاقتین فطرۃً رکھ دی تھین
اس سے مسئلہ تقدیر کی تائید و تصدیق کیونکر ہو گئی ہے ۔

شاہ صاحب نے یہان بھی وہی جواب دیا ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے یہاں بھی علم اعتبار کے طور پر تشبیہہ دی ہے کہ جس طرح فُجور و تقوٰی کا القاء ہوا ہے ۔ اسی طرح اَعمال کو مقدر بھی کر دیا ہے ۔ پس بقول شاہ صاحب، ان دو حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے علمِ اعتبار کا استعمال فرمایا ہے بڑے شخص کے سر رکھ کر میں یہ کہہ رہا ہوں ۔ خود اتنی بڑی بات نہیں کہتا کیونکہ یہ بڑا دعوٰی ہے ۔ اور اگر کوئی شخص شاہ صاحب کے قول کو نہ مانے تو میں اس سے کہوں گا کہ پھر وہ ان حدیثوں کی شرح کر دے ۔ یقیناً ان حدیثوں اور آیتوں میں وہ کوئی وجۂ ربط بجز اس کے جو شاہ صاحب نے فرمایا بیان نہ کر سکے گا یہ شاہ صاحب کا علم وہبی ہے میں نے ان حدیثوں کا ایسا حل کسی کے کلام میں نہیں دیکھا اب شاہ صاحب سے بڑے سے اس کو نقل کرتا ہوں وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں ان سے بھی علم اعتبار کا استعمال منقول ہے ۔ چنانچہ آیت :

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۔

ترجمہ : اللہ تعالی نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر نالے (بھر کر) اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے پھر وہ سیلاب خس و خاشاک کو بہا لایا ہو اس پانی کے اوپر دھارا ہے ۔

کی تفسیر میں ابن عباس نے فرمایا ہے "يُرِيدُ بِالْمَاءِ الشَّرْعَ وَالدِّيْنَ وَ بِالْاَوْدِيَةِ الْقُلُوْبَ" کہ یہاں پانی سے شرع اور دین اور اَوْدِيَةٌ سے (بطور تشبیہہ کے)

toobaa-elibrary.blogspot.com

قلوب مراد ہیں ۔ صاحب "روح المعانی" نے اس کو نقل کر کے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ تو صوفیاء کی تفسیر کے مثل ہے ۔ ابن عباسؓ ایسی تفسیر نہیں کر سکتے ۔ اس لئے یہ روایت غیر صحیح معلوم ہوتی ہے ۔ پھر بعد تسلیم صحت کے یہ ترجمہ کی ہے ۔ "انما قصدان قولہ تعالی کذلک یضرب اللّٰہ الحق والباطل معناہ الحق یتقرر فی القلوب الخ ، اور میں نے "مسائل السلوک" میں یہ توجیہ کی ہے کہ " ان صح ذلک فمقصود الخبر منہ الاشارہ ۔

اسی طرح ابن عباسؓ نے " اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا " کی تفسیر میں فرمایا ہے ۔ لئن القلوب بعد موتھا والافقد علم احیاء الارض مشاھدہ " یعنی یہاں ارض سے مراد مردہ قلب ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ مردہ دلوں کو زندہ کر دیتے ہیں ۔ ورنہ زمین کا حال تو سب کو معلوم ہے ۔ (یعنی اس کی حالت بتلانے کا اتنا اہتمام ضروری نہ تھا ۔) یہ بھی علم اعتبار ہی ہے اور " والا فقد علم احیاء الارض مشاھدہ " سے تفسیر مشہور کی نفی کرنا مقصود نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اپنے مخاطب کو اس آیت میں ظاہری مدلول پر اکتفاء نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ تو ظاہر ہی ہے بلکہ اس سے قلوب کی حالت کی طرف انتقال کرنا چاہیے ۔ کہ دلوں کی بھی وہی حالت ہے ۔ جو زمین کی حالت مشاھد ہے اور یہ روایات میرے رسالہ " مسائل السلوک " میں مذکور ہیں ان آثار وغیرہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ علم اعتبار صوفیہ کی بدعت نہیں بلکہ نصوص میں اس کی اصل موجود ہے ۔ پس جو لوگ علم اعتبار کی رعایت کرتے

toobaa-elibrary.blogspot.com

مین صوفیہ پر زندقہ و الحاد کا فتویٰ لگاتے ہین وہ غلطی کرتے ہین ۔ ہان جو شخص اس کو قرآن کی تفسیر اس کے زندقہ و الحاد مین ہم کو بھی کلام نہین ۔ بہرحال علمِ اعتبار کی حقیقت یہ ہے کہ ایک مشبہ کو دوسرے مشبہ بہٖ سے واضح کیا جائے ثابت نہ کیا جائے بلکہ مشبہ ثابت بدلیل آخر ہےاور یہ نہ مجاز مین داخل ہے ۔ خواہ مجاز مرسل ہو خواہ استعارہ۔ کیونکہ مجاز مین موضوع لہ کے مراد نہ ہونے پر قرینہ ہوتا ہے ۔ اس لئے غیر موضوع لہ مراد ہوتا ہے اور یہان نہ موضوع کے غیر مراد ہونے کا کوئی قرینہ ہے نہ غیر موضوع لہ مراد ہے اور نہ یہ کنایہ مین داخل ہے ۔ کیونکہ کنایہ مین معنیٰ موضوع لہ متروک نہین ہوتے بلکہ کلام کا مدلول اصلی وہی موضوع لہ ہوتا ہے ۔ مگر مقصود اس کا لازم یا ملزوم ہوتا ہے ۔

جیسے طویل النجاد کہ اس مین مدلول وضعی متروک نہین مدلول کلام وہی ہے مگر مقصود طویل القامۃ ہے ۔ کیونکہ طویل النجاد کے لئے طویل الاقامۃ لازم ہے اور اعتبار مین وہ معنیٰ نہ مقصود ہے نہ مدلول کلام ہے ۔ پس یہ اعتبار گویا قیاسِ صوفی ہے ۔ اور مشابہ ہے قیام فقہی کے مگر عین قیاس فقہی نہین کیونکہ قیاس فقہی مین علت جامعہ موثر ہے حکم نفیس مین اس لئے وہ حکم منسوب الی القیاس ہوتا ہے یہان یہ بھی نہین صرف مقیس مقیس علیہ مین تشابہ ہے ۔ اور اس مشابہت کا حکم مین کوئی اثر نہین ۔ بلکہ وہ حکم خود مستقل دلیل سے ثابت ہے یہ حقیقت ہے علم اعتبار کی پس صوفیہ تو اس کے حدود سے نہین نکلتے کیونکہ وہ معانی منقولہ کے نہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

مدلولیت کے منکر ہیں نہ مقصودیت کے اور جہلا صوفیہ خود ان کے مدلولیت ہی کے منکر ہیں اور جدید تعلیم یافتہ مدلولیت کے تو منکر نہیں مگر مقصودیت کے نافی ہیں ۔ بلکہ مقصود معانی سیاسیہ ہی کو سمجھتے ہیں ان سب فرقوں کے فرقوں کو اچھی طرح سمجھ لو " ۔[11]

اب ہم "بیان القرآن" کے "مسائل السلوک" کی طرف آتے ہیں ۔ مولانا تھانوی نے "مقدمہ" میں "مسائل السلوک" پر طویل تقریر کی ہے جسے خوف طوالت سے یہاں پیش نہیں کیا جا سکتا ۔ سلوک کے مسائل کی ترتیب یہ ہوگی کہ تصوّف کی بنیاد ، دعا اور تقاضے بالترتیب قرآنی آیات سے پیش کئے جائیں گے ۔ بیان القرآن کو من وجہٍ تفسیر اشاری اور من وجہٍ تفسیر نظری کہا جا سکتا ہے ۔ ہر آیۃ مبارک سے مولانا تھانوی نے مسائلِ سلوک نکالے ہیں ۔

تزکیہ ایک اہم ضرورت :

مولانا تھانوی کا کہنا ہے کہ بلا تصوّف کے حصول کے اسلام کی اعلیٰ اقدار کو حاصل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ تصوّف میں بنیادی طور پر تواضع کی تعلیم دی جاتی ہے ۔ جیسے صوفیا٫ کی اصطلاح میں فنا کا نام دیا جاتا ہے اور یہ صفت خاصہ تصوف کی تعلیمات پر عمل ہی سے میسّر آ سکتی ہے ۔ مولانا تھانویؒ کا کہنا ہے کہ تصوف کے

۱۱- البدائع ۔ ص ، ۲۲۷-۲۲۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

حجرے میدان کار زار میں ثابت قدمی کے لئے بنیادی اینٹ کی حیثیت رکھتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

"لوگ کہتے ہیں کہ حجروں میں بیٹھنے سے کچھ نہیں ہوتا میدان میں آنا چاہئیے میں کہتا ہوں کہ حُجروں ہی میں بیٹھنے سے میادین کی قابلیت پیدا ہوتی ہے جیسے ریڈیو حجرہ میں رکھا جاتا ہے اور پھر اسی سے تقریریں نشر ہو کر تمام عالم میں ہل چل پڑ جاتی ہے ۔ اس پر یاد آیا کہ سعد بن وقاص رض ایک معرکہ میں امیر لشکر تھے ۔ [12] اور بوجہ دمل نکل آنے کے نقل و حرکت سے معذور تھے پھر بھی اپنے خیمے میں بیٹھے بیٹھے ہی فوج کی کمان کررہے تھے ۔ آ گے اسی مقامِ فنا کا ایک میدانی واقعہ نقل کیا ہے ۔

" حضرت ابو محجن ثقفی اس جرم میں کہ انہوں نے شراب کی تعریف میں اشعار لکھے تھے ۔ عین کار زار میں زنجیر سے باندھ دیئے گئے تھے ۔ کفار میں ایک شخص رستم نامی تھا ۔ جس نے کئی مسلمانوں کوشہید کر دیا تھا ۔ حضرت ابو محجن کو جوش اٹھا کہ میں جا کر اس کا مقابلہ کروں مگر مجبور تھے ۔ بالاخر نہ رہا گیا اور امیر لشکر کی بیوی سے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ مجھ کو اس وقت چھوڑ دیا جائے ۔ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر سلامت آ گیا تو پھر اپنے کو اسی زنجیر میں بندھا ہوا دونگا اور اگر شہید ہو گیا تب بھی امیر لشکر کا حرج نہ ہوگا ۔ کیونکہ وہ مجھ سے ناراض ہیں ۔

۱۲۔ البدائع ۔ ص ۲۲۸ ۔ ۲۲۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

الغرض آپ رستم کے مقابلہ کے لئے پہنچے اور منہ چھپایا ہوا تھا ۔ رستم کے پاس پہنچتے ہی اسے قتل کر دیا اور خود واپس آئے اور اپنے آپ کو مقید کر لیا اور امیر لشکر نے عین میدان کار زار میں بھی حکم شریعت نافذ کیا بات یہ ہے کہ وہاں اصل مقصود اتباع احکام اور تحصیل رضائے الٰہی تھا اسی میں امیر لشکر اور لشکری سب فنا تھے اس کے مقابلہ میں اور کسی مصلحت کی پرواہ نہ تھی ۔

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار

بگذارند و ختم طرہ یارے گیرند ۔ [۱۲]

الفصل الثانی

تصوف کے ضوابط :

ایک صُوفی کی حیثیت سے مولانا تھانوی کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ اسلامی تصوف قرآن سے ماخوذ ہے اس میں غیر قرآن سے کوئی مدد نہیں لی جاتی اس لئے تصوف میں جن جن باتوں کی تلقین کی جاتی ہے یا تعلیم دی جاتی ہے وہ بھی سب قرآن سے ماخوذ ہیں یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے اخذ کی گئی ہے ۔ اس سلسلے میں بیان القرآن کے مختلف مقامات پر تصوف کے بنیادی اصولوں پر روشنی ڈالی ہے ۔

۱۔ بیعت کا سلسلہ :

یہ طریقہ قرآن اور سنّت ہر دو سے ثابت شدہ ہے ۔ ارشاد باری ہے:

۱۲۔ یہاں جنگ قادسیہ کی طرف اشارہ ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

" إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۔ [14]

ترجمہ : جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ اللّٰہ سے بیعت کر رہے ہیں ۔
خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے ۔ [15]

حضرت شاہ ولی اللّٰہ صاحب بیعت تصوف کے جواز میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے بیعت کی گئی ۔ اقسام مروی ہیں قبول اسلام بیعت ہجرت بیعت جہاد بیعت تقوٰی ، ترک سوال کی بیعت ، مردوں پر نوحہ نہ کرنے کی بیعت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بیعت آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ۔

شاہ صاحب یہ بھی تسلیم کرتے ہیں خلافت راشدہ کے بعد بیعت کے یہ تصورات ختم ہو گئے اور بعد میں کہیں جا کر صوفیا نے اپنے مریدوں سے یہ سلسلہ شروع کروایا ۔ آپ لکھتے ہیں :

" خلافت راشدہ میں خلیفہ راشد کے ہاتھ پر جو بیعت ہوتی تھی یہ بیعت ان سب امور پر حاوی ہوتی تھی ۔ لیکن اس کے بعد جب تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ آیا تو خلافت کی وہ پہلی حیثیت قائم نہ رہی تھی ۔ لیکن اس دور میں بیعت خلافت کے علاوہ اس بیعت کا اس لئے رواج نہیں ہو سکا تھا کہ اس پر بیعت خلافت کا گمان ہوتا

۱۴۔ الافاضات الیومیۃ ، جلد ۷ ، ص ۲۷۹ ، ۲۸۰-۲۷۹

۱۵۔ سورۃ الفتح ۔ پ ۲۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

ظاہر ہے اس سے فتنہ و فساد کا باب کھل جاتا پھر ایک دور آیا کہ ایک طرف تو بیعتِ خلافت کی رسم بھی جاتی رہی تو دوسری طرف حکومت کو مسلمانوں کے تزکیۂ نفوس ، اصلاحِ اخلاق نیز امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے کوئی تعلّق نہ رہا ۔ ان حالات میں صوفیاؒ کے لئے اس میں کوئی قباحت نہ رہی کہ وہ مریدوں سے بیعت کا سلسلہ شروع کر دیتے چنانچہ یہی وہ زمانہ ہے ۔ جب صوفیاؒ کے طریقے وجود میں آئے ہیں اور ان میں بیعت کا رواج ہوتا ہے ۔[16]

الغرض حضرت شاہ صاحب کے نزدیک یہ ضرورت ، ملّت کی تہذیبی ، اخلاقی اور اجتماعی ضرورتوں کی پیش بندی کے طور پر در آئی اگر اس بیعت سے یہ تمام مقاصد ملت کی کوکھ سے جنم لے سکتے ہیں تو پھر اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے ۔

۲۔ صحبت مرشد :

تزکیۂ نفس کسی مزکّی کے بغیر ممکن نہیں اگر اس کے برعکس ہو سکتا تو پھر انسانیت کی گم گشتہ متاعِ حیات کو واپس لانے کے لئے انبیاء مبعوث نہ ہوتے بنا بریں کہا جا سکتا ہے کہ شیخ و مرشد کی ضرورت ہے ۔ مولانا تھانوی شیخ اس آیت سے اخذ کرتے ہیں ۔ ارشاد باری ہے :

٭ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَکَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ٭ ۔[17]

۱۶۔ بیان القرآن ، جلد ۱۱ ، ص ، ۲۹۳

۱۷۔ القول الجمیل ۔ اردو ترجمہ ، ص ، ۲۲-۲۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس پر مولانا تھانوی فرماتے ھیں :

" و اسناد الاخراج النبی مع کون المخرج الحقیقی ھو اللہ تعالی اقوی دلیل علی ان للشیخ مدخلاً عظیماً فی تکمیل المرید " ۔[18]

ھر شخص کا روزمرّہ مشاھدہ ھے کہ دنیاوی فنون خواہ وہ غواصی ، جراحی نجاری ، طباخی ، خیّاطی ، حلاجی ، یا خطّاطی وغیرہ ھوں انھیں صاحبِ فن کی صحبت و معیّت کے بغیر سیکھا نھیں جا سکتا بعینہ تزکیہ نفس کا بھی ایک فن ھے اور یہ کوئی کتابی فن نھیں ۔ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ بھی یھی فرماتے ھیں :

" دلوں کو چمکانے اور صیقل کرنے کا یہ علم کتابوں میں مدون نھیں ھے" ۔[19]

۳۔ مجاھدہ :

اللہ تعالی فرماتا ھے :

" وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ " ۔[20]

ترجمہ : اور جو لوگ ھماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ھیں ھم ان کو اپنے رستے ضرور دکھا دیں گے اور بے شک اللہ ایسے خلوص والوں کے ساتھ ھے ۔

۱۸۔ سورۃ ابراھیم ۔ پ ۱۳

۱۹۔ بیان القرآن ۔ جلد ۔ ۲ ، ص ، ۹۶

۲۰۔ مولانا محمد حنیف ندوی ، افکار غزالی ۔ لاھور ، ۱۹۸۳ء ، ص ، ۱۲۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس آیت میں مطلق مجاھدہ کا تذکرہ ھے اس سے صوفیاً کا مجاھدہ بھی تعبیر کیا جا سکتا ھے ۔ مولانا تھانوی فرماتے ھیں :

" فی الروح فی شاننا و من اجلنا ولو جھنا خالصاً ففیہ مضاف مقدر و قیل لا حاجة الی التقدیر یحمل الکلام علی المبالغة یجعل ذات اللہ سبحانہ و تعالی مستقراً للمجاھدہ واطلقت المجاھدہ ... لنھدینھم سبلنا سھل السیر الینا والوصول جنابنا " ۔[21]

۳۔ الخوف :

ارشاد خداوندی ھے :

" یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفاً وَّ طَمَعاً ۔ [22]

ترجمہ : کہ وہ لوگ اپنے رب کو امید اور خوف سے پکارتے ھیں ۔

ابو القاسم الحکیم فرماتے ھیں کہ خوف کی دو قسم کا ھے ۔

۱۔ رھبة

۲۔ خشیة

صاحب الرھبة جب کسی چیز سے ڈرتا ھے تو بھاگ جاتا ھے اور صاحب الخشیة جب کسی شئی سے ڈرتا ھے تو اپنے رب سے التجا کرتا ھے اور ابو حفص فرماتے ھیں کہ

۲۱۔ سورة العنکبوت ۔ پ ۲۱

۲۲۔ بیان القرآن ۔ جلد ۹ ، ص ۵۰۲ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

خوف وہ شمع ہے قلب مومن میں، جس کی روشنی کی بدولت وہ خیر و شر میں امتیاز کر سکتا ہے - [23]

۵- الرجاء :

خوف کے بالمقابل رجاء ہے - ارشاد باری ہے :

" مَنۡ كَانَ يَرۡجُوا لقآء اللّٰه فان اجل اللّٰه لات - [24]

ترجمہ : جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہو سو اللہ کا وہ معین وقت ضرور ہی آنے والا ہے -

اس آیت کی بین القوسین تشریح مولانا تھانوی کی زبانی سنیئے -

" جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہو سو اس کو تو ایسے ایسے حوادث سے پریشان ہونا ہی نہ چاہیے کیونکہ اللہ کے ملنے کا وہ معین وقت ضرور ہی آنے والا ہے - جس سے سارے غم غلط ہو جاوین گے - لقولہ تعالی " وَ قَالُوا الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَذۡهَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ " - [25]

۲۳- سورہ سجدہ - پارہ ۲۱-

۲۴- تاریخ تصوف - ص ۳۸۲ -

۲۵- سورۃ العنکبوت - پ ۲۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

٦- الجوع و ترک الشهوة :

، وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ " - [٢٦]

ترجمہ : اور ہم تمہارا امتحان کرین گے کس قدر خوف سے اور فاقہ سے اور مال و جان اور پھلون کی کمی سے -

مولانا تھانویؒ اس آیت سے یہ استدلال کرتے ھین کہ سالک کو بسا اوقات مجاھدہ ، اضطراریہ سے قدرت دوچار کرتی ہے مگر یہ مجاھدہ جوع و ترک الشھوۃ بہت نفع مند ھوتا ھے - مولانا فرماتے ھین کہ اگر کبھی ایسی صورت حال ھو تو اس کا علاج بھی قرآن نے بتا دیا کہ اس وقت " اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ " پڑھ لینا چاھیئے - [٢٧]

الخشوع و التواضع :

ارشاد ھے :

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ " - [٢٨]

ترجمہ : بالتحقیق ان مسلمانون نے فلاح پائی جو اپنی نمازون مین خشوع کرنے والے ھین -

---

٢٦- بیان القرآن - ج ۰ ۸ ۰ ص ۲۸۸ ۰

٢٧- سورۃ البقرہ - پ ٢

٢٨- بیان القرآن - جلد - ١ ۰ ص ۰ ۹۲ ۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

تواضع و خشوع تکبّر کی ضد هین تکبر کی ممانعت قرآن و حدیث مین بکثرت وارد هے -

مولانا تهانوی فرماتے هین که اگر کسی صُوفی مین تواضع و خشوع نهین تو اس کا کوئی عمل بهی مقبول نهین هو سکتا - آپ فرماتے هین :

" دل صریحا علی مطلوبیة الخشوع واختص بها الصوفیه و فی الروح والحق انه شرط القبول - "[29]

یه کچه تصوّف کے مصطلحات کی قرآنی تعبیرات کا تذکره تها جنهین هم نے مولانا تهانوی کے مسائل السلوک کی روشنی مین دیکها - اب هم بیان القرآن کے عمومی مسائل السلوک کا تذکره کرتے هین -

شیخ اور داعی کا مقام معرفت سے آگاه هونا ضروری هے :

ارشاد باری هے :

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ علی بصیرة الایه " -[30]

حکیم الامّت مولانا تهانوی بحواله روح المعانی اس آیت کے تحت لکهتے هین :

" فی الروح اشارة الی انه ینبغی لداعی الی الله ان یکون عارفا بطریق الایصال الیه سبحانه عالما بما یجب له -

---

۲۹- سورة المومنین - پ ۱۸

۳۰- بیان القرآن - جلد ۸ ، ص ، ۳۳۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترجمہ : داعی کو طریقِ ایصال کا ماہر ہونا چاہیئے اور حق تعالٰی کی ذات و صفات کا عارف ہونا چاہیئے ۔[31]

"وَالقَی الالواح" کی عجیب تعبیر :

ارشاد ہے :

وَاَلْقَی الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗٓ اِلَیْهِ ۔[32]

اس کے تحت مولانا لکھتے ہیں :

" اس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے نادان لوگ بعض اہل اللہ کی دینی شدّت ، غضب اور فرطِ حمیت کو سُوءِ اَخلاق سے تعبیر کرتے ہیں ۔ حاشاہم عن ذالک اور وہ پاک ہیں اس اِلزام سے ۔ اور اسی واقعہ سے شیخ کے غضب کا جواز مرید پر ثابت ہوتا ہے کہ کاملین سے اجتہادی خطاء کا صدور منافی کمال نہیں ہے اور ان جاہل مریدوں کی بد اعتقادی کا بھی رد ہوا جو اپنے پیروں کو خطاؤں سے معصوم سمجھتے ہیں ۔[33]

جماعت اَہْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ کے نزدیک معصوم ذوات صرف انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ہیں ۔

۳۱- سورۃ یوسف ۔ پ ۱۳

۳۲ - بیان القرآن ۔ جلد ۳ ، ص ۵۱۷

۳۳- سورۃ اعراف ۔ پ ۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

اثبات امراض قلب :

آیت ذیل " فی قلوبهم مرض " (الایة) سے مولانا تھانوی یہ استنباط کرتے ھین -

" قال العبد الضعیف فیه اثبات الامراض للقلب و هی المعاصی کما شاع فی اطلاعات الصوفیه "

ترجمه : اس مین اثبات هے امراضِ قلب کا اور وه معاصی هین جب حضرات صوفیه کی اطلاعات مین شائع هے -[۳۴]

اپنے اس دعویٰ کی تائید مین مولانا تھانوی نے مندرجه ذیل تقریر "البدائع" مین نقل کی هے وه لکھتے هین :

بعض مولویون نے فتویٰ لگا دیا که " مشائخ " بدگمانی سے مسلمانون پر امراضِ قلبیه کا حکم لگاتے هین اور بدگمانی از روئے نص قرآن حرام هے - مگر مین کہتا هون -

سخن شناس نه دلبرا خطا این جا است

بات یه هے که تم نے " ان بعض الظن اثم " کو پڑھا تو هے مگر اسے سمجھا مشائخ نے هی هے کیونکه تمهارے پاس صرف الفاظ هین اور ان کے پاس معانی هین اور وه علّت کو تلاش کرتے هین اور گو بلا ضرورت علّت کا تلاش کرنا جائز نهین - مگر مجتهدین کو تعدیه احکام کے لئے تتبع علل جائز هے - اور مشائخ محققین بھی مجتهد

۳۴- بیان القرآن - جلد ۱ ، ۳ ۵۹۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوتے ہیں ۔ ان کو علّت تلاش کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ انہوں نے اصلاحِ خُلق کا بیڑا اٹھایا ہے جس کے لئے طریقِ اصلاح کو مدوّن کرنا ضروری تھا تو انہوں نے سمجھا کہ "حُرمتِ ظنّ" کی تعبیر تحقیر ہے کہ کسی کو حقیر سمجھ کر اس کے ساتھ بدگمانی نہ کرو اور اگر تحقیر نہ ہو بلکہ اِصلاح کی غرض سے بدگمانی کی جائے تو جائز ہے ۔ مثلاً طبیب نبض کو دیکھ کر مریض سے یہ کہے کہ تم عنین ہو اور شاید تم نے فلاں حرکت کی ہے یا یہ کہے تم کو سوزاک ہےاور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم غلط اَفعال کے مرتکب ہوئے ہو ۔ تو یہ بدظنی جائز ہے کیونکہ اس کا منشاء تحقیر نہیں بلکہ طریقِ علاج کو متعین کرنا مقصود ہے ۔ اب اگر بیمار اِنکار کرے تب بھی طبیب احتیاطاً اِسی مَرض کا علاج کرتا ہے جو اس نے سمجھا ہے ..... یہ ظن غلط نہیں تو مشائخ کا ظن کیوں حرام ہے ۔ وہ بھی اصلاح و معالجہ کی غرض سے ظنّ کرتے ہیں ۔ رہی تحقیر تو محقّق بخدا کتّے کو بھی اپنے سے بدتر نہیں سمجھتا ۔ مسلمانوں کو کیونکر حقیر سمجھے گا ۔ گو یہ دھمکاتے بھی ہیں اور تعلیم و تادیب کی غرض سے سزا بھی دیتے ہیں مگر ان کی اِس وقت وہ حالت ہوتی ہے جو حالت اس بھنگی کی ہوتی ہے جسے بادشاہ نے یہ حکم دیا ہو کہ شاہزادے کو سو بید لگائے ۔ یقیناً حُکمِ شاہی کی وجہ سے وہ شاہزادے کو بید لگائے گا مگر اپنی افضلیت اور شاہزادے کی مفضولیت کا اسے وسوسہ بھی نہ گزرے گا ۔ بلکہ بید لگاتے ہوئے بھی وہ شاہزادے کو اَفضل سمجھے گا اور بے حد شرمندہ ہوگا ۔ بتلائیے جس شخص کی حالت ظنّ کے وقت میں یہ ہو گیا اس کا ظن حرام ہے ۔ یہ تو "اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" سے استدلال کا جواب تھا ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اب ایک اِشکال باقی رہا وہ یہ کہ بعض دفعہ مشائخین طالبین سے واقعات پوچھتے ہیں کہ بتلاؤ تم نے کیا کیا گناہ کئے ہیں " علامہ قشیری کہتے ہیں کہ یہ گناہوں کا اِفشاء ہے جیسے ستر کا کھولنا بلا ضرورت حرام ہے اور طبیب کے سامنے بضرورت کھولنا جائز ہے ۔ اسی طرح طبیب کو واقعات پوچھنا بھی جائز ہے ۔ [۳۵]

تفضیل بین الصوفیاء :

آیت " تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ " کے تحت یہ مسئلہ مستنبط کیا گیا ہے ۔

" قال العبد الضعیف فیہ ان لا یفضل بعض الاولیاء ولا یرجحہ علی بعض بالرای المحض و یجوز ذکر الفضائل لقولہ تعالی منهم کلم اللہ الا آیہ ۔ [۳۶]

اس بات کی وضاحت بحوالہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ یوں کی گئی ہے وہ فرماتے ہیں " ہمارے حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ سَلاسِلِ صُوفیہ میں بھی ایک سلسلہ والوں کو دوسرے سلسلہ پر اپنی فضیلت ثابت نہ کرنا چاہیئے کیونکہ ہر سلسلہ والے کے لئے دوسرے سلسلہ کے بزرگ چچا ہیں اور چچا بمنزلہ باپ کے ہیں ۔ حدیث میں بھی ہے " عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُاَبِیْہِ " یعنی عظمت و ادب میں دونوں برابر ہیں گو بعض حقوق میں باپ مقدم ہے لیکن تمہارا باپ یہ کبھی گوارا نہیں

۳۵- ایضاً ۔ ص ۱۴۰ جلد نمبر ۱ ۔

۳۶- البدائع ۔ ص ۲۲۷-۲۲۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرے گا کہ تم اپنے چچا کی تنقیص و توہین کرو " ۔[۳۷]

موت کی تمنا :

آیت " وَلَقَدْ كُنتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ " ۔[۳۸]

سے مولانا تھانوی یہ استدلال کرتے ہیں " قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ فِيهِ جَوَازُ تَمَنِّي الْمَوْتِ اِشْتِيَاقًا اِلَى السَّعَادَةِ الْاُخْرَوِيَّةِ الْمُتَوَقَّعَةِ فِي الشَّهَادَةِ لَا يُقَالُ اِنَّهُ تَعَالٰى اَنْكَرَ عَلَيْهِمْ اِحْتِجَاجُ فِيهِ لِاَنِّي اَقُوْلُ لَمْ ينكر على التمنى بل انكر على ما ظهر منهم خلاف هذا التمنى " ۔

ترجمہ : اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اس پر انکار فرمایا کہ تم سے اس تمنا کے خلاف افعال کیوں صادر ہوئے مگر نفس تمنا پر انکار نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مطلق تمنا موت مذموم نہیں بلکہ وہ جب سعادت اخرویہ کے اشتیاق میں ہو جس کی توقع شہادت میں ہوتی ہے تو جائز ہے ۔[۳۹]

الحسد :

ارشاد باری ہے :

" قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (ثم قال) وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ " ۔[۴۰]

۳۷۔ بیان القرآن ۔ ج ۱ ، ص ، ۱۲۷

۳۸۔ البدائع ۔ ص ، ۳۵۲

۳۹۔ سورۃ آل عمران ۔ پ ۴

۴۰۔ بیان القرآن ۔ ج ، ۷ ، ص ، ۲۳۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ کہیئے میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں ۔ تمام مخلوقات کے شر سے (پھر یہ فرمایا) اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے مولانا تھانوی اس سے سلوک کا یہ مسئلہ مستنبط کرتے ہیں کہ حسد منافی درجات ہے اور اسی بناء پر حق تعالیٰ نے حسد کی مذمّت بیان کی ہے ۔[۳۱]

القناعت :

ارشاد باری ہے :

" مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً " ۔[۳۲]

ترجمہ : جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو تو ہم اس شخص کو بالطف زندگی دیں گے ۔[۳۳]

التوکل :

ارشاد ہے :

" وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ " ۔[۳۴]

ترجمہ : اور جو شخص اللّٰہ پر توکل کرے گا تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے ۔

۳۱۔ سورۃ الفلق ۔ پ ۳۰

۳۲۔ بیان القرآن ۔ ج ۱۲ ، ص ۵۱۳ ،

۳۳۔ سورۃ النحل ۔ پ ۱۴

۳۴۔ بیان القرآن ۔ ج ۲ ، ص ۱۸۰ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ برکات توکل کی طرف اشارہ ہے -[۳۵]

الشکر :

ارشاد باری ہے :

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ -[۳۶]

ترجمہ : اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا -

سالک کو ہر آن شکر کرنا چاہیئے -[۳۷]

المراقبہ :

ارشاد باری ہے :

وَ کَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا -[۳۸]

ترجمہ : اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پورا نگران ہے -

مراقبہ نفس لازمی ہے اسی سے ہی مشاہدے کی نعمت نصیب ہوتی ہے -[۳۹]

۳۵- سورۃ الطلاق ، پ ۲۸

۳۶- بیان القرآن - ج ۱۲ ، ص ۳۰۲ ،

۳۷- سورۃ ابراھیم - پ ۱۳

۳۸- بیان القرآن - ج ۲ ، ص ۱۲۳ ،

۳۹- سورۃ الاحزاب - پ ۲۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

الاستقامہ :

اللہ تعالی فرماتا ہے :

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا ۔[50]

ترجمہ : جن لوگوں نے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے ۔ ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو ۔

اِستقامت سے جو نتائج مرتب ہوتے ہیں ان کی تفصیل حضرت مولانا تھانوی سے سنیئے وہ فرماتے ہیں :

" فی الروح ، قیل تتنزل علیهم یمدونهم فیما یعن و یطرائهم من الامور الدینیة والدنیویة بما یشرح صدورهم و یدفع عنهم الخوف والحزن بطریق الالهام ، و قیل هذا هو الاء ظهر لما فیه من الا طلاق و قد قدمنالک ان جمعا من الناس یقولون تتنزل الملائکة علی المتقین فی کثیر من الاحایین و انهم یاخذون منهم ما یاخذون ۔[51]

ولایۃ :

ارشاد باری ہے :

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔[52]

۵۰۔ بیان القرآن ۔ ج ۹ ، ص ، ۵۸

۵۱۔ سورۃ حم السجدۃ ۔ پ ۲۳

۵۲۔ بیان القرآن ۔ [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترجمہ : یاد رکھو اللّٰہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں -

سورۃ الانفال میں ہے :

اِنْ اَوْلِیَاءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ -[۵۴]

ترجمہ : اس کے دوست تو متقی ہی ہیں -

ولایت تقویٰ کو مولانا تھانویؒ ولایت کبریٰ سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

و یفسر المتقون حینئذ ما هو اخص من المسلمین لان ولایة اللّٰہ تعالیٰ لابد فیها ...... من المرتبة الثانیة من التقی و ان وجدت المرتبة منها فالولایة ولایة کبری -

مولانا تھانوی اس استدلال کے بعد مزید استدلال یہ پیش کرتے ہیں کہ آج کل جو تارکینِ شریعت کو ولی کہا جاتا ہے یہ ہرگز قرآن کی ان آیات کی روح کے منافی ہے آپ فرماتے ہیں :

و غالب الجهلة الیوم علی ان الولی هو المجنون و یعبرون عنه بالمجذوب و کلما اطبق جنونه و کثر هذیان -[۵۵]

۵۳- سورۃ یونس - پ ۱۱

۵۴- سورۃ الانفال - پ ۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

الغرض ولایت کے لئے تقوٰی شرط ھے اس کے بغیر حق تعالیٰ کسی شخص کو اپنا دوست کیسے قرار دے سکتا ھے جس کا ظاھر و باطن خود اس کے احکام کے منافی ھو -

مریـد اپنے شیخ کے علاوہ کسی سے اپنا حال بیان نہ کرے :

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ عَلٰۤی اِخْوَتِکَ [۵۵]

سے مولانا تھانوی یہ استدلال کرتے ھیں اس مین یہ دلالت ھے کہ مریـد کو جو حالات پیش آئین اس کو اپنے شیخ سے بیان کرے جیسا کہ اس آیت مین اشارہ ھے دوسری ولایت یہ ھے کہ اپنا حال غیـر شیخ سے نہ کہے کہ اس مین ضرر کا احتمال ھے [۵۶]

مسائل السلوک کا احادیث سے استنباط :

قرآنی آیات سے "مسائل السلوک" کے استنباط کے ساتھ ساتھ حکیم الامتؒ مولانا تھانوی نے احادیثِ مبارکہ سے بھی تصوف و سلوک کے کثیـر مسائل مستنبط کئے ھین جیسا کہ مذکور ھوا ھے مولانا کہا کرتے تھے کہ مین نے قرآن و احادیث سے سلوک کے دو ھزار مسائل تلاش کئے ھین احادیث سے جن مسائل کا استنباط کیا ھے وہ باقاعـدہ ایک صحیح کتاب کی صورت مین دستیاب ھین ذیل مین احادیث سے اخذ کئے گئے چنـد سلوک کے مسائل کا تذکرہ کرتے ھین -

---

۵۵- بیان القرآن - ج ۲ ، ص ، ۵۵۵

۵۶- سورۃ یوسف - پ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

علم غیر نافع کا جہل ہونا :

اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلاً

اس مین صوفیاء کی اس عادت کی اصل ہے کہ وہ اُس علم کو جہل کہتے ہین جو موصل الی اللہ نہ ہو کما قال الشیرازی ، "علمے کہ او بحق نہ نماید جہالت است" -[٥٧]

مجالس صوفیاء کی فضیلت :

حدیث نبوی ہے ، اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا رواہ الترمذی ، و تمامہ فی الاحیاء قیل وما ریاض الجنة قال مجالس الذکر اس حدیث مین کھلی فضیلت صوفیاء کی مجالس کی ہے ، کیونکہ وہ مجالس خالص ذکر ہی ہین - خواہ علما خواہ عملا (یعنی وہان افادہ علم کا ہوتا ہے یا تسبیح و تہلیل کا شغل ہوتا ہے-[٥٨]

تائید عادت صوفیاء :

حدیث ہے " اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً " -

اس مین تائید ہے اس عادت کی جس کو اکثر صوفیاء نے اختیار کیا ہے کہ علوم و حقائق (معارف) کو اشعار مین ضبط کرتے ہین -

---

٥٧- بیان القرآن - ج ٦ ، ص ، ١١٢

٥٨- التشرف - ص ، ٢٧

toobaa-elibrary.blogspot.com

حقیقت چلہ :

ابو نعیم نے " حلیۃ " مین ابو ایوب کی حدیث سے یہ روایت کی ہے کہ جو شخص چالیس دن تک اِخلاص اختیار کرے حِکمت (و علم) کے چشمے اس کے قلب سے اس کی زبان سے ظاہر ہونے لگتے ہیں اس حدیث میں اصل ہے چِلّہ کی (کیونکہ اس کا حامل بھی چالیس روز تک اخلاص کے ساتھ اللّٰہ کی عبادت کرتا ہے) اور برکات ہیں چلہ کے اور اثبات ہے علم اللدنی کا کیونکہ جس علم کا اس میں ذکر ہے بلا واسطہ کسب وہ ثمرہ علم و اخلاص کا ہے -[۵۹]

الہام کا ثبوت :

حدیث - میری امت میں کچھ لوگ محدث ومتکلّم بھی ہوں گے - (یعنی جن کو صحیح الہام ہوتا ہو) روایت کیا اس کو بخاری نے اس حدیث میں الہام کے صحیح ہونے کا مذکور ہے -[۶۰]

شیخ سے محبت میں نفع عظیم ہے :

حدیث - " ایک شخص کسی جماعت سے محبت رکھتا ہے اور اس کو ان کے درجے تک رسائی نہیں ہوتی آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ان کے ساتھ ہوگا جن سے محبت رکھتا ہے -رواہ البخاری و مسلم عن ابی مسعود - اس حدیث سے

۵۹- التشرف - ص ۰ ۳۸

۶۰- ایضاً - ص ۰ ۷۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی محبت سے نفع عظیم ہوتا ہے اسی لئے اہل طریق کا اس کا بہت اہتمام ہے۔[61]

اصلاحِ باطن اصل چیز ہے :

حدیث ۔ عزیزی میں ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ (رواہ مسلم و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ) ۔ یہ حدیث صریح ہے اصلاح باطن کے اصل ہونے میں کیونکہ اعمال بھی بدون اصلاحِ باطن معتدبہا نہیں ہیں مولانا رومی کا یہ شعر گویا اس حدیث کا ترجمہ ہے ۔

ما بروں را ننگریم و قال را

ما دروں را بنگریم و حال را ۔[62]

شیخ و طالب کے درمیان مناسبت کی شرط :

حدیث ۔ ارواح (اپنے عالم میں) جمع کی ہوئی جماعتیں ہیں سو جن میں تعارف ہوگیا ان میں باہم الفت ہوگی اور جن میں اجنبیت رہی ان میں باہم اختلاف رہے گا (رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ) اس حدیث میں اصل ہے اس مسئلہ کی جو صوفیاء کے نزدیک مقرر ہے ۔ کہ "شیخ" اور "طالب" میں مناسبت شرط ہے کیونکہ اہم مقصود اس واقعہ کی خبر دینے سے یہی ہے ۔[63]

61۔ التشرف ۔ ص ۰ ۹۱

62۔ ایضاً ۔ ص ۰ ۹۸

63۔ ایضاً ۔ ص ۰ ۹۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

دسواں — باب

بیان القرآن اور مسائل تجوید و قرأت

الفصل الاول: علم تجوید و قرأت میں مولانا تھانوی کی خدمات

الفصل الثانی: بیان القرآن اور علم تجوید و قرأت

toobaa-elibrary.blogspot.com

فصل الاوّل

علم تجوید و قرأت میں مولانا تھانوی کی خدمات

مسائل تجوید و قرات :

ابنِ خلدون نے تفسیری اُمور میں فنِّ تجوید و قِرأت کی ضرورت پر سیر حاصل بحث کی ہے ان کا کہنا ہے کہ تفسیر میں تجوید و قرات کے مسائل کا تذکرہ ضروری ہے اور مفسر کا اِس فن سے آشنا ہونا ضروری ہے ورنہ نقائص کا اِحتمال برقرار رہے گا اور اس مفسِّر سے صحیح تفسیر مجتمع نہیں ہو سکتی جو مُفسِّر فن قِرأت سے ناآشنا ہو وہ فرماتے ہیں :

القرآن هو كلام الله المنزل على نبيه المكتوب بين دفتي المصحف وهو المتواتر بين الامة ، الا ان الصحابة رواه عن رسول الله صلى الله عليه و سلم على طرق مختلفة في بعض الفاظه و كيفيات الحروف في ادائها و تنقل ذالك و اشتهر الى ان استقرت منها سبع طرق معينة تواتر نقلها ايضا بادائها واختصت بالانتساب الى من اشتهر روايتها من الجم الغفير فصارت هذه القراءت السبع اصولا للقراء و ربما زاد بعد ذالك قراءات آخر لحقت بالسبع "۔[1]

قرأتِ سبعہ مستقل ایک فن ہے اور ظاہر ہے کہ اختلافات روایت سے اخلاف تراجم و تفاسیر بدیہی بات ہے اس لئے جب تک مفسر اس وصف سے آشنا نہیں ہوگا وہ کماحقہ اپنی تفسیری خدمات کو لائق استفادہ نہیں بنا سکتا ۔ اس امر کا مولانا

۱۔ ابن خلدون ، مقدمہ ابن خلدون ، بیروت ، ۱۹۲۰ء ، ص ، ۳۳۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

تھانوی کو شدید احساس تھا - چنانچہ آپ نے ان مسائل کو اپنی تفسیر بیان القرآن میں نمایاں حیثیت دی ہے اور قرات مختلفہ کو اپنے مخصوص اسلوب اور زاویہ سے واضح کیا (جس کا تذکرہ آنے والے صفحات میں آئے گا) - مولانا تھانوی نے اس کے علاوہ اس فن پر متعدد رسائل بھی لکھے ہیں جن کا اجمالی تعارف حسب ذیل ہے -

۱- تنشیط الطبع فی اجراء السبع :

یہ نہایت عمدہ اور مفید رسالہ ہے - اس میں قراۃِ سبعہ کے متعلق بے حد سادہ ، آسان اور عام فہم اسلوب میں نہایت قیمتی معلومات درج کی گئی ہیں نہ تو اس میں طوالت ہے اور نہ ہی اختصار -

رسالہ مذکورہ تمہید اور سات فصول اور ایک ضمیمے پر مشتمل ہے - فصل اوّل میں ان قرّاء کے اسماءِ گرامی بیان ہوئے جنھوں نے اس فن میں گرانقدر کاوشیں کیں دوسری فصل میں تمام مروی و متداول قرأت کی تعلیم و تدریس کے انداز میں طریقہ کار سے بحث کی گئی ہے - تیسری فصل میں ترتیب کا ذکر ہے - چوتھی فصل میں قرّاء کے اختلافات کا تذکرہ ہے - پانچویں فصل میں ان امور کا تذکرہ ہے جن سے دورانِ تلاوت بچنا ضروری ہے اور چھٹی فصل میں تعوّذ ، بسملہ اور تکبیر جب کہ ساتویں فصل میں آدابِ تلاوت کا ذکر کیا گیا ہے -

رسالہ مذکورہ کا ضمیمہ بہت قیمتی اور از حد نافع ہے اور اس میں اختلافات قرأت کا نقشہ بھی دیا گیا ہے یہ نقشہ پارہ اوّل کے ربعِ اول پر مشتمل ہے - رسالہ کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

آخر مین مولانا تھانوی نے تقریباً دو درجن کے قریب اشعار شامل کئے ہین جو کہ فارسی زبان مین ہین اور جن مین رموز و اسرار قرأت کی نشاندھی کی گئی ہے ۔

۲۔ رسالہ جمال القرآن کا خلاصہ :

فنِّ تجوید و قرات پر " جمال القرآن " مولانا تھانوی کی تمام کتبِ تجوید مین اہم تصنیف ہے اس رسالہ کا نام " فصول اور عنوانات نہایت موزون اور مناسب ہین جمال القرآن فنِّ تجوید و قرأت کی تحسین کی طرف اشارہ ہے یعنی اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اس فن کی عظمتون کا معترف ہونا پڑتا ہے ۔ جمال القرآن کی تمام فصول کو لمعات کا نام دیا گیا ہے ، کل چودہ لمعات ہین چودہ لمعات رکھنے کی توجیہ مولانا تھانوی لکھتے ہین :

" چاند کا پورا لمعہ بھی چودھوین رات کو ہوتا ہے اور یہان بھی چودھوین لمعہ کے ختم پر سب مضامین پورے ہو گئے ۔ اس لئے یہان پہنچ کر رسالہ ختم کرتا ہون۔ اللہ تعالی اس کو مقبول و نافع بنا دے ۔[۲]

ذیل مین ہم ان لمعات مین دیئے گئے مسائل کی تلخیص پیش کرتے ہین ۔

پہلے لمعہ مین تجوید کی تعریف کی گئی ہے کہ " تجوید کا مفہوم یہ ہے کہ ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا اور اس کی صفات کو ادا کرنا ۔ دوسرے لمعہ مین " لحن " کی تعریف اور اس پر کچھ امثلہ دی گئی ہین ۔ لحن کی تعریف کرتے ہوئے مولانا تھانوی فرماتے ہین " تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا یا غلط پڑھنا " لحن " کی

۲۔ مولانا اشرف علی تھانوی ، جمال القرآن ، لاھور ، ص ۵۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

دو اقسام ھین :

۱- ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا مثلاً " الحمد " کی جگہ " الھمد " پڑھنا یہ لحن حرام ھے اور اسے " لحن جلی" کہتے ھین اور بعض جگہ اس سے نماز مین فساد آ جاتا ھے -

۲- لفظون کے حسن کو بگاڑ کر پڑھنا مثلاً کہین لفظ باریک یا پر پڑھنا ھے تو اس مین کوتاھی کرنے کو " لحن خفی " کہتے ھین- یہ مکروہ ھے -

تیسرے لمعہ مین مولانا تھانوی فرماتے ھین کہ قرآن مجید کے آغاز پر اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم " پڑھنا ضروری ھے اور سورتون کے آغاز پر بھی بسم اللہ ضروری ھے البتہ سورۃ التوبۃ کے آغاز پر بسم اللہ نہین پڑھی جائے گی مگر درمیان سورت مین بسم اللہ ضروری نہین مگر بہتر ھے - اعوذ درمیان سورت مین بھی ضروری ھے -

چوتھے لمعہ مین سترہ مخارج کا تذکرہ ھے (جن کی تفصیل ان صفحات مین ممکن نہین ان کی تفصیلات جمالُ القرآن مین ملاحظہ ھو) فن تجوید و قرات مین بتیس (۳۲) دانتون کے مختلف نام ھین - جنہین مولانا تھانوی نے ان ابیات مین نہایت خوبصورتی کے ساتھ سمو دیا ھے - آپ فرماتے ھین :-

ھے تعداد دانتون کی کل تیس اور دو   ثنایا ھین چار اور رباعی ھین دو دو

ھین انیاب چار اور باقی رھے بیس   کہ کہتے ھین قراء اضراس انہین کو

ضواحک ھین چار اور طواحن ھین بارہ   نو اجذ بھی ھین ان کے بازو مین دو دو

toobaa-elibrary.blogspot.com

پانچوین لمعہ مین صفات کا تذکرہ ہے صفات کی دو اقسام ہین ایک یہ ہے اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی نہ رہے گا ۔ ایسی صفت کو " ذاتیہ ، لازمہ ، ممیزہ اور مقومہ کہتے ہین ۔

دوسری قسم یہ ہے کہ اگر یہ صفت ادا نہ ہو تو پھر بھی حرف قائم رہے اور ادا صفت کے بغیر لفظ کا حسن زائل ہو جائے ایسی صفت کو " محسنہ ، مزینہ ، مجلیہ اور عارضیہ کہتے ہین ۔

اول الذکر صفت کی ۱۷ اقسام یہان بیان کی گئی ہین جن کے نام یہ ہین ۔

۱۔ ھمس	۲۔ جہر	۳۔ شدت
۴۔ رخوت	۵۔ استعلاء	۶۔ استفال
۷۔ اطباق	۸۔ انفتاح	۹۔ اذلاق
۱۰۔ اصمات	۱۱۔ صفیر	۱۲۔ قلقلہ
۱۳۔ لین	۱۴۔ انحراف	۱۵۔ تکریر
۱۶۔ تفشی	۱۷۔ استطالت	

ان سترہ صفات کے بعد اسی لمعہ مین پانچ فوائد بھی مذکور ہین ۔

چھٹے لمعہ مین صفات عارضہ کا بیان ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ صفات سب حرفوں مین نہین ہوتین بلکہ صرف آٹھ حرف ہین جن مین مختلف حالتون مین مختلف

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفات کی رعایت ہوتی ہے وہ حرف یہ ہیں۔ ل ، ر ، م ساکن و مشدد ، ن ساکن و مشدد ، نون ساکن میں تنوین بھی داخل ہے ۔ الف جس سے پہلے ہمیشہ زبر ہی ہوتا ہے ۔ و ساکن جب اس سے پہلے پیش یا زبر ہو ، ی ساکن جبکہ اس کے پہلے زیر یا زبر ہو ۔

ساتویں لمعہ میں " لام " کے قاعدوں کا بیان ہے اور بتایا گیا ہے کہ لفظ اللہ کے کلام سے پہلے جب زبر یا پیش ہو تو یہ پر پڑھا جائے گا اور اگر زیر ہو تو باریک پڑھا جائے گا اور لفظ اللہ کے کلام کے علاوہ تمام لام باریک پڑھے جائیں گے ۔

آٹھویں لمعہ میں " راء " کے قاعدوں کا بیان ہے اس لمعہ میں پانچ عدد قواعد اور چھ عدد تنبیہات مذکور ہوئی ہیں اس میں " راء " پر یا باریک پڑھنے کی بابت کافی طویل بحث کی گئی ہے ۔

نویں لمعہ میں " میم " ساکن اور مشدد کے قواعد کا تذکرہ ہے ۔ غنہ کی تعریف یہ بتلائی گئی کہ جب ناک میں آواز لے جائی جائے وہ حرف غنہ متصور ہوتا ہے ۔ جیسے لما نیز یہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ غنہ کی مقدار ایک الف ہے اور الف کی پہچان یہ ہے کہ کھلی انگلی کو بند یا بند انگلی کو کھول دیا جائے اس لمعہ میں دو عدد قواعد ایک عدد فائدہ اور ایک عدد تنبیہ مذکور ہیں ۔

دسویں لمعہ میں " نون ساکن اور مشدد " کے قواعد کا تذکرہ ہے مولانا

toobaa-elibrary.blogspot.com

تھانوی فرماتے ہیں کہ " تنوین بھی نون ساکن میں داخل ہے " اس لمعہ میں پانچ عدد قواعد کا بیان ہے پہلے قاعدہ میں یہ ہے کہ جب نون مشدد ہو تو اس میں غنہ ضروری ہے ۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حروف حلق میں سے کوئی حرف ہو تو وہاں نون کا اظہار کریں گے یعنی اس وقت ناک میں آواز نہیں لے جائی جا سکتی ، اور نہ ہی اس موقعہ پر غنہ ہو سکتا ہے حروف حلقیہ چھ ہیں اور انہیں اس بیت میں مجتمع کر دیا گیا ہے ۔

حرف حلقی چھ سمجھ اے نور عین　　همزه ، هاؤ ، حاؤ ، خاؤ ، عین و غین

تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان چھ حرفوں میں سے کوئی حرف آئے جن کا مجموعہ " یرملون " ہے تو وہاں ادغام ہوگا یعنی نون اس کے بعد والے سے بدل کر دونوں ایک ہو جائیں گے ۔ جیسے " من لّدنا " ۔

چوتھے قاعدہ میں اس بات کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حرف با آئے تو اس نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل کر غنہ اور اخفاء کے ساتھ پڑھیں گے ۔ مثلاً منم بعد ، سمیعم بصیر ۔

پانچواں قاعدہ یہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان تیرہ حرفوں کے سوا جن کا ذکر قاعدہ نمبر ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ میں ہو چکا ہے اور کوئی حرف آئے تو وہاں نون ساکن اور تنوین کو اخفاء اور غنہ کے ساتھ پڑھیں گے اور وہ پندرہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

حرف ہین ت ، ث ، ج ، د ، ذ ، ز ، س ، ش ، ص ، ض ، ط ، ظ ، ف ، ق ، ک ۔

گیارھوین لمعۃ مین الف ، واو اور یاء کے قاعدہ کا تذکرہ ہے جبکہ یہ ساکن ہون اور الف سے پہلے والے حرف پر زبر ہو یاء ساکن ہو اور اس سے پہلے زیر ہو اور واو ساکن ہو اس سے پہلے پیش ہو ۔ اس حالت مین اس کانام " مدہ " ہے اس مین سات قواعد اور پانچ تنبیہات کا تذکرہ ہے یہ بہت علمی بحث ہے ۔

بارھوین لمعۃ مین ہمزہ کے قواعد کا تذکرہ ہے ۔

تیرھوین لمعۃ مین وقف کا بیان ہے اور اس مین ۸ قواعد کا بیان ہے

اور چودھوین لمعۃ مین قواعد متفرقہ ضروریہ کا بیان ہے ۔

جمال القرآن نہایت مفید رسالہ ہے جس مین مبتدی و منتہی ہر دو کی بھرپور رعایت رکھی گئی ہے اس کی نمایان خوبی یہ ہے کہ اس کی زبان بہت آسان اور عام فہم ہے ۔

۳۔ بوادر النوادر کے مسائل قرأت کا خلاصہ :

بوادر النوادر مین سات صفحات پر مشتمل رسالہ ایک سوال کا جواب مولانا تھانوی نے دیا ہے یہ ایک نہایت دقیق علمی بحث ہے جواب کا سمجھنا سوال کے سمجھنے پر موقوف ہے اس لئے ہم سوال کو قدرے بسط و شرح کے ساتھ ذکر کرتے ہین ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سوال :

کیا فرماتے هین علمائے دین و قراء قرآن بین اس مسئلہ مین کہ حرف کاف و تاء جو حروف مہموسہ هین ان کی صفت همس کیا معنی اور کس طرح ادا کی جاتی هے یہ صاحب فرماتے هین کہ کاف و تاء کی صفت همس کسی کو ادا نہین آتی اور اس کی دلیل وہ یہ دیتے هین کہ کتاب " جهد المقل " مین یہ عبارت هے ۔

" و اما الشدید المهموس فهی حرفان الکاف و التاء المثناة الفوقیة فلشدتهما یقیس صوتهما بالکلیة بل نفسهما ایضا ، حین احتباس صوتهما لان احتباس الصوت بالکلیة لا یکون الا باحتباس النفس بالکلیة ، لان حقیقة الصوت هی النفس ثم یتفتح مخرجا هما و یجزی فیهما نفس کثیر مع صوت ضعیف لیحصل الهمس ۔"[۳]

اس عبارت سے واقعی اس بات کی تائید هوتی هے کہ حروف مهموسہ جو کہ مقابل جهر هین ان کا ادا کرنا ممکن هی نہین هے اور کاف اور تاء تو شدیدہ هین کہ آواز یہان تقریبا" بالکل بند هو جاتی هے اس لئے بظاهر ان صاحب علم کا موقف درست معلوم هوتا هے مگر مولانا تھانوی کی یہ علمی بحث دیکھنے کے ساتھ تعلق رکھتی هے اور آپ کی فن قرات و مہارت کا بین ثبوت هے ۔

آپ نے سب سے پہلے همس کی تعریف کی ۔ آپ فرماتے هین :

" همس مقابل هے جهر کا ، جهر لغت مین آواز قوی و بلند کرنے کو کہتے هین اور همس آواز ضعیف و خفی کو کہتے هین اور اصطلاح قراء مین یہ دس حروف جن کا مجموعہ فحثہ شخص سکت " هے حروف همس یا مهموسہ کہلاتے هین کیونکہ ان

---

۳ ۔ بوادر النوادر ، ص ، ۵۰۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

حروف کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ سانس جاری رہتا ہے اور آواز ضعیف و خفی ہوتی ہے ۔

حروف مہموسۃ میں شدۃ و رخوۃ کا ذکر کرتے ہوئے مولانا تھانوی فرماتے ہیں ۔

" اور حروف مہموسۃ میں سے دو حرف کاف و تاء شدیدۃ ہیں اور باقی رخوۃ ، شدۃ کے معنی لغۃ قوۃ و سختی کے ہیں اور اصطلاحاً یہ آٹھ حروف جن کا مجموعہ " اجد ک قطبت " حروف شدت اور شدیدۃ کہلاتے ہیں کیونکہ ان کی اداء کے وقت ان کے مخرج پر ایسی قوت کے ساتھ آواز ٹھہرتی ہے کہ بند ہو جاتی ہے ۔ باقی پانچ حروف متوسطۃ " لن عمر " ہیں باقی سولہ حروف رخوۃ ہیں ۔ مولانا تھانوی کا دعوی یہ ہے کہ تا و کاف مہموسۃ بھی ہیں اور شدیدۃ بھی آپ لکھتے ہیں ۔

کاف و تا میں ہمس حقیقی بمعنی ضعف و خفاء صوت تو بہر حیثیت پایا جاتا ہے مگر جریان نفس بخوبی نہیں ہوتا اور چونکہ یہ نسبت دیگر حروف مہموسۃ ان میں جریان نفس بہت کم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے بعض علماء نے ان کے مہموسۃ ہونے میں اختلاف کیا ہے اور ان کو مجہورۃ کہا ہے کیونکہ ایسے جریان نفس قلیل سے تو حروف مجہورۃ بھی خالی نہیں ۔[۲]

اس کی تائید میں مولانا تھانوی ، منح الفکر علی شرح الجزریۃ اور قاری عبدالرحمن پانی پتی کی تحفۃ نذریۃ اور قاری محمد علی خان صاحب جلال آبادی کی حجۃ القادری سے نظائر پیش کئے ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ تا و کاف بیک وقت حروف

۲۔ ایضاً ۔ ص ، ۵۰۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

مہموسہ بھی ہیں - اور مجہورہ بھی - یوں اس عمدہ تحقیق سے یہ بات نکھر کر سامنے آ گئی ہے کہ تا و کاف کا مخرج اس قدر واضح ہے کہ اس کا ادا کرنا چنداں مشکلے ندارد -

۴- تجوید القرآن :

اس رسالہ میں مسائل تجوید کو بچوں کی سہولت اور تفریح طبع کے لئے نظم کیا گیا ہے -

۵- یادگار حق القرآن :

اس میں آداب قرآن مجید اور مسائل تجوید کا بیان ہے -

بہشتی زیور کے مسائل تجوید قرأت کا خلاصہ :

باب ہشتم کا تقریباً ایک صفحہ مسائل تجوید قرأت کو دیا گیا ہے یہ کوئی زیادہ علمی بحث نہیں عام فہم انداز ہے مثلاً

مسئلہ نمبر (۱) :

قرآن شریف کو صحیح پڑھنا واجب ہے ہر حرف کو ٹھیک ٹھیک پڑھے ہمزہ اور عین میں جو فرق ہے اس طرح بڑی ح اور ہ میں اور ذ ، ظ ، ض ، میں اور س ، ص ، ث ، میں ٹھیک نکال کر پڑھے ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف نہ پڑھے-

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسئلہ نمبر (۲) :

اگر کسی سے کوئی حرف نہین نکلتا جیسے ح کی جگہ ہ پڑھتی ہے یا عین نہین نکلتا وغیرہ وغیرہ تو صحیح پڑھنے کی مشق کرنا لازم ہے اگر صحیح پڑھنے کی مشق نہ کرے گی تو گنہگار ہوگی اور محنت سے درستگی نہ ہو تو لاچاری ہے -

مسئلہ نمبر (۳) :

اگر ح ، ع وغیرہ سب حرف نکلتے ہین لیکن ایسی بے پروائی سے پڑھتی ہے کہ ح کی جگہ ہ اور ع کی جگہ ہمزہ ہمیشہ پڑھ جاتی ہے تب گنہگار ہوگی اور نماز درست نہ ہوگی [5] .

اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ کوئی خاص مسائل قرأت نہین ہین جو کہ قاریہ کو محض تلقین کی جا رہی ہے کہ وہ حروف کے درمیان فرق و امتیاز قائم رکھ کر قرآن پڑھے -

۲- وجوہ المثانی توجیۃ الکلمات والمعانی :

اس رسالہ مین قرائتہائے مشہور مذکور ہین اور اسے بیان القرآن کا جزو بنا دیا گیا ہے - بیان القرآن مین موجود مسائل تجوید قرات اسی رسالہ سے بیان کئے گئے ہین چونکہ یہ عربی رسالہ ہے اس لئے عام فہم نہین ہے اس رسالہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے مولانا تھانوی رقم طراز ہین -

---

۵- بہشتی زیور ، باب ہشتم لاہور ، ۱۹۸۲ء ، ص ، ۱۲۱-۱۲۲ - اسی بہشتی زیور کے صفحہ نمبر ۳۴۸ سے ۳۵۲ تک تجوید کے بعض مسائل لکھے گئے ہین جو در اصل جمال القرآن کا تتمہ ہین -

toobaa-elibrary.blogspot.com

" اما بعد فلطا مما كان يختلج فى قلبى ان اجمع رسالة و جيزة تكفل للقرأت السبعة التواترة مع توجيه ما فيها و اعاريبها لكن الكتب الرسمية فى الهند خالية عن مثل هذا الكتاب و لكن الكتب الكافلة لهذا الخطب اما متفرقة او مظنية غالة الاطناب و على اللّٰه اكل و به اعتصم -

غرض و غایت بیان کرنے کے بعد مقدمہ میں مولانا تھانوی لکھتے ہیں :

" مقدمة " مشتلة على الامور

الاول ، لا اجتنب فيه عن التكرر ، لما فيه من التيسر ، الا ما كثر دوره كالمد والقصر الثانى اقدم الكلمة القرآنية ، ثم اذكر الوجوه فيها مع ذكر اسم كل شيخ او را و ثم اذكر توجيه ما يحتاج اليه توجيهه ، صرفا و نحوا و تفسيرا -

مشہور قراء سبعہ کا تذکرہ ملاحظہ ہو نیز اس میں ان کے رواۃ کا تذکرہ بھی ہے -

الثالث ، اسماء القراء السبعة و رواتهم هذه

فاولهم نافع المدنى و روایاه قالون و ورش

والثانى ابن الكثير المكى و روایاه عن اصحابه البزى و قنبل

والثالث ، ابو عمر و البصرى و روایاه الدورى والسوسى عن اليزيدى عنه

والرابع ، ابن عامر الشامى و روایاه اصحابه هما هشام و ابن ذكوان

والخامس ، عاصم الكوفى و روایاه شعبة و حفص المشهور روایته بالهند

toobaa-elibrary.blogspot.com

والسادس ، حمزة الكوفي و روایاه خلف و خلاد عن سلیم عنه

والسابع ، الکسائی الکوفی و روایاه ابو الحارث والدوری الراوی عن ابن

عمر - رسالة کا ماخذ یه هے

الرابع ، ماخذ هذه الرسالة الکتاب ، المکرر فی القرات و تفسیر

روح المعانی فی التوجیهات فی الاکثر و غیر هما فی الاقل

الندر - [2] ... -

یه مسائل قرات کتنے مستند هیں اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا هے که تقریباً یه وه مسائل هیں جو زیادہ تر " روح المعانی " سے ماخوذ هیں اور روح المعانی کے مستند هونے میں شاید هی کسی کو شبه هو - ذیل میں اسی رسالہ سے سورت الفاتحه اور البقرہ کے مسائل قرات من و عن درج کئے جاتے هیں -

سورة الفاتحه - قوله تعالی ملک یوم الدین - فیه قراء تان الاولی مالک بالف بعد المیم لعاصم والکسائی والثانیة ملک بغیر الف للباقین و توجیه الکل ظاهر - قوله تعالی الصراط - فیه قرات الاولی بالاشمام و هو ان ینطق القاری بحرف متولد بین الصاد والزای لخلف والثانیة بالسین لقنبل والثالثة بالصاد الخالصة للباقین و اصل اللغة بالسین من السرط و هو اللقم والصاد لغة قریش و الزای الخالصة لغة لعذرة و کعب و بهذا التشح توجیه القرات قوله تعالی علیهم - فیه قرات الاولی بضم الها و سکون المیم و قفا و وصلا لحمزة والثانیة لو او بعد المیم و صلا و سقوط الواو و قالا بن کثیر والثالثة التخییر بین الو او سقوطها لقالون و الرابعة بالسکون للباقین -

---

2- بیان القرآن ، ص ، ۲۳۵ - ۲۳۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

سورة البقرة :

قوله تعالى - فيه هدى - فيه قراءتان الاولى وصل الهاء بالهاء

في الوصل لابن كثير والثانية عدم الوصل للباقين - قوله تعالى - يومنون بالغيب -

فيه قراءتان الاولى بابدال الهمزة الساكنة واو لورش او لسوسي و كذا لحمزة

في الوقف الثانية ابقاءها للباقين - قوله تعالى - يقيمون الصلوة فيه قراءتان الاولى

تغليظ اللام لورش و ترقيقها للباقين - قوله تعالى - بالاخرة - فيه قراءتان

الاولى نقل حركة الهمزة الى الساكن قبلها لورش و كذا لحمزة في الوقف بخلاف

عنه الثانية عدمه للباقين قوله تعالى ءأنذرتهم - فيه قراءات الاولى تسهيل الثانية

بين الهمزة و الالف و ادخال الف بينهما لقالون و ابي عمرو و هو وجه لهشام الثانية

تسهيل الثانية و عدم ادخال الف بينهما لورش و ابن كثير والثالثة تبديل الثانية

حرف مد وهو وجه لورش الرابعة تحقيق الهمزة الثانية و ادخال بينهما لهشام في وجه

الخامسة التحقيق والقصر للباقين و اما الهمزة الاولى فالكل متفق على تحقيقها

قوله تعالى - على ابصارهم - فيه قراءات الاولى امالة الالف قبل الراء المكسورة

المتطرفة امالة محضة لابي عمرو والدوري عن الكسائي الثانية الاوسط بين الامالة المحضة

والفتح و تكون الى الفتح اقرب لورش الثالث الفتح للباقين قوله تعالى - غشاوة -

وقفا - فيه قراءتان الاولى الامالة للكسائي و الثانية عدمها للباقين - قوله تعالى -

من يقول - فيه قراءتان الاولى ادغام النون في الياء بغير غنة لخلف والثانية

بغنة للباقين - قوله تعالى - وما يخدعون - فيه قراءتان الاولى بضم الياء و فتح الخاء

toobaa-elibrary.blogspot.com

و الف بعدها و كسر الدال لنافع و ابن كثير و ابى عمرو والثانية بفتح الياء و سكون

الخاء ولا الف بعدهـا و فتح الدال للباقين وهو على الاول من المخادعة و على الثانية

من الخدع - قوله تعالى بما كانوا يكذبون - فيه قراءتان الاولى بضم الياء و فتح الكاف

و تشديد الذال لنافع و ابن كثير و ابى عمرو ابن عامر والثانية بفتح الياء و سكون

الكاف تخفيف الذال للباقين و كلاهما ظاهر توجيهه ، قوله تعالى - و اذا قيل لهم

فيه قراءتان الاولى باشمام القاف قبل الياء لهشام والكسائي والثانية بلا اشمام للباقين

والاشمام ان تضم القاف قبل الياء -

قوله تعالى - خلقكم فيه قراءتان الاولى بادغام القاف في الكاف لابى عمرو

بخلاف عنه و الثانية بلا ادغام للباقين - قوله تعالى وهو - فيه قراءتان الاولى بسكون

الهاء لقالون و ابى عمرو و الكسائي والثانية - بضمها للباقين - قوله تعالى - انى اعلم

في الموضعين -

فيه قراءتان الاولى بفتح الياء لنافع و ابن كثير و ابى عمرو والثانية بسكونها

للباقين - قوله تعالى - فازلهما - فيه قراءتان الاولى بالف بعد الذاى و تخفيف اللام

لحمزة والثانية بغير الف بعد الذاى و تشديد اللام للباقين و الاول من الازالة

والثاني من الا زلال - قوله تعالى آدم من ربه كلمات - فيه قراءتان الاولى

بنصب الميم من آدم و رفع التاء من كلمت لابن كثير والثانية برفع الميم و كسرا لتاء

للباقين و توجيه الاول فاعلية كلمات و مفعولية آدم - والثاني على العكس و كلاهما

toobaa-elibrary.blogspot.com

ظاهر المعنى لان التلقى يكون من الجانبين - قوله تعالى - ولا تقبل منها شفاعة
فيه - قراءتان الاولى بالتاء على التأنيث لابن كثير وابى عمرو والثانية بالياء على التذكير
للباقين - قوله تعالى و اعدنا - فيه قراءتان الاولى بغير الف بين الواو والعين
لابى عمرو والثانية بالف بينهما للباقين و الاول من الوعد والثاني من المواعدة قوله
تعالى - يغفر لكم خطاياكم - فيه قراءات الاولى بياء مضمومة من التذكير مع
فتح الفاء لنافع والثانية بتاء مضمومة على التأنيث مع فتح الفاء ايضا لابن عامر
والثالثة بنون مفتوحة مع كسر الفاء للباقين و توجيه الاولين كون الخطايا مفعول مالم يسم فاعله
الثالث كونه مفعولا به قوله تعالى - بغافل عما تعملون - فيه قراءتان الاولى بالياء
على الغيبة لابن كثير والثانية بالتاء على الخطاب للباقين قوله تعالى - احاطت به
خطيئته - فيه قراءتان الاولى بالجمع لنافع والثانية بالتوحيد للباقين قوله تعالى -
لا يعبدون فيه قراءتان الاولى بالياء على الغيبة لابن كثير و حمزة والكسائي والثانية
بالتاء على خطاب للباقين - قوله تعالى - للناس حسنا و فيه قراءتان الاولى
بفتح الحاء والسين لحمزة والكسائي والثانية بضم الحاء و سكون السين للباقين
والاول صفة والثاني مصدر بمعنى الحسن - مبالغة - قوله تعالى - تظاهرون - فيه
قراءتان الاولى بتخفيف الظاء لعاصم حمزة والثانية بتشديدها للباقين و الاول
بحذف احدى التاءين والثاني بابدال التاء ظاء ادغامها في الظاء قوله تعالى -
تفدوهم - فيه قراءتان الاولى بضم التاء و فتح الفاء بعدها الف لنافع و عاصم
والكسائي والثانية بفتح التاء و سكون الفاء ولا الف بعدها للباقين - قوله تعالى -

toobaa-elibrary.blogspot.com

عما يعملون فيه قراءتان الاولى بالياء على الغيبة لنافع و ابن كثير و شعبة

والثانية بالتاء على الخطاب للباقين قوله تعالى بروح القدس فيه قراءتان الاولى

بسكون الدال حيث جاء لا بن كثير الثانية بضمها للباقين قوله تعالى ان ينزل -

فيه قراءتان الاولى بسكون النون و تخفيف الزاى لابن كثير و ابى عمرو والثانية بفتح

النون و تشديد الزاى للباقين قوله تعالى - و اذا قيل لهم - فيه قراءات ثلث

الاولى بالاشمام لهشام و الكسائى والثانية بالادغام لابى عمرو الثالثة بلا اشمام

ولا ادغام للباقين - قوله تعالى - ثم اتخذتم - فيه قراءتان الاولى باظهار الذال

عن التاء لا بن كثير و حفص والثانية بادغامها للباقين - قوله تعالى - و جبريل -

فيه قراءات اربعة الاولى فتح الجيم والراء و همزة بعد الراء مكسورة ممدودة اى

بعدها ياء خفيفة لحمزة والكسائى والثانية كذلك لكن بحذف الياء بعد الهمزة

لشعبة والثالثة بفتح الجيم و كسر الراء من غير همزة لابن كثير والرابعة بكسر

الجيم والراء من غير همزة بعد الراء للباقين - قوله تعالى - و ميكال - فيه

قراءات ثلث الاولى بغير همز ولا ياء بين الالف واللام لابى عمرو حفص والثانية بهمزة

بعد الالف ولا ياء بعد الهمزة لنافع والثالثة بهمزة بعد الالف و ياء للباقين -

قوله تعالى - ولكن الشياطين فيه قراءتان الاولى بكسر النون من لكن مخففة و رفع

نون الشياطين لابن عامر و حمزة والكسائى والثانية بفتح النون من لكن مشددة و

نصب نون الشياطين للباقين - قوله تعالى - ان ينزل فيكما فى ينزل المذكور بعد

toobaa-elibrary.blogspot.com

روح القدس ـ قوله تعالى ـ ما ننسخ ـ فيه قراءتان الاولى بضم النون الاولى و كسر السين لابن عامر والثانية بفتح النون و السين للباقين ـ قوله تعالى ـ ننسها فيه قراءتان الاولى بفتح النون الاولى و بفتح السين و همزة ساكنة بعد السين لابن كثير و ابى عمرو والثانية بضم النون و كسر السين ولا همزة بعد السين للباقين و الاول من نساء بمعنى اخراى نو خزانوالها فلا تنزلها اونو خرها و نبعدها عن الذهن بحيث لا يتذكر لفظها ولا معنا هاو الثانى افعال من النسيان ـ قوله تعالى ـ واسع عليم و قالوا فيه قراءتان الاولى بغيرو او و قبل القاف لابن عامر و الثانية بو او للباقين ـ قوله تعالى ـ كن يكون فيه قراءتان الاولى بنصب النون من فيكون لا بن عامر على جواب الامر و برفعها للباقين على الاستيناف قوله تعالى و لا تسئل فيه قراءتان الاولى بفتح التاء و سكون اللام على النهى لنافع والثانية بضم التاء و اللام على النفى للباقين ـ قوله تعالى ابراهيم ـ فيه قراءتان ابراهام لابن عامر و ابراهيم للباقين قوله تعالى ـ عهدى ـ فيه قراءتان الاولى بسكون الياء لحفص و حمزة و الثانية بفتحها للباقين و من اسكن الياء اسقطها فى الوصل ـ قوله تعالى و اتخذوا ـ فيه قراءتان الاولى بفتح الخاء لنافع و ابن عامر على المضى والثانية بكسرها للباقين على الامر ـ قوله تعالى ـ بيتى ـ فيه قراءتان الاولى بفتح الياء لنافع و هشام و حفص الثانية بسكونها للباقين ـ

قوله تعالى ـ فامتعه ـ فيه قراءتان الاولى بسكون الميم و تخفيف التاء لابن عامر والثانية بفتح الميم و تشديد التاء و اما الهمزة بعد التاء فالجميع اتفقوا

toobaa-elibrary.blogspot.com

على ضمها و الاول من الافعال والثاني من التفعيل قوله تعالى - ارنا فيه ثلث

قراءات الاولى بسكون الراء لابن كثير والسوسي والثانية باختلاس حركة الراء للدوري

عن ابى عمرو والثالثة بالحركة الكاملة للباقين و توجيه الاول انه سبه فيه المنفصل

بالمتصل فعومل معاملة فخذ في اسكانه للتخفيف - قوله تعالى و وصى فيه قراء تان

الاولى اوصى من الايصاء لنافع و ابن عامر و الثانية و وصى من التوصية للباقين -

قوله تعالى ام تقولون - فيه قراء تان الاولى بالتاء على الخطاب لابن عامر و حفص و

حمزة و الكسائى والثانية بالياء على الغيبة للباقين - قوله تعالى عن قبلتهم التى فيه ثلث

قراءات الاولى بكسر الهاء والميم لابى عمرو و الثانية بضمها لحمزة و الكسائى والثانية

بكسر الهاء و ضم الميم للباقين هذا كلمة فى حال الوصل و اما فى الوقف فالجميع على

كسر الهاء و سكون الميم قوله تعالى الى صراط مستقيم ذكر الاشمام لخلف والسين

لقنبل - قوله تعالى لرؤف - فيه قراء تان الاولى بقصر الهمزة لابى عمرو و شعبة و حمزة

و الكسائى والثانية بمدها للباقين - قوله تعالى عما عما يعملون والذى - فيه

قراء تان الاولى بالتاء على الخطاب لابن عامر و حمزة والكسائى والثانية بالياء على الغيبة

للباقين - قوله تعالى - هو موليها - فيه قراء تان الاولى فتح اللام و الف بعدها لابن

عامر و الثانية بكسر اللام و ياء بعدها للباقين قوله تعالى - عما تعملون و من حيث

خرجت فيه قراء تان بالياء على الغيبة لابى عمرو والثانية بالتاء على الخطاب للباقين -

قوله تعالى و من تطوع فيه قراء تان الاولى بالياء على الغيبة و تشديد الطاء الواو و جزم

العين لحمزة و الكسائى والثانية بالتاء على الحضور و تخفيف الطاء و فتح العين للباقين.

toobaa-elibrary.blogspot.com

قوله تعالى و تصريف الرياح فيه قراء تان الاولى بالتوحيد لحمزة والكسائي والثانية بالجمع للباقين ـ قوله تعالى ـ و لو يرى الذين ظلموا ـ فيه قراء تان الاولى بالتاء على الخطاب لنافع و ابن عامر و الثانية بالياء على الغيبة و الموصل على الاول مفعول والجواب لرايت امرا فظيعا و على الثاني فاعل والجواب لوقعوا فى حسرة عظيمة ـ قوله تعالى ـ از يرون فيه قراء تان الاولى بضم الياء لابن عامر والثانية بفتحها للباقين ـ قوله تعالى خطوات ـ فيه قراء تان الاولى بضم الطاء لابن عامر و قنبل و حفص والكسائي والثانية بسكونها للباقين و هما لغتان فى جمع خطوة قوله تعالى ـ فمن اضطر فيه قراء تان فى الوصل الاولى بكسر النون لابى عمرو و عاصم و حمزة والثانية بضمها للباقين اتباعا للطاء قوله تعالى ليس البرأن ـ فيه قراء تان الاولى بنصب الراء لحفص و حمزة والثانية برفعها للباقين وهو على الاول خبر ليس و على الثاني اسم لها ـ قوله تعالى ولكن البر من امن فيه قراء تان الاولى بكسر النون مخففة و رفع الراء لنافع و ابن عامر و الثانية بنصب النون مشددة و نصب الراء للباقين ـ قوله تعالى من موص فيه قراء تان الاولى بفتح الوا و من موص و تشديد الصاد لشعبة و حمزة والكسائي و الثانية بسكون الوا و و تخفيف الصاد للباقين و الاول من التفعيل و الثاني من الافعال قوله تعالى فدية طعام ـ فيه قراء تان الاولى بغير تنوين فى فدية و خفض الميم من طعام لنافع و ابن ذكوان والثانية بتنوين فدية و رفع الميم من طعام و توجيه الاول اضافة فدية الى طعام والثاني بدلية طعام من فدية ـ قوله تعالى طعام

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسكين – فيه قراءتان الاولى مساكين بفتح الميم والسين – والف بعد السين و فتح النون

على الجمعية لنافع و ابن عامر والثانية بكسر الميم و سكون السين ولا الف بعدها و

خفض النون موحدة على الاقراد للباقين – قوله تعالى فمن تطوع فيه عين ما ذكر قريبا

في قوله تعالى و من تطوع خيرا فان الله شاكر عليم قوله تعالى و لتكملوا العدة فيه

قراءتان الاولى بفتح الكاف و تشديد الميم لشعبة والثانية بسكون الكاف و تخفيف الميم

للباقين والاول من التفعيل والثاني من الافعال قوله تعالى البيوت – فيه قراءتان

الاولى بضم الباء حيث جاء لورش و ابى عمرو و حفص والثانية بكسرها للباقين – قوله تعالى

و لكن البر من اتقى فيه ما مر قريبا في قوله تعالى و لكن البر من امن قوله تعالى –

ولا تقتلوهم عند المسجد الحرام حتى يقتلوكم فان قاتلوكم – فيه قراءتان الاولى

بكون الصيغ الثلث من نصر ينصر لحمزة والكسائي والثاني بكونها من المفاعلة للباقين

قوله تعالى فلا رفث ولا فسوق – فيه قراءتان الاولى برفع الثاء والقاف والتنوين لابن

كثير و ابى عمرو والثانية بفتحهما للباقين و لا خلاف في كون لا جدال بالفتح – قوله

تعالى مناسككم – فيه قراءتان الاولى بالادغام لابى عمرو بخلاف عنه ولم يد غم مثلين

من كلمة في القرآن الاهنا و في سورة مدثر وهو قوله تعالى ما سلككم في سقر

والثانية بلا ادغام للباقين قوله تعالى في السلم – فيه قراءتان الاولى بفتح السين

لنافع و ابن كثير والكسائي والثانية بكسرها للباقين و هما لغتان مشهورتان فيه

قوله تعالى و الى الله ترجع فيه قراءتان الاولى بفتح التاء و كسر الجيم لابن عامر

حمزة والكسائي والثانية بضم التاء و فتح الجيم للباقين – قوله تعالى حتى يقول الرسول –

toobaa-elibrary.blogspot.com

فيه قراءتان الاولى برفع اللام لنافع والثانية بنصبها للباقين و توجيه الاول انه حكاية حال ماضية والثاني بتقديران – قوله تعالى اثم كبير – فيه قراءتان الاولى بالثاء المثلثة لحمزة والكسائي والثانية بالباء الموحدة للباقين – قوله تعالى – قل العفو – فيه قراءتان الاولى برفع الواو لابى عمرو والثانية بالنصب للباقين و توجيه الاول بتقدير المبتداء على ان ماذا ينفقون مبتدأ و خبر و توجيه الثاني بتقدير الفعل وما ذا مفعول ينفقون ليطابق الجواب السؤال – قوله تعالى حتى يطهرن – فيه قراءتان الاولى بتشديد الطاء والهاء لشعبة و حمزة والكسائي والثانية بسكون الطاء و ضم الهاء مخففة للباقين –

قوله تعالى الا ان يخافا – فيه قراءتان الاولى بضم الياء لحمزة مبنيا للمفعول والخائف على هذا هو لمخاطب في خفتم والثانية بفتحها للباقين مبنيا للفاعل – قوله تعالى لا تضار و الدة فيه قراءتان الاولى بضم الراء لابن كثير و ابى عمرو والثانية بالفتح للباقين والاول نفي والثاني نهي – قوله تعالى – تمسوهن فيه قراءتان الاولى بضم التاء و الف بعد الميم في الموضعين لحمزة و الكسائي من المماسة والثانية بفتح التاء ولا الف بعد الميم فيهما للباقين من المس – قوله تعالى – قدرة فيه قراءتان الاولى بفتح الدال لابن ذكوان و حفص و حمزة والكسائي والثانية بسكونها للباقين وهما لغتان فيه – قوله تعالى وصية لا زواجهم فيه قراءتان الاولى برفع التاء لنافع و ابن كثير والثانية بالنصب للباقين و توجيه الاول حكم الذين يتوفون وصية او نحوه و توجيه الثاني

toobaa-elibrary.blogspot.com

ليوصوا او يوصى او نحوه قوله تعالى فيضعفه - فيه اربع قراءات الاولى بنصب الفاء مين التضعيف لابن عامر والثانية برفع الفاء من التضعيف لابن كثير الثالثة بنصب الفاء من المضاعفة لعاصم والرابعة برفع الفاء من المضاعفة لنافع و ابى عمرو و حمزة و الكسائى و توجيه النصب بكونه جواب الاستفهام و توجيه الرفع بتقدير هو - قوله تعالى يبسط - فيه قراءتان الاولى بالسين لقنبل و ابى عمرو و ابن عامر و حمزة بخلاف عن ابن ذكوان و خلاد و الثانية بالصاد للباقين والرسم بالصاد قوله تعالى هل عسيتم - فيه قراءتان الاولى بكسر السين لنافع والثانية بالنصب للباقين قوله تعالى غرفة فيه قراءتان الاولى بفتح الغين لنافع و ابن كثير و ابى عمرو والثانية بضمها للباقين و هو بالضم ما يغرف و بالفتح مصدر و قيل هما مصدران و الضم و الفتح لغتان- قوله تعالى دفع الله فيه قراءتان الاولى بكسر الدال و فتح الفاء و الف بعدها فتال لنافع والثانية بفتح الدال و سكون الفاء ولا الف بعدها للباقين قوله تعالى بروح القدس فيه ما قد ذكر من قبل - قوله تعالى لا بيع فيه ولا خلة و شفاعة فيه قراءتان الاولى بالفتح في بيع و خلة و شفاعة ولا تنوين لابن كثير و ابى عمرو والثانية بالرفع والتنوين للباقين - قوله تعالى كيف ننشزها - فيه قراءتان الاولى بالراء لنافع و ابن كثير و ابى عمرو و الثانية بالزاى للباقين و معناه بالراء الاحياء و بالزاى الرفع اى نرفعها من الارض فنردها الى اماكنها من الجسد - قوله تعالى قال اعلم - فيه قراءتان الاولى بوصل الهمزة قبل العين و سكون الميم على الامر لحمزة والكسائى والثانية بقطع الهمزة و رفع الميم على التكلم و فاعل قال على الاول هو الله تعالى و على الثانى هو العام على القرية

toobaa-elibrary.blogspot.com

قوله تعالى ضر هى ـ فيه قراء تان الاولى بكسر الصاد لحمزة والثانية بضمها للباقين من صارة بصورة و بصيرة لغتان معنى قطعة او اما لـة و قيل الكسر معنے القطع والضم بمعنى الا مالـة قوله تعالى جزءا فيه قراء تان الاولـى بضم الزاى الشعبة والثانـى بسكونها للباقين لغتان ـ قوله تعالى و الله يضعف فيه قراء تان بشديد العين ولا الف قبلها لابن كثير ابن عامـر والثانية بتخفيفها و الف قبلها للباقين من التضعيف و المضاعفة قوله تعالى ـ بربوة فيه قراء تان الاولى بفتح الراء لا بن عامـر و عاصم والثانية بضمهـا للباقين قوله تعالى ـ فاتت اكلها فيه قراء تان الاولى بسكون الكاف لنافع و ابن كثير والثانية بضمها للباقين و اصل اللغت هو الثانى والاول تخفيف ـ قوله تعالى فنعماهى فيه قراء تان الاولى بفتح النون لابن عامـر و حمزة و الكسائى والثانيـة بكسرها للباقين والاول على الاصل كعلم والثانـى على الاتباع ـ قوله تعالى ـ و نكفـر عنكم فيه ثلث قراءات الاولى بالياء و رفع الراء لابن عامـر و حفص والثانيـة بالنون و رفع الراء لابن كثيـر و ابى عمرو و شعبة والثالثـة بالنون و جزم الراء لنافع و حمزة والكسائى والرفع على كون الجملة مبتدأة والجزم على العطف جواب الشرط ـ قـوله تعالى يحسبهم ـ فيه قراء تان الاولى بفتح السين لابن عامـر و عاصم و حمزة والثانيـة بكسرها للباقين ـ قوله تعالى ـ فاذنوا فيه قراء تان الاولى بفتح الهمزة و مدهـا و كسرا لذال لشعبة و حمـزة من الايـذان والثانيـة بسكون الهمزة و فتح الذال للباقين من الاذن قوله تعالى الى ميسرة ـ فيه قراء تان الاولى بضم السين لنافع والثانية بفتحهـا للباقين

toobaa-elibrary.blogspot.com

لغتان ـ قوله تعالى و ان تصدقوا فيه قراءتان الاولى بتخفيف الصاد لعاصم والثانية بالتشديد للباقين و الاصل تتصدقوا فحذفت احدى التائين على الاول و ادغمت في الصاد على الثاني قوله تعالى يوما ترجعون فيه قراءتان الاولى بفتح التاء و كسر الجيم لحمزة والثانيـة بضم التاء و فتح الجيم للباقين ـ قوله تعالى ان تضل فيه قراءتان الاولـى بكسر الهمزة والثانيـة بضم التاء و فتح الجيم للباقين ـ قوله تعالى أن تضل فيه قراءتان الاولى بكسر الهمزة لحمزة فان شرطية والثانية بفتحها للباقين فان مصدرية قـولـه تعالى فتـذكر فيه ثلاث قراءات الاولى بسكون الذال و تخفيف الكاف مع نصب الراء لابن كثير و ابي عمرو والثانية بفتح الذال و تشديد الكاف مع نصب الراء لنافع و ابن عـامر و عاصم و الكسائي والثانيـة بالفتح و التشديد مع رفع الراء لحمزة والنصب على العطف والرفع على الجواب من الشرط وهو على التخفيف من الذكر و على التشديد من التذكير قوله تعالى تجارة حاضرة فيه قراءتان الاولى بنصب التاء فيهما لعاصم والثانية بالرفع فيهما للباقين فكان على الاول ناقصة و على الثانـي تامة قوله تعالى فرهن فيه قراءتان الاول بضم الراء والهاء ولا الف بعدها لابن كثير و ابي عمرو والثانيـة بكسر الراء و فتح الهاء و الف بعدها و كلا همـا جمع رهن قوله تعالى فيغفـر و يعذب فيـه قراءتان الاولى برفع الراء و الباء لابن عامـر و عاصم والثانيـة بالجزم للباقين الجزم للعطف على جواب الشرط قوله تعالى و كتبه فيه قراءتان الاولى بكسر الكاف و فتح التاء و الف بعدها على التوحيد لحمزة و الكسائي والثانية بضم الكاف و التاء على الجمع للباقين وقد تمت بحمد الله سورة البقرة الحادي والعشرين من المحرم ٧

٧ـ بيان القرآن ، ص ٣٢٦-٣٢٩

toobaa-elibrary.blogspot.com

خلاصہ عربی متـــــن

مولانا تھانوی رقمطراز ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں ایسا مختصر رسالہ لکھوں جو سبعہ قرآت متواتر کیلئے کافی ہو اس کے معنی اور اعراب ہوں کیونکہ ھندوستان میں کتب اس فن سے خالی ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں اللہ پر توکل کر کے یہ لکھ رہا ہوں اس میں کوشش کرونگا کہ تکرار سے کام نہ لوں مد میں اور کسر میں قرآنی کلمات تمیں میں پیش کروں ۔ ان اختلافات کی وجوھات کا ذکر کروں اور ہر قاری کی ان آراءاور توجیہات کا بھی ذکر کروں جو ان کے پیش نظر تھیں ۔ نیز صرف و نحو اور تفسیر کی توجیہات کا بھی تزکرہ کروں ۔

چنانچہ مشہور قراءٔ سبعہ کا تزکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان میں پہلے قاری

الاول ۔ نافع المدنی و رواہاہ قالون و ورش

والثانی ۔ ابن الکثیر المکی و رواہاہ من اصحابہ البزی و قنبل

والثالث ۔ ابو عمر والبصری و رواہاہ الدوری والسوسی عن الیزیدی عنہ

والرابع ۔ ابن عامر الشامی و رواہاہ اصحابہ ہما ھشام و ابن ذکوان

والخامس ۔ عاصم الکوفی و رواہاہ شعبہ و حفص المشہور روایتہ بالھند

والسادس ۔ حمزۃ الکوفی و رواہاہ خلف و خلاد عن سلیم عنہ

والسابع ۔ الکسائی الکوفی و رواہاہ ابوالحارث والدوری الراوی عن ابی عمر

مولانا تھانوی اعتراف فرماتے ہیں کہ اس رسالہ کا ماخذ تفسیر روح المعانی ہے جو مستند تفاسیر میں سے ہے ۔ مولانا تھانوی رحؒ نے ان قراءٔ کرام کی قرأت کا سورت فاتحہ اور سورت البقرہ میں قرأت سبع کا اختلاف اور ان اختلافات کا دونوں صورتوں میں بطور امثلہ کے حوالہ دے کر طالبین اور سالکین کو علم قرأت سے آشنا کرنے کی کوشش کی ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس مختصر خلاصہ کے بعد قارئین کیلئے یہ عبارت بطور نمونہ پیش کی گئی ہے تا کہ آئندہ تفسیر لکھنے والے اس سے مستفید ہو سکیں ۔ اسلئے اس کے ترجمہ کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

گیارھواں ـ باب

بیان القرآن اور معاصر تفاسیر

الفصل الاوّل ...بیان القرآن اور موضح القرآن کا تقابل

ترجمہ بیان القرآن اور ترجمہ رفیعی میں تقابل

ترجمہ شیخ الھند اور ترجمہ بیان القرآن کا تقابل

مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر اور بیان القرآن

مولانا عبدالماجد دریا بادی کی تفسیر اور بیان القرآن

الفصل الثانی .. مولانا سیدّ ابوالا علی اور بیان القرآن

اسلوب تفسیر کے اعتبار سے دیگر تفاسیر سے تقابل

تفسیر عثمانی ۔ ترجمان القرآن ۔ ماجدی ۔ تفہیم القرآن

الفصل الثالث ۔ تفسیر بیان القرآن کے بارے میں معاصر مفسرین اور علماء کی آرا

toobaa-elibrary.blogspot.com

باب 11 ۔ بیان القرآن اور معاصر تفاسیر

بیان القرآن اور موضح القرآن کا تقابل :

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی کا ترجمہ اردو ادب میں پہلا دلکش اضافہ تھا لیکن اس چراغ سے سینکڑوں چراغ چلنے لگے ۔ ۱۱۵ سال بعد قافلۂ ولی اللہی کے ایک عظیم نامور سپوت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز نے " بیان القرآن " تالیف کی ۔ موضح القرآن اور بیان القرآن میں ایک صدی سے زائد کا بعد ہے اس لئے ظاہر ہے کہ اتنے عرصے میں محاورات ، اسلوب زبان ، طرز نگارش اور انداز تحریر میں کئی نشیب و فراز اور اتار چڑھاؤ آ جاتے ہیں ۔ مولانا تھانوی نے اپنے وقت کی مروجہ زبان کی بھرپور رعایت کی ۔

دونوں تراجم میں فرق :

دونوں تراجم اردو زبان میں ہونے کے باوجود ان میں بڑا فرق ہے ۔ وضاحت کے لئے چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں حضرت شاہ صاحب نے " بسم اللہ الرحمن الرحیمؒ کا یہ ترجمہ کیا ہے ۔ شروع اس کتاب کا اللہ صاحب کے نام سے جو اللہ صاحب بہت مہربانی کرنے والا ہے ۔[1]

یہ ترجمہ مدلول قرآن کے عین مطابق اور مراد واضح ہے ۔ بارھویں صدی ھجری میں جب اردو زبان کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں تو ایسا بامحاورہ اور سلیس ترجمہ بڑی فضیلت کا غماز ہے لیکن یہ ترجمہ اپنی جگہ مناسب ہونے کے باوجود ایک سو سال بعد زبان کے بدلتے

۱۔ عبدالقادر ، شاہ ، دہلوی ، موضح القرآن ، لاہور ، تفسیر سورۃ الفاتحہ ، صفحہ ۳۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

لفظ اسم گرامی کے ساتھ نام نامی کے اللہ جل شانہ قاصر ھے ۔ تقاضوں کا ساتھ دینے سے

" صاحب " متروک ھو چکا ھے کیونکہ اللہ کی عظمت و کبریائی ، صاحب کی محتاج نہیں

بلکہ " صاحب " کا محتاج تو بندہ ھے خدا نہیں ۔ بیان القرآن مین مولانا تھانوی نے

بسم اللہ کا ترجمہ جدید اردو محاورات و اسلوب کے تحت کیا ھے وہ فرماتے ھیں " شروع کرتا ھون

اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ھیں " ۔[۲]

اس ترجمہ میں نمایاں جو بات ھے کہ مولانا تھانوی نے الرحمن الرحیم کا الگ الگ

ترجمہ کیا ھے ۔

دوسری مثال :

قرآن نے قصہ آدم علیہ السلام اور شیطان لعین بیان کرتے ھوئے فرمایا " و اذ

قلنا للملئکۃ اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس ابی واستکبر و کان من الکفرین ۔[۳]

یعنی جب بارگاہ قدسی سے حکم ھوا کہ تمام فرشتے و حاضرین آدم کی طرف

رخ کر کے سجدہ کریں تو سب نے سجدہ کیا مگر شیطان نے انکار و تکبر کیا اور کافر ھو گیا ۔

لفظ " کان " کی تحقیق :

عربی زبان مین کبھی پہلے جملہ کی علت قرار پاتا ھے اس صورت مین " و کان

من الکفرین " جملہ تعلیلیہ ھو گیا اور حاصل یہ ھے کہ شیطن ابی اور تکبر کیوں کر نہ

کرتا حالانکہ وہ تو علم الہی مین پہلے ھی سے کافر تھا ۔[۴]

---

۲ ۔ تھانوی ، مولانا ، بیان القرآن ، سورۃ الفاتحہ ، دھلی ، ۱۹۰۸ء ، (مطبع مجتبائی) ، ج ۱ ، ص ۱

۳ ۔ البقرۃ : ۳۴

۴ ۔ شیخ زادہ ، محی الدین محمد بن مصطفی القوجولی ، طبع ۱۹۰۱ھ/۱۹۷۲ء ، دیوبند ، ج ۱ ، ص ۲۵۸ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ علم باری میں وہ کافر تھا مگر کفر اباء اور استکبار اس کے خروج و لعنت کا سبب بن گیا ۔[8]

حضرت تھانوی نے ایسا جامع مانع ترجمہ کیا کہ تمام اشکالات و بحوث سے صاف بچ کر نکل گئے وہ فرماتے ہیں :

" اور جس وقت حکم دیا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدے میں گر جاؤ آدم کے سامنے سو سب سجدے میں گر پڑے بجز ابلیس کے کہ اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آ گیا اور ہو گیا کافروں میں سے "[9]

کیسی جامعیت ہے اس ترجمہ میں کہ تشنگی کا احساس تک بھی نہیں ہوتا نیز ان کا ترجمہ ابن عباس کی ترجیحات میں شمار ہوتا ہے ابن عباس فرماتے ہیں :

" کان من الکافرین ای صار من الکافرین با بائہ عن امر اللہ و یقال کان فی علم اللہ ۔"[10]

حضرت تھانوی کی نظر متقدمین و متاخرین کے تمام علوم پر رہتی تھی یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں نسیان و نقصان کی گنجائش نہیں ملتی ۔

تیسری مثال :

" و من اظلم ممّن منع مسجد اللہ ان یّذکر " الخ

۸۔ سلیمان بن عمر الجملی ، الفتوحات الالٰہیہ ۔ بیروت (داراحیاء التراث العربی) ج ۱ ، ص ۴۲ ۔

۹۔ بیان القرآن ، ج ۱ ، ص ۱۹ ۔

۱۰۔ فیروز آبادی ، ابو طاہر محمد بن یعقوب ، تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس ، مصر ۱۳۱۷ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت شاہ صاحب نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے اور اس سے ظالم کون ہے جس نے

منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ پڑھئے وہاں نام اس کا اور دوڑا ان کے اجاڑنے کو ؟ ایسوں

کو نہیں پہنچتا کہ بیٹھیں ان میں مگر ڈرتے ہوئے ان کو دنیا میں ذلت ہے اور آخرت میں

بڑی مار ہے [11]

شاہ صاحب کے اس ترجمہ میں چند الفاظ قابل غور ہیں -

" اظلم " صیغہ اسم تفضیل ہے لیکن اظلم کا ترجمہ ظالم سے صاف نہیں ہوتا

" ان یذکر " اردو میں ذکر اور پڑھنا الگ الگ معانی کے لئے مستعمل ہیں اس لئے ذکر کا

معنی قرات میں لینا درست نہیں ہے -

" عذاب عظیم " اردو میں " " بڑی مار " عذاب الیم کو ظاہر کرنے سے قاصر

ہے جبکہ خود اردو میں عظیم اور عذاب عام مستعمل ہیں حضرت تھانوی نے اس کا ترجمہ یہ

کیا ہے -

" اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالی کی مسجدوں میں

ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے ان لوگوں کو

بے ہیبت ہو کر ان میں قدم بھی نہ رکھنا چاہیئے تھا ان لوگوں کی دنیا میں بھی رسوائی

ہوگی اور آخرت میں بھی سزائے عظیم ہوگی - [12]

حضرت شاہ صاحب نے " اظلم " (اسم تفضیل) کا معنی لفظ سے ظاہر

فرمایا ہے -

۱۱- موضح القرآن ، ص ، ۲۳

۱۲- بیان القرآن ، ج ۱ ، ص ، ۶۱ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت تھانوی نے " اس شخص سے زیادہ " فرما کر اسم تفضیل کی تصریح کر دی ہے شاہ صاحب نے ایجاز و جامعیت اور حضرت تھانوی نے تصریح و تشریح کا لحاظ فرمایا ہے ان "یذکر فیھا اسمہ " کا ترجمہ شاہ صاحب نے کہ پڑھیے وہاں نام اس کا " فرمایا ہے جو نہایت موزون اور شاہ صاحب کے اسلوب کے مطابق ہے کیونکہ آپ حتی الامکان ترجمہ مین عربی لفظ استعمال نہیں فرماتے جبکہ حضرت تھانوی عربی کا ایسا لفظ جو اردو مین اس قدر کثیر الاستعمال ہو کہ اس کا معنی ہر کہ مہمہ کو معلوم ہو ترجمہ مین اسی طرح باقی رکھتے ہین جس سے ترجمہ یاد رکھنے مین آسانی رہتی ہے -

اس لئے حضرت تھانوی نے یون ترجمہ فرمایا جو خدا تعالی کی مسجدون مین ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے عربی کا لفظ ذکر " اردو مین اتنا شائع و ذائع ہے کہ مطلقا بھی بولا جائے تو اس سے یاد الہی اور خدا کا نام لینا ہی مفہوم ہوتا ہے اس لئے حضرت تھانوی نے اس کو جون کا تون برقرار رکھا - نیز شاہ صاحب نے الفاظ قرآن کی پابندی کرتے ہوئے " اسمہ " کی ضمیر مفرد کا ترجمہ اس کا " فرمایا ہے جبکہ حضرت تھانوی نے غایت اعظیم کی بناء پر " ان کا "سے ترجمہ کیا ہے -

اس کی وجہ حضرت تھانوی نے خود بیان فرمائی ہے " بعض لوگون نے یہ شبہ لکھ کر بھیجا ہے کہ بسم اللہ وغیرہ کے ترجمہ مین ذات باری کی طرف ضمیر جمع کیون لائے کی حالانکہ ضروری ہے کہ خدا کا نام اس انداز سے لیا جائے کہ توحید پر دلالت ہو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو جی ہی یون چاہا کہ خدا کا نام تعظیم سے لیا جائے رہی توحید

toobaa-elibrary.blogspot.com

تو یہ وہ اس قدر مسلم ھے کہ اپنے عنوانات مین ایسے امور ملحوظ رکھنے کی چنداں ضرورت نہین دوسرے یہ کہ قرآن مجید مین اللہ تعالی نے اپنے لئے جا بجا صیغہ جمع ارشاد فرمایا ھے انا انزلناہ ، نحن نزلنا الذکر وغیرہ وغیرہ اور ایک مقام پر خطاب موقع پر بھی فرماتے ھین رب ارجعون لعلی اعمل صالحا ۔ اس آیت مین منجملہ دیگر تفاسیر ایک تفسیر یہ بھی ھے کہ بناء پر تعظیم بضمیر جمع باری تعالی کو خطاب کیا ھے۔[۱۳]

" اولئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین " ایسوں کو نہین پہنچتا کہ بیٹھین ان مین مگر ڈرتے ھوئے " حضرت شاہ صاحب

" ان لوگوں کو بے ہیبت ھو کر ان مین قدم بھی نہ رکھنا چاھیئے تھا " حضرت شاہ صاحب نے الفاظ قرآن کی متابعت مین استثنائیہ جملہ کو ترجمہ مین اپنی جگہ پر رکھا ھےاور ان یدخلوھا کا ترجمہ پٹھین فرمایا ھے جو قدیم اردو مین داخل ھونے اور اندر آنے کے معنی مین استعمال ھوتا تھا ۔

حضرت تھانوی نے معنی استثنائیہ کو " بے ہیبت ھو کر " مین ادا کیا اور "پٹھین " کی بجائے " قدم رکھنے " ترجمہ کیا تاکہ جدید طبقہ کے لئے غیر مانوس نہ ھو ۔ آخر آیت مین شاہ صاحب نے عذاب عظیم کا ترجمہ کیا " بڑی مار " اور حضرت تھانوی نے سزائے عظیم کیا ھے یہان بھی ھر ایک مفسر نے اپنے اصول کو ملحوظ رکھا ھے شاہ صاحب نے عربی لفظ کا ترجمہ مین نہین لیا اور حضرت تھانوی نے لفظ " عظیم " اردو مین کثیر الاستعمال ھونے کی وجہ سے بے تکلف استعمال فرما لیا ۔

۱۳- بیان القرآن ، ج ۱ ، ص ۲۰ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳) - سورۂ بقرہ کی آیت ۲۳۵ میں اس عورت جو ایام عدت میں ہو پیغام نکاح دینے سے منع کیا گیا ہے ارشاد باری ہے "علم اللہ انکم ستذکرو نھن ولکن لا تواعدو ھن سرًا الا ان تقولو قولاً معروفاً" "سراً" کے بارے میں مفسرین کی دو رائیں ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد نکاح ہے نکاح سبب وطی ہے اور وطی پوشیدہ چیزوں میں سے ہے اس لئے سراً بول کر نکاح مراد لیا گیا ہے۔[۱۴]

اس کے قائلین میں عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی[15]، علامہ بیضاوی۔، علامہ سیوطی[16] - سمیت مفسرین کی اکثریت ہے۔[۱۷]

بعض مفسرین نے "سرا" کا حقیقی معنی مراد لیتے ہوئے تقدیر عبارت لا تواعدو ھنّ فی السر بیان کی ہے یعنی ان عورتوں سے خفیہ وعدہ نہ کرو اسے امام بیضاوی وغیرہ نے قیل کہہ کر بیان کیا ہے۔[۱۸]

اس تفصیل کے بعد حضرت شاہ صاحب اور حضرت تھانوی کے ترجمہ ھائے قرآن پاک کو ایک نظر دیکھتے ہیں ۔

حضرت شاہ صاحب آیت مذکور کا ترجمہ کرتے ہیں :

" معلوم ہے اللہ کو کہ تم البتہ ان کا دھیان کرو گے لیکن وعدہ نہ کر ان سے چھپ کر مگر یہی کہ کہہ دو ایک بات جس کا رواج ہے "۔[۱۹]

۱۴- نسفی ، عبداللہ بن محمود ، مدارک التنزیل و حقائق التاویل ، مصر (دار احیاء الکتب العربیہ عیسی البابی الحلبی) ، ج ۱ ، ص ۱۲۰ ۔

۱۵- بیضاوی ، قاضی ، انوار التنزیل و اسرار التاویل ، ج ۱ ، ص ۱۱۰ ۔

۱۶- سیوطی ، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ، مصر (دار احیاء التراث العربی) ج ۱ ،

۱۷- مجدد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی ، بصائر ذوی التفسیر فی لطائف الکتاب العزیز ، مصر ، ۱۹۸۲ء ، (وزارۃ اوقاف جمہوریہ) - ص ۲۰۸ ، ص ۲۹۱

۱۸- شیخ زادہ ، محمد بن مصطفی القوجی ، ص ۵۳۷ ۔

۱۹- موضح القرآن ، ص ...

toobaa-elibrary.blogspot.com

" اللہ تعالی کو یہ بات معلوم ہے کہ تم ان عورتوں کا ذکر مذکور کرو گے لیکن

ان سے نکاح کا وعدہ مت کرو مگر یہ کہ کوئی بات قاعدہ کے موافق کہو " ۔[20]

حضرت تھانوی نے ترجمہ میں جمہور مفسرین کی رائے کو اختیار کیا ہے اگرچہ

حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ کی بھی پوری پوری گنجائش موجود ہے ۔

آل عمران کی آیت ۵۴ ہے و مکروا و مکر اللہ واللہ خیر الماکرین "

اس میں حضرت عیسی علیہ السلام کے خلاف یہودیوں کی سازش قتل اور اس کے جواب حفاظت

خداوندی اور یہودیوں کی تدبیر کا اپنے ہی خلاف ہو جانے کا تذکرہ ہے ہر دو امور کو

لفظ مکر سے تعبیر کیا گیا ہے مگر عرفاً اس کو حیلہ کہتے ہیں جو دوسرے کے نقصان کا سبب

ہو اور یہ بظاہر قبیح اور مذموم ہے اس لئے بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ لفظ مکر منکرین

عیسی کے حق میں تو بطور حقیقت استعمال ہوا ہے اور مکر اللہ میں جو مکر کی نسبت اللہ

کی طرف کی گئی ہے وہ بطریق مجاز ہے بمعنی مقابلہ و رواج کے طور پر استعمال ہوا ہے۔[21]

بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ مکر اصل لغت میں کسی برے معنی پر دلالت

نہیں کرتا تاکہ بغرض تنزیہہ و مکر اللہ میں مجازی معنی مراد لئے جائیں کیونکہ اصل میں

مکر کے معنی تدبیر خفی کے ہیں کہ جو ایسے طریقہ سے کی جائے کہ دوسرے کو اس کا خیال

بھی نہ ہو پس اگر یہ تدبیر کسی محمود اور مستحسن غرض کے لئے کی جائے تو یہ تدبیر

بھی محمود اور مستحسن ہوگی اور اگر کسی غرض فاسد کے لئے کی جائے تو قبیح اور

مذموم ہوگی ۔ حقیقت اور اصل میں اچھی اور بری دونوں تدبیریں ہی لفظ مکر میں داخل

ہیں بھلائی کی تدبیر خفیہ کی جائے تو وہ مکر محمود اور برائی کے لئے خفیہ تدبیر کی جائے

---

۲۰ ۔ بیان القرآن ، جلد اول ، ص ۱۴۸ ۔

۲۱۔ مدارک التنزیل و حقائق التاویل ، ج ۱ ، ص ۱۵۹ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تو وہ مکر مذموم ہوگا اس تحقیق کی بناء پر و مکر اللہ میں بھی لفظ اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے مجاز پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ۔[۲۲]

و المکر فی اللغۃ اصل الستر یقال مکر اللیل ای اظلم و ستر بظلمتہ ما فیہ و قالوا اشتقاقہ من المکر و ہو شجر ملتف تخیلوا منہ ان المکر یلتف بالتمکر بہ و یشتمل علیہ و امراۃ ممکورۃ الخلق ای ملتفۃ الجسم و کذا ممکورۃ البطن ثم انطلق المکر علی الخبث والخداع و لذلک عبر عنہ بعض اھل اللغۃ بانہ السعی بالفساد قال الزجاج وھو من مکر اللیل و امکر ای اظلم ۔ و عبر بعضھم عنہ فقال وھو صرف الغیر ما یقصدہ بحیلۃ و ذلک ضربان محمود وھو ان یتحری بہ فعل جمیل و من ذالک قولہ و اللہ خیر الماکرین و مذموم وھو ان یتحری بہ فعل قبیح نحو ولا یحیق المکر السیئی الا باھلہ ۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہوا کہ مکر کا ترجمہ فریب اور دھوکہ کرنا بھی درست ہے اور خفیہ تدبیر بھی درست ہے ۔ دونوں ترجمے ہی حقیقی اور لغوی ہیں آیت مذکورہ کا ترجمہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں اور فریب کیا ان کافروں نے اور فریب کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے ۔[۲۳]

حضرت تھانوی ترجمہ فرماتے ہیں اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالی نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالی سب تدبیر کرنے والوں سے اچھے ہیں ۔

ظاہر ہے کہ دونوں ترجمے اپنی جگہ بجا ہیں مگر حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ پر بعض حقیقت ناشناس اور عربی سے ناواقفوں کو یہ کہنے کا موقعہ مل گیا کہ دیکھیں اس ترجمہ میں رعایت ادب کم ہے حالانکہ محققین کی تصریح کے مطابق یہ جزاء سیئۃ سیئۃ

۲۲- کما فی الفتوحات الالھیۃ لسلیمن بن عمر العجیلی المتوفی ۱۲۰۴ھ، ص ۲۷۸

۲۳- موضح القرآن، ص [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

مثلیھا کے قبیل سے ہے (کما مر) فارسی مین بھی کہا جاتا ہے -

؎ بدی را بدی سہل باشد جزا

حضرت تھانوی نے مکر کا ترجمہ خفیہ تدبیر کر کے اس اعتراض کی راہ بند کر دی اور معنی لغوی حقیقی سے انحراف بھی نہین کیا -

شاہ رفیع الدین :

آپ بھی اپنے بھائیون اور والد ماجد کی طرح تمام دینی علوم مین یکتائے روزگار تھے قرآن عزیز کا اردو زبان مین جامع اور مکمل ترجمہ سب سے پہلے آپ ھی نے فرمایا - جو ۱۲۰۰ھ کے آخر مین تکمیل پذیر ھوا - یہ ترجمہ بہت مقبول اور مستند ھے اس ترجمہ کے علاوہ آپ نے قرآن مجید کی ایک تفسیر بھی لکھی ھے جو کہ تفسیر رفیعی کے نام سے مشہور ھے حضرت شاہ صاحب کا انتقال ۱۲۲۹ھ کو ھوا قرآن مجید کا یہ ترجمہ پہلی بار کلکتہ کے " اسلام پریس " سے ۱۲۵۳ھ مین شائع ھوا اور تفسیر رفیعی مطبع نقشبندی سے ۱۲۷۲ھ مین طبع ھوئی جس کا ایک نسخہ پشاور یونیورسٹی کی لائبریری مین موجود ھے -[۲۲]

اس ترجمہ کی نمایان خصوصیات یہ ھے کہ یہ تحت اللفظ کیا گیا ھے جبکہ شاہ عبدالقادر صاحب کا محاوراتی ترجمہ ھے یہی وجہ ھے کہ جتنی ھچکچاھٹ اور احساس بیگانگی شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ سے پیدا ھوتی ھے شاہ رفیع الدین کے ترجمہ مین پیدا نہین ھوتی -

---

۲۲- زاھد الحسینی ، تذکرۃ المفسرین ، ص ۱۲۸، ۱۲۹-

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترجمہ بیان القرآن اور ترجمہ رفیعی میں تقابل :

ارشاد باری ہے :

احلّ لکم لیلۃ الصّیام الرّفث الی نسائکم ھنّ لباس لکم و انتم

لباس لّھن الخ ... اس کے ترجمہ میں شاہ صاحب رقم طراز ہیں " حلال

کی گئی واسطے تمہارے رات روزے کی - رغبت کرنا طرف بیبیوں اپنی کے وہ پردہ ہیں

واسطے تمہارے اور تم پردہ ہو واسطے ان کے ، جاناا اللہ نے یہ کہ تم تھے خیانت کرتے

جانوں اپنی کی ..... پس اب ملا کرو ان سے ..... -[25]

حضرت تھانوی نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے " روزہ کی شب اپنی بیبیوں سے مشغول

ہونا حلال کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ تمہارے اوڑھنے بچھونے ہیں اور تم ان کے اوڑھنے

بچھونے ہو ، خدا تعالی کو اس کی خبر تھی کہ تم خیانت کے گناہ میں اپنے کو مبتلا کر

رہے تھے اللہ نے تم پر عنایت فرمائی سو اب ان سے ملو ملاؤ -[26]

پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت تھانوی کا ترجمہ دو خصوصیتوں کا حامل ہے

تحت اللفظ ہونے کے ساتھ ساتھ محاوراتی طرز و ادا سے پہلوتہی نہیں کرتا جبکہ ترجمہ

شاہ رفیع الدین کلیۃ تحت اللفظ ہے - " الرفث " کا ترجمہ شاہ صاحب نے رغبت کرنا کیا

ہے اور مولانا تھانوی نے مشغول ہونا کیا ہے -

۲۵- ترجمہ شاہ رفیع الدین ، پاکستان ، (تاج کمپنی) ، ص ، ۳۲ -

۲۶- بیان القرآن ، ج ۱ ، ص ۱۰۵ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

رفث کی تحقیق :

قاضی بیضاوی اس کی تشریح میں رقم طراز ھیں :

" و الرفث کنایة عن الجماع لانه ، لا یکاد یخلو من الرفث وھو الافصاح بما یجب ان یکنی عنه و عدی بالی لتضمنه معنی الافضاء و ایثاره ھھنا لتقبیح ما ارتکبوه و لذالک سماه خیانة و قری الرفوث " -[27]

ابن عباس فرماتے ھیں :

" الرفث الی نسائکم ای المجامعة مع نسائکم " -[28]

شاہ صاحب نے رفث سے مراد رغبت کرنا لیا ھے اردو ادب کے حوالے رغبت اور مشغولیت میں بڑا فرق ھے رغبت سے مراد جماع لینا ذرا بعید سا ھے اور مشغولیت میں ھمہ قسم کی مشغولیت متضمن ھو سکتی ھے -

لباس کی تحقیق میں بیضاوی فرماتے ھیں :

" استئناف یبین سبب الاحلال و ھو قلة الصبر عنھن و صعوبة اجتنابھن لکثرة المخالطة و شدة الملابسة ولما کان الرجل والمراة یعتنقان و یشتمل کل منھا علی صاحبه شبه باللباس قال الجعدی اذا ما الضجیع ثنی عطفھا یتثنت فکانت علیه لباسا او لان کلا منھما یستر حال صاحبه و یمنعه من الفجور " -[29]

ابن عباس نے لباس سے " سکن " مراد لیا ھے -[30]

۲۷- بیضاوی ، انوار التنزیل و اسرار التاویل ، کراچی ، ۱۹۸۲ء ، (مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی) ص ، ۱۳۲ ، ج ۱ ، -

۲۸- تنویر المقیاس ، بیروت (المکتبة الشعبیة) - ص ، ۲۶ ، -

۲۹- بیضاوی ، انوار التنزیل واسرار التاویل ، ص ، ۱۳۵

۳۰- تنویر المقیاس - ص ، ۲۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

اب اگر لباس سے پردہ مراد لیا جائے جیسا کہ شاہ صاحب نے ترجمہ میں کیا ہے تو معنی
حسن و جمال سے دامن تہی کرنا لازم آتا ہے اگر لباس سے مراد بقول مولانا تھانوی اوڑھنا
بچھونا لیا جائے تو اس ایک لفظ میں کئی گنا معنویت بڑھ جاتی ہے۔ شاہ صاحب کا
فرمانا بجا ہے کہ لباس سے ستر عورت کو پردہ نصیب ہوتا ہے لیکن لباس سے مراد اوڑھنا
بچھونا ہی بہتر ہے جیسا کہ بیضاوی کے بیان سے بھی مترشح ہوتا ہے۔

دوسری مثال :

ارشاد باری ہے "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِىٓ اَنْ يَّضْرِبَ ۔۔۔۔۔۔۔اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ" [31]

شاہ رفیع الدین کا ترجمہ یہ ہے۔ " تحقیق اللہ نہیں شرماتا یہ کہ بیان کرے مثال کوئی
سی مچھر کی پھر جو اس کے اوپر ہے پس جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں جانتے ہیں یہ کہ
وہ سچ ہے پروردگار ان کے کی طرف سے اور جو لوگ کہ کافر ہوئے پس کہتے ہیں کیا چاہا
اللہ نے ساتھ اس کے مثال لانا گمراہ کرتا ہے ساتھ اس کے بہتوں کو اور راہ دکھاتا ہے
ساتھ اس کے بہتر اس کے بہتوں کو اور نہیں گمراہ کرتا ساتھ اس کے مگر فاسقوں کو۔ [32]

حضرت تھانوی نے یوں ترجمہ کیا ہے :

" ہاں واقعی اللہ تعالی تو نہیں شرماتے کہ بیان کر دیں کوئی مثال بھی
خواہ مچھر کی ہو یا خواہ اس سے بڑھی ہوئی ہو۔ سو جو لوگ ایمان لائے ہوئے ہیں
خواہ کچھ ہی ہو وہ تو یہی یقین کریں گے کہ بے شک یہ مثال بہت ہی موقع کی ہے ان

۳۱- البقرة : ۲۶

۳۲- ترجمہ شاہ رفیع الدین ، ص ۸۰ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے رب کی جانب سے اور رہ گئے وہ لوگ جو کافر ہو چکے ہیں سو چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ یوں ہی کہتے رہیں گے وہ کون مطلب ہوگا جس کا قصد کیا ہوگا اللہ نے اس حقیر مثال سے گمراہ کرتے ہیں اللہ تعالی اس مثال کی وجہ سے بہتوں کو اور ہدایت کرتے ہیں اس کی وجہ سے بہتوں کو ۔ اور گمراہ نہیں کرتے اللہ تعالی اس مثال سے مگر صرف بے حکمی کرنے والوں کو ۔ ۳۳

یہ دونوں تراجم بالکل درست ہیں لیکن تقابلی مطالعہ کی کسوٹی پر حضرت تھانوی کا ترجمہ سو فیصد برتر قرار پاتا ہے اس کی وجوہات یہ ہیں :

۱- مولانا تھانوی ماضی حال اور استقبال کے صیغوں میں صیغی رعایت کے قائل ہیں اور اس کے ساتھ میں وہ اس بات کا بھی لحاظ رکھتے ہیں کہ معنی میں مستمرار ہو اسی لئے وہ گزری ہوئی بات کا ایسے انداز میں ترجمہ کرتے ہیں جس سے ہمیشہ وہ ترشح ہوتا ہے کہ یہ معنی دوام اور استمرار کا حامل ہے ۔

۲- شاہ صاحبان رحمہما اللہ تعالی ترجمہ میں وحدت معنوی کا لحاظ رکھتے ہیں جبکہ حضرت تھانوی ادب کے پیش نظر معنی میں وحدت کا ترجمہ بے ادبی شمار کرتے ہیں کیونکہ معنوی وحدت عربی کے علاوہ دیگر السنہ میں بالخصوص اردو میں بالعموم ادب کے اعلی تقاضے پورے کرنے سے عاجز ہے اس لئے مناسب ترجمہ وہی ہے جو مولانا تھانوی نے کیا ہے ۔

۳۳- بیان القرآن ، ج ۱ ، ص ۱۲۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

۳۔ شاہ صاحب ضمیر کا ترجمہ ضمیر ہی کے انداز میں کرتے ہیں جس سے معنی کی تجلیاں منظر عام پر نہیں آتیں اور حضرت تھانوی اپنے ترجمہ میں اس بات کا پورا لحاظ رکھتے ہیں کہ " اضمار " کا ترجمہ " اضمار " میں ہی نہ کیا جائے اور یہ بہت بڑا معنوی حسن و کمال ہے جو ہمیں متاخرین میں صرف اور صرف مولانا تھانوی کے یہاں سے میسر آتا ہے ۔

۴۔ حضرت شاہ صاحب نے " بھذا مثلاً " کا ترجمہ ساتھ اس مثال کے کیا ہے اور حضرت تھانوی نے " ساتھ اس حقیر مثال کے " کیا ہے یہ بھی ایک طرح کا ایک ایسا ترجمہ ہے جو ایک اشارے سے معانی کے دریا بہا دیتا ہے ۔

تیسری مثال :

اللہ کا فرمان ہے :

" والمحصنت من النّساء الی قولہ اَنّ اللہ کان علیماً حکیماً " ۔[۳۴]

شاہ رفیع الدین نے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے ۔

" اور حرام کی گئیں بیاھی عورتیں میں سے مگر جن کے مالک ہوئے ہیں داھنے ھاتھ تمہارے لکھ دیا اللہ نے اوپر تمہارے اور حلال کیا گیا واسطے تمہارے جو کچھ سوائے اس کے ہے یہ کہ طلب کرو بدلے مالوں اپنے کے ، قید میں رکھنے والے نہ پانی ڈالنے والے یعنی بدکار پس جو مال کہ فائدہ اٹھایا ہے تم نے بدلے اس کے ان میں سے پس دوان کو جو مقرر کیا ہے

۳۴۔ النساء : ۲۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

واسطے ان کے موافق مقرر کرے اور نہین گناہ اوپر تمہارے بیچ اس چیز کے کہ رضامند ہو تم ساتھ اس کے پیچھے مقرر کرنے کے تحقیق اللہ ہے جاننے والا " ۔[35]

اور مولانا تھانوی نے اس کا ترجمہ یون کیا ہے :

" اور عورتین جو کہ شوہر والیان ہین مگر جو کہ تمہاری مملوک ہو جائین اللہ تعالی نے ان احکام کو تم پر فرض کر دیا ہے اور ان عورتون کے سوا اور عورتین تمہارے لئے حلال کی گئی ہین یعنی یہ کہ تم ان کو اپنے مالون کے ذریعہ سے چاہو اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ مقصد صرف مستی ہو نکالنا نہ ہو پھر جس طریق سے تم ان عورتون سے منتفع ہوئے ہو سو ان کو ان کے مہر دو جو کچھ مقرر ہو چکے ہین اور مقرر ہوئے بعد بھی جس پر تم باہم رضامند ہو جاؤ اس مین تم پر کوئی گناہ نہین بلاشبہ اللہ تعالی بڑے جاننے والے اور حکمت والے ہین " ۔[36]

ان دونون تراجم کا انداز بیان اسلوب ، ترکیب ، حسن ، معنویت اور عام فہمی صاف ظاہر ہے اس بارے مین تفصیل مین جانے کی ضرورت نہین ہے کیونکہ گزشتہ صفحات مین ان دونون مترجمین کے انداز پر مفصل گفتگو کی جا چکی ہے ۔

" غیر مسفحین " کا ترجمہ :

حضرت ابن عباس نے " غیر زانین بلا نکاح " سے کیا ہے اور زنا کو کنایہ اردو مین " مستی " سے تعبیر کرنا عام مروج و مستعمل ہے جیسا کہ حضرت تھانوی نے فرمایا ہے

۳۵- ترجمہ شاہ رفیع الدین ، ص ۱۰۰

۳۶- بیان القرآن ، ج ۲ ، ص ۱۰۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور پانی ڈالنا سے کنایۃ زنا مراد لیا جانا ذرا مناسب نہیں کیونکہ آج کل یہ لفظ اتنا فصیح و بلیغ نہیں رہا ۔ خصوصاً اردو محاورہ میں ۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن :

شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کی حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کے ہاں ۱۲۶۸ھ کو ولادت ہوئی ۔ آپ کا خاندان دیوبند کے قدیمی شیوخ میں سے ہے آپ کے والد ماجد ذی علم بزرگ تھے دارالعلوم دیوبند کے قیام پر مولانا محمود الحسن صاحب اس مصدر علوم و برکات کے پہلے طالب علم تھے ۱۲۸۹ھ میں سند فراغت ملی اور دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہوئے ۔ جلد ہی دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس ہو گئے چونکہ برصغیر کے اکثر علماء کرام سے آپ کو شرف تلمذ حاصل تھا آپ حلقہ علماء کرام میں لقب شیخ الہند سے مشہور ہوئے اور اب بھی ہیں ۔ مولانا محمد اشرف علی تھانوی بھی شیخ الہند کے شاگردوں میں سے ایک تھے ۔ تحریک آزادی ہند کے سلسلے میں ایک تجویز کو کامیاب کرانے کے لئے حجاز مقدس تشریف لے گئے مگر شریف مکہ نے جو اس وقت مکہ مکرمہ اور حجاز مقدس کے حکمران تھے گرفتار کر کے انگریز کے حوالے کر دیا انگریز نے آپ کو جزیرہ مالٹا میں نظر بند کر دیا دوران نظر بندی آپ نے ترجمہ قرآن مجید اور سورۃ النساء تک تفسیری فوائد تحریر فرمائے ۳۱۴۔الف

ترجمہ شیخ الہند :

اس عظیم کام کے محرک کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

۳۱۴۔الف : ایضاً

toobaa-elibrary.blogspot.com

" کئی احباب اور معززین نے قرآن شریف کا سلیس ترجمہ کرنے کی فرمائش کی لیکن میں نے اپنی بے بضاعتی کے علاوہ یہ عرض کیا کہ مقدسین اکابر کے فارسی اردو تراجم موجود ہیں اور علمائے متدینین زمانہ حال کے تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں مولانا عاشق الٰہی میرٹھی سلمہ اور مولانا اشرف علی تھانوی سلمہ کے ترجموں کو احقر نے تفصیل سے دیکھا ہے جو آزاد پسند مترجمین کے تراجم کی غلطیوں سے پاک و صاف ہیں اور عمدہ ترجمے ہیں پھر اب جدید ترجمے کی کیا ضرورت ہے بجز اس کے کہ مترجمین کی فہرست میں ایک نام کا اضافہ ہو احباب نے پھر بھی اصرار جاری رکھا مجبور ہو کر میں نے عرض کیا کہ میں تراجم جدیدہ اور قدیمہ کو غور سے دیکھتا ہوں اس کے بعد اگر کوئی نفع سمجھ میں آیا تو اس کے بعد آپ حضرات کے فرمانے کی تعمیل کروں گا ورنہ معذور ہوں اس کے بعد میں نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی ترجمہ ، اور شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے تراجم کو غور سے دیکھا ۔ تو یہ امر بے تامل معلوم ہو گیا کہ اگر یہ مقدسین اکابر قرآن شریف کی اس ضروری خدمت کو انجام نہ دیتے تو اس شدید ضرورت کے وقت ترجمہ کرنا نہایت دشوار ہوتا ۔ [۳۷]

اس چھان بین میں ایک بات تو دل میں بیٹھ گئی کہ حضرت شاہ عبدالقادر کا افضل و مقبول اور مفید ترجمہ رفتہ رفتہ تقویم پارینہ نہ ہو جائے یہ کسقدر ناقدر دانی ہے اور بدقسمتی بلکہ کفران نعمت ہے چنانچہ متروک الفاظ اور محاورات کو تبدیل کر دیا گیا اور مختصر اور جامع و مانع مختصر الفاظ زیر تحریر لائے گئے یہ ترجمہ ۱۹۳۶ء میں پورا ہوا ۔[۳۸]

۳۷۔ زاھد الحسینی ، تذکرۃ المفسرین ، ص ، ۱۹۳ ۔

۳۸۔ دارالعلوم دیوبند نمبر ۔ ص ، ۵۷۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترجمہ شیخ الہند کی خصوصیات :

۱- یہ ترجمہ دراصل شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کی ترتیب جدید ہے ۔

۲- متروک الفاظ کی جگہ مستعمل الفاظ درج کئے گئے ہیں ۔

۳- متروک محاورات کے بجائے مروجہ محاورات لائے گئے ہیں ۔

۴- اختصار اور جامع الفاظ سے مزین کیا گیا ہے ۔

۵- اختصار کی جگہ وضاحت کر دی گئی ہے ۔[۳۹]

ترجمہ شیخ الہند اور ترجمہ بیان القرآن کا تقابل :

قرآن کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ھابیل اور قابیل کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے اس قصہ کا آغاز یوں کیا " واتل علیھم نباء بنی آدم بالحق الی قولہ تعالی من المتقین " شیخ الہند نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے :

" اور سنا ان کو حال واقعی آدم کے دو بیٹوں کا جب نیاز کی دونوں نے کچھ نیاز اور مقبول ہوئی ایک کی اور نہ مقبول ہوئی دوسرے کی کہا میں تجھ کو مار ڈالوں گا ۔ وہ بولا اللہ قبول کرتا ہے تو پرہیز گاروں سے " ۔[۴۰]

اور مولانا تھانوی نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے :

" اور آپ ان اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر

۳۹- ایضاً ۔ ص ، ۵۷۲

۴۰- ایضاً ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سنائیے جبکہ دونوں نے ایک نیاز پیش کی ۔ اور ان میں سے ایک کی مقبول ہو گئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی وہ دوسرا کہنے لگا کہ میں تجھ کو ضرور قتل کر دوں گا اس ایک نے جواب دیا کہ خدا تعالی متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں " ۔[21]

شیخ الہند نے اپنے ترجمہ میں ابہام پیدا کیا وہ یوں کہ " اور سنا ان کو " کن کو سنا ؟ یہ سوال ذہن میں اٹھتا ہے تو اس کے جواب کے لئے تفسیری نوٹ سے استعداد لینا لازم ہے ورنہ تو قضیہ سمجھنے میں دقت پیدا ہوتی ہے جبکہ مولانا تھانوی کا ترجمہ اگرچہ مختصر نہیں تاہم قاری کو مطمئن ضرور کر دیتا ہے اسے کسی حاشیاتی نوٹ کی احتیاج محسوس نہیں ہوتی کہ " سنا ان اہل کتاب کو "

پھر شیخ الہند نے فرمایا " کہا میں تجھ کو مار ڈالوں گا وہ بولا اور حضرت تھانوی نے وضاحتی رنگ اپنایا ہے جس میں تصویر کے دونوں رخ منعکس ہوتے ہیں کہ " وہ دوسرا کہنے لگا کہ میں تجھ کو قتل ضرور کر دوں گا اس ایک نے جواب دیا کہ اللہ متقیوں کا ہی عمل قبول کرتے ہیں " اس ترجمے سے قاری کے ذہن میں کوئی ابہام اور اشکال نہیں رہتا ۔

ایک دوسری چیز جو ترجمہ شیخ الہند میں ہے وہ یہ ہے کہ اس میں الفاظ کی ماہیت و ترکیب کا پوری طرح لحاظ نہیں رکھا جاتا کیونکہ حضرت شیخ الہند کے ترجمے کا مقصد عوام کو مطالب قرآن سمجھانا نہ کہ علماء کو ۔ مثلاً " لا قتلنک " کہ میں تجھ کو ضرور قتل کر دوں گا ۔ شیخ الہند نے تاکیدی معنی سے احتراز کرتے ہوئے عام مستقبل کا

21- ترجمہ شیخ الہند ، مطبوعہ تاج کمپنی ، ص ۱۹۵ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

معنی اپنایا ھے اور حضرت تھانوی نے اپنے ترجمہ مین صیغون کی رعایت کا بھرپور التزام کیا ھے -

ایک اور مثال :

یاایھا الناس انتم الفقرآء الی اللہ الی قولہ تعالی وما ذلک علی اللہ بعزیز - [۳۲]

شیخ الھند نے اس کا ترجمہ یہ کیا ھے :

" اے لوگو ، تم ھو محتاج اللہ کی طرف اور اللہ وھی ھے بے پروا سب تعریفون والا اگر چاھے تم کو لے جائے اور لے آئے ایک نئی خلقت اور یہ بات اللہ پر مشکل نہین - [۳۳]

شیخ الھند کا ترجمہ بہت ھی اچھا ھے مگر مولانا تھانوی متقدمین کی مراد کو اھمیت دیتے ھوئے اسے ملحوظ خاطر رکھتے ھین مثلاً شیخ الھند کا یہ فرمانا کہ " اگر وہ چاھے تم کو لے جائے اور لے آئے ایک نئی خلقت ، ھمین تفسیری کتب مین " یذھبکم " کا لغظی معنی اور مراد کہین میسر نہین آیا جبکہ مولانا تھانوی نے " یذھبکم " سے " یمیتکم " جو مراد لیا ھے اس کی تائید تفسیر ابن عباس سے ھوتی ھے وہ فرماتے ھین " ان یشا یذھبکم و یات بخلق جدید " ای یھلکم و یمیتکم یا اھل مکہ الی آخرہ - [۳۴]

اس مثال سے اندازہ ھوتا ھے کہ حضرت تھانوی ترجمہ کرتے ھوئے متقدمین کے تراجم پر گہری نظر رکھتے تھے ایسے ھی " بخلق " کا ترجمہ خلقت ، بظاھر اردو ادب مین

۳۲- بیان القرآن ، ج ۲ ، ص ۳۲۰ -

۳۳- فاطر : ۱۵

۳۴- ترجمہ شیخ الھند ، ص ۴۳۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

غیر مستعمل ہے اگرچہ اس سے معنوی قباحت جنم نہیں لیتی تاہم " بخلق " کا ترجمہ مخلوق کرنا جیسا کہ تھانوی صاحب نے کیا ہے زیادہ بہتر ہے ۔

مولانا ابو الکلام آزاد :

اسم گرامی احمد بن خیر الدین ، والد نے ان کا نام غلام محی الدین رکھا ۔ ابتدائی کتب کلکتہ و بمبئی میں پڑھیں بعد میں جامعۃ الازھر سے استفادہ کیا ۔ ہندوستان کی تاریخ آزادی میں ان کا نام بہت ہی نمایاں ہے اور علمی و سیاسی مقام بہت بلند ہے آپ کا وصال ۱۳۷۷ھ کو دہلی میں ہوا ۔[۳۵]

ترجمان القرآن :

مولانا ابو الکلام آزاد لکھتے ہیں :

" ۱۹۱۶ء میں جب البلاغ کے صفحات پر ترجمان القرآن اور تفسیر البیان کا اعلان کیا گیا ۔ تو میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ایک ایسے کام کا اعلان کر رہا ہوں جو پندرہ برس تک التوا و انتظار کی حالت میں معلق رہے گا اور جو ملک کے شوق و انتظار کے لئے ایک ناقابل برداشتہ بوجھ اور میرے ارادوں کی ناتمامیوں کے لئے ایک درد انگیز مثال ثابت ہوگا ۔ لیکن واقعات کی رفتار نے بہت جلد بتلا دیا کہ صورت حال ایسی تھی (مولانا کا اشارہ ان کی جلا وطنی کی طرف ہے جو انہیں حکومت بنگال نے ڈیفنس آرڈی ننس آف انڈیا کے تحت حدود بنگال سے باہر نکال دیا تھا) ۔[۳۶]

۳۵۔ بیان القرآن ، ج ۱ ، ص ، ۹۵

۳۶۔ تفسیر ابن عباس ، ص ، ۳۶۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

مزید لکھتے ھین :

" قرآن کے درس و مطالعہ کی تین ضرورتین ھین اور مین نے ادھین تین کتابون مین منقسم کر دیا ھے مقدمہ تفسیر ، تفسیر البیان اور ترجمان القرآن مقدمہ تفسیر قرآن کے مقاصد و مطالب پر اصولی بحث کامجموعہ ھے اور کوشش کی گئی ھے کہ مطالب قرآنی کے جوامع و کلیات مدون ھو جائین ۔ تفسیر البیان دظر و مطالعہ کے لئے ھے اور ترجمان القرآن ، قرآن کی عالمگیر اشاعت کے لئے " ۔ [۴۷]

ترجمان القرآن کی خصوصیات :

۱۔ تفصیلات سے اجتناب

۲۔ مقاصد و وجوہ کے بیان کا التزام

۳۔ دلائل و شواھد

۴۔ اختصار اور جامعیت

۵۔ ادبیت کا غلبہ

ترجمہ ترجمان القرآن اور بیان القرآن کا تقابل :

سورۃ الفاتحہ کا ترجمہ مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم نے اس انداز مین کیا ھے ۔

" ھر طرح کی ستائشین اللہ ھی کے لئے ھین جو تمام کائنات خلقت کا پروردگار ھے جو رحمت والا ھے اور جس کی رحمت تمام مخلوقات کو اپنی بخششون سے مالا مال کر رھی ھے جو اس دن

۴۷۔ زاھد الحسینی ، تذکرۃ المفسرین ۔ ص ، ۲۰۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا مالک ہے جس دن کاموں کا بدلہ لوگوں کے حصے میں آئے گا (خدایا) ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور صرف تو ہی جس سے اپنی ساری احتیاجوں میں مدد مانگتے ہیں (خدایا) ہم پر سعادت کی سیدھی راہ کھول دے وہ راہ جو ان لوگوں کی راہ ہوئی جن پر تو نے انعام کیا ان کی نہیں جو پھٹکارے گئے اور نہ ان کی جو راہ سے بھٹک گئے -[۲۸]

مولانا آزاد کا یہ ترجمہ ادبیت و معنویت کا ایک عظیم شاہکار شمار کیا جا سکتا ہے ان کی ادبیت عرب سے فارس کے راستے برصغیر میں وارد ہوتی ہے لیکن یہ ترجمہ بہت طویل ہے تراجم قرآن میں تمام اکابر مترجمین نے اختصار کا طرز اختیار کئے رکھا اس اعتبار سے مولانا آزاد کا مقتدر ترجمہ ایجاز و اجمال کی راہ سے ہٹ کر طوالت کی راہ پر صعوبت گامزن ہو گیا ہے جس کی وجہ اسے ترجمہ کی بجائے مختصر تفسیر کہا جائے تو شاید زیادہ بہتر ہوگا اس تمہید کی تفصیل حسب ذیل ہے :

۱- الرّحمن الرّحیم ، کا ترجمہ مولانا ابو الکلام آزاد نے " جو رحمت والا ہے اور جس کی رحمت تمام مخلوقات کو اپنی بخششوں سے مالا مال کر رہی ہے سے کیا ہے - دو الفاظ ہیں اور ترجمہ دو سطروں پر محیط ہے اگر اس کا ترجمہ یہ کیا جائے کہ " وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے ، جیسا کہ دیگر اکابر مترجمین نے کیا ہے تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ خدا کی رحمت کوئی ایک طبقہ یا مخلوق کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اس کی رحمتوں نے پورے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب آ گئی یا سبقت لے گئی ہے - دوسری بات یہ ہے کہ علماء کا اتفاق ہے کہ :

۲۸- ابو الکلام آزاد ، ترجمان القرآن ، لاہور ، ۱۹۵۲ء (مدنی کتب خانہ سرکلر روڈ لاہور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

" قیل یا رحمن الدنیا لانه یعم المومن والکافر و رحیم الاخرہ لانه یتخص المومن و علی الثانی ، قیل یا رحمن الدنیا و الا آخرہ و رحیم الدنیا لان النعم الاخرویه کلها جام ، و اما النعم الدنیویه فجلیله و حقیرة " ۔[۴۹]

یه کوئی ضروری نهین که هم دنیا و آخرت کے الفاظ ترجمے مین بڑھائین بلکه مطلقاً ترجمه هو جائے تو شاید زیادہ مناسب هوگا ۔

۲۔ " مالک یوم الدّین " کا ترجمه مولانا آزاد صاحب نے یه کیا هے " جو اس دن کا مالک هے جس دن کامون کا بدله لوگون کے حصے مین آئے گا " ۔ اندازہ کیجئے که یه کتنا طویل و عریض ترجمه هے اس کی جگه اگر صرف یهی ترجمه رکھا جائے که " مالک هے روز جزا کا " تو ایسا ترجمه " خیر الکلام ما قلّ و دلّ " کے زمرے مین آ سکتا هے مگر مولانا آزاد نے اتنا لمبا چوڑا ترجمه کر کے طوالت سے کام لیا هے ۔ اس سے همارا مقصود معاذ اللّٰه ان کے ترجمه کو غلط ثابت کرنا نهین بلکه جب بھی تقابل مین کوئی بات آتی هے تو حقائق سے چشم پوشی علمی خیانت هے ۔ مولانا آزاد کی ترجمه مین طوالت توحید الٰهی کے عقیدے سے ان کے خاص تعلق کی مظهر هے ۔

۳۔ خدایا هم پر (سعادت کی) راہ کھول دے یعنی مولانا آزاد صاحب نے اهدنا بمعنی افتح لیا هے جبکه بقول حضرت ابن عباس " اهدنا " ارشدنا للدین القائم " و یقال ثبتنا علیه ۔[۵۰]

۴۹۔ ترجمان القرآن ، ج ۱ ، ص ، ۲۳۰ ۔

۵۰۔ بیضاوی ، انوار التنزیل و اسرار التاویل ، ص ۵۰ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو کھول دینے سے اس کو تعبیر کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے اگرچہ یہ لفظ بھی اپنے مدلول کی وضاحت میں کافی و وافی ہے لیکن صحت لفظی کا تقاضا اس کے برعکس ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ہدایت کا لفظ اردو ادب میں اتنا مستعمل ہے کہ دوسرے لفظ کو لانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی ۔ اور مولانا تھانوی نے سورۃ الفاتحہ کا ترجمہ یہ کیا ہے ۔

" سب تعریفیں اللّٰہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے ، جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں ۔ جو مالک ہیں روز جزا کے ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست اعانت کی کرتے ہیں بتلا دیجیئے ہم کو رستہ سیدھا ، رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے نہ رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو رستہ سے گم ہو گئے " ۔[51]

آپ نے العالمین اسی طرح باقی سارا ترجمہ ہر ہر عالم سے کیا ہے یہ روایات تفسیر کے عین مطابق ہے اسی طرح باقی سارا ترجمہ نہایت مختصر مگر جامع ہے ۔ اگرچہ شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے تراجم کی نسبت سے مولانا تھانوی کے ترجمے میں طوالت ہے لیکن اتنی طوالت تو حسن ترجمہ کی زیبائش میں نکھار پیدا کرنے کا موجب ہے ۔ مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم کا شروع سے اخیر تک یہی انداز ترجمہ ہے اس لئے زیادہ مثالیں دینا طوالت دینے کے مترادف ہے لہذا اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔

۵۱- تنویر المقیاس ۔ ص ، ۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا عبدالماجد دریا آبادی :

آپ کے دادا مفتی مظہر کریم تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی مین انگریز کے خلاف جہاد کا فتوی دیا تھا اور دیگر علماء کے ساتھ آپ کو " کالا پانی " بھیجا گیا تھا آپ کے والد کا نام عبدالقادر تھا یہ ڈپٹی کلکٹر تھے مکۃ مکرمۃ مین عین ایام حج مین وفات پائی -

مولانا عبدالماجد لکھنئو سے تقریباً ۲۸ کلو میٹر قصبہ دریا آباد مین ۱۵ مارچ ۱۸۹۲ء کو پیدا ہوئی عصری تعلیم مین بی اے کیا کچھ زمانہ ان پر الحاد کا رنگ رہا مگر بعد مین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے ھاتھ پر بیعت ہوئے ان ھی کی رائے سے حکیم الامت حضرت تھانوی سے تربیت حاصل کی ، صاحب علم و قلم تھے - سچ صدق اور صدق جدید ھفتہ وار آپ کی ادارت مین شائع ہوتے تھے تقریباً ساٹھ تصانیف کے مصنف ھین جن مین تفسیر کے متعلق جغرافیہ قرآنی اور " الحیوانات فی القرآن " پورے قرآن کی تفسیر رکھی جو تفسیر ماجدی کے نام سے مشہور ھے اس کا انگریزی مین ترجمۃ بھی کیا -
۲ جنوری ۱۹۷۷ء کو لکھنئو مین انتقال کیا -[۵۲]

تفسیر ماجدی :

دو ضخیم جلدون پر مشتمل ھے اردو ادب مین ایک گرانقدر اضافہ ھے تفسیری امور مین دریا آبادی مرحوم نے مولانا تھانوی سے باقاعدہ تربیت لی جس کا تذکرہ انہون نے

۵۲- بیان القرآن ، ج ۱ ، ص ، ۱-۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

" نقوش و تاثرات " میں کیا ہے اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے جو انگریزی خوان طبقہ میں بہت مقبول و مشہور ہے ۔

خصوصیات :

یہ ترجمہ و تفسیر بلاغت و معانی کا گرانقدر ذخیرہ ہے ۔

ترجمہ تفسیر ماجدی اور ترجمہ بیان القرآن کا تقابل :

ارشاد باری ہے کہ :

" ولئن اتیت الّذین اوتوا الکتاب الی قولہ تعالی لیکتمون الحق و هم یعلمون ۔"[۵۳]

ان آیات کا ترجمہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے یہ کیا ہے :

" اور اگر آپ ان لوگوں کے سامنے جنہیں کتاب مل چکی ہے ساری ہی نشانیاں لے آئیں (جب بھی) یہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے اور نہ آپ ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں اور نہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلہ کو ماننے والے ہیں اور اگر (کہیں) آپ ان کی خواہش کی پیروی کرنے لگیں بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آ چکا ہے تو یقیناً آپ (بھی) ظالموں میں شمار ہوں گے جن لوگوں کو ہم کتاب دے چکے ہیں وہ آپ کو پہچانتے ہیں اس طرح جیسے کہ اپنی نسل کو پہچانتے ہیں اور بے شک ان میں کے کچھ لوگ خوب چھپاتے ہیں حق کو حالانکہ جانتے ہوتے ہیں ۔"[۵۳]

۵۳- زاہد الحسینی ، تذکرۃ المفسرین ۔ ص ، ۲۱۰

۵۳- البقرہ : ۱۴۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور حکیم الامت مولانا تھانوی کا ترجمہ یوں ھے :

" اور اگر آپ اھل کتاب کے سامنے تمام دلیلیں پیش کر دیں جب بھی یہ آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں اور آپ بھی ان کے قبلہ کو قبول نہیں کر سکتے اور ان کا کوئی فریق بھی دوسرے کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا اور اگر آپ ان کے نفسانی خیالات کو اختیار کر لیں آپ کے پاس علم آئے پیچھے تو یقیناً آپ ظالموں میں شمار ھونے لگیں ۔ جن لوگوں کو ھم نے کتاب دی ھے وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ھیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ھیں اور بعضے ان میں سے امر واقعی کو باوجودیکہ خوب جانتے ھیں اخفاء کرتے ھیں " ۔[55]

ان دونوں ترجموں میں ھلکی سی مماثلت ھے تاھم بعض الفاظ و معانی غور طلب ھیں :

۱- " وما انت بتابع قبلتھم " کا ترجمہ مولانا دریا آبادی نے یہ کیا ھے اور نہ آپ ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ھیں بلا شبہ معنی درست ھیں لیکن مولانا تھانوی کا ترجمہ اس عنوان پر پورا نہیں کر سکتے " ۔

۲- " ابناءھم " کا ترجمہ مولانا دریا آبادی صاحب نے " نسل " سے کیا ھے اور نسل تو پوری ایک لڑی اور خاندانی سلسلے پر محیط ھوتی ھے اس لئے پوری نسل کی معرفت کسی کے لئے ممکن ھی نہیں ھے ۔ ابناءھم کا جو معنی

۵۵- ماجدی ، تفسیر ماجدی ، لکھنؤ ، (صدق جدید بک ایجنسی) ج ۱ ، ص ۲۵۸-۲۵۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا تھانوی نے کیا ھے وہ اقرب ھے کہ وہ ایسے پہچانتے ھین جیسے کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ھین اگر اس لفظ سے بیٹے مراد ھون تو معنوی لطافت برقرار رھتی ھے وہ یون کہ جس طرح بیٹے کی کوئی بات باپ کی نگاھون سے مخفی نہین ھوتی ایسے ھی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ، امانت ، دیانت اور شرافت ان کفار کی آنکھون سے اوجھل نہین -

ایک حقیقت کا اعتراف :

گذشتہ صفحات مین شیخ الھند کے حوالے سے گزر چکا ھے کہ بہترین ترجمہ وہ ھے جو تحت اللفظ ھونے کے ساتھ ساتھ با محاورہ ھوتے ھوئے بھی مختصر ھو مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے ترجمہ کی ایک خوبی ھے وہ یہ ھے کہ یہ ترجمہ تحت اللفظ اور بامحاورہ ھے کیونکہ یہ اس آدمی کے ھاتھ کا لکھا ھوا ھے جو اپنے معاصرین مین ادب کے حوالے سے ایک قدر آور شخصیت کا مالک تھا ان کی تفسیر سے اختلاف ممکن ھے لیکن ان کے ترجمہ کی اس خوبی کا اعتراف نہ کرنا شاید کسی کے لئے بھی زیبا نہین ھے -

مولانا سید ابو الاعلٰی مودودی :

آپ کے والد کا نام مولوی سید احمد حسن تھا یہ ۱۳۲۱ھ کو اورنگ آباد دکن مین پیدا ھوئے حالات زندگی یہ ھین - ۱۹۱۴ء کو مولوی کا امتحان پاس کیا ۱۹۱۸ء مین اپنے بھائی کے ساتھ " اخبار مدینہ " مین نائب ایڈیٹر رھے مگر جلد ھی وھان سے علیحدہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہو کر ۱۹۲۱ء مین جمعیت علماء ہند کے ترجمان اخبار " مسلم " کے ایڈیٹر مقرر ہوئے ۔ ۱۹۲۸ء کے خاتمے پر الجمعیۃ سے قطع تعلق کر لیا اور حیدر آباد مین مقیم ہو گئے وہین سے ترجمان القرآن نامی ماہنامہ جاری کیا تقسیم برصغیر کے بعد اچھرہ لاہور مین مستقل اقامت اختیار کی گئی ۔ کتابین تالیف و تصنیف کین جن مین سے قرآن کریم کی تفسیر " تفہیم القرآن " بھی جو ان کی زندگی ہی مین شائع ہوئی مولانا سید ابو اعلی مودودی صاحب امریکہ کے ایک ہسپتال مین مورخہ ۲۹ شوال ۱۳۹۹ھ کو انتقال ہوا اور لاہور مین مدفون ہوئے ۔ [۵۶]

ترجمہ قرآن مجید از مولانا مودودی :

اس ترجمہ کا محرک بیان کرتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ہین :

" مین ایک مدت سے محسوس کر رہا تھا کہ ہمارے عالم تعلیم یافتہ لوگوں مین روح قرآن تک پہنچنے اور اس کتاب پاک کے حقیقی مدعا سے روشناس ہونے کی جو طلب پیدا ہو گئی ہے اور روز بروز بڑھ رہی ہے وہ پچھلے مترجمین کی نہایت قابل قدر مساعی کے باوجود ہنوز تشنہ ہے اس کے ساتھ مین یہ احساس بھی اپنے اندر پا رہا تھا کہ اس تشنگی کو بجھانے کے لئے کچھ نہ کچھ خدمت مین بھی کر سکتا ہون انہی دونون احساسات نے مجھے اس کوشش پر مجبور کیا جس کے ثمرات ہدیہ ناظرین کئے جا رہے ہین ۔ [۵۷]

۵۶- بیان القرآن ، ج ۱۰ ، ص ۸۲-۸۳

۵۷- زاہد الحسینی ، تذکرۃ المفسرین ۔ ص ۲۱۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ بات پیش نظر ہے کہ مولانا مودودی نے یہ ترجمہ سابقہ روش سے ہٹ کر آزادانہ انداز میں کیا ہے اس سلسلے میں بقول ان کے اس لئے میں نے لفظی ترجمے کا طریقہ چھوڑ کر آزادانہ ترجمانی کا طریقہ اختیار کیا ہے " - [۵۸]

ترجمہ مولانا مودودی اور ترجمہ بیان القرآن کا تقابل :

و اذ کروا اللہ فی ایام معدودات الی قولہ تعالی ، تحشرون "

اس آیت کا ترجمہ مولانا مودودی صاحب نے یہ کیا ہے :

" یہ گنتی کے چند روز ہیں جو تمہیں اللہ کی یاد میں بسر کرنے چاہیئں " - [۵۹]
پھر جو کوئی جلدی کر کے دو ہی دن میں واپس ہو گیا تو کوئی حرج نہیں اور جو کچھ زیادہ ٹھہر کر پلٹا تو بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ یہ دن اس نے تقوی کے ساتھ بسر کئے ہوں اللہ کی نافرمانی سے بچو اور خوب جان رکھو کہ ایک روز اس کے حضور میں پیشی ہونے والی ہے " - [۶۰]

یہ تھا مولانا مودودی کا ترجمہ جو انہوں نے اپنے پیشروں سے چار قدم آگے بڑھ کر کیا ہے یہ ایک اچھی کوشش اور نیا تجربہ تھا جو کہ ظاہر ہے کہ ہر نئی چیز اجتہاد کا ثمرہ ہوتی ہے اسی طرح کچھ سقم اس ترجمے میں پیدا ہونا ہیں فطرتی مقتضی تھا اس میں کوئی بات باعث حیرانی و تعجب نہیں -

---

۵۸- مودودی ، مولانا ، ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی ، لاہور ، ۱۹۷۶ء ، (ادارہ ترجمان القرآن) ص ۳۰ -

۵۹- ایضاً - ص ۳۰ -

۶۰- البقرہ : ۲۰۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

خوبیاں اور خامیاں :

مولانا ابو الاعلی مودودی نے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق جدید اسلوب میں خاصا کام کیا ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہے یہ ترجمہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جیسا کہ وہ چاہتے تھے کہ اس ترجمہ سے رونگٹے کھڑے ہوں ۔ تاثیری کیفیت طاری ہو جائے ۔ آنسو بہہ پڑیں اور عمل کی قوت بیدار ہو جائے بلاشبہ ایسا ہوا ہوگا اور ہونا بھی چاہیئے تھا لیکن یہاں ایک بات شاید ان کے مدنظر نہیں رہی وہ یہ ہے کہ ایک شخص قرآن کے معنی نہیں جانتا اس نے اس ترجمہ کو پڑھا قرآن نے اس پر اثر کیا اسے قرآن سے شدید عشق ہو گیا اس کے بعد وہ شخص باقاعدہ ترجمہ سیکھنا چاہتا ہے لیکن مولانا مودودی کا یہ ترجمہ نہ لفظی ہے اور نہ ہی مدلول کے عین مطابق بلکہ یہ تو صرف مراد کو ظاہر کرتا ہے تو ایسے میں ایسے شخص کو یہاں سے کیا امداد مہیا ہو سکتی ہے ؟

تو پھر ایسا شخص اپنی تشنگی کا سامان یہاں نہ پا کر جستجوئے منزل میں شاہ عبدالقادر شاہ رفیع الدین شیخ الہند اور مولانا تھانوی کے یہاں کسب فیض کرے گا جو اس کے درد کا درمان لئے بیٹھے ہیں ۔ یہ کوئی مفروضہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو کوئی دانشور جھٹلا نہیں سکتا تو پھر کیا ضرورت ہے آزادانہ ترجمہ کی ، ہاں رونگٹے کھڑے کرنے ، آنسو لانے ، جوش دلانے اور قوت عمل پیدا کرنے کے لئے اشعار اور دوسری اصناف ادب کی بہت سی صفات موجود ہیں ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک نظر مذکورہ ترجمہ پر :

۱- یہ گنتی کے چند روز ھین جو تمہین اللہ کی یاد مین بسر کرنے چاہیئین - چاہیئے تاکید ھے اور عربی مین تاکید ظاھر کرنے کے لئے لام تاکید فعل کے شروع مین مستعمل ھوتا ھے جیسے " لیضرب " چاہیئے کہ وہ مارے اور " لیذکر چاہیئے کہ وہ ذکر کرے یہان تو تاکیدی صیغہ بھی نہین ھے بلکہ یہ تو امر ھے " اذکروا " کہ تم یاد کرو -

۲- پھر جو کوئی جلدی کر کے دو ھی دن مین واپس ھو گیا تو کوئی حرج نہین یہ ترجمہ ھے " فمن تعجّل فی یومین فلا اثم علیہ " کا یہان ایسا کوئی لفظ نہین نہ مذکورا نہ محذوفا جس سے واپسی کا معنی مراد لیا جا سکے " حرج " اور " اثم " مین مولانا مودودی صاحب کے ھان شاید کوئی فرق نہین ھے قرآن مین " حرج " اور " اثم " دو الگ الگ حیثیتوں کے حامل ھین مثلاً " لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج "[۲۱] - کہ اندھے اور مریض پر کوئی حرج نہین ھے جبکہ اثم گناہ کو مستلزم ھے تو گناہ کا ترجمہ حرج سے کرنا کسی بھی لغت کی رو سے مناسب نہین ھے -

۳- بشرطیکہ یہ دن اس نے تقوی کے ساتھ بسر کئے ھون یا ترجمہ ھے - " لمن اتقی " کا بشرطیکہ شرطیہ معنی کیون ؟ بسر کئے ھون کس لفظ کا معنی ھے؟

۲۱- مولانا مودودی ، ترجمہ قرآن مجید ، ص ۹۷-

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کا تو ترجمہ بڑا آسان ہے کہ " اس کے لئے جو متقی ہوا ۔

۴۔ اللہ کی نافرمانی سے بچو یہ ہے ترجمہ " و اتقو اللہ حالانکہ یہاں یہ معنی نہایت مناسب تھا اور اللہ سے ڈرو تقوی کے لفظ میں نافرمانی کا معنی پیدا کرنا ۔ مفسرین متقدمین اور متاخرین کے انداز تفسیر و ترجمہ سے مختلف ہے اور اسالیب عربیہ سے بھی مطابقت نہیں رکھتا ۔

۵۔ " انکم الیہ تحشرون " مولانا مودودی صاحب نے اس کا ترجمہ یہ فرمایا :

" کہ ایک روز اس کے حضور میں پیشی ہونے والی ہے جبکہ اس کا صحیح اور بامحاورہ ترجمہ یہ ہے کہ " تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے " مولانا مودودی کے اس آزادانہ ترجمے سے متبدی کو نفع پہنچ سکتا ہے مگر سالک رہ قرآن کی تشنگی یہاں سے بجھ نہیں پاتی ۔

حضرت مولانا تھانوی نے اس آیت میں جو ترجمہ کیا ہے وہ اپنے وجود میں نہایت زود اثر اور قابل افادہ و استفادہ ہے ۔ وہ فرماتے ہیں :

" اور اللہ کا ذکر کرو کئی روز تک پھر جو شخص دوران میں تعجیل کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو شخص دو دن میں تاخیر کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اس شخص کے واسطے جو ڈرے اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو اور خوب یقین رکھو کہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے " ۔[۶۲]

۶۲۔ بیان القرآن ، ج ۱ ، ص ۱۱۵ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲) اسلوب تفسیر کا تقابل دیگر اسالیب مفسرین سے

باب ثانی مین حضرت تھانوی کے تفسیری اسلوب پر مفصل بحث ہو چکی ہے ذیل مین بیان القرآن کے اسلوب تفسیر کا تقابل دیگر تفاسیر متاخرین کے اسلوب سے کیا جاتا ہے -

اسلوب بیان القرآن اور تفسیر عثمانی :

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کی ترتیب جدید کی اور سورۃ النساء کے اختتام تک تفسیری نوٹ شیخ الہند کے ہین اور اس کے بعد تمام حواشی شیخ الاسلام پاکستان مولانا شبیر احمد عثمانی نے لکھے ہین -

شیخ الاسلام پاکستان مولانا شبیر احمد عثمانی کی تفسیر بہت مختصر ہے جبکہ بیان القرآن ۱۲ جلدون مین تقریباً ۱۲۰۰ صفحات پر محیط ہے ظاہر ہے کہ ان مین اسلوب تفسیر کا تقابل مستقل کارے دارد ہے بہرحال تقابلی مطالعہ کے لئے دو ایک مثالین درج کی جاتی ہین -

۱- یایھا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا "[۲۳] -

کی تفسیر شیخ الہند نے حسب ذیل کی ہے " یہود آ کر آپکی مجلس مین بیٹھتے اور حضرت کی باتین سنتے اس کو مکرر تحقیق کرنا چاہتے تو کہتے - " راعنا " (یعنی ہماری طرف متوجہ ہو اور ہماری رعایت کر - یہ کلمہ ان

۲۳- سورۃ النور ، آیت ۶۱ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے سن کر کبھی مسلمان بھی کہہ دیتے اللہ تعالی نے منع فرمایا کہ یہ لفظ

نہ کہو اگر کہنا ہو تو " انظرنا " کہو (اس کے معنی بھی یہی ہین)

اور ابتداء ہی سے متوجہ ہو کر سنتے رہو تو مکرر پوچھنا ہی نہ پڑے یہود

اس لفظ کو بدنیتی اور فریب سے کہتے تھے اس لفظ کو زبان سے دبا کر کہتے

ہو " راعنا " ہو جاتا یعنی ہمارا چرواھا اور یہود کی زبان مین راعنا احمق

کو بھی کہتے ہین ۔[۶۳]

اور حکیم الامت حضرت تھانوی اختصار کو بھی مدنظر رکھتے ہین لیکن اسلوب

ایسا جامع ترجمہ اپناتے ہین کہ قاری کو ہر طرح سے مطمئن کر دیتے ہین آیت مذکورہ کی

تفسیر مین فرماتے ہین :

" بعضے یہودیوں نے ایک شرارت ایجاد کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے حضور مین آ کر راعنا سے آپ کو خطاب کرتے جس کے معنی ان کی عبرانی زبان مین

برے ہین اور وہ اسی نیت سے کہتے اور عربی مین اس کے معنی بہت اچھے ہین کہ ہماری

مصلحت کی رعایت کیجیئے اس لئے عربی دان اس کو شرارت نہ سمجھ سکے اور اس اچھے

معنی کے قصد سے بعضے مسلمان بھی حضور کو اس کلمہ سے خطاب کرنے لگے اس سے ان

شریروں کو اور گنجائش ملی ۔ حق تعالی نے اس گنجائش کے قطع کرنے کو مسلمانوں کو

یہ حکم دیا کہ اے ایمان والو تم لفظ " راعنا " مت کہا کرو اور اگر اس کے ظاھری مطلب ،

مطلب عرض کرنے کی ضرورت پڑا کرے تو لفظ " انظرنا " کہہ دیا کرو کہ اس کے بھی یہی

۶۳۔ البقرہ : ۱۰۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

معنی ہین کہ ہماری مصلحت پر نظر فرمائیے اور اس حکم کو اچھی طرح سن لیجیئے اور یاد رکھو کہ ان کافروں کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین گستاخی کرنے کی سزا ہو گی ۔[65]

ایک اہم فرق :

تفسیر عثمانی مین راعنا کا معنی وضاحت سے ذکر کیا گیا جبکہ بیان القرآن مین مولانا تھانوی نے اشارہ النص سے " راعنا " کی تفسیر کی ہے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا تھانوی پر ادب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت غلبہ ہے ان سے یہ ہو ہی نہین سکا کہ نقل کفر کر سکین جو کہ کفر نہ باشد ہوتا ہے یہ مولانا تھانوی کی ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ و سلم سے والہانہ عشق و محبت کی واضح دلیل ہے ۔

دوسری مثال :

" و کذالک نری ابراھیم ملکوت السّموت و الارض " ۔[66]

کی تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی نے یون کی ہے :

" یعنی جس طرح بت پرستی کی شناعت و قبح ہم نے ابراھیم پر ظاہر کر کے اس کی قوم کو قائل کیا اسی طرح علویات و سفلیات کے نہایت محکم اور عجیب و غریب نظام ترکیبی کی گہرائیون پر بھی اس کو مطلع کر دیا تاکہ اسے دیکھ کر خدا تعالی کے

۶۵۔ تفسیر عثمانی ، ص ، ۲۶ ۔

۶۶۔ بیان القرآن ، ج ۱ ، ص ، ۵۷ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

وجود و وحدانیت وغیرہ پر اور تمام مخلوقات سماوی و ارضی کے محکومانہ عجز و بیچارگی پر استدلال ، اور اپنی قوم کے عقیدہ کواکب پرستی ہیکل سازی کا علی وجہ البصیرت رد کر سکے اور خود بھی حق الیقین کے اعلی مرتبہ پر فائز ہو ۔ بلاشبہ عالم کا یہ اکمل و احکم اور بہترین نظم و نسق ایسی چیز ہے جسے دیکھ کر بالبداھت اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس عظیم الشان مشین کا بنانے اور چلانے والا اس کے پرزوں کو نہایت مضبوط ترتیب و سلیقہ سے جوڑنے والا اور ہزاروں لاکھوں برس سے ایک ہی انداز پر اس کی حفاظت کرنے والا بڑا زبردست حکیم و قدیر صانع ہے جس کے حکیمانہ تصرف اور نفوذ و اقتدار سے مشین کا کوئی چھوٹا بڑا پرزہ باہر نہیں جا سکتا یہ کام یونہی بخت و اتفاق یا بے شعور طبیعت یا اندھے بہرے مادہ سے نہیں ہو سکتا ۔[٦٧]

مولانا تھانوی نے اس آیت کی دو سطری تفسیر کی ہے مگر خوبی یہ ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانی کی اتنی لمبی تقریر وہ معرفت و ادراک پیدا نہیں کر سکی جو حضرت تھانوی نے دو سطروں میں پیدا کر دیا ہے وہ فرماتے ہیں :

" اور ہم نے ایسے ہی کامل طور پر ابراهیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات بچشم معرفت دکھلائیں تاکہ وہ خالق کی ذات و صفات کے عارف ہو جائیں اور تاکہ ازدیاد معرفت سے کامل یقین کرنے والوں سے ہو جائیں " ۔[٦٨]

کیسی فکر انگیز تفسیر ہے اس کے ایک ایک لفظ میں معرفت کے دریا موجزن ہیں ۔

٦٧۔ الانعام : ٧٥

٦٨۔ تفسیر عثمانی ، ص ، ٢٣٠

toobaa-elibrary.blogspot.com

تفسیر عثمانی کے اسلوب میں یکسانیت روا نہیں رکھی گئی کبھی تو اس میں بڑی شرح و
بسط کا اہتمام ہوتا ہے اور کبھی اتنا اجمال کہ قاری دیکھ کر کتب تفسیر دیکھے بغیر
مسئلہ سمجھ نہیں پاتا لیکن مولانا تھانوی کا تفسیری یکسانیت کو ہمیشہ برقرار رکھتا ہے ۔
اختصار خواہ کتنا ہی کیوں نہ ہو عدم اطمینان کی صلاً کہیں سنائی نہیں دیتی ۔ مولانا
شیخ الہند کے ترجمہ و تفسیر کی تکمیل کی توفیق اللہ تبارک و تعالی نے شیخ الاسلام
پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی جو کہ مولانا اشرف علی تھانوی کے مرید خلیفہ اور فیض یافتہ
ہیں اور حضرت تھانوی کے طرز تفسیر و ترجمہ سے استفادہ کرتے نظر آتے ہیں کچھ اسی
قسم کی کیفیت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب تفسیر معارف القرآن اور مولانا
محمد ادریس کاندھلوی صاحب معارف القرآن مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی تفسیر ماجدی
کی ہے یہ تمام حضرات اپنے آپ کو تفسیر میں حضرت تھانوی کا تلمیذ اور فیض یافتہ مانتے
ہیں۔جیسا کہ ہم آنے والے اوراق میں بعض معاصر علماء کی آراء گرامی میں بیان القرآن
کی عظمت کے متعلق ذکر کر رہے ہیں ان اصحاب آراء میں سے اکثر حضرات مفسرین قرآن
ہیں اور یہ قریباً سب ہی اپنے آپ کو مولانا محمد اشرف علی تھانوی کا خوشہ چین اور
فیض یافتہ قرار دیتے ہیں بنابریں ان حضرات کی تفاسیر کا بیان القرآن سے تقابل غیر ضروری
معلوم ہوتا ہے جیسا کہ چند سطور قبل تفاسیر قدما کے متعلق تحریر کیا جا چکا ہے
کہ ہر مفسر پر اس کے فن کا غلبہ ہے نحوی اپنی تفسیر میں نحوی ابحاث نکالتا ہے ادیب
ادبی نکتہ سنجیاں پیدا کرتا ۔ فلسفی اور منطقی اپنے فنوں پر طبع آزمائی کرتا ہے صوفی
تصوف کی گتھیاں سلجھانے کی کوشش کرتا ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترجمان القرآن اور بیان القرآن کا تفسیری اسلوب :

ترجمہ ترجمان القرآن اور ترجمہ بیان القرآن کے تقابل پچھلے صفحات مین بیان ہو چکا ہے کہ مولانا ابو الکلام آزاد اور مولانا تھانوی دونوں مین سے ایک جدیدیت کا علمبردار جبکہ دوسرا خالصتاً مذہبی افکار اور دینی اقدار کے مکمل فروغ اور متقدمین و اسلاف کے نقش قدم پر کاربند ہے اس لئے ان دونوں کے اسلوب مین بعد المشرقین ہے تفصیل کے لئے دو ایک مثالین ملاحظہ ہون ۔

" یاایھا الذین آمنوا لایحل لکم ، الخ " ۔[۲۹]

اس کی تفسیر مین مولانا ابو الکلام آزاد رقم طراز ہیں " عرب مین زمانہ جاھلیت مین عورتون کے ساتھ جو ناانصافیان کی جاتی تھین ان مین سے ایک ناانصافی یہ تھی کہ اگر کوئی شخص مر جاتا تو جس طرح اس کا مال و متاع اس کے وارثون کے قبضہ مین چلا جاتا اسی طرح اس کی بیویون پر بھی وہ قابض و متصرف ہو جاتے یعنی اگر وہ اپنی خوشی سے نکاح نہ کرے تو ان لوگون کو گناہ نہیں اور جان کا مالک ہونا یہ تھا کہ مردہ کی عورت کو مثل مال مردہ کے اپنی میراث سمجھتے تھے اس صورت مین جبر کی قید واقع ہے کہ وہ ایسا کرتے تھے یہ نہین کہ اگر عورت راضی ہو تو وہ سچ مچ میراث اور ملک ہو جائے گی اور ان عورتون کو اس غرض سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم لوگون نے انکو دیا ہے اس مین کا کوئی کا حصہ بھی ان سے وصول کر لو ۔ اس مضمون مین بھی تین صورتین آ گئی ہین ایک یہ کہ میت کا وارث

۲۹- بیان القرآن ، ج ۲ ، ص ۱۰۷

اسی میت کی بیوی کو نکاح نہ کرنے دیتا تاکہ ہم کو یہ کچھ دے دوسرے یہ کہ خاوند اس کو مجبور کرتا کہ مجھ کو کچھ دے ، تب چھوڑوں ، تیسرے یہ کہ خاوند طلاق دینے کے بعد بھی بدون کچھ لئے اس کو نکاح نہ کرنے دیتا یہاں کی پہلی صورت اوپر کی دوسری صورت کا ایک جزو ہے اور یہاں کی دوسری صورت اوپر کی تیسری صورت ہے اور وہاں کی پہلی صورت اور یہاں کی تیسری صورت الگ الگ ہے " ۔[70]

غور طلب امر یہ ہے کہ یہ آیات خالصتاً فقہی مسائل سے متعلق ہیں نیز اس میں عورتوں سے حسن معاشرت کی تعلیم بھی دی گئی ہے اگر ان نازک مسائل کو تفسیر میں ذکر نہ کیا جائے اور اسے یونہی چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے مولانا آزاد نے اپنی تفسیر میں ایسے امور کو در خور اعتناء نہیں جانا حالانکہ آیات احکام ، فقہی مسائل اور استنباط مسائل ہی تو قرآن اور قرآن کے قائم کردہ معاشرے کی روح رواں ہیں ہر مفسر کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی تفسیر میں قرآن کے ہمہ پہلو حقائق کو منظر عام پر لائے اور کسی قسم کی کمی یا کجی فروگذاشت نہ کرے ۔ نیز مختلف طریقوں سے عورتوں کو مجبور کیا جاتا کہ اپنا مہر چھوڑ دیں یا جو کچھ مال و متاع ان کے قبضہ میں ہے مردوں کے قبضے میں چلا جائے یہاں اس طرح کی تمام ناانصافیوں سے روک دیا گیا ۔

عورتوں کے ساتھ تمہاری معاشرت نیکی و انصاف پر مبنی ہونی چاہیئے ایسا نہیں کرنا چاہیئے کہ محض ہواء نفس کے ہاتھ اپنی باگ دے دو اور اگر کسی وجہ سے پسند

۷۰۔ آل عمران : ۱۹

نہ آئے تو فوراً اسے چھوڑ کر دوسری کر لو اس طرح کی بے ضبط اور بے قابو طبیعتیں کبھی معاشرتی سعادت حاصل نہیں کر سکتیں ۔ اگر کسی وجہ سے تمہیں بیوی پسند نہیں تو صبر و برداشت سے کام لو ، بہت ممکن ہے کہ ایک بات تمہیں اچھی نہ لگے اور اسی میں تمہارے لئے بہتری و سعادت ہو ۔[۷۱]

اس آیت کی تفسیر مولانا تھانوی نے اس طرح کی ہے ۔

" اے ایمان والو ، تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے مال یا جان کے جبراً مالک ہو جاؤ ، مال کا مالک ہونا تین طرح ہے ایک یہ کہ اس عورت کا جو حق شرعی میراث میں ہے اس کو خود لے لیا جائے اس کو نہ دیا جائے اور دوسرے یہ کہ اس کو نکاح نہ کرنے دیا جائے یہاں تک کہ وہ یہاں ہی مر جائے پھر اس کا مال لے لیں یا اپنے ہاتھ سے دے ، تیسرے یہ کہ خاوند اس کو بلا وجہ مجبور کرے کہ وہ اس کو کچھ مال دے تب یہ اس کو چھوڑ دے ۔ اول اور تیسری صورت جبر کی قید سے یہ فائدہ ہے کہ اگر یہ امور بالکل عورت کی خوشی سے ہوں جائز اور حلال ہیں اور دوسری صورت میں یہ جبر واقع میں نکاح سے روکنے میں ہے جس سے غرض مال لینا تھا اس لئے لفظوں میں اس سے متعلق کر دیا اس سے بھی وہی فائدہ ہوا ۔ مولانا ابو الکلام آزاد کی تفسیر دو حالتیں اور دو حیثیتیں رکھتی ہے ایک تو وہ ترجمہ ہے میں وضاحت فرما دیتے ہیں دوسرا طریقہ انہوں نے عام روش سے ہٹ کر اپنایا وہ یہ ہے کہ وہ تفسیری نوٹ چھوٹی چھوٹی مربع نکڑیوں میں لکھتے ہیں جو کہ بسا اوقات بہت ہی مجمل ہوتے ہیں اور مراد ظاہر نہیں کر پاتے ۔

۷۱- بیان القرآن ، ج ۲ ، ص ۱۰۳ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا ابو الکلام آزاد کی تفسیر کو اگر " داعیانہ تفسیر " کہا جائے تو شاید یہ حقیقت کی ترجمانی ہوگی کیونکہ انہوں نے اپنے تفسیر کے مخاطبین وہ لوگ بنائے ہیں جو عام مطالعہ یا علم استعداد کے مالک ہیں ایسے لوگوں کے لئے داعیانہ طرز تفسیر بہت مفید رہتا ہے اگر انہیں فلسفہ ، حکمت علم الکلام اور لغات و قرات کی پیچیدہ بحثوں میں الجھا دیا جائے تو وہ کبھی مراد نہ پا سکیں ۔

لیکن مولانا تھانوی کا ترجمہ و تفسیر جیسا کہ مولانا انور شاہ کشمیری نے فرمایا (حوالہ مذکور ہو چکا ہے) عوام اور علماء دونوں اس سے مستفید ہو سکتے ہیں ۔ نہ اس میں اتنی طوالت ہے کہ صبر کا دامن چھوٹ جائے اور نہ اتنا اختصار ہے کہ مراد نہ مل سکے اس لئے ترجمان القرآن کے اسلوب سے بیان القرآن کا تفسیری اسلوب زیادہ لائق افادہ و استفادہ ہے ۔

اسلوب تفسیر ماجدی اور بیان القرآن :

ہر مصنف و مولف کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کا طرز نگارش سب سے منفرد اور تمام سے ممتاز ہو اسی سعی میں وہ اپنی تالیف و تصنیف کو انفرادیت و امتیاز کے بلند مقام پر پہنچاتا ہے یہی اس کی پہچان کا سبب ہوتی ہے مولانا عبدالماجد دریا آبادی ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے قرآن کا مطالعہ کیا اور اپنے طور پر یہاں تک استعداد پیدا کی کہ وہ امت کے سامنے ایک مفسر بن کر ابھرے اور معاصرین کی تفاسیر میں ایک گرانقدر تفسیر کا اضافہ کیا ۔ مولانا عبدالماجد سے کئی امور تفسیر میں اختلاف ممکن ہے مگر ان کا جو

toobaa-elibrary.blogspot.com

طرز نگارش اور اسلوب ہے وہ نہایت موثر جامع اور دلکش ہے لیکن اس کے باوجود تفسیر ماجدی تفسیری اسلوب کے حوالے سے بیان القرآن کے ساتھ تقابل میں آنے سے قاصر ہے۔

اسلوب تفسیر کی ایک مثال :

حرمت علیکم المیتة و الدم ولحم الخنزیر الی آخرہ -[۷۲]

تفسیر ماجدی میں اس آیت کی تفسیر یوں کی گئی ہے - مولانا عبدالماجد فرماتے ہیں -

" یعنی حیوانات کے سلسلہ میں تو شریعت الہی کی حرام کی ہوئی بس یہ چیزیں ہیں نہ وہ چیزیں جو تم نے اپنی تجویز سے گڑھ رکھی ہیں یہاں تردید تمام تر مشرکوں کے خود تراشیدہ محرمات کی ہو رہی ہے باقی جو چیزیں حدیث صحیح کی بناء پر یا کسی اور دلیل شرعی سے حرام ہیں ان سے آیت کو کوئی بحث نہیں لیس المراد من الا یہ قصر الحرمة علی ما ذکر مطلقاً" بل مقیداً بما اعتقدوہ حلالا - (روح)

المیتة سے مراد یا مردار جانور ہے جو بغیر کسی کے ہلاک کئے از خود مر جائے یا ہلاک ہو جائے لیکن ذبح شرعی کے مطابق نہ ہو ، ہو غیر المزکی اما لانہ لم یذبح او انہ ذبح ولکن لم یکن ذبحہ ذکاة (کبیر) وھی کل ما فارقہ الروح من غیر ذکاة مما یذبح (مدارک) زندہ جانور کے اگر گوشت کا کچھ حصہ کاٹ لیا جائے تو وہ بھی مردار ہی کے حکم میں داخل ہوگا حنفیہ کے ہاں مردار سے کسی قسم کا نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ مردار گوشت کتوں اور شکاری پرندوں کو کھلانا بھی درست

۷۲- ترجمان القرآن ، ج ۱ ، ص ۲۶۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہین کہ یہ بھی اس سے نفع اٹھانا ہوا اور آنحالیکہ قرآن مین مردار کی مطلق حرمت مذکور

ہوئے ہے الدم یعنی خون جاری یا سیال المراد بالدم الجاری یعنی السائل (مدارک)

دل ذالک علی ان المحرم من الدم ہو المسفوح دون غیرہ (جصاص) اور سورۃ انعام

مین دم مسفوح کی قید موجود ہے اور فقہاء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ دم جو یہان مطلق صورت

مین ہے وہ اسی قید مسفوحیت کے ساتھ حرام ہے " و حمل العلماء ھھنا المطلق علی المقید

اجماعا (ابن العربی ، قرطبی) اس پر فقہائے امت کا اجماع ہے کہ خون جاری حرام بھی

ہے اور نجس بھی نہ اس کا کھانا جائز ہے اور نہ ہی اس سے نفع اٹھانا جائز ہے صحیح

حدیث کی رو سے دو منجمد خون حلال ہین ایک جگر دوسرے تلی اور ان کی حلت پر

فقہاء کا اجماع ہے " احلت لنا الدمان الکبد و الطلحال اخرجہ الدارمی لحم الخنزیر"

قرآن مین صراحت کے ساتھ حرمت لحم خنزیر کی آئی ہے لیکن فقہائے امت کا اجماع ہے کہ

سور کا صرف گوشت ہی نہین بلکہ اس کی چربی ، ہڈی ، کھال ، بال سب حرام ہین اور

لحم کی تصریح اس لئے ہے کہ گوشت ہی ہر جانور کے جسم کا اہم ترین حصہ ہوتا ہے اور

جب گوشت کہہ دیا تو اس کے تحت و تابعیت مین جانور کے دوسرے اجزاء بھی آ گئے -

" وما اہل بہ لغیر اللہ " اہلال کے اصلی معنی آواز بلند کرتے پکار کو

دینے اور شہرت دے دینے کے ہین - ہو رفع الصوت عند رویۃ الھلال ثم یتعمل

لکل صوت (راغب) الاھلال رفع الصوت (قرطبی) مراد یہ ہے کہ جس جانور کو بطریق

تعظیم و عبادت یا بہ قصد تقرب کسی مخلوق کے لئے نامزد کر دیا جائے اور نیت کسی مخلوق

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی نذر و نیاز یا بھینٹ کی کر لی جائے وہ حرام ہو جاتا ہے خواہ اس کے ذبح کے وقت

بسم اللہ بھی کیوں نہ پڑھ لی جائے وہ حرام ہو جاتا ہے شیخ صدو کے نام کے بکرے

اور اسی قبیل کی تمام چیزیں اسی حکم کے تحت میں آ جاتی ہیں -[۷۳]

تفسیر ماجدی میں اس آیت کی تفسیر خاصی طویل تھی اسی لئے چیدہ چیدہ

چیزیں اخذا کی گئی ہیں -

اب ملاحظہ ہو حضرت تھانوی کی تفسیر جو انہوں نے آیت مذکورہ کے تحت

میں فرمائی ہے -

تم پر یہ جانور وغیرہ حرام کئے گئے ہیں مردار جانور جو کہ باوجود واجب الذبح

ہونے کے بلا ذبح شرعی مر جائے اور خون جو بہتا ہو اور خنزیر کا گوشت اسی طرح اس

کے سب اجزاء اور جو جانور کہ بمقصد قربت غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو اور جو گلا

گھٹنے سے مر جائے اور جو کسی ضرب سے مر جائے اور جو اونچے سے گر کر مر جائے مثلاً پہاڑ

سے یا کنویں سے اور جو کسی شکر سے مر جائے اور جس کو کوئی درندہ پکڑ کر کھانے

لگے اور اس کے صدمے سے مر جائے لیکن " منخنقۃ " سے " وما اکل السّبع " تک جن کا ذکر

ہے ان میں ہی جس کو دم نکلنے سے پہلے قاعدہ شرعیہ کے مطابق ذبح کو ڈالو وہ

اس حرمت سے مستثنی ہے اور نیز جو جانور غیر اللہ کی پرستش گاہوں پر ذبح کیا جائے،

حرام ہے - گر زبان سے غیر اللہ کے نام نامزد نہ کرے ، کیونکہ مدار حرمت کا نیت خبیثہ

۷۳- المائدہ : ۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

پر ھے اس کا ظہور کبھی قول سے ہوتا ھے کہ نامزد کر دے کبھی فعل سے ہوتا ھے کہ
ایسے مقامات پر ذبح کرے اور یہ بھی حرام ھے کہ گوشت وغیرہ تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے
تیرون کے یہ سب گناہ اور حرام ھین "۔[۷۳]

اس مختصر تفسیر و توضیح کے بعد حضرت مولانا تھانوی نے پندرہ بیس سطور پر مشتمل ایک فائدہ تحریر فرمایا ھے جو دیکھنے کے قابل ھے اس مین ایسی قباحتون کا بالتفصیل ذکر کیا گیا ھے ۔

دونون اسلوب مین تقابل :

مولانا عبدالماجد سب سے پہلے لغوی بحث کرتے ھین اور پھر فقہی مسائل یا دیگر مسائل کو متقدمین کی تفاسیر سے باحوالہ ثابت کرتے ھین زیادہ تر ان کا یہی اسلوب ھے کبھی وہ سابقہ کتب سے بھی حوالہ دیتے ھین عیسائیت کے رد مین ان کا یہ سلسلہ نہایت منفرد و ممتاز ھے لیکن انسان ایسی ترکیب و ترتیب سے بیہیت کا شکار ہو جاتا ھے اور اسے اپنی مراد کے حصول کے لئے کئی اوراق پر مطالعہ کرنے والا پھیلی ہوئی بحث مین سے گزر کرنا پڑتا ھے جبکہ مولانا تھانوی دو چار لائنون اور سطرون مین قوسین لگا لگا کر صورت مسئلہ واضح کر دیتے ھین وہ نہ صرف کلیات بیان کرتے ھین بلکہ جزئیات تک بھی بیان کر جاتے ھین جس کا فائدہ یہ ھے کہ قاری کو دقت نہین اٹھانا پڑتی ۔

مولانا تھانوی کے یہان ایک اور انفرادیت ھے کہ وہ حکیمانہ طرز اسلوب مین جواب نہین رکھتے حکمت کے ایسے موتی بکھرین گے کہ دیکھنے والا محویت کا شکار ہو جاتا ھے

۷۳۔ تفسیر ماجدی، ج ۱ ، ص ، ۲۹۶-۲۹۷ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مثلاً اسی آیت کے تحت " وما اھلّ بہ لغیر اللہ " کی تفسیر کرتے ھوئے فرماتے ھین اور نیز جو جانور غیر اللہ کی پرستش گاھوں پر ذبح کیا جائے حرام ھے گو زبان سے غیر اللہ کے نامزد نہ کرے کیونکہ مدار حرمت کا نیت خبیثہ پر ھے اس کا ظہور کبھی قول سے ھوتا ھے کہ نامزد کر دے اور کبھی فعل سے ھوتا ھے کہ ایسے مقامات پر ذبح کر دے "۔[۷۵]

اسلوب تفہیم القرآن اور بیان القرآن :

مولانا مودودی آیت " فلو لا کانت قریۃ آمنت فنفعہا ایمانہا الّا قوم یونس " الخ ۔[۷۶]

کے تحت رقم طراز ھین " قرآن مین قصہ یونس کی طرف تین جگہ صرف اشارات کئے گئے ھین کوئی تفصیل نہین دی گئی اس لئے یقین کے ساتھ کچھ نہین کہا جا سکتا کہ یہ قوم کن خاص وجوہ کی بناء پر خدا کے اس قانون سے مستثنی کی گئی کہ " عذاب کا فیصلہ ھو جانے کے بعد کسی کا ایمان اس کے لئے نافع نہین ھوتا " بائیبل مین " صحیفہ یونس " کے نام سے جو مختصر صحیفہ ھے اس مین کچھ تفصیل تو ملتی ھے مگر وہ چندان قابل اعتبار نہین ھے کیونکہ اول تو نہ وہ آسمانی صحیفہ ھے نہ خود یونس علیہ السلام کا اپنا لکھا ھوا ھے بلکہ ان کے چار پانچ سو برس بعد کسی نامعلوم شخص نے اسے تاریخ یونس کے طور پر لکھ کر مجموعہ کتب مقدسہ مین شامل کر دیا ھے دوسرے اس مین بعض صریح مہملات بھی پائے جاتے ھین جو ماننے کے قابل نہین ھین ۔ تاھم قرآن کے اشارات اور صحیفہ یونس کی تفصیلات

۷۵۔ بیان القرآن ، ج ۳ ، ص ۳-۲

۷۶۔ ایضاً ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پر غور کرنے سے وہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جو مفسرین قرآن نے بیان کی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام چونکہ عذاب الہی کی اطلاع دینے کے بعد اللہ تعالی کی اجازت کے بغیر اپنا مستقر چھوڑ کر چلے گئے تھے ۔ اس لئے جب آثار عذاب دیکھ کر آشوریوں نے توبہ و استغفار کی تو اللہ تعالی نے انہیں معاف کر دیا ۔ قرآن مجید میں خدائی دستور کے جو اصول و کلیات بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک مستقل دفعہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی کسی قوم کو اس وقت عذاب نہیں دیتا جب تک اس پر اپنی حجت پوری نہیں کر لیتا پس جب نبی یونس علیہ السلام نے اس قوم کی مہلت کے آخری لمحے تک نصیحت کا سلسلہ جاری نہ رکھا اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے بطور خود ہی وہ ہجرت کر گیا تو اللہ تعالی کے انصاف نے اس قوم کو عذاب دینا گوارا نہ کیا چونکہ اس پر اتمام حجت کی قانونی شرائط پوری نہیں ہوئی تھیں [٤٤] ۔

یہ ہے تفہیم القرآن کا اسلوب تفسیر ، لیکن مولانا مودودی اپنے اسلوب تفسیر میں آزادانہ ترجمانی یا تفسیر بالرائے کے قائل ہیں ان کی مذکور عبارت سے کچھ اچھا تاثر پیدا نہیں ہوتا یعنی واقعہ بلاشبہ یہی ہے جو قرآن نے بیان کیا لیکن اس کی تفسیر یوں کرنا کہ اللہ تعالی نے ان کے ذمہ جو فرض عائد کیا انہوں نے اس میں کوتاہی کی انبیاء علیہم السلام کی طرف کوتاہی کی نسبت کرنا دراصل عصمت انبیاء کے عقیدہ کے خلاف ہے نبی کو خدا جو کچھ کہہ دے وہ نبی اور خدا کا معاملہ ہے لیکن امتی اور نبی میں وجوہ امتیاز باقی رکھنا ایمان کے لئے لازمی حصہ ہیں امتی نبی کی طرف کوتاہی کی نسبت کرنا مناسب نہیں ۔ اور

---

٤٤ ۔ سید ابو الاعلی مودودی ، تفہیم القرآن ۔ لاہور ١٩٧٨ء ، (ادارہ ترجمان القرآن) ج ٢ ، ص ٣١٢ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایسی تعبیر و تاویل کہ متعدد متقدمین و اکابر مفسرین کے ہاں ہمیں نظر نہیں آتیں ۔

تفہیم القرآن کے اس حصہ سے اکثر مولانا مودودی کے ہم عصر مفسرین امت کو اختلاف ہے ۔ یہاں ہم مولانا مفتی محمد شفیع مفتی اعظم پاکستان کی تفسیر معارف القرآن جلد نمبر ۴ سورۃ یونس ص ، ۵۷۰ سے اقتباس نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین استفادہ کر سکیں :۔

" قوم یونس علیہ السّلام کے واقعہ کی ایک نظیر خود قرآن کریم میں بنی اسرائیل کا وہ واقعہ ہے جس میں کوہ طُور کو ان کے سروں پر معلّق کر کے انکو ڈرایا گیا اور توبہ کرنے کا حکم دیا گیا اُنہوں نے توبہ کر لی تو وہ توبہ قبول ہوئی جس کا ذکر سورہ بقرۃ میں آیا ہے ۔

رفعنا فوقکم الطور خذوا ما اتیدکم بقوۃ ۔[۷۸]

ہم نے ان کے سروں پر کوہ طور کو معلق کر کے حکم دیا کہ جو احکام تمہیں دیئے گئے ہیں ان کو مضبوط سے پکڑو ۔

وہ یہ تھی کہ انہوں نے عذاب کے واقع ہونے اور موت میں مبتلا ہونے سے پہلے محض عذاب کا اندیشہ دیکھ کر توبہ کر لی تھی ، اسی طرح قوم یونس علیہ السّلام نے عذاب کو آتا ہوا دیکھ کر اِخلاص اور الحاح و زاری کے ساتھ توبہ کر لی جس کی تفصیل آگے آتی ہے تو اس توبہ کا قبول ہو جانا ضابطۂ مذکورہ کے خلاف نہیں ۔[۷۹] ۔

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں کہ اس جگہ بعض معاصرین سے ایک سخت غلطی ہوئی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی طرف فریضۂ رسالت ادا کرنے میں کوتاہیوں کی نسبت کر دی اور قوم سے عذاب ہٹ جانے کا سبب پیغمبر کی کوتاہی کو قرار دیا اور اسی کوتاہی کو سبب عتاب بنایا جس کا

۷۸۔ البقرہ : ۶۳

۷۹۔ قرطبی ، جامع الاحکام القرآن ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ذکر سورۂ انبیاء اور سورۂ صفّت میں آیا ہے ، ان کے الفاظ یہ ہیں :

" قرآن کے ارشادات اور صحیفۂ یونس کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہو جاتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سے فریضۂ رسالت ادا کرنے میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر چھوڑدیا تھا اس لئے جب آثار عذاب دیکھ کر آشوریوں نے توبہ و استغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا ، قرآن میں خدائی دستور کے جو اصول و کلیات بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک مستقل دفعہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اس پر اپنی حجت پوری نہیں کر دیتا پس جب نبی ادائے رسالت میں کوتاہی کر گیا اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے خود ہی اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اللہ تعالیٰ کے انصاف نے اس قوم کو عذاب دینا گوارا نہ کیا " ۔[۸۰]

یہاں سب سے پہلے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا گناہوں سے معصوم ہونا تو ایک مسلمہ عقیدہ ہے جس پر تمام امت کا اجماع ہے ، اس کی تفصیلات میں کچھ جزوی اختلافات بھی ہیں کہ یہ عصمت ہر قسم کے صغیرہ کبیرہ گناہوں سے ہے یا صرف کبیرہ سے اور یہ کہ یہ عصمت قبل از نبوت کے زمانے کو بھی شامل ہے یا نہیں لیکن اس میں کسی فرقہ کسی شخص کا اختلاف نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب

۸۰- مودودی ، مولانا ، تفہیم القرآن ، جلد دوم ، صفحہ ۳۱۲ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ادائے رسالت کے فریضہ مین کبھی کوتاھی نہین کر سکتے کیونکہ انبیاء کے لئے اس سے بڑا کوئی گناہ نہین ھو سکتا کہ جس منصب کے لئے اللہ تعالی نے ان کا انتخاب فرمایا ھے خود اسی مین کوتاھی کر بیٹھین ، یہ تو فرض منصبی مین کھلی ھوئی خیانت ھے جو عام شریف انسانون سے بھی بعید ھے ، اس کوتاھی سے بھی اگر پیغمبر معصوم نہ ھوا تو پھر دوسرے گناھون سے عصمت بے فائدہ ھے ۔

قرآن و سنت کے مسلمہ اصول اور اجماعی عقیدہ عصمت انبیاء کے بظاھر خلاف اگر کسی جگہ قرآن و حدیث مین بھی کوئی بات نظر آتی تو اصول مسلمہ کی رو سے ضروری تھا کہ اس کی تفسیر و معنی کی ایسی توجیہ تلاش کی جاتی ، جس سے وہ قرآن و حدیث کے قطعی الثبوت اصول سے متصادم و مختلف نہ رھے ۔[81]

مگر یہان تو عجیب بات یہ ھے کہ مصنف موصوف نے جس بات کو قرآنی اشارات اور صحیفۂ یونس کی تفصیلات کے حوالہ سے پیش کیا ھے وہ صحیفہ یونس مین ھو تو ھو جس کا اھل اسلام مین کوئی اعتبار نہین ، قرآنی اشارہ تو ایک بھی نہین ، بلکہ ھوا یہ کہ کئی مقدمے جوڑ کر یہ نتیجہ زبردستی نکالا گیا ھے ، پہلے تو یہ فرض کر لیا گیا کہ قوم یونس علیہ السلام سے عذاب کا ٹل جانا خدائی دستور کے خلاف واقع ھوا جو خود اسی آیت کے سیاق و سباق کے بھی بالکل خلاف ھے اور اھل تحقیق ائمہ تفسیر کی تصریحات کے بھی خلاف ھے ، اس کے ساتھ یہ فرض کر لیا گیا کہ خدائی قانون کو اس موقعہ پر اس لئے توڑا گیا تھا کہ خود پیغمبر سے فریضۂ رسالت کی ادائیگی مین کوتاھیان ھو گئی تھین ۔

۸۱۔ محمد شفیع ، مفتی ، معارف القرآن ، جلد چہارم ، صفحہ ، ۵۷ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کے ساتھ یہ بھی فرض کر لیا کہ پیغمبر کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے کوئی خاص وقت نکلنے کا مقرر کر دیا گیا تھا ، وہ اس وقت مقرر سے پہلے فریضۂ دعوت کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے -

اگر ذرا بھی غور و انصاف سے کام لیا جائے تو ثابت ہو جائے گا کہ قرآن و حدیث کا کوئی اشارہ ان فرضی مقدمات کی طرف نہین پایا جاتا -

خود آیت قرآن کے سباق پر غور کیجیئے تو الفاظ آیت کے یہ ہین ،

فلو لا کانت قریۃ امنت فنفعھا ایمانھآ الا قوم یونس ،

جس کا مفہوم صاف یہ ہے کہ عام بستی والون کے متعلق بطور اظہار افسوس یہ ارشاد ہے کہ وہ ایسے کیون نہ ہو گئے کہ ایمان اس وقت لے آتے جس وقت تک ایمان مقبول اور نافع ہوتا ہے یعنی عذاب مین یا موت مین مبتلا ہونے سے پہلے پہلے ایمان لے آتے تو ان کا ایمان قبول ہو جاتا ، مگر قوم یونس اس سے مستثنی ہے کہ وہ آثار عذاب دیکھ کر عذاب مین مبتلا ہونے سے پہلے ہی ایمان لے آئی تو ان کا ایمان اور توبہ قبول ہو گئی -

آیت کا یہ واضح مفہوم خود بتلا رہا ہے کہ یہان کوئی خدائی قانون نہین توڑا گیا بلکہ عین خدائی دستور کے مطابق ان کا ایمان اور توبہ قبول کر لی گئی ہے -[۸۲]

اکثر مفسرین بحر محیط ، قرطبی ، زمخشری ، مظہری ، روح المعانی وغیرہ نے آیت کا یہی مفہوم لکھا ہے جس مین قوم یونس علیہ السلام کی توبہ قبول ہونا عام قانون الہی کے تحت مین ہے ، قرطبی کے الفاظ یہ ہین :

۸۲- ایضاً - جلد چہارم ، صفحہ ۵۷۲ ، -

toobaa-elibrary.blogspot.com

و قال ابن جبیر غشیهم العذاب کما یغشی الثوب القبر فلما صحت توبتهم

رفع اللّٰہ عنهم العذاب و قال الطبری خص قوم یونس من بین سائر الامم بان تیب علیهم

بعد معاینة العذاب و ذکر ذلک عن جماعة من المفسرین و قال الزجاج انهم لم یقع

بهم العذاب و انما راوا العلامة التی تدل علی العذاب ولو رأوا عین العذاب لما نفعهم ایمانهم

قلت قول الزجاج حسن فان المعاینة التی لا تنفع التوبة معها هی التلبس بالعذاب

کقصة فرعون ولهذا جاء بقصة قوم یونس علی اثر قصة فرعون و یعضد هذا قوله علیه السلام

ان اللّٰہ یقبل توبة العبد مالم یغرغر والغرغرة الحشرجة و ذلک هو حال التلبس بالموت

وقد روی معنی ما قلناه عن ابن مسعود (الی) و هذا یدل علی ان توبتهم قبل رویة

العذاب (الی) و علی هذا فلا اشکال ولا تعارض ولا خصوص - [۸۳]

ترجمہ : ابن جبیر کہتے ہیں کہ عذاب نے ان کو اس طرح ڈھانپ لیا تھا جیسے قبر

چادر پھر چونکہ ان کی توبہ صحیح ہو گئی (کہ وقوع عذاب سے پہلے تھی) تو ان کا

عذاب اٹھا دیا گیا طبری فرماتے ہیں کہ قوم یونس علیہ السلام کو تمام اقوام عالم سے یہ

خصوصیت دی گئی ہے کہ معاینہ عذاب کے بعد ان کی توبہ قبول کر لی گئی ، زجاج نے فرمایا

کہ ان لوگوں پر ابھی عذاب پڑا نہیں تھا بلکہ علامات عذاب دیکھی تھیں اور اگر عذاب

پڑ جاتا تو ان کی توبہ بھی قبول نہ ہوتی ، قرطبی فرماتے ہیں کہ زجاج کا قول اچھا

اور بہتر ہے کیونکہ جس معاینہ عذاب کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی وہ وہ ہے کہ عذاب

میں مبتلا ہو جائے جیسا واقعہ فرعون میں پیش آیا اور اسی لئے اس سورۃ میں قوم یونس

کا واقعہ فرعون کے واقعہ کے بعد متصلاً ذکر فرمایا ہے تاکہ فرق واضح ہو جائے کہ فرعون کا

۸۳- قرطبی ، جامع لاحکام القرآن -

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایمان ابتلاء عذاب کے بعد ، بخلاف قوم یونس علیہ السلام کے کہ وہ وقوع عذاب سے پہلے ہی ایمان لے آئی ۔ اس بات کی تائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالی بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے ، جبتک وہ غرغرہ کی حالت مین نہ پہنچ جائے اور غرغرہ موت کے وقت طاری ہونیوالے سکرات کو کہتے ہین اور یہی بات حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت سے معلوم ہوتی ہے جس مین بتلایا ہے کہ قوم یونس نے وقوع عذاب سے پہلے توبہ کر لی تھی ، قرطبی فرماتے ہین کہ اس تقریر و تفسیر پر نہ کوئی اشکال ہے نہ تعارض نہ قوم یونس کی تخصیص ۔

اور طبری وغیرہ مفسّرین نے بھی جو اس واقعہ کو قوم یونس علیہ السلام کی خصوصیت بتلایا ہے ان مین سے بھی کسی نے یہ نہین کہا کہ اس خصوصیت کا سبب یونس علیہ السلام کی کوتاہیان تھین بلکہ اس قوم کا سچے دل سے توبہ کرنا اور علم الٰہی مین مخلص ہونا ، وغیرہ وجوہات لکھی ہین ۔

اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ قوم یونس علیہ السلام کا عذاب ٹل جانا عام قانون قدرت کے خلاف ہی نہین تھا بلکہ عین مطابق تھا تو اس کلام کی بنیاد ہی ختم ہو گئی ۔

اسی طرح کسی قرآنی اشارے سے یہ ثابت نہین کہ عذاب کی وعید سنانے کے بعد یونس علیہ السلام بغیر اذن خداوند د اپنی قوم سے الگ ہو گئے بلکہ سیاق آیات اور تفسیری روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جیسا تمام سابق امتوں کے ساتھ معاملہ ہوتا آیا تھا کہ جب ان کی امت پر عذاب آنے کا فیصلہ کر لیا جاتا تو اللہ تعالی اپنے رسول اور ان کے ساتھیوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو یہان سے نکل جانے کا حکم دے دیتے تھے جیسا لوط علیہ السلام کا واقعہ بتصریح قرآن مین مذکور ہے ، اسی طرح یہان بھی جب اللہ کا یہ حکم یونس علیہ السلام کے ذریعہ ان لوگون کو پہنچا دیا گیا کہ تین دن کے بعد عذاب آئے گا تو یونس علیہ السلام کا اس جگہ سے نکل جانا ظاہر یہی ہے کہ بامر خداوندی ہوا ہے۔[۸۳]

البتہ یونس علیہ السلام سے جو پیغمبرانہ شان کے اعتبار سے ایک لغزش ہوئی اور اس پر سورۂ انبیاء اور سورۂ صٓفّت کی آیتون مین عتاب کے الفاظ آئے اور اسی کے نتیجہ مین مچھلی کے پیٹ مین رہنے کا واقعہ پیش آیا ، وہ یہ نہین کہ انہون نے فریضۂ رسالت مین کوتاہی کر دی تھی بلکہ واقعہ وہ ہے جو اوپر مستند تفسیرون کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ جب یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کے حکم کے مطابق تین دن کے بعد عذاب کے آنے کی وعید سنا دی اور پھر باذن الٰہی اپنی جگہ کو چھوڑ کر باہر چلے گئے اور بعد مین یہ ثابت ہوا کہ عذاب نہین آیا تو اب یونس علیہ السلام کو اس کی فکر لاحق ہوئی کہ مین اپنی قوم مین واپس جاؤن گا تو جھوٹا قرار دیا جاؤن گا اور اس قوم کا یہ دستور تھا جس کا جھوٹ ثابت ہو جائے اس کو قتل کر دین تو اب اپنی قوم کی طرف لوٹ کر جانے کا بھی اندیشہ ہوا ، ایسے وقت بجز اس کے کوئی راستہ نہ تھا کہ اب اس وطن ہی سے ہجرت کر جائین لیکن سنت انبیاء علیہم السلام کی یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالٰی کی طرف سے ہجرت کی اجازت نہ آ جائے محض اپنی رائے سے ہجرت نہین کرتے تو یونس علیہ السلام کی لغزش یہ تھی کہ اللہ کی اجازت آنے سے پہلے ہجرت کا قصد کر کے کشتی پر سوار ہو گئے جو اگرچہ اپنی ذات مین کوئی گناہ نہین تھا مگر سنت انبیاء سے مختلف تھا ،

۸۳- ایضاً - جلد چہارم ، صفحہ ۵۷۳ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

اگر آیات قرآن کے الفاظ مین غور کرین تو یونس علیہ السلام کی لغزش فریضۂ رسالت کی ادائیگی مین کوئی کوتاھی نہین بلکہ قوم کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے ھجرت قبل الاذن کے سوا اور کچھ نہین ثابت ھوگی ، سورۂ صٰفّت کی آیت اس مضمون کے لئے تقریباً صریح ھے ، جس مین فرمایا ھے اذ ابق الی الفلک المشحون ، اس مین بقصد ھجرت کشتی پر سوار ھونے کو ابق کے لفظ سے بطور عتاب کے تعبیر کیا گیا ھے ، جس کے معنی ھین کسی غلام کا اپنے آقا کی اجازت کے بغیر بھاگ جانا اور سورۂ انبیاء کی آیت مین ھے و ذا النون اذ ذھب مغاضباً فظنّ ان لن نقدر علیہ جس مین طبعی خوف کی بناء پر قوم سے جان بچا کر ھجرت کرنے کو بطور عتاب کے اس شدید عنوان سے بیان فرمایا ھے ، اور یہ سب فرائض رسالت کی مکمل ادائیگی کے بعد اس وقت پیش آیا جب کہ اپنی قوم مین واپس جانے سے جان کا خطرہ لاحق ھوگیا ، تفسیر روح المعانی مین یہی مضمون بالفاظ ذیل لکھا ھے :

ای غضبان علی قومہ لشدۃ شکیمتھم و تمادی اصرارھم مع طول دعوتہ ایاھم و کان ذھابہ ھذا ھجرۃ عنھم لکنہ لم یؤمر بہ[85]	یعنی یونس علیہ السلام اپنی قوم سے ناراض ھو کر اس لئے چل دیئے کہ قوم کی شدید مخالفت اور اپنے کفر پر اصرار کے باوجود زمانہ دراز تک دعوت رسالت پہنچاتے رھنے کا مشاھدہ کر چکے تھے اور ان کا یہ سفر ھجرت کے طور پر تھا مگر ابھی تک ان کو ھجرت کی اجازت نہین ملی تھی ۔

اس مین واضح کر دیا ھے کہ دعوت و رسالت مین کوئی کوتاھی سبب عتاب نہین تھی بلکہ قبل از اجازت ھجرت کرنا سبب عتاب بنا ھے جو فی نفسہ کوئی گناہ نہ تھا مگر

۸۵۔ ایضاً ۔ جلد چہارم ، صفحہ ۵۲۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

سنت انبیاء کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس پر عتاب آیا ہے ، معاصر موصوف کو بعض علماء نے اس غلطی پر متنبہ فرمایا تو سورۂ صٓفّت کی تفسیر میں انہوں نے اپنے موقف کی حمایت و تائید میں بہت سے مفسّرین کے اقوال بھی نقل فرمائے ہیں جن میں وھب بن منبّہ وغیرہ کی بعض اسرائیلی روایتوں کے سوا کسی سے ان کا یہ موقف صحیح ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت یونس علیہ السلام سے معاذ اللہ فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں ہو گئی تھیں -

اور یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں کہ عام طور پر حضرات مفسّرین اپنی تفسیروں میں اسرائیلی روایات بھی نقل کر دیتے ہیں جن کے بارے میں ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ روایات مستند و معتبر نہیں ، کسی حکم شرعی کا ان پر مدار نہیں رکھا جا سکتا ، اسرائیلی روایات خواہ مفسّرین اسلام کی کتابوں میں ہوں یا صحیفۂ یونس علیہ السلام میں صرف انہیں کے سہارے حضرت یونس علیہ السلام پر یہ بہتان عظیم لگایا جا سکتا ہے کہ ان سے فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور کسی مفسّر اسلام نے اس کو قبول نہیں کیا ، واللہ سبحانہ و تعالی اعلم و بہ نستغیث ان یعصمنا من الخطایا و الزلاّت -[۸۶]

حضرت یونس علیہ السّلام کا مفصّل واقعہ :

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ جس کا کچھ حصّہ تو خود قرآن میں مذکور ہے اور کچھ روایات حدیث و تاریخ سے ثابت ہے ، وہ یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم عراق میں موصل کے مشہور مقام نینوی میں بستی تھی ، ان کی تعداد قرآن کریم میں ایک لاکھ سے زیادہ بتلائی ہے ان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالی نے یونس علیہ السلام کو بھیجا ،

۸۶- ایضاً - جلد چہارم ، ص ۵۲۴ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

انہوں نے ایمان لانے سے انکار کیا ، حق تعالی نے یونس علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو آگاہ کر دو کہ تین دن کے اندر اندر تم پر عذاب آنے والا ہے ، حضرت یونس علیہ السلام نے قوم میں اس کا اعلان کر دیا ، قوم یونس نے آپس میں مشورہ کیا تو اس پر سب کا اتفاق ہوا کہ ہم نے کبھی یونس علیہ السلام کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا اس لئے ان کی بات نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ، مشورہ میں یہ طے ہوا کہ یہ دیکھا جائے کہ یونس علیہ السلام رات کو ہمارے اندر اپنی جگہ مقیم رہتے ہیں تو سمجھ لو کہ کچھ نہیں ہوگا اور اگر وہ یہاں سے کہیں چلے گئے تو یقین کر لو کہ صبح کو ہم پر عذاب آئے گا ، حضرت یونس علیہ السلام بارشاد خداوندی رات کو اس بستی سے نکل گئے ، صبح ہوئی تو عذاب الہی ایک سیاہ دھوئیں اور بادل کی شکل میں ان کے سروں پر منڈلانے لگا اور فضاء آسمانی سے نیچے ان کے قریب ہونے لگا تو ان کو یقین ہو گیا کہ اب ہم سب ہلاک ہونے والے ہیں ، یہ دیکھ کر حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا کہ ان کے ہاتھ پر مشرف بایمان ہو جائیں اور پچھلے انکار سے توبہ کر لیں مگر یونس علیہ السلام کو نہ پایا تو خود ہی اخلاص نیت کے ساتھ توبہ و استغفار میں لگ گئے ، بستی سے ایک میدان میں نکل آئے ، عورتیں بچے اور جانور سب اس میدان میں جمع کر دیئے گئے ، ٹاٹ کے کپڑے پہن کر عجز و زاری کے ساتھ اس میدان میں توبہ کرنے اور عذاب سے پناہ مانگنے میں اس طرح مشغول ہوئے کہ پورا میدان آہ و بکا سے گونجنے لگا اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول فرما لی اور عذاب ان سے ہٹا دیا جیسا کہ اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے ، روایات میں ہے کہ یہ عاشورہ یعنی دسویں محرم کا دن تھا ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ادھر حضرت یونس علیہ السلام بستی سے باھر اس انتظار مین تھے کہ اب اس قوم پر عذاب نازل ھوگا ، ان کے توبہ و استغفار کا حال ان کو معلوم نہ تھا ، جب عذاب ٹل گیا تو ان کو فکر ھوئی کہ مجھے جھوٹا قرار دیا جائے گا کیونکہ مین نے اعلان کیا تھا کہ تین دن کے اندر عذاب آ جائے گا ، اس قوم مین قانون یہ تھا کہ جس شخص کا جھوٹ معلوم ھو اور وہ اپنے کلام پر کوئی شہادت نہ پیش کرے تو اس کو قتل کر دیا جاتا تھا ، یونس علیہ السلام کو فکر ھوئی کہ مجھے جھوٹا قرار دے کر قتل کر دیا جائے گا ۔

انبیاء علیھم السلام ھر گناہ و معصیت سے معصوم ھوتے ھین مگر انسانی فطرت و طبیعت سے جدا نہین ھوتے ، اس وقت یونس علیہ السلام کو طبعی طور پر یہ ملال ھوا کہ مین نے بحکم الٰھی اعلان کیا تھا اور اب مین اعلان کی وجہ سے جھوٹا قرار دیا جاؤن گا ، اپنی جگہ واپس جاؤن تو کس منہ سے جاؤن اور قوم کے قانون کے مطابق گردن زدنی بنون ، اس رنج و غم اور پریشانی کے عالم مین اس شہر سے نکل جانے کا ارادہ کر کے چل دیئے یہان تک کہ بحر روم کے کنارہ پر پہنچ گئے وھان ایک کشتی دیکھی جس مین لوگ سوار ھو رھے تھے یونس علیہ السلام کو ان لوگون نے پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے سوار کر لیا ، کشتی روانہ ھو کر جب وسط دریا مین پہنچ گئی تو دفعۃً ٹھہر گئی ، نہ آگے بڑھتی ھے نہ پیچھے چلتی ھے کشتی والون نے منادی کی کہ ھماری اس کشتی کو من جانب اللہ یہی شان ھے کہ جب اس مین کوئی ظالم گناھگار یا بھاگا ھوا غلام سوار ھو جاتا ھے تو یہ کشتی خود بخود رک جاتی ھے ، اس آدمی کو ظاھر کر دینا چاھیئے تاکہ ایک آدمی کی وجہ سے سب پر مصیبت نہ آئے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت یونس علیہ السلام بول اٹھے کہ وہ بھاگا ہوا غلام گناھگار مین ھون ، کیونکہ اپنے شہر سے غائب ھو کر کشتی مین سوار ھونا ایک طبعی خوف کی وجہ سے تھا باذن الٰہی نہ تھا ، اس بغیر اذن کے اس طرف آنے کو حضرت یونس علیہ السلام کی پیغمبرانہ شان نے ایک گناہ قرار دیا کہ پیغمبر کی کوئی نقل و حرکت بلا اذن کے نہ ھونی چاھئے تھی اس لئے فرمایا کہ مجھے دریا مین ڈال دو تو تم سب اس عذاب سے بچ جاؤ گے کشتی والے اس پر تیار نہ ھوئے بلکہ انھون نے قرعہ اندازی کی تاکہ قرعہ مین جس کا نام نکل آئے اس کو دریا مین ڈال جائے ، اتفاقاً قرعہ مین حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکل آیا ، ان لوگون کو اس پر تعجب ھوا تو کوئی مرتبہ قرعہ اندازی کی ھر مرتبہ بحکم قضاء و قدر حضرت یونس علیہ السلام کا ھی نام آتا رھا ، قرآن کریم مین اس قرعہ اندازی اور اس مین یونس علیہ السلام کا نام نکلنے کا ذکر موجود ھے فساھم فکان من المدحضین ۔

یونس علیہ السلام کے ساتھ حق تعالی کا یہ معاملہ ان کے مخصوص پیغمبرانہ مقام کی وجہ سے تھا کہ اگرچہ انھون نے اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہین کی تھی جس کو گناہ اور معصیت کہا جاتا ھے اور کسی پیغمبر سے اس کا امکان نہین ، کیونکہ وہ معصوم ھوتے ھین لیکن پیغمبر کے مقام بلند کے مناسب نہ تھا کہ محض خوف طبعی سے کسی جگہ بغیر اذن خداوندی منتقل ھو جاوین ، اس خلاف شان عمل پر بطور عتاب یہ معاملہ کیا گیا ۔

اس طرف قرعہ مین نام نکل کر دریا مین ڈالے جانے کا سامان ھو رھا تھا دوسری طرف ایک بہت بڑی مچھلی بحکم خداوندی کشتی کے قریب منہ پھیلائے ھوئے لگی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ھوئی تھی کہ یہ دریا میں آئیں تو ان کو اپنے پیٹ میں جگہ دے ، جس کو حق تعالی نے

پہلے سے حکم دے رکھا کہ یونس علیہ السلام کا جسم جو تیرے پیٹ کے اندر رکھا جائے گا

یہ تیری غذا نہیں بلکہ ہم نے تیرے پیٹ کو ان کا مسکن بنایا ھے ، یونس علیہ السلام دریا

میں گئے تو اس مچھلی نے منہ میں لے لیا حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ حضرت

یونس علیہ السلام اس مچھلی کے پیٹ میں چالیس روز رہے یہ ان کو زمین کی تہ تک لے جاتی

اور دور دراز کی مسافتوں میں پھراتی ھی ، بعض حضرات نے سات ، بعض نے پانچ دن

اور بعض نے ایک دن کے چند گھنٹے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدت بتلائی ھے (مظہری)

حقیقت حال حق تعالی کو معلوم ھے ، اس حالت میں حضرت یونس علیہ السلام نے یہ

دعا کی کہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین ، اللہ تعالی نے اس دعا کو

قبول فرما لیا اور بالکل صحیح و سالم حضرت یونس علیہ السلام کو دریا کے کنارے پر

ڈال دیا -

مچھلی کے پیٹ کی گرمی سے ان کے بدن پر کوئی بال نہ رہا تھا ، اللہ تعالی

نے ان کے قریب ایک کدو (لوکی) کا درخت اگا دیا ، جس کے پتّوں کا سایہ بھی

حضرت یونس علیہ السلام کیلئے ایک راحت بن گئی ، اور ایک جنگلی بکری کو اللہ تعالی نے

اشارہ فرما دیا کہ وہ صبح و شام ان کے پاس آ کھڑی ہوتی اور وہ اس کا دودھ پی لیتے تھے -

اس طرح حضرت یونس علیہ السلام کو اس لغزش پر تنبیہ بھی ہو گئی اور

بعد میں ان کی قوم کو بھی پورا حال معلوم ہو گیا -

اس قصہ میں جتنے اجزاء قرآن میں مذکور یا مستند روایات حدیث سے ثابت ھیں وہ تو

یقینی ھیں باقی اجزاء تاریخی روایات کے ھیں جن پر کسی شرعی مسئلہ کا مدار نہیں رکھا جا۔[۸۷]

۸۷۔ ایضاً ۔ جلد چہارم ، صفحہ ۵۷۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس سے بعض معاصرین سے ایک سخت غلطی ہوئی کہ حضرت یونس علیہ السلام کی طرف (انہوں نے) فریضہ رسالت ادا کرنے میں کوتاہی کی نسبتکر دی اور اسی کوتاہی کو سبب عتاب بنایا جسکا ذکرسورۃ انبیاء اور سورۃ صفت میں آیا ہے مولانا مودودی کے الفاظ یہ ہیں " قرآن کے اشارات اور صحیفہ یونس کی تفصیلات پر کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہو جاتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت ادا کرنے میں کچھ کوتاہیاں سرزد ہو گئیں تھیں اور غالبا" انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر چھوڑ دیا تھا اس لئے جب آثار عذاب دیکھ کر اشوایوں نے توبہ و استغفار کی تو اللہ تعالی نے انہیں معاف کر دیا قرآن میں خدائی دستور کے جو اصول و کلیات بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک مستقل دفعہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اس پر اپنی حجت پوری نہیں کر دیتا پس جب نبی ادائے رسالت میں کوتاہی کر گیا اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے ہی خود ہی اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اللہ تعالی کے انصاف نے اس قوم کو عذاب دینا گوارا نہ کیا " ۔[۸۸]

مفتی صاحب کا تبصرہ اس پر ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔یہاں سب سے پہلے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ انبیاء علیھم السلام کا گناہوں سے معصوم تو ایک مسلمہ عقیدہ ہے جس پر تمام امت کا اجماع ہے ۔ اس کی تفصیلات میں کچھ جزوی اختلافات بھی ہیں کہ یہ عصمت ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں میں سے ہے یا صرف کبیرۃ سے اور یہ کہ عصمت قبل از نبوت کے زمانے کو بھی شامل ہے یا نہیں لیکن اس میں کسی فرقہ کسی شخص

---

۸۸ مولانا مودودی ، تفہیم القرآن ، جلد نمبر ۲ ، ص ۳۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا اختلاف نہین ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب اداء رسالت کے فریضہ مین کبھی کوتاھی نہین کر سکتے کیونکہ انبیاء کیلئے اس سے بڑا کوئی گناہ نہین ہو سکتا کہ جس منصب کیلئے اللہ تعالی نے ان کا انتخاب فرمایا ہے خود اسی مین کوتاھی کر بیٹھین یہ تو فرض منصبی مین کھلی ہوئی خیانت ہے جو عام شریف انسانون سے بھی بعید ہے اس کوتاھی [۸۹] سے بھی اگر پیغمبر معصوم نہ ہوا تو پھر دوسرے گناھون سے عصمت بے فائدہ ہے ۔

مولانا مودودی کے اسلوب تفسیر کے فہم و ادراک کے لئے یہی ایک مثال کافی ہے ۔ اسی انداز مین مختلف مقامات پر مولانا مودودی مرحوم نے اپنا انداز تفسیر جداگانہ رکھا ہے ۔ جو ائمہ تفسیر کی تفاسیر کے مطابق نہین ہے ۔

مذکورہ تفسیر مین مولانا مودودی نے کوتاھی کی نسبت پیغمبر علیہ السلام کی طرف کی اور اسی تفسیر مین حضرت یونس کی بابت یہ بھی کہا گیا کہ " پس جب نبی نے اس قوم کی مہلت کے آخری لمحے تک نصیحت کا سلسلہ جاری نہ رکھا ، یہ الفاظ مناسب نہین ہین جنھین تفسیر مین ذکر کرنا اور بار بار ان کا تکرار کسی صورت بھی صحیح نہین ہے اصل بات یہ ہے کہ مولانا مودودی عصمت انبیاء کو ذات انبیاء کی صفت لازمہ نہین سمجھتے ملاحظہ ہو انکی کتاب تفہیمات حصہ اول [۹۰] ۔

اسی آیت کی تفسیر مولانا تھانوی نے یہ کی ہے " حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کو تبلیغ کی مگر وہ ان سے دور ہٹتے رہے یہان تک کہ یونس علیہ السلام بستی سے نکل پڑے قوم عذاب دیکھ کر یونس علیہ السلام پر ایمان لے آئی مگر یونس علیہ السلام کو ان کے

۸۹- محمد شفیع ، مفتی ، معارف القرآن ، جلد چہارم ، صفحہ ،

۹۰- مودودی ، مولانا ، تفہیم القرآن ، جلد دوم ، صفحہ ، ۳۱۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایمان کی خبر نہ ہوئی جیسا کہ ایک مرید کے فیضان سے مرشد کو خبر نہ ہو حالانکہ وہ فیض ہوتا تو مرشد ہی سے ہے۔[۹۱]

یہ واقعہ تو وہی ہے جو مولانا مودودی نے بیان کیا لیکن پیش کرنے کا انداز ایسا ہے کہ عصمت نبی اپنی جگہ محفوظ و مامون اور واقعہ کی صحت بھی برقرار ہے مگر مولانا مودودی کے ہاں سے تو ایسا تاثر ملتا ہے کہ شاید مولانا کو یونس علیہ السلام کے تبلیغی کام کو چھوڑ دینے کا شدید صدمہ ہوا اور موصوف نے ان پر بے لاگ ایسا تبصرہ کر دیا جو شان نبوت کے شایان شان نہ تھا ۔ اکثر یہی وجہ ہے کہ بزرگان دین اور علمائے امت نے مفسرین کے لئے پندرہ علوم میں مہارت کی شرط لگائی ہے اور ایسا ماہر و حاذق ایسی زبان استعمال نہیں کرے گا بلکہ وہ صاف دلی کشادہ ظرفی اور متقدمین کے طرز کو کبھی ہاتھ سے چھوڑے گا نہیں یہ خوبی بیان القرآن میں ملتی ہے کہ اس میں ایسی اختراعات سے کوئی سروکار نہیں رکھا گیا ۔

آخیر میں پھر وہی بات دہرانی پڑتی ہے کہ متقدمین کی تمام تفاسیر میں جو خوبیاں انفرادی طور پر نظر آتی ہیں ان تمام خوبیوں کا مجموعہ اللہ تبارک و تعالی نے بیان القرآن کی شکل میں مولانا محمد اشرف علی تھانوی کو پیش کرنے کی سعادت عطا فرمائی ۔

فجزاہ اللہ خیر الجزاء

۹۱- بیان القرآن ، ج ۵ ، ص ۵۸ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

الفصل الثالث ۔ تفسیر بیان القرآن کے بارے مین معاصر مفسرین اور علماء کی آراء

حضرت شیخ الهند مولانا محمود الحسن صاحب محدث دارالعلوم دیو بند قدس سرہ اپنے مقدمہ ترجمہ قرآن مجید مین بیان القرآن کے بارے مین فرماتے هین :

بندہ کے احباب مین بھی اول مولوی عاشق الٰہی صاحب سلمہ ساکن میرٹھ نے ترجمہ کیا اور اس کے بعد مولانا اشرف علی تھانوی (سلمہ اللہ) نے ترجمہ کیا ۔ احقر نے دونوں ترجموں کو دیکھا جو ان خرابیوں سے پاک صاف اور عمدہ تھے ۔[۹۲]

حضرت تھانوی شیخ الهند کے شاگرد تھے وہ فرط محبت و عقیدت مین انهین شیخ العالم بھی کہا کرتے تھے ان کی طرف سے ترجمہ کی عمدگی اور تمام خرابیون سے پاک صاف ہونے کی شہادت بہت دقیع اور وزنی هے اور اس ترجمے کی معیاریت اور عظمت کے لئے بہت بڑی سند هے ۔

علامہ انور شاہ صاحب کشمیری :

۱ ۔ تمام مقتدر علمائے امت نے اس تفسیر کو بلند پایہ قرار دیا اور اس کی معیاری حیثیت سب کے نزدیک مسّلم هے علامہ انور شاہ صاحب کا تاثر بھی یہی تھا کہ اس تفسیر کی افادیت کا دائرہ صرف عوام اردو دانون تک هی محدود نهین بلکہ یہ تفسیر عوام سے بڑھ کر خواص علماء کے لئے نافع اور قابل مطالعہ هے ۔ چنانچہ سید سلیمان ندوی لکھتے هین

---

۹۲ ۔ ترجمہ قرآن مجید مولانا محمود الحسن لاهور مطبوعہ تاج کمپنی لمٹیڈ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا انور شاہ صاحب نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ اردو میں یہ تفسیر عوام کے لئے ہوگی مگر یہ تو علماء کے دیکھنے کے قابل ہے ۔ ۹۳

۲۔ شاہ صاحب نے درس بخاری میں طلبہ سے مخاطب ہو کر کہا میں نے اپنے ذوق علمی کو محفوظ رکھنے کے لئے اردو مطالعہ ہمیشہ پرہیز کیا تاکہ اپنی دینی مراسلت کی زبان بھی عربی اور فارسی ہی رکھی اور ہمیشہ سمجھتا رہا کہ اردو کا دامن علم و تحقیق سے خالی ہے لیکن مولانا تھانوی کی تفسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے اپنے رائے میں ترمیم کرنا پڑی اور اب سمجھتا ہوں کہ اردو بھی بلند پایہ علمی تحقیقات سے بہرہ ور ہے یہ واقعہ ہے کہ بیان القرآن جیسی چست تفسیر دیکھنے میں نہیں آئی ۔ ۹۴

علامہ سید سلیمان ندوی :

سید سلیمان ندوی بیان القرآن کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں :

قرآن کریم کا بامحاورہ اردو ترجمہ جس میں زبان کی سلاست کے ساتھ بیان کی صحت کی احتیاط ایسے کی گئی ہے جس سے فقیہر کی نظر میں بڑے بڑے تراجم خالی ہیں قرآن پاک کا سب سے صحیح اردو ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی کا ہے لیکن وہ بہت لفظی ہے اس لئے تمام اردو خوانوں کے فہم سے بالاتر ہے ۔ مولانا تھانوی کے اس ترجمے میں دونوں خوبیاں یکجا ہیں یعنی ترجمہ صحیح اور زبان فصیح ہے ۔ اس ترجمے میں ایک

۹۳۔ ماہنامہ معارف ماہ صفر المظفر ۱۳۶۳ھ ۔ اعظم گڑھ ۔

۹۴۔ نقش دوام ، مولانا انظر شاہ صاحب ، مطبوعہ دہلی ، ص ۲۶۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

بات اور ملحوظ رکھی گئی ہے کہ اس زمانے مین کم فہمی یا ترجمون کی عدم احتیاط کی
وجہ سے جو شکوک قرآن پاک کی آیات مین عام پڑھنے والون کو معلوم ہوتے ہین ان کا
ترجمہ ہی ان مین ایسا کیا گیا ہے کہ کسی تاویل کے بغیر وہ شکوک ہی اس ترجمے کے پڑھنے
سے پیش نہ آئین اور پھر قرآن پاک کے لفظون سے عدول بھی نہ ہونے پائے اس کے لئے
کہین نہین مزید تفہیم کے لئے قوسین مین صرفی تفسیری الفاظ بھی بڑھائے گئے ہین یہ
مولانا تھانوی کی عظیم الشان علمی خدمت ہے ۔

اس تفسیر کی حسب ذیل خصوصیات ہین سلیس و بامحاورہ حتی الوسع
تحت اللفظ ترجمہ دیجیے " ف " کے اشارہ فائدہ سے آیت کی تفسیر مین روایات صحیحہ
اور اقوال سلف صالحین کا التزام کیا گیا ہے فقہی اور کلامی مسائل کی توضیح کی گئی
ہے لغات اور نحوی ترکیبون کی تحقیق فرمائی گئی ہے شبہات و شکوک کا ازالہ کیا
گیا ہے صوفیانہ اور ذوقی معارف بھی درج کئے گئے ہین تمام کتب تفسیر کو سامنے رکھ
کر ان مین کسی قول کو دلائل سے ترجیح دی گئی ہے ۔ ذیل مین اہم علم کے لئے عربی
لغات اور نحوی تراکیب کے مشکلات حل کئے گئے ہین ۔[۹۵]

مفتی محمد شفیع صاحب :

مفتی محمد شفیع صاحب نے بیان القرآن کا تعارف ذیل کرایا ہے " حکیم الامت
حضرت تھانوی قدس سرہ نے اصل تفسیر بیان القرآن کو اس انداز مین لکھا ہے کہ متن کے

۹۵- ماہنامہ معارف ماہ صفر المظفر ، ۱۳۶۳ھ ، اعظم گڑھ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حافظ محمد اشرف علی صاحب تھانوی ، متوفی ۱۳۶۲ھ قدس اللہ سرہ کے حصہ مین آئی - آپ نے بیان القرآن کے نام سے ۱۳۲۵ھ مین ایک تفسیر لکھی جو اپنی افادیت اور جامعیت کے اعتبار سے تحت ثری سے ثریا تک پہنچ گئی -[97]

مولانا عبدالماجد دریاآبادی :

اردو مین قرآن مجید کے ترجمے ایک دو دہین ماشاء اللہ خاص بڑی تعداد مین ہو چکے ہین اور برابر ہوتے جا رہے ہین ان مین سے بیشتر اپنی جگہ اچھے ہی ہین - ان مین امتیاز نہ صرف اپنی اولیت کے لحاظ سے بلکہ لفظی و معنوی خوبیون کے لحاظ سے بھی اب تک شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کو حاصل ہے - اس کا سال طبع ۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۰ء ہے لیکن اس عاجز نے اپنے لئے دلیل راہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے ترجمہ کو بنایا جو ان کی تفسیر بیان القرآن کے ساتھ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۸ء مین اول شائع ہوا ہے اپنی خصوصیات کے لحاظ سے بس اپنی نظیر آپ ہی ہے -[98]

مولانا عبدالماجد دریا بادی مولف تفسیر ماجدی نے جب اپنے ترجمہ اور تفسیر مین بیان القرآن سے استفادہ کیا اس وقت ان پر اس گرانقدر تفسیر کی خوبیان عیان ہوئین موصوف نے بیان القرآن کی افادیت اور جامعیت کا بھرپور انداز مین اظہار کیا - استفادہ کے دوران مولانا موصوف نے اپنے تاثرات بیان القرآن کے بارے مین حضرت حکیم الامت سے خط و کتابت کے ذریعے پیش کئے جنھین بعد مین حضرت مولانا موصوف نے کتابی شکل دی جس کا

۹۷- مولانا محمد ادریس الکاندھلوی مقدمہ تفسیر معارف القرآن - لاہور ، مطبوعہ مولانا محمد مالک کاندھلوی -

۹۸- مولانا عبدالماجد دریا آبادی ، تفسیر ماجدی (مطبوعہ صدق جدید بک ایجنسی) ج ۱ ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترجمہ کے ساتھ ساتھ ہی اس کی تفسیر و توضیح قوسین کے درمیان فرمائی ہے ترجمہ کو اس کے اوپر خط دے کر اور تفسیر کو بین القوسین لکھ کر ممتاز کر دیا ہے ۔ اس طرح خط کشیدہ الفاظ میں ترجمہ قرآن ہے اور بین القوسین اس کی تفسیر ہے ۔

حضرت تھانوی قدس سرہ کی تفسیر بیان القرآن میں صرف ، نحو ، ادب ، بلاغت کے علاوہ فقہ عقائد ، کلام ، فلسفہ ، ھیئت ، تصوف اور متعلقہ روایات کے عنوان حواشی میں ارقام فرمائے گئے ہیں ان عنوانات کے تحت بڑی بڑی کتابوں کی مبسوط و مفصل بحثوں کا خلاصہ اور نتیجہ نکال کر رکھ دیا گیا ہے ۔[96]

مولانا محمد ادریس الکاندھلوی :

فرماتے ہیں ہندوستان کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں ان تین علماء ربانین اور راسخین فی العلم (شاہ ولی اللہ ، شاہ عبدالقادر ، شاہ رفیع الدین) کے تین نہایت صحیح اور بے مثال ترجمے پہنچ گئے تو اب اس منزل کے طے ہونے کے بعد ضرورت اس کی تھی کہ اردو زبان میں قرآن کریم کی کوئی مختصر اور جامع تفسیر لکھی جائے جس میں فقط حل مطالب اور ربط آیات کا خاص اہتمام کیا جائے ۔ اور شیخ جلال الدین سیوطی کی طرح اقوال مختلفہ میں سے ارجح الاقوال پر اکتفا اور اعتماد کیا جائے تاکہ خاص و عام اس سے نفع اٹھا سکیں یہ خدمت اور سعادت من جانب اللہ حکیم الامت حضرت مولانا

96- مفتی محمد شفیع صاحب ، مقدمہ تفسیر معارف القرآن - کراچی ، مطبوعہ دارالعلوم -

toobaa-elibrary.blogspot.com

نام انہوں نے حکیم الامت نقوش و تاثرات رکھا۔ اس تاثر کا حال خود انہی کی زبان

سے سنئے وہ لکھتے ہیں :

بیان القرآن کی بڑی قدر رفتہ رفتہ ہی اجاگر ہوتی ہے جب شروع شروع اسے

کئی سال قبل دیکھا تھا تو ایک اوسط درجے کی کتاب نظر آئی تھی پھر جب بعض

لوگوں کو میں نے ترجمہ قرآن اس کی مدد سے پڑھانا شروع کیا تو اس کی قدر بڑھی

اور بڑی قدر تو اب جا کے ہو رہی ہے ۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفسر نے ایک ایک لفظ

تول تول کر رکھا ہے ۔[99]

مزید فرماتے ہیں " میرے پیش نظر تو عربی کی متعدد تفسیروں کے علاوہ شیخ

الہند کا اردو ترجمہ بھی تھا ۔ لیکن مدد سب سے زیادہ بیان القرآن ہی سے ملی ۔

شیخ الہند کا ترجمہ شاہ صاحب دہلوی کے ترجمہ کی طرح پختہ ذہن مسلمانوں کے لئے

ہے یہ آپ کے بیان القرآن ہی میں دیکھ کر پختہ مسلمانوں کے لئے تو ہے لیکن ساتھ ہی

بد مذہبوں اور مذبذبین سب کی رعایت موجود ہے ۔[100]

۹۹۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی ، نقوش و تاثرات ۔ / مطبوعہ ایضاً ۔ ص ، ۳۳۶

۱۰۰۔ ایضاً ۔ ص ، ۳۳۷۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خلاصۂ بحث

مولانا محمد اشرف علی تھانوی کی ذات گرامی علم و عرفان ، دینی بصیرت و فقاہت تقوی و طہارت اور شریعت و طریقت مین ایسا بلند و بالا مقام رکھتی تھی ۔ کہ ان کے علم ، فقر ، زہد و تقوی کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی ۔ وہ سلف صالحین کے علوم و فیوض کے صحیح امین و وارث تھے ۔ علم و تقوی کی جامعیت کی وجہ سے ان کو اللہ تبارک و تعالی نے وہبی علوم مین ایسا بلند مقام عطا فرمایا تھا ۔ زیر نظر مقالہ مین " مولانا تھانوی بحیثیت مفسر قرآن " کو عنوان بنایا گیا ۔ مولانا تھانوی کو حق تعالی نے علوم قرآن و تصوف کا خصوصی ذوق مرحمت فرمایا تھا ۔ مقالہ مین جہان مولانا تھانوی کی تفسیری کاوشون کا ذکر کیا گیا ہے وہان مولانا تھانوی کے دور مین تفسیر قرآن کے نام سے جو تحریف اور تفسیر بالرائے کا فتنہ بپا ہوا ۔ اس کے استیصال کے لئے حضرت تھانوی نے جو قلمی جہاد کیا اس کا بھی اجمالی ذکر کیا گیا ہے ۔

تفسیر بیان القرآن بارہ ضخیم جلدون پر مشتمل ہے پہلی مرتبہ ۱۳۲۶ھ مین مطبع مجتبائی دہلی مین شائع ہوئی ۔ اس کے بعد اس کے سینکڑون ایڈیشن شائع ہوئے ۔ تفسیر بیان القرآن کی یہ خوبی ہے کہ اس مین صحیح روایات اور اقوال سلف صالحین کا التزام کیا گیا ہے ۔ فقہی اور کلامی مسائل کی توضیح کی گئی ہے ۔ لغات اور نحوی ترکیبون کی تحقیق کے ساتھ شکوک و شبہات کا بھی ازالہ کیا گیا ، صوفیانہ اور ذوقی معارف بھی درج کئے گئے ہین قرأت و تجوید کے مسائل بھی تفصیل سے ذکر کئے گئے ۔ مولانا تھانوی کا طریقہ پروقار اور متین ہے اور کوئی لفظ زائد از ضرورت

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہیں ہوتا نیز یہ ترجمہ قواعد کے مطابق ہونے کے ساتھ ساتھ ادبیت کے لحاظ سے بھی

بلند پایہ ہے جیسا کہ سید سلیمان ندوی جیسے بلند پایہ ادیب و مورخ کا قول

" نقوش و تاثرات " میں یوں منقول ہے ۔

" یوں معلوم ہوتا ہے کہ مفسر علامہ نے ایک ایک حرف تول تول کر رکھا

ہے " مولانا تھانوی کا بامحاورہ ترجمہ عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ زبان کی سلاست اور

بیان کی صحت میں بھی بڑے بڑے تراجم سے سبقت لے گیا ۔ بجا طور پر کہا جا سکتا

ہے کہ مولانا تھانوی کا ترجمہ صحیح اور زبان فصیح ہے ۔ اور تمام اغلاط سے پاک ہے ۔ مولانا

تھانوی کے استاد اور برصغیر پاک و ہند کے اپنے دور کے سب سے بڑے عالم اور مفسر مولانا

محمود الحسن المعروف شیخ الہند اپنے ترجمہ کے مقدمے میں یوں رقم طراز ہیں :

" کہ بندے کے احباب میں بھی اول مولوی عاشق الہی میرٹھی سلمہ نے ترجمہ

کیا اور اس کے بعد مولانا محمد اشرف علی تھانوی نے ترجمہ کیا احقر نے دونوں ترجموں کو

تفصیل سے دیکھا جو ان خرابیوں سے پاک اور صاف عمدہ ترجمے ہیں مولانا شیخ الہند کی

شہادت مولانا تھانوی کے ترجمے کے معیاریت اور عظمت کے لئے سند کی حیثیت رکھتی ہے یہاں

برصغیر پاک و ہند کے سب سے بڑے محدث حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری کا یہ قول

جو پہلے بھی گزر چکا ہے نقل کیا جاتا ہے ۔ " بیان القرآن کو دیکھا تو فرمایا کہ میں

سمجھتا تھا کہ اردو میں یہ تفسیر عوام کے لئے ہوگی مگر یہ تو علماء کے دیکھنے کے قابل ہے" ۔

بیان القرآن پر تحقیق کے بعد راقم الحروف اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اس

تفسیر کی صحیح عظمت و وقعت کا اندازہ اور اس کی قدر و منزلت کا احساس ایسے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اھل علم حضرات کو ھی ھونا ممکن ھے جنھوں نے قرآن کریم کے مطالب کو سمجھنے ، سمجھانے مین عمر کا خاص حصہ صرف کیا ھو اور ان کو تفسیر قرآن کریم سے متعلقہ ان علوم کا گھری نظر سے مطالعہ کرنے کا موقع میسر آیا ھو ۔ جن پر مطالب قرآنی کا صحیح طور پر سمجھنا موقوف ھے ۔ میری یہ رائے ھے کہ علوم قرآنی کا جس شخص کو گھرا مطالعہ کرنے کی توفیق ھوگی اور مطالب قرآنی کے فہم و ادراک مین جتنا عمیق حاصل ھوگا ۔ اتنا ھی بیان القرآن کی عظمت کا اس پر انکشاف ھوگا ۔ کہ موجودہ دور مین بیان القرآن اھل علم کے لئے نعمت عظمی ھے ۔ حقیقت یہ ھے کہ بیان القرآن مطالب قرآن پاک سمجھنے کے لئے جس طرح کافی ھے اسی طرح شکوک و شبہات کا ازالہ اشکالات علمیہ کے حل کے لئے بھی یہ تفسیر زمانہ حاضر کی تفسیروں مین امتیازی شان کی حامل ھے اس کے حکیمانہ اسلوب بیان اور محققانہ استدلال سے ھر شخص اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق استفادہ اور اپنے شکوک و شبہات کا ازالہ کر سکتا ھے مولانا تھانوی نے بعض مفسرین کی طرح قرآن مجید کی تشریحات کو توڑ مروڑ کر اسے سائنسی کتاب ثابت کرنے کی کوشش نھین کی ۔ اور نہ ھی وہ اپنی تفسیر مین کلامی اور سائنسی ابحاث مین گئے انھوں نے قرآن مجید کی دعوت کی اصل روح بنی آدم کے اعمال کی اصلاح ان مین اللہ کی عبادت سید دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ، انسانیت کی خدمت کے جذبات کو قرآنی تعلیمات کی روشنی مین ابھارنے کی کوشش کی ھے اور قرآنی تعلیمات کے ذریعے امت مین اخلاق نبویہ پر چلنے کی تحریک کو زندہ کیا ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا تھانوی کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ انہوں نے بیان القرآن کے نام سے ایک ایسی تفسیر پیش کی ہے جس میں تمام متقدمین کی منتشر اور بکھری ہوئی کاوشوں کا مجتمع کر دیا گیا ہے یا یوں کہنا زیادہ صحیح اور مناسب ہوگا کہ گلستان تفسیر میں پڑے پھولوں کی پتیوں اور منتشر موتیوں کو سلک کی ایک لڑی میں پرو کر پیش کیا تاکہ اس کا حسن اور اس کی دلکشی دوبالا ہو جائے ۔

بیان القرآن میں ایک قاری کو وہ سبھی کچھ میسر آتا ہے جو اسے دوران مطالعہ چاہیئے اور تشنگی کا احساس ہوتا ہی نہیں ہے اس میں تشریح و تفسیر کا جدید اسلوب ، من گھڑت افسانوں اور اسرائیلیات کا فقدان ، ترجیحی اقوال کی فراوانی ، فقہی مسائل میں استنباط ، لغات ضروری ، وجوہ بلاغت ، تراکیب نحوی ، خفی استنباط کلامیات ، اسباب نزول اختلاف قرأت تصوف و سلوک کے پیچیدہ مسائل اور شبہات کے جوابات ، سبھی کچھ ملتا ہے ۔

اگر یہ کہہ دیا جائے تو کچھ مضائقہ اور مبالغہ نہ ہوگا کہ بیان القرآن متقدمین کی تمام تفاسیر سے متعارف کرا دیتی ہے اور ایسی جامع مانع تفسیر بہت کم دیکھنے میں آئی ہے ۔ ہمیں اس ایک تفسیر میں ابن جریر کا طرز تنقید ، رازی کی عقل ، ابن کثیر کا ذخیرۂ حدیث ، ثعلبی کا فہم ، سیوطی کی جامع تحریر ، بیضاوی کی دقت و عمیق بغوی کے حقائق ، خازن کا وعظ اور آلوسی کی ترجیحات عام ملتی ہیں ۔

• وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ الخ

اور ملت ابراہیمی سے تو وہی رو گردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو، ایسی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ملت کے تارک کو کیونکر احمق نہ کہا جائے جس کی یہ شان ہو کہ اسی کی بدولت ہم نے ان ابراھیم علیہ السلام کو عہدہ رسالت کے لئے اس وقت چنا تھا جبکہ ان سے ان کے پروردگار نے بطور الہام کے فرمایا کہ تم حق تعالی کی اطاعت اختیار کرو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت کی رب العالمین کی پس اس اطاعت کے اختیار کرنے پر ہم نے ان کو شرف نبوت دے دیا - خواہ اسی وقت ہو یا بعد چندے -

فائدہ :

اس سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جب اس وقت اطاعت اختیار کی تو نعوذ باللہ اس سے پہلے خالف اور عاصی تھے ؟

جواب یہ ہے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام پر مخالفت کا تو کسی وقت بھی احتمال نہیں البتہ ایک ایسا زمانہ گزرا ان پر بھی ممکن ہے جس میں وہ خالی الذہن رہے ہوں مثلاً جس وقت تک ہوش نہ سنبھالا ہو یا دلائل کی طرف التفات نہ فرمایا ہو اور خلو ذہن کو مخالفت و عصیان کہنا سراسر غلط و باطل ہے مخالفت کہتے ہیں وضوح حقیقت کے بعد اس پر عمل نہ کرنے کو پھر جب ذہن میں حق کا ورود ہوتا ہے وہ خلو زائل ہو جاتا ہے - اور وہ حضرات فوراً اس کو قبول کر لیتے ہیں اس ورود اور قبول کو اطاعت فرمایا گیا ہے - پس وقت اطاعت کے قبل غایت ما فی الباب خلو ذہن لازم آیا اور اس میں کوئی اشکال نہیں عصیان و خلاف معاذ اللہ منہ لازم نہیں آیا .... -

toobaa-elibrary.blogspot.com

اللغات :

الاصطفاء ، اتخاذ ، صفوة الشئ اے خالصة ، روح المعانی ، قال البيضاوی التوصية هو التقدم الى الغير بفعل فيه صلاح و قربة و اصلها الوصل و يقال وصاه اذا فصله كان الموصی يصل فعله بفعل الموصی قال المحشی سواء كان حالة الاحتضار اولا و سواء كان ذالک التقدم بالقول او الدلالة و كان كان الشائع فی العرف استعمالها فی القول المخصوص حال الاحتضار ـ

البلاغة :

آيت کی بلاغی تعريف ملاحظه هو ـ

" ولقد اصطفيناه الخ فی روح المعانی ايراد الجملة الاولى ماضو به لمضيها من وقت الاخبار و الثانية اسمية ، لعدم تقييدها بالزمان لان انتظامه فی مرة صالحی اهل الاخرة امر مستمر فی الدارين لا انه يحدث فی الاخرة فلا تموتن معناه فلا يكن موتكم الا علی حال كونكم ثابتين علی الاسلام فالنهی فی الحقيقة عن كونهم علی خلاف حال الاسلام اذا ما توا كقولک لا تصل الا و انت خاشع فلا تنهاه عن الصلوة ولكن عن ترک الخشوع فی حال صلوة فان قلت فای نكتة فی ادخال حرف النهی علی الصلوة و ليس بمنهی عنه ا؟ النكتة فيه اظهار ان الصلوة التی لاخشوع فيها كلا صلوة فكانه قال انهاک عنها اذا لم تصلها علی هذه الحالة و كذالک المعنی فی الاية (كشاف)

مسائل السلوک :

اس آيت کے مسائل سلوک پر بحث كرتے هوئے حضرت فرماتے هيں :

" قوله تعالى و من يرغب عن ملة ابراهيم الا من سفه نفسه ، و قال العبد الضعيف هو اصل لقولهم ، من عرف نفسه ، فقد عرف ربه و تقريره مذكورة فی شرح الحديث الاخير من كراسة النكت الدقيقة انتهى القول ـ

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا تھانوی کو بطور مفسر اور بیان القرآن کو بطور تفسیر سمجھنے کیلئے

مین مولانا تھانوی کا خطبہ تفسیر بیان القرآن اور ان بیس نکات کو من و عن نقل کرتا

ہون ـ جو مولانا تھانوی نے بیان القرآن کی ابتداء مین نقل فرمائے ـ مولانا تھانوی کی

بھی تفسیری کاوشین اسی خطبہ اور بیس نکات پر مشتمل ہین چونکہ میرا مقالہ مولانا

اشرف علی تھانوی بحیثیت مفسر قرآن کے عنوان پر ہے جس کا خلاصہ بحث انھی نکات کی

تشریح و توضیح پر مشتمل ہے ـ

<u>خطبہ تفسیر بیان القرآن :</u>

بسم اللہ الرحمن الرحیم ــــ الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان

ھو الذی ارسل رسولہ و دین الحق لیظھرہ علی الدین و کفی باللہ شھیدا محمد رسول اللہ

والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ترھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا

سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ـ ذلک مثلھم فی التوراۃ و مثلھم فی الانجیل

کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وعد

اللہ الذین آمنوا و عملوا الصلحت منھم مغفرۃ و اجرا عظیما اما بعد بہ احقر خوان مکتب

قرآنی مظہر مدعا ہے کہ بہت روز سے خود بھی اور احباب کے اصرار سے بھی گاہ بگاہ خیال

ہوا کرتا تھا کہ کوئی مختصر تفسیر قرآن مجید کی لکھی جاوے جو ضروریات کو حاوی

اور زوائد سے خالی ہو مگر تفاسیر و تراجم کی کثرت دیکھ کر اس کو امر زائد سمجھا

جاتا تھا ـ اسی اثناء مین نئی حالت یہ پیش آئی کہ بعض لوگون نے محض تجارت کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

غرض سے نہایت بے احتیاطی سے قرآن کے ترجمہ شائع کرنے شروع کئے - جن مین بکثرت
مضامین خلاف قواعد شرعیہ بھر دیئے جن سے عام مسلمانون کو بہت مضرت پہنچی ہر
چند کہ چھوٹے چھوٹے رسالون سے ان کے مقاسد پر اطلاع دے کر ان مضرتون کی روک تھام
کرنے کی کوشش کی گئی مگر چونکہ کثرت سے ترجمہ بینی کا مذاق پھیل گیا ہے وہ رسالے اس
غرض کی تکمیل کے لئے کافی ثابت نہ ہوئے تاوقتیکہ ابناء زمانہ کو کوئی ترجمہ بھی نہ
بتلایا جاوے جس مین مشغول ہو کر ان تراجم مبتدعہ مخترعہ سے بے التفات ہو جاوین
ہر چند کہ تراجم و تفاسیر محققین سابقین کے بالخصوص خاندان عزیزیہ کے ہر طرح
کافی و وافی ہین مگر ناظرین کی حالت و طبیعت کو کیا کیا جاوے کہ بعض تفاسیر مین
عربی یا فارسی نہ جاننے کی مجبوری بعض تراجم مین اختصار یا زبان بدل جانے کا عذر
مانع دلچسپی ہوا - تامل و مشورے سے بھی ضرورت ثابت ہوئی کہ ان لوگون کو کوئی
نیا ترجمہ دیا جاوے جس کی زبان و طرز بیان و تقریر مضامین مین ان کے مذاق و ضرورت کا
حتی الامکان پورا لحاظ رہے اور ساتھ ہی اس کے کوئی ضروری مضمون خواہ جزو قرآن ہو
یا اس کے متعلق ہو رہ نہ جاوے چند روز تک یہ رائے صورت تجویز و پیرایہ تذکرہ مین
رہی آخر جب احباب کا تقاضا زیادہ ہوا اور خود بھی اس کی ضرورت روزانہ مشاہدہ و
معائنہ مین آنے لگی آخر بنام خدا محض توکل علی اللہ پھر اس اطمینان پر کہ اگر مین
کسی قابل نہین ہون تو کیا ہوا بزرگان عصر اصلاح فرما کر اس کو دیکھنے کے قابل کر
دین گے آخر ربیع الاول ۱۳۲۰ھ مین اس کو شروع کرتا ہون اور اللہ تعالی سے امید تمام
اور نفع انام رکھتا ہون اب جن امور کی اس مین رعایت اور لحاظ کیا گیا ہے ان کو اختصار

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے ساتھ عرض کرتا ہوں ۔

اول :

قرآن مجید کا آسان ترجمہ کیا ہے جس میں قابل فہم ہونے کے ساتھ تحت لفظی کی بھی رعایت ہے ۔

دوم :

ترجمہ میں خالص محاورات استعمال نہیں کئے گئے دو وجہ سے اول تو میں قصباتی ہوں محاورات پر عبور نہیں ۔ دوسرے یہ کہ محاورات ہر مقام کے جدا جدا ہوتے ہیں اگر دہلی کے محاورات لئے جاتے تو اہل لکھنئو نہ سمجھتے ۔ یہاں کے محاورات وہاں نہ سمجھتے ان دونوں کے محاورے حیدر آباد اور مدراس والے نہ سمجھتے ۔ غرض ایسے محاورات عام فہم نہیں ہوتے اور اردو ترجمہ کم از کم ایسا تو ہو کہ قریب قریب ہندوستان کے سب حصے تو اس کو سمجھ جاویں اس لئے کتابی زبان لی ہے کہ فصاحت کے ساتھ اس میں سلاست بھی ہے ۔

سوم :

نفس ترجمہ علاوہ جس مضمون کو بہت ضروری دیکھا کہ اس پر توضیح ترجمہ کی موقوف ہے یا کوئی شبہ خود قرآن کے مضمون سے ظاہراً پیدا ہوتا تھا اس کا جواب یا مضمون قرآنی کسی مشہور تحقیقات کے خلاف معلوم ہوتا تھا اس کی تحقیق یا اسی قسم کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کوئی ضروری بات ہوئی اس کو (ف) بنا کر بڑھا دیا باقی لطائف و نکات یا طویل عریض حکایات یا فضائل یا بہت سے مسائل و غیرھا سے تفسیر کو طویل نہین کیا گیا غرض یہ کہ مضامین کا جمع کرنا مقصود نہین بلکہ محض حل قرآن و رفع ضرورت لیکن باوجود اتنی رعایت کے بھی غیر علماء و طلباء کے لئے بہت سے مقامات مین علماء سے استفادہ نہین ہو سکتا لہذا مناسب بلکہ واجب یہ ہے کہ ایسے حضرات صرف اپنے مطالعہ و فہم پر اعتماد نہ فرماوین بلکہ حسب ضرورت علماء یا منتہی طلبہ سے اس کو سبقاً سبقاً سمجھ کر پڑھ لین ورنہ اقل درجہ اتنا تو ضرور ہے کہ مطالعہ کے وقت جہان ذرہ برابر بھی اشتباہ رہے وہان خود غور کر کے نہ نکالین بلکہ پنسل سے نشان کر کے علماء سے وہ عبارت دکھلا کر حل کر لین اور بدون اس کے احتمال بلکہ یقین غلط فہمی کا ہے -

چہارم :

جس آیت کی تفسیر مین بہت سے اقوال مفسرین کے ہین ان مین سے جس کو ترجیح معلوم ہوئی صرف اس کو لے لیا بقیہ سے تعرض نہین کیا -

پنجم :

مطلب قرآنی کی تقریر کہین تو اس طرح کی ہے کہ مضمون کا ارتباط خود ظاہر ہو جائے اور کہین ایک سرخی ربط کی لکھ کر اس کی تقریر کر دی گئی ہے -

ششم :

اختلافیات کی تفسیر مین صرف مذھب حنفی لیا گیا ہے اور دوسرے مذاھب

toobaa-elibrary.blogspot.com

بشرط ضرورت حاشیہ مین لکھ دیئے گئے -

هفتم :

چونکہ نفع عوام کے ساتھ افادہ خواص کا بھی خیال آ گیا اس لئے ان کے فائدہ کے واسطے ایک حاشیہ بڑھایا ہے جس مین مکیت و مدنیت سور و آیات و غیر مشہور لغات و ضروری وجوہ بلاغت و مغلق ترکیب و خفی الاستنباط ، فقہیات و کلامیات و اسباب نزول و روایات و اختلاف قرات مغیرہ ترکیب یا حکم و توجیہ ترجمہ و تفسیر ایجاز کے ساتھ مذکور ہین جس کو متوسط درجہ کا طالب علم بے تکلف سمجھ سکتا ہے کہ یہ حاشیہ درس و تدریس کے وقت بہت کام آ سکتا ہے اس حاشیہ کی عبارت عولی اس لئے تجویز کی ہے کہ عوام اس کے دیکھنے کی ہوس ہی نہ کرین - ورنہ جب زبان سمجھتے اور مضامین نہ سمجھتے بہت پریشان ہوتے اب اللہ تعالی سے امید ہے کہ یہ تفسیر مختصر یا ترجمہ مطول کہہ دیجیئے عوام و خواص سب کے کام کا ہوگا اور اگر اہل اول صرف قرآن کا مطالعہ کر کے بطور خود غور کرین اور اس مین جو امور ذہن مین مجمل رہین یا جو اشکالات واقع ہوں ان کو مستحضر کر کے پھر اس تفسیر کا ملاحظہ فرماوین تو انشاء اللہ دوبالا لطف اور حظ حاصل ہو - امید ناظرین سے یہ ہے کہ اس کو مطالعہ فرما کر میرے واسطے مغفرت کی دعا مانگین کہ بڑا لالچ اس مشقت سے یہی ہے -

ایکہ برما میروی دامن کشان --- از سر اخلاص الحمد ے ، خوان

اصطلاحات اس تفسیر کے یہ ہین کہ جو عبارت خطوط ہلالیہ سے خارج ہے وہ ترجمہ ہے اور جو خطوط ہلالیہ کے اندر محصور ہے وہ ترجمہ سے زائد ہے اور باوجود کافی ہونے اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس فارق کے زیادت احتیاط و توضیح کے لئے ترجمہ پر خط بھی کھینچ دیا ھے جو علامت متن کی ھے اور ترجمہ میں اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اوپر جہاں قرآن لکھا ھے اس کے نیچے بھی ترجمہ لکھدیا ھے ۔ اور ایک التزام یہ بھی کیا گیا ھے کہ حاشیہ میں جہاں کسی کتاب کی بعینہ عبارت لی گئی وھاں اس کتاب کا نام لکھ دیا ھے اور جہاں کچھ مناسب تصرف ھوا ھے وھاں نام کتاب کے قبل لفظ من بڑھا دیا ھے جہاں استاذی لکھا ھے اس سے مراد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ھیں جہاں مرشدی لکھا ھے اس سے مقصود حضرت مولانا الحاج محمد امداد اللہ صاحب قدس سرّہ ھیں جہاں کوئی ماخذ نہیں لکھا وہ احقر نے اپنی رائے و یادداشت سے لکھ دیا ھے ۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلم علی المرسلین و الحمد للہ رب العلمین ۔ فقط ۔

ذکر بعضے امور مرعیہ ملترمہ در تحریر تفسیر ھذا :

ان میں بعضے امور تو خطبہ تفسیر میں مذکور ھوئے ھیں اور بعض امور ان کے علاوہ ھیں :

۱ ۔ اس تفسیر کے لکھنے کے وقت یہ کتابیں میرے پاس رھتی تھیں بیضاوی ، جلالین ، تفسیر رحمانی ، اتقان ، معالم التنزیل ، روح المعانی ، مدارک ، خازن ، تفسیر فتح المنان ، تفسیر ابن کثیر ، لباب ، در منثور ، کشاف ، قاموس ، بعضے تراجم قرآن ان میں سے بعض کتابیں اول سے پاس رھیں اور بعض کچھ لکھنے کے بعد آئیں اور بعض بالکل اخیر میں آئیں چنانچہ حوالوں سے اس کی تفصیل و تعیین معلوم ھو سکتی ھے ۔ اور ضرورت کے وقت کتب حدیث و فقہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

و سیر کی مراجعت بھی کی جاتی تھی -

۲- قرآن مجید کے اول سے آخر تک ہر سورت اور ہر آیت کا ربط ما قبل کے ساتھ نہایت سہل اور قریب تقریر مین بالالتزام بیان کیا گیا ہے اور اکثر سورتون کے شروع مین ان سورتون کا خلاصہ بھی بیان کر دیا گیا -

۳- جتنی آیتون کی تفسیر بوجہ اتحاد یا تقارب یا تناسب مضامین کے ایک جگہ مجتمع کر کے لکھی گئی ہے ان کے اول مین ان مضامین کا ایک جامع عنوان بطور سرخی کے لکھ دیا گیا ہے جس سے جمالاً ان تمام آیات کا خلاصہ ذہن مین مستحضر ہونے کے بعد مفصل تفسیر سے جو کچھ نفع اور حظ حاصل ہوگا اس کو ناظرین خود دیکھین گے پھر ان آیات کی تفسیر ایسے طور پر کی گئی ہے کہ سب ایک مسلسل تقریر معلوم ہوتی ہے -

۴- جن روایات پر تفسیر کو مبنی کیا ہے ان مین التزام کیا گیا ہے کہ وہ صحیح روایتیں ہون البتہ جہان تفسیر کی روایت پر مبنی نہ تھی اور لفظ قرآنی فی نفسہ بھی اس وجہ کو متحمل تھا تقویت احتمال کے لئے اشتراط صحت مین تسامح کیا گیا -

۵- شبہات کے جواب دینے مین صرف ان شبہات کو خاص کیا ہے جن کا منشا کوئی دلیل صحیح تھی جیسے کوئی آیت یا کوئی حدیث یا کوئی امر ثابت بالعقل یا بالحس - اور جن کا منشا کوئی اور صحیح نہین ہے بلکہ وہ شبہ خود دعوی بلا دلیل ہے اس کے جواب مین چونکہ طلب دلیل کافی ہے اس لئے اس سے تعرض

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہین کیا گیا اور بہت سے شبہات نفس تقریر ترجمہ سے مندفع ہو گئے ہین -

-٦ کوئی مضمون ضرورت سے زائد نہین لکھا مگر شاذ و نادر کسی خاص فائدہ کے لئے -

-٧ ترجمے مین ترکیب کی رعایت زیادہ کی گئی ہے نسبت اتباع محاورہ کے -

-٨ چونکہ احقر کو مباحث متعلقہ کتب سماویہ سابقہ پر بالکل نظر نہین ہے اس لئے ایسے مضامین مین تفسیر حقانی سے نقل کر دیا گیا ہے -

-٩ غالباً تمام تفسیر مین دو یا تین مقام ایسے ہین کہ وہان جیسا جی چاہتا تھا ویسا شرح صدر نہین ہوا اس موقع پر احقر نے اس کی تصریح کر دی ہے تاکہ اگر کسی کو اس سے اچھی تقریر و تفسیر میسر ہو جائے اسی کو راجح سمجھے -

-١٠ مسائل فقہیہ و کلامیہ کی ہر آیت کے متعلق اسی قدر تحقیق پر اکتفا کیا گیا ہے جس پر تفسیر قرآن کی موقوف تھی -

-١١ جو مضامین قابل زیادہ تفصیل و تحقیق کے کئی جگہ آئے ہین ان کو ایک جگہ مفصل لکھ کر دوسری جگہ اس پہلی جگہ کا حوالہ دے دیا گیا ہے یا پہلی جگہ اس دوسری جگہ کا وعدہ کیا گیا ہے -

-١٢ ہر جگہ تفسیر مین اتباع سلف صالح کا کیا ہے متاخرین کے اقوال کو جو سلف کے خلاف تھے نہین لیا -

-١٣ جہان مفسرین کے متعدد اقوال ہین - ان مین سے جس کو روایت یا ذوق

toobaa-elibrary.blogspot.com

عربیت سے راجح سمجھا صرف اسی کو اختیار کر لیا گیا سب کو نقل نہین کیا البتہ کہین کہین اگر دونوں جو ہمین متساوی معلوم ہوئین دونوں کو نقل کر دیا ہے ۔

۱۴- تقریر مدلول آیاتـہ مین قواعـد میزانیـہ منطقیہ کی بڑی طور پر مراعات کی گئی ہے جس کا لطف اذکیاء اور علماء کے جی سے پوچھنا چاہئے ۔

۱۵- مجھ کو معلوم ہے کہ کہین کہین تقریر کسی قدر تنگ ہے لیکن اس کی کفایت مین کوئی خلل نہین البتہ کم استعداد لوگوں کو اہل علم سے اس کے حل اور توضیح کی حاجت ہوگی اسی طرح بعض جگہ ایسے مضامین بھی آ گئے ہین کہ ان کا سمجھنا مخصوص اہل علم کے ساتھ ہے اس لئے میرے نزدیک مطلقاً ضروری ہے کہ اس تفسیر کو اول سے آخر تک کسی عالم سے سبق کے طور پر پڑھ لیا جاوے اور جو مضمون اس پر بھی سمجھ مین نہ آوے اس کو علوم درسیہ پر موقوف سمجھا جاوے اور یہ امر یقینی ہے کہ اس سے پورا لطف حاصل ہونے کی شرط علوم متعارفہ مین مہارت اور اس مین بھی کسی مقام پر تحیر ، مراجعت تفاسیر کے بعد اس تفسیر کو ملاحظہ کرنا ہے ۔

۱۶- اور بہت سے امور ضروریہ و لطیفہ ، ترجمہ و تفسیر مین ایسے ملین گے جو بیان سے خیال مین نہین آ سکتے مطالعہ پر ان کو حوالہ کیا جاتا ہے ۔

۱۷- لطائف اور نکات جن کو تفسیر مین دخل نہ تھا وہ مقصود بالقرآن تھے بالکلیہ مہجور کو دیئے گئے مقصود اصلی حل قرآن کو رکھا گیا ہے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۸- جن آیات کی تفسیر میں حدیث مرفوع آئی ہے اس کے مقابلہ میں کسی کا قول نہیں لیا گیا -

۱۹- چونکہ التزامات مذکورہ کی ضرورت خیال میں تدریجاً آتی رہی اس لئے ممکن ہے کہ اول کے اجزا میں بعض التزامات کی رعایت متروک ہو گئی ہو - نیز چونکہ اس کی بارہ جلدوں میں سے جن میں ہر جلد اڑھائی پارہ کی ہے کہیں تحقیقاً کہیں بوجہ قرب سورت کے کسی قدر کم یا کسی قدر زیادہ اول جلد متصلاً نہیں لکھی گئی بلکہ درمیان میں فترات و وقفات اتفاقیہ واقع ہوتے رہے اس لئے خود اس کے اجزا میں اور پھر اس میں اور بقیہ جلدوں میں طرز وضع کے اعتبار سے کسی قدر تفاوت بھی ہے جو نظر غائر سے معلوم ہو سکتا ہے -

۲۰- باقی جو مضامین حواشی عربیہ میں لکھے ہیں وہ مخصوص ہیں اہل علم کے ساتھ ان کے التزامات پر متنبہ کرنے کی اس مقام پر حاجت نہیں باقی ان سب معروضات کے بعد جو ناظرین کی مصلحت سے ظاہر کئے گئے اپنی خاص حالت کے اعتبار سے یہ معروض ہے -

نہ بنقش بستہ مشوشم نہ بحرف ساختہ سر خوشم

نفسے بیاد تو میکشم چہ عبارت و چہ معانیم

قارئین کرام ! آپ نے مولانا تھانوی کے ان نکات میں ملاحظہ فرمایا کہ مولانا تھانوی نے ان تمام تفاسیر کے نام لکھ دیئے - جن سے انہوں نے استفادہ فرمایا - جن دو

toobaa-elibrary.blogspot.com

مقامات پر تشریح و تفسیر حسب منشا ممکن نہ ہو سکی اس کا آپ نے برملا اعتراف فرمایا ۔ یہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ و سلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہ اجمعین کا طریقہ تھا کہ جب بھی کہین کسی مسئلہ مین علم نہ ہوتا تو فرما دیتے کہ مین اس وقت رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار مین موجود نہ تھا ۔ اس صحابی سے رجوع کیا جاوے جو اس وقت آپ کے دربار مین موجود تھا ۔ چونکہ مولانا تھانوی نے مسیحی حضرات کی کتب نہ پڑھی تھین اس لئے اس مین انہون نے تفسیر حقانی پر مکمل اعتماد کر کے ان کی تحقیقات کو من و عن نقل کر دیا اور اعتراف بھی فرمایا کہ چونکہ میرا مطالعہ مسیحیت کی کتب کا نہ تھا اس لئے مین نے اس ضمن مین صاحب تفسیر حقانی پر ھی مکمل اعتماد کیا ھے ۔ نیز مولانا تھانوی نے افادہ عوام کے لئے ترجمہ مین زبان آسان سادہ اور عام فہم رکھنے کے ساتھ ساتھ تحت الفظی ترجمہ کی رعایت رکھی گئی ۔ فقہی مسائل مین حنفی فقہ کو ھی مدنظر رکھا گیا ھے لیکن بوقت ضرورت دوسرے مذاھب کی تشریح حاشیہ پر کر دی گئی ربط آیات کا بھی التزام رکھا گیا ھے روایات مین مولانا تھانوی نے صحیح روایات کو ھی مقدم رکھا ھے ترجمہ مین محاورہ کی بجائے ترکیب کی زیادہ رعایت رکھی گئی ھے ۔ پوری تفسیر مین ھر جگہ زبان شستہ مہذب اعلی اخلاق کی مظہر ھے کہین بھی اپنے مخالفین و اعداد کے لئے اسلامی اخلاق سے گرا ھوا اور چھبتا ایک بھی جملہ پوری تفسیر مین نظر نہین آتا ۔ پوری تفسیر اسلامی اخلاق و حکمت کا بھرپور خزانہ نظر آتی ھے اللہ تبارک و تعالی سے دعا ھے کہ وہ آنے والے مفسرین کو مولانا اشرف علی تھانوی کے راستے پر چل کر امۃ اسلامیہ مین اصلاح نظریات و فکر اور وحدت امت کے جذبات کو اجاگر کرین ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

المصادر والمراجع

(الف)

۱- القرآن الكريم

۲- ابرار الحق حقی بارہ بنکی (مولانا) ، اسعد الابرار ، ج ، ن ، م ، ط ، ن ، م

۳- ابن السبکی ، تاج الدین ، (علامہ) الطبقات الشافعیہ الکبری ، مصر ، ۱۹۰۲ء

۴- ابن السبکی ، تاج الدین ، مذکرۃ التشریع الاسلامی ، وادی الملوک ، مصر ، ۱۹۳۶ء -

۵- ابن تیمیہ (امام) ، الکامل فی المتشابہ و التاویل ، مصر ، ط ، ن ، م -

۶- ابن تیمیہ ، مقدمہ فی اصول التفسیر ، مکتبۃ التراث الاسلامی ، قاہرہ ، ط ، ن ، م

۷- ابن تیمیہ ، فتاوی ، دار الافتا ، ط ، ن ، م ، ریاض -

۸- ابن حجر عسقلانی ، (حافظ) ، الدرر الکامنۃ فی اعیان الثامنۃ ، دہلی ، ۱۳۳۸

۹- ابن حجر عسقلانی (حافظ) ، فتح الباری ، الامیریہ ، قاہرہ ، ۱۷۵۹ء -

۱۰- ابن حجر عسقلانی (حافظ) ، تہذیب التہذیب ، السعادۃ ، قاہرہ ، ۱۳۳۱ھ -

۱۱- ابن حیان (علامہ) البحر المحیط ، السعادۃ ، قاہرہ ، ۱۳۲۸ھ -

۱۲- ابن خلدون عبدالرحمان (علامہ) ، مقدمہ ابن خلدون ، بیروت ، ۱۹۲۰ء -

۱۳- ابن خلکان (علامہ) مرتبہ محمد محی الدین و عبدالحمید ، وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان ، قاہرہ ، ۱۹۲۸ء -

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۴- ابن عابدین ، شامی ، (علامہ) الافتخار ، بیروت ، ۱۹۳۰ء –

۱۵- ابن عربی ، الفتوحات المکیۃ ، قاہرہ ، ۱۹۱۱ء

۱۶- ابن عربی ، فصوص الحکم ، مرتبہ ابو العلا عفیفی ، قاہرہ ، ۱۹۴۶ء –

۱۷- ابن کثیر (حافظ) عماد الدین ، تفسیر القرآن العظیم ، قاہرہ ، ۱۹۰۶ء –

۱۸- ابن منظور (علامہ) ، لسان العرب ، قاہرہ ، ۱۳۰۲ھ –

۱۹- ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن الکلاباذی ، التعرف ، ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن ، مکتبۃ المعارف ، لاہور ، مطبوعہ ۱۳۹۱ھ –

۲۰- ابو الحسن علی ندوی (علامہ) ، تاریخ دعوت و عزیمت ، مجلس نشریات اسلام ، کراچی ، ۱۹۸۰ء –

۲۱- ---------- ، سید احمد شہید ، مجلس نشریات اسلام ، کراچی ، ۱۹۶۲ء –

۲۲- ابو الکلام آزاد (مولانا) ، ترجمان القرآن ، مدنی کتب خانہ لاہور ، ۱۹۵۲ء –

۲۳- ابو سلام محمد (علامہ) ، منہج القرآن ، قاہرہ ، ۱۹۸۸ء –

۲۴- احمد ابن حنبل (امام) ، مسند امام احمد ابن حنبل ، کراچی ، ۱۹۵۰ء

۲۵- احمد حجازی السقاء ، نسخ فی القرآن ، قاہرہ ، ۱۹۸۷ء –

۲۶- احمد رفاعی ، تحقیق محمود رفاعی السامرائی ، المجالس الرفاعیۃ ، مطبوعہ ارشاد ، بغداد ، ۱۹۷۱ء –

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۷- احمد سعید ، پروفیسر ، مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک پاکستان ، لاہور ، ۱۹۸۰ء -

۲۸- احمد کبیر الرفاعی ، البرہان المؤید ، مطبوعہ ادارہ اسلامیات ، لاہور ، ۱۹۸۱ء -

۲۹- ادریس انصاری محمد ، مترجم نفحات الانس ، ادارہ تبلیغ الاسلام ، صادق آباد ، ۱۹۸۵ء -

۳۰- ادریس کاندھلوی محمد مولانا ، معارف القرآن ، لاہور ، ۱۹۸۲ء -

۳۱- اسماعیل شاہ شہید ، منصب امامت ، آئینہ ادب ، ط ، ن ، م -

۳۲- اشتیاق حسین قریشی (ڈاکٹر) ، برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ ، کراچی ، ۱۹۶۷ء -

۳۳- اشرف علی تھانوی (مولانا) ، دیباچہ مثنوی زیر و بم ، دھلی ، ۱۹۳۵ء -

۳۴- اشرف علی تھانوی (مولانا) ، رسالہ مدرج بعض اعتراضات اہل العروج ، دیوبند ، ۱۹۳۱ء -

۳۵- اشرف علی تھانوی ، اشرف الجواب ، ملتان ، ط ، ن ، م -

۳۶- ------------ ، اصلاح ترجمہ دھلویہ ، کراچی ، ط ، ن ، م -

۳۷- ------------ ، الافاضات الیومیہ ، کراچی ، ط ، ن ، م -

۳۸- ------------ ، امداد الفتاوی ، کراچی ، ط ، ن ، م -

۳۹- ------------ ، البدائع ، لاہور ، ط ، ن ، م -

toobaa-elibrary.blogspot.com

۴۰- اشرف علی تھانوی (مولانا) ، بوادر النوادر ، لاہور ، ط ، ن م -

۴۱- ــــــــــــ ، طریق قلندر ، کراچی ، ط ، ن م -

۴۲- ــــــــــــ ، بہشتی زیور ، لاہور ، ط ، ن م -

۴۳- ــــــــــــ ، التشرف ، لاہور ، ط ، ن م -

۴۴- ــــــــــــ ، التقوی ، کراچی ، ط ، ن م -

۴۵- ــــــــــــ ، تقدیس القرآن عن تدنیس التصاویر ، دہلی ، ط ، ن م -

۴۶- ــــــــــــ ، جمال القرآن ، لاہور ، ط ، ن م -

۴۷- ــــــــــــ ، حقیقت تصوف ، کراچی ، ط ، ن م -

۴۸- ــــــــــــ ، سہیل النجاح ، لاہور ، ط ، ن م -

۴۹- ــــــــــــ ، شریعت و طریقت ، لاہور ، ط ، ن م -

۵۰- ــــــــــــ ، صمت ، کراچی ، ط ، ن م -

۵۱- ــــــــــــ ، صمت ، ط ، ن م -

۵۲- ــــــــــــ ، مکتوبات امدادیہ ، کراچی ، ط ، ن م -

۵۳- ــــــــــــ ، وعظ الصلوة ، کراچی ، ط ، ن م -

۵۴- اقبال (ڈاکٹر) ، بانگ درا ، اقبال اکیڈیمی ، لاہور ، ط ، ن م -

۵۵- امیر علی (سید) ، فتاوی ھندیہ ، لاہور ، ربیع الاول ، ۱۳۵۲ھ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

٥٦- امین الخولی (علامہ) تفسیر معالم الحیاۃ، قاہرۃ، ۱۹۳۲ء -

٥٧- امین زبیری، سیاسیات ملیہ، غزدی پریس، آگرہ، ط، ن، م -

٥٨- انظر شاہ (مولانا)، نقش دوام، دہلی، ط، ن، م -

٥٩- انوار الحسن (پروفیسر) شیر کوٹی، انوار قاسمی، لاہور، ادارۃ سعیدیہ، مجددیہ، لاہور،

٦٠- ــــــــــــ، سیرت یعقوب ومملوک، مکتبہ دارالعلوم، کراچی -

"ب"

٦١- بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری (امام)، الجامع الصحیح، تاشقند، ۱۹۷۰ء

٦٢- بدر الدین سرہندی، حضرات القدس، مطبوعہ محکمۂ اوقاف، پنجاب، ۱۹۷۲ء

٦٣- برہان الدین، ابو الحسن علی بن ابو بکر الفرغانی، المرغینانی شیخ الاسلام، الہدایہ، لاہور، ۱۹۶۵ء -

٦٤- بشیر احمد ڈار، انوار اقبال، اقبال اکیڈیمی، لاہور، ۱۹۶۷ء -

٦٥- بغوی (امام)، معالم التنزیل، قاہرۃ، ۱۳۳۵ھ -

٦٦- البلاذری، احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، قاہرۃ، ۱۹۹۰ء -

٦٨- بیسونی (ڈاکٹر)، نشاۃ التفسیر و مناھجھا، قاہرۃ، ۱۹۸۶ء -

toobaa-elibrary.blogspot.com

"ت"

٦٨- تبریزی ، ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری ، مشکوٰۃ المصابیح ، لاہور ،
١٩٣٥ء -

٦٩- تقی عثمانی ، (مولانا) ، تقلید کی شرعی حیثیت ، ادارۂ اسلامیات ، لاہور ،
١٣٩٢ھ -

"ج"

٧٠- جصاص ، ابو بکر ، احکام القرآن ، بیروت ، ١٩٣٣ء -

٧١- جلیل احمد شیروانی ، (مولانا) آثار رحمت ، لاہور ، ط ، ن ، م -

٧٢- جلیل احمد شیروانی (مولانا) ، القول الجمیل ، مکتبہ نشر القرآن ،
سہارنپور ، ط ، ن ، م -

"ح"

٧٣- حاجی خلیفہ ، کشف الظنون ، استنبول ، ١٨٩٢ء -

٧٤- حالی ، الطاف حسین ، (مولانا) ، حیات جاوید ، آئینہ ادب ، لاہور ،
ط ، ن ، م -

٧٥- حبیب الرحمان صدیقی الکاندھلوی (مولانا) ، التنویر البیضاوی ، کراچی ،
١٩٨٠ء -

toobaa-elibrary.blogspot.com

٧٦- حسن ریاض (سید) ، پاکستان ناگزیر تھا ، ادارہ تصنیف و تالیف ، کراچی ، ط ، ن ، م -

٧٧- حسین احمد مدنی (مولانا) ، رحمة للعالمین ، صدیقی ٹرسٹ کراچی ، ط ، ن م

٧٨- حسنین مخلوف ، المدخل المنیر ، مصر ، ١٣٥١ھ -

٧٩- حفظ الرحمن سیوہاروی (مولانا) ، قصص القرآن ، دھلی ، ١٩٥٥ء -

٨٠- حقانی ، عبدالحق ، مولانا ، البیان فی علوم القرآن (مقدمة تفسیر حقانی) -

٨١- حنیف ندوی ، محمد ، مولانا ، افکار غـزالی ، لاھور ، ١٩٨٣ء -

" خ "

٨٢- خالد محمود (ڈاکٹر) ، آثار التنزیل ، لاھور ، ١٩٧٠ء -

" د "

٨٣- داؤدی ، (علامہ) طبقات المفسرین ، نسخہ مخطوطہ -

" ز "

٨٤- ذکاء اللہ شمس العلماء ، تاریخ ھندوستان ، مطبوعہ مجتبائی پریس ، دھلی ، ١٩٣٥ء -

٨٥- ذھبی شمس الدین ، تاریخ اسلام و طبقات المشاھیر ، قاھرہ ، ١٩٨٢ء -

٨٦- ــــــــــــ ، میزان الاعتدال ، قاھرہ ، ط ، ن ، م -

٨٧- ذھبی ، محمد حسین ، التفسیر والمفسرون ، مکۃ مکرمۃ ، ١٣٩٧ھ -

toobaa-elibrary.blogspot.com

" ر "

۸۸- رازی ، فخر الدین (امام) ، مفاتیح الغیب ، قاہرہ ، ۱۹۳۲ء -

۸۹- رشید اختر ندوی ، (مولانا) ، مسلمان حکمران ، ادارہ معارف ملی اسلام ، ط ، ن ، م -

۹۰- رشید احمد جالندھری ، (ڈاکٹر) ، علم تفسیر اور مفسرین ، مکتبہ علمیہ ، لاہور

۹۱- رشید رضا علامہ ، الرسائل والمسائل ، قاہرہ ، ۱۹۳۰ء -

۹۲- رفیع الدین ، شاہ ، ترجمہ قرآن ، تاج کمپنی لاہور -

" ز "

۹۳- زاہد الحسینی (مولانا) ، تذکرۃ المفسرین ، لاہور ، ۱۴۰۱ھ -

۹۴- زرقانی ، (علامہ) ، مناہل العرفان فی علوم القرآن ، مصر ، ۱۹۵۰ء -

۹۵- زین العابدین ابن نجیم (علامہ) ، بحر الرائق ، مکتبہ مجتبائی ، دہلی ، ۱۳۲۶

" س "

۹۶- سرسید احمد خان ، اسباب بغاوت ہند " اردو اکیڈیمی ، لاہور ، ط ، ن ، م

۹۷- سلمان بن عمر الجیلی ، الفتوحات الھیۃ ، ادارہ احیاء تراث الاسلامی ، بیروت ، ۱۹۸۰ء -

toobaa-elibrary.blogspot.com

٩٨- سیوطی ، جلال الدین ، علامہ ، الاتقان فی علوم القرآن ، قاہرہ ۔

٩٩- ------------ ، الدر المنثور

١٠٠- ------------ ، جلالین ۔

١٠١- سلیمان ندوی ، (سید) ، عرب و ہند کے تعلقات ، الہ آباد الہند ۔ ١٩٥٠ء

١٠٢- ------------ ، عربوں کی جہاز رانی ، اعظم گڑھ ، الہند ، ١٩٣٥ء

١٠٣- ------------ ، یاد رفتگان ، مجلس نشریات اسلام ، کراچی ، ط ، ن ، م

١٠٤- سابق (سید) ، مقدمہ حجۃ اللہ البالغہ ، لاہور ، ط ، ن ، م ۔

" ش "

١٠٥- شفیع ، محمد مفتی ، معارف القرآن ، مطبعہ دارالعلوم ، کراچی ۔

١٠٦- ------------ ، افادات اشرفیہ و رسائل سیاسۃ ، دیو بند ۔

" ص "

١٠٧- صابونی ، محمد علی ، صفوۃ التفاسیر ، بیروت ، ١٩٨١ء ۔

١٠٨- صبحی صالح ، مباحث فی علوم القرآن ، دار العلم للملایین ، قاہرہ ۔

١٠٩- صدیق علی خان ، نواب ، بے تیغ سپاہی ، کراچی ، ١٩٧١ء ۔

" ط و ظ "

١١٠ - طاہر محمد بن یعقوب فیروزآبادی ، تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباس ، مصر ،

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۱۱- طفیل احمد منگلوری ، مسلمانوں کا روشن مستقبل ، حماد الکتبی ، لاہور ،

ط ، ن ، م -

۱۱۲- ظفر احمد عثمانی ، (مولانا) ، مقدمہ امداد الاحکام ، کراچی ، ۱۹۸۰ء -

"ع"

۱۱۳- عبدالباری ، ندوی ، تجدید تعلیم و تبلیغ ، مکتبہ تجدید دین ، لکھنؤ ،

ط ، م ، ن -

۱۱۴- ------------ ، تجدید دین کامل ، مکتبہ تجدید دین لکھنؤ ، ۱۹۵۷ء -

۱۱۵- ------------ ، جامع المجددین ، مکتبہ تجدید دین ، لکھنؤ ، ط ، ن ، م -

۱۱۶- عبدالجبار ، قاضی ، تنزیہ القرآن عن المطاعن ، قاہرہ ، ۱۹۱۱ء -

۱۱۷- عبدالحی عارفی (ڈاکٹر) ، فہرست تالیفات اشرفیہ ، مکتبہ دار العلوم کراچی -

ط ، ن ، م -

۱۱۸- ------------ ، بصائر حکیم الامت ، ایم سعید اینڈ کمپنی ، کراچی ،

ط ، ن ، م -

۱۱۹- ------------ ، ماثر حکیم الامت ، ایم سعید اینڈ کمپنی ، کراچی ،

ط ، ن ، م -

۱۲۰- عبدالرحمان خان (منشی) ، سیرت اشرف ، شیخ اکیڈیمی لاہور ، ط ، ن ، م

۱۲۱- ------------ ، تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی ،

۱۲۲- عبدالرشید ارشد ، مولانا ، بیس بڑے مسلمان ، مکتبہ رشیدیہ ، ط ، ن ، م -

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۲۳ - عبدالسبحان (پادری) اول مسجد ، پنجاب ریلیجس سوسائٹی ، لاہور ، ط ، ن ،

۱۲۴- عبدالعزیز شاہ ، فتاوی عزیزیہ ، مکتبہ عزیزیہ دہلی ، ط ، ن ، م -

۱۲۵- ---------- (مولانا) ، حسن العزیز ، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ، ملتان -
ط ، ن ، م -

۱۲۶- عبدالقادر جیلانی (شیخ) ، فتوح الغیب ، لاہور ، ۱۳۹۲ھ -

۱۲۷- عبدالقادر خلیل ، ڈاکٹر ، المناظرۃ الکبری ، دار ابن تیمیہ ریاض ، ط ، ن ،

۱۲۸- عبدالقادر شاہ ، موضح القرآن ، لاہور -

۱۲۹- عبد الماجد دریا بادی ، تفسیر ماجدی ، صدق جدید بک ایجنسی ، لکھنئو -

۱۳۰- ---------- ، نقوش و تاثرات ، صدق جدید بک ایجنسی ، لکھنئو -

۱۳۱- عبدالمنعم النمر (ڈاکٹر) ، ابو الکلام آزاد ، مجلس اعلی شئون الاسلامیہ،
قاہرہ ، ط ، م ، ن -

۱۳۲- عبداللہ دراز (ڈاکٹر) ، النبأ العظیم - کویت ، ۱۹۸۸ء -

۱۳۳- عیاض قاضی ، الشفاء ، کراچی - ط ، ن ، م -

۱۳۴- عبید اللہ سندھی ، (مولانا) ، شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک اور ان کا فلسفہ
لاہور ، ط ، ن ، م -

۱۳۵- عزیز الحسن (مجذوب) ، خاتمہ السوانح ، ایم ثناء اللہ اینڈ سنز ، لاہور ،
ط ، ن ، م -

toobaa-elibrary.blogspot.com

"غ"

======

۱۴٦- غزالی (امام) ابو حامد ، احیاء العلوم الدین ، بیروت ، ۱۳۵٦ھ -

۱۴۷- غلام رسول مہر ، تبرکات آزاد ، کتاب منزل ، لاہور ، ط ، ن ، م -

۱۴۸- غلام محمد (مولانا) ، حیات اشرف ، مکتبہ تھانوی ، کراچی ، ط ، ن ، م -

"ف"

=======

۱۴۹- فاضل حبیب اللہ جالندھری ، مولانا ، تاریخ دار العلوم دیو بند ، اشاعت خاص ، الرشید ، ساھیوال -

۱۵۰- ---------- ، دارالعلوم دیو بند نمبر ، اشاعت خاص ، الرشید ، ساھیوال

۱۵۱- فضل حق خیر آبادی ، مولانا ، الثورۃ الھندیہ ، مطبع مجتبائی ، دھلی ، ۱۹۳۰ء -

"ق"

=====

۱۵۲- قاسم فرشتہ (مورخ) ، تاریخ فرشتہ ، مکتبہ ملت دیوبند ، ط ، ن ، م -

۱۵۳- قاسم نانوتوی ، (مولانا) ، مباحثہ شاہ جہان پور ، دارالاشاعت کراچی ، ط ، ن م

۱۵۴- قشیری (امام) ابی القاسم ھوازن ، الرسالۃ القشیریۃ ، دارالکتب العربیۃ ، قاھرہ ، ط ، ن ، م -

۱۵۵- قطب شہید ، سید ، فی ظلال القرآن ، مکۃ مکرمۃ ، ط ، ن ، م -

toobaa-elibrary.blogspot.com

ل •

-۱۵۶ لطفی ، جمعہ (علامہ) ، تاریخ فلاسفۃ الاسلام ، ترجمہ ڈاکٹر میر ولی محمد ، نفیس اکیڈمی ، کراچی –

م •

-۱۵۷ مالک کاندھلوی ، محمد ، (مولانا) ، منازل العرفان فی علوم القرآن ، لاہور – ط ، م ، ن –

-۱۵۸ مناع خلیل (القطان) ، مباحث فی علوم القرآن ، بیروت ، ۱۹۸۳ء –

-۱۵۹ متفقہ فیصلہ علماء ہند ، مطبع ہاشمی ، میرٹھ ، ط ، م ، م –

-۱۶۰ مجد الدین محمد بن یعقوب ، فیروز آبادی ، بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز ، مصر ، ۱۹۸۶ء –

-۱۶۱ ———————— ، القاموس المحیط ، قاہرہ ، ۱۹۳۵ء –

-۱۶۲ محب اللہ عبد الشکور ، مسلم الثبوت و شرح الاصبریہ ، قاہرہ ، ط ، ن ، م –

-۱۶۳ محمد اکرم ، شیخ ، آب کوثر ، مطبوعہ فیروز سنز ، لاہور –

-۱۶۴ ———————— ، موج کوثر ، مطبوعہ فیروز سنز ، لاہور –

-۱۶۵ محمد حلیم ، مجدد اعظم ، مکتبہ شعاع ادب ، لاہور ، ط ، ن ، م –

-۱۶۶ محمد میاں (مولانا) ، علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے ، مکتبہ محمودیہ لاہور ،

-۱۶۷ ———————— ، علمائے ہند کا شاندار ماضی ، مکتبہ محمودیہ ، لاہور –

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱٦۸- محمود آلوسی ، بغدادی ، علامہ ، روح المعانی ، قاہرہ ، ۱۳۲۷ھ -

۱٦۹- محمود الحسن (شیخ الہند) ، ترجمہ قرآن مجید ، مکتبہ تاج کمپنی ، لاہور -

۱۷۰- محمود الرفاعی (السید) ، المجالس الرفاعیہ ، الارشاد بغداد ، ۱۹۷۱ء -

۱۷۱- مراغی ، شیخ محمد ، مجلۃ الازہر ، قاہرہ ، صفر ۱۳۵۵ھ -

۱۷۲- مصطفی صادق الرافعی (ڈاکٹر) ، اعجاز القرآن ، قاہرہ ، ط ، ن ، م -

۱۷۳- مظہر بقاء (ڈاکٹر) ، اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ ، ادارہ تحقیقات اسلامیہ ، اسلام آباد - ط ، ن ، م -

۱۷۴- مودودی ، ابو الاعلی (سید) ، تفہیم القرآن ، ادارہ ترجمان القرآن ، لاہور ، ۱۹۷۸ء ، لاہور -

"ن"

۱۷۵- نجم الحسن تھانوی ، پاکستان کے قیام اور اس کی تعمیر پر ایک نظر ، صیانۃ المسلمین لاہور ، ط ، ن ، م -

۱۷٦- نجم الدین اصلاحی ، مکتوبات شیخ الاسلام ، اردو پک سٹال لاہور ، ط ، ن ، م -

۱۷۷- نظام الدین الشاشی ، اصول الشاشی ، کراچی ، ط ، ن ، م -

"و"

۱۷۸- ولی اللہ شاہ ، الفوز الکبیر ، لاہور -

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۷۹- ولی اللہ شاہ ، ازالۃ الخفاء ، مکتبہ فاروق اعظم ، کراچی ۔

۱۸۰- ــــــــــ ، حجۃ اللہ البالغہ ، مکتبہ سلفیہ لاہور ۔

"ی"

۱۸۱- یاقوت الحموی ، معجم الادباء ۔

۱۸۲- یعقوب نانوتوی ، محمد (مولانا) ، سوانح قاسمی ، مجتبائی پریس دہلی ،

ط ، ن ، م ۔

۱۸۳- یوسف بنوری ، محمد (سید) ، یتیمۃ البیان بمشکلات القرآن ، دہلی ، ۱۳۵۷ھ ۔

اخبارات :

۱۸۴- ممتاز حسین (پروفیسر) ، سید احمد شہید ، روز نامہ "امروز" لاہور ، ۳۰ مئی

۱۹۸۸ء ۔

۱۸۵- انقلاب روزنامہ ، لاہور ، ۳۰ ستمبر ۱۹۳۷ء ۔

رسائل و جرائد :

۱۸۶- تقی عثمانی ، مولانا ، البلاغ ، ماہنامہ مفتیٔ اعظم نمبر ، کراچی ، ۱۳۹۹ھ ۔

۱۸۷- عبدالماجد دریا بادی ، مولانا ، ماہنامہ صدق جدید ، لکھنئو ، ط ، ن ، م ۔

۱۸۸- فضل الرحیم ، مولانا ، ماہنامہ الحسن ، اشرف علی تھانوی نمبر ، لاہور ،

اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۷ء ۔

۱۸۹- محمد الکتانی الرسالۃ مستطرفۃ ، بیروت ، ۱۳۲۲ھ ۔

۱۹۰- مدینہ جریدہ ، بجنور ، ط ، ن ، م ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۹۱- معارف ماہنامہ ، اعظم گڑھ ، ۱۳۶۳ھ -

۱۹۲- --------- ، سید سلیمان ندوی نمبر ، ط ، ن ، م -

۱۹۳- ماہنامہ طلوع اسلام ، ایڈیٹر غلام احمد پرویز ، دہلی ، ۱۹۳۳ء -

انگریزی :-

۱۹۴- ٹی ۔ ڈبلیو ، آرنلڈ (ڈاکٹر) دعوت اسلام محکمہ اوقاف پنجاب سنہ ۱۹ء

۱۹۵- ایف شیون ، انڈرسٹینڈنگ اسلام ، اسلام میں انسان کے شبیہ خداوندی ہونے کی تفصیل ، لندن سنہ ۱۹ء

toobaa-elibrary.blogspot.com